يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ

وہ قرآن کی طرف بلائیں گے، لیکن اس کے ساتھ کچھ تعلق نہ ہوگا

حج کے موقع پر حجاج کو سعودی عرب سے ملنے والی تفسیر کی حقیقت

سعودی تفسیر پر ایک نظر

مؤلف

ابو عبداللہ سید مزمل حسین کاظمی قادری

مقدمہ

ابو الحسان حضرت علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منہ فی شیء

([illegible] ۲۲۳/۲)

وہ قرآن کی طرف بلائیں گے، لیکن اس کے ساتھ ان کا تعلق نہ ہوگا

حج کے موقع پر حجاج کو سعودی عرب

سے ملنے والی تفسیر کی حقیقت

سعودی تفسیر

پر ایک نظر

مؤلف

ابو عبداللہ سید مزمل حسین کاظمی قادری

مقدمہ

ابوالحقائق مولانا الحاج علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی مدظلہ

مکتبہ قادریہ عالمیہ

نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات 0300-6272130

نام کتاب

سعودی تفسیر پر ایک نظر

مؤلف

ابو عبداللہ سید مزمل حسین کاظمی قادری

0321-6228347

مقدمہ

ابو الحقائق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

تعداد 600

صفحات 578

مکتبہ قادریہ عالمیہ

نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات 0300-6272130

فہرست

انتساب

آل رسول ﷺ نائب رسول ﷺ سید الکاظمین امام المسلمین

جگر گوشۂ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوالحسن **امام موسیٰ کاظم** رضی اللہ عنہ

اور

نائب غوث الوریٰ، شہباز ولایت، شیخ طریقت رہبر شریعت،

سیدی و مرشدی

حضرت پیر سید **محمد نصیر شاہ** صاحب بخاری قادری

آستانہ عالیہ بنوں شریف، قم راولپنڈی

کے مبارک نام!

نیاز مند

ابو عبداللہ سید مزمل حسین کاظمی قادری

عرضِ مؤلف

اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ جس نے مجھ جیسے ناکارہ کو مسلک اہل سنت کی اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔

کچھ عرصہ قبل ایک وہابی لڑکے کو "سعودی تفسیر" کے ذریعے ایک سنی نوجوان کو گمراہ کرتے دیکھا تو بڑا دکھ ہوا، اور عوام کے لیے سعودی تفسیر کو بڑا خطرناک پایا۔

کبھی حدیث کے [illegible] بہانے سے لوٹ لیا
کبھی فریب سے قرآن سنا کے لوٹ لیا

سعودی حکومت نے یہ تفسیر پاکستانی مولوی صلاح الدین یوسف سے لکھوائی، اس کو حاجیوں میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ "دارالسلام پبلشرز" نے اس کو لاہور اور ریاض سے "تفسیر احسن البیان اردو" کے نام سے عام خرید کے لیے بھی شائع کیا ہے۔

جب معلوم ہوا کہ کسی سنی عالم دین نے اس کا رد نہیں کیا، تو خیال ہوا کہ اس کا رد کرنا چاہیے۔ مناظر اسلام ابوالحقائق حضرت علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ سے اس ارادے کا اظہار کیا، تو آپ نے اپنی کریمانہ طبیعت کے مطابق کافی حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے نام سے کام کا آغاز کر دیا، علامہ صاحب ہر قدم پر رہنمائی فرماتے رہے۔ اور مزید یہ کہ مدلل مقدمہ تحریر فرما کر کتاب کو زینت و مقام بخشا۔ آپ کا انتہائی احسان مند ہوں، اور دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ اور مزید اہل سنت کے لیے تحقیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا کاشف اقبال مدنی دام اقبالہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے کلمات محبت سے نوازا۔ مولی کریم آپ کو ایمانی جسمانی عافیت عطا فرمائے۔

بالخصوص میرے لیے یہ بڑی سعادت ہے، کہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشرف القادری دامت برکاتہ محدث نیک آبادی نے انتہائی شفقت و مہربانی فرمائی، باوجود مصروفیت اور بزرگی کے کتاب کے متعلق کلمات طیبات تحریر فرمائے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری کسی کوتاہی کی وجہ سے ضائع ہوگئے۔ دوبارہ عرض کرنا بے ادبی سمجھا جس کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔

دعا ہے اللہ تبارک وتعالی قبلہ حضرت مفتی صاحب کا سایہ صحت کے ساتھ ہم پر قائم ودائم فرمائے۔ اور میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

ابوعبداللہ سید مزمل حسین کاظمی قادری

ان ارید الا الاصلاح مااستطعت، وماتوفیقی الاباللہ علیه توکلت والیہ انیب۔

❀❀❀❀❀❀❀

تقریظ

مناظر اہل سنت، حضرت علامہ

مولانا کاشف اقبال مدنی رضوی دام ظلہ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم واله واصحابه اجمعین

امابعد! رسول اکرم ﷺ کی محبت اور ادب ایمان ہے، اور آپ ﷺ کی ادنی توہین وتنقیص کفر ہے، مگر نجدی وہابی مذہب کی بنیاد ہی توہین رسالت پر ہے یہی وجہ ہے کہ نجدیوں وہابیوں کی کتب حضور اکرم ﷺ کی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔

جب سے انگریز سے ساز باز کر کے وہابیوں نجدیوں نے حجاز مقدس پر قبضہ کیا، تو صحابہ کرام ازواج مطہرات کی قبور مطہرہ پر بلڈوزر چلادیے، تمام آثار مقدسہ مٹادیے، بے شمار مسلمانوں کی قتل وغارت کی گئی۔ اب بھی یہ نجدی گستاخانہ لٹریچر حاجیو ں میں زبردستی تقسیم کرتے رہتے ہیں،

اوران کا سارا لٹریچر کفریات سے بھرا پڑا ہے، کہیں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کو بت لکھتے ہیں۔ (شرح الصدور: ۳۵، حاشیہ)

- کہیں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر گنبد خضراء کو بہت بڑی جہالت لکھتے ہیں۔ (تطہیر الاعتقاد: ۳۶)
- کہیں گنبد خضراء کو شرک والحاد کا بہت بڑا ذریعہ لکھتے ہیں۔ (فتح المجید: ۲۱۸)
- کہیں انبیاء واولیاء کی قبور کی طرف سفر کو شرک لکھتے ہیں۔ (فتح المجید: ۲۸۰)

کہیں آپ ﷺ کو مردہ لکھتے ہیں۔ (زیارت کی احکام اور اداب: ۱۵)

یہاں تک لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ مملکت سعودیہ عربیہ کو توفیق دے، کہ اسے سنت کے مطابق کردیں، جیسے کہ عہد صحابہ میں قائم تھی، یعنی گنبد خضراء زمین بوس کردیں۔

(زیارت مسجد مصطفیٰ: ۱۳۶)

کیا اب بھی وہابیوں نجدیوں کے دشمن رسول ہونے میں کسی کو کوئی شک ہے؟

پھر مسلمانوں پر کفر وشرک کے فتوے ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

موجودہ امام کعبہ عبدالرحمان السدیس نے توجّ کے خطبہ کے موقع پر پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دیتے ہوئے، یہاں تک کہہ دیا ''اسلامی ممالک میں سے اکثر لوگ مشرک ہیں، ان میں بڑی قسم کا شرک پکا ہو چکا ہے، کیونکہ وہ قبروں پر گنبد بناتے ہیں، ان کے لیے نذریں مانتے ہیں، اور امید میت سے قبور پر حاضری دیتے ہیں۔ (المدینہ اخبار، ۲۰۰۷،۱،۱۳)

اس جملے میں موجودہ امام کعبہ نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر، مشرک قرار دے دیا، یہ ہے نجدی وہابی مذہب!۔

پھر اپنی نجدیت ووہابیت کو پھیلانے کے لیے وہابی مولوی جونا گڑھی کا قرآن مجید کا ترجمہ، اور وہابی مولوی صلاح الدین یوسف کی تفسیر حجاج کرام میں فری تقسیم کرتے ہیں، جس میں بھی اہل سنت کے عقائد پر کفر وشرک کے فتوے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کو پڑھ کر بھی کئی لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ اس سعودی تفسیر کا کتاب وسنت سے رد کیا جائے، تو الحمدللہ! ہمارے محترم دوست مولانا سید مزمل حسین کاظمی قادری نے وقت کی اس اہم

ضرورت کو پورا کردیا۔

انشاءاللہ! مولانا موصوف کی یہ تصنیف بدعقیدگی کے اس طوفان بدتمیزی کے آگے بند باندھنے میں مددگار ہوگی۔ مولا تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی محمود کو قبول فرمائے، اور عام وخاص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق انیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

کتبہ:

محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

خادم دارالافتاء جامع غوثیہ رضویہ مظہر اسلام سمندری (فیصل آباد)

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ یوم الثلاثہ

❁❁❁❁❁❁❁

مقدمہ

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس دوران کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے اور آپ ہمارے درمیان (مال) تقسیم فرما رہے تھے، آپ کے پاس ذوالخویصرہ (جو کہ بنوتمیم کا ایک شخص ہے) آیا تو اس نے کہا: یارسول اللہ عدل کیجیے! ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو جائے اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو بے شک تو خائب وخاسر ہو جائے۔پس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) مجھے اجازت دیجیے! تاکہ میں اس کی گردن ماردوں۔آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، بے شک اس کے کچھ ساتھی ہوں گے، تم ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانو گے......الخ۔(بخاری ج۱ص ۵۰۹، مسلم ج۱ص ۳۴۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ جملے بھی ہیں:

بے شک اس کی نسل سے ایسی قوم نکلے گی جو قرآن بہت پڑھے گی لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔(بخاری ج۱ص ۴۷۲، مسلم ج۱ص ۳۴۰)

سیدنا ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں بھی پوری تفصیل موجود ہے۔ان کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال پیش کیا گیا۔آپ نے اسے تقسیم فرمایا۔دائیں، بائیں والوں کو دیا اور پچھلی جانب والوں کو نہ دیا تو پیچھے والوں

میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے محمد! آپ نے انصاف سے تقسیم نہیں کیا، وہ آدمی سیاہ فام، کٹے بالوں والا تھا اس پر دو سفید چادریں تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت شدید غضب ناک ہوئے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میرے بعد کوئی ایک شخص بھی مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا نہ پاؤ گے۔ پھر فرمایا: آخر زمانے میں ایک (بے ادب) قوم پیدا ہوگی گویا کہ یہ انہیں میں سے ہے۔ وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلقوں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے، ان کی نشانی سر منڈانا ہوگی۔ وہ مسلسل نکلتے رہیں گے حتی کہ ان کا آخری دستہ دجال کے ساتھ ہوگا۔ پس جب تم ان کو پاؤ تو انہیں قتل کر ڈالو۔ وہ تمام انسانوں اور جانوروں سے بدتر ہیں۔ (نسائی ج ۲ ص ۱۷۴،۱۷۳، مشکوٰۃ ص ۳۰۹)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ پہلا گستاخ ”تمیمی“ تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر طعن و تشنیع کرتا تھا۔ وہ چانگا کافر نہ تھا بلکہ اوپر سے مومن اور اندر سے بے ایمان اور کافر تھا۔ وہ قرآن پڑھتا اور نماز، روزہ بجالاتا تھا۔ خود کو اسلام اور دین کا ٹھیکیدار سمجھتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی غلطیاں نکالتا تھا۔ اپنے خیال میں وہ مومن، مسلمان اور موحد بنا پھرتا تھا۔ لیکن درحقیقت گستاخ، مرتد، واجب القتل اور دائرہ اسلام سے خارج تھا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ تنہا نہیں بلکہ اس کی نسل سے ایک گستاخ اور بے ادب گروہ نکلے گا وہ بھی خود کو دین کا محافظ اور اسلام کا وفادار یقین کرے گا۔ ان کی ایک نشانی یہ ہوگی یقتلون اهل الاسلام، ویدعون اهل الاوثان۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹) وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

اب ظاہر ہے جن ظالموں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا کوئی احترام نہیں وہ آپ کی امت کا لحاظ کیا کریں گے۔

چنانچہ اسی طرح ہوا بارہویں صدی ہجری میں ''ذوالخویصرہ تمیمی'' کی نسل سے ''محمد بن عبدالوہاب تمیمی'' نجد کے علاقہ میں پیدا ہوا اور بڑا ہو کر اپنے ''جدامجد'' کا جانشین بنا اور اس کی بے ادبی، گستاخی، توہین، تنقیص اور بدعقیدگی کی تحریک کو جاری کیا۔ اور اس کی اولاد ہونے کا حق ادا کر دیا۔

اتفاق سے نجد کا علاقہ بھی ایسا مکروہ، پرفتن اور ناپسندیدہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے لیے رحمت و برکت کی دعا نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی حقیقت کو یوں نمایاں کیا: ھنالك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطن۔

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۰)

وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطان کا سینگ (گروہ) نکلے گا۔

محمد بن عبدالوہاب کے نجدی اور تمیمی ہونے پر کوئی اختلاف نہیں، یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف اس کے حامیوں نے بھی کر رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو! (۱) مقدمہ کتاب التوحید عربی ص ۳۔ (۲) مقدمہ تحفہ وہابیہ ص ۲۔ (۳) مقدمہ کتاب التوحید مترجم ص ۱۵، ۲۴۔ (۴) الحطہ ص ۱۵۰۔ (۵) حیات طیبہ ص ۲۵۸۔ (۶) ہدایۃ المستفید ص ۷۱، ۷۹۔ (۷) ترجمان وہابیہ ص ۱۰، ۱۸، ۱۹، ۵۸۔ (۸) محمد بن عبدالوہاب ص ۱۳، از مسعود سلفی۔ (۹) فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۱۴۔ (۱۰) اظہار حقیقت ص ۱، از عبدالستار خاں وغیرہ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمی کی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے مفتی مکہ علامہ سید زینی دحلان مکی فرماتے ہیں: ''یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب قبیلہ تمیم میں سے

ہے، تو (قوی) احتمال ہے کہ وہ ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے ہو جسکے متعلق بخاری میں حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔ (الدررالسنیہ مترجم ص۵۲، ۵۱، گوجرانوالہ)

اس ظالم نجدی تمیمی نے مسلمانوں کو مشرک قرار دیا۔ اولیاء وصالحین ودیگر مسلمین کی قبور کو مسمار کیا، شرک وبدعت کے فتوے جاری کرنے میں وہ اس قدر دور نکل گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کافر کہنے لگا۔ انہیں شرک سے ناواقف بتلانے لگا۔ حتی کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی مشرک بنا ڈالا۔ چند حوالہ جات بطور خلاصہ ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو اس ظالم کے قرن الشیطان اور تمیمی الاصل ہونے میں ذرا بھی شک وشبہ نہ رہے اور ہم پر جانب درای کا الزام نہ آئے۔

(۱).... حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء سلام اللہ علیہا نے شرک کیا تھا۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۱۷۳ تا ۱۷۵)۔ (۲)...... حضور ظالموں میں ہوتے۔ (ایضاً ص ۷۷)۔ (۳)...... صحابہ کا کفریہ کلمہ۔ (الجامع الفرید ص ۳۹)۔ (۴).... صحابہ کافر ہو گئے۔ (ایضاً ص ۴۵)۔ (۵)...... صحابہ توحید نہ جانتے۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۳۸)۔ (۶)...... صحابہ پر شرک کی نوعیت چھپی رہی۔ (ایضاً ص ۴۶، قرۃ عیون الموحدین ص ۱۷۷)۔ (۷)...... انبیاء بھی کلمہ کی فضیلت کو جاننے کے محتاج ہیں۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۴۳)۔ (۸)...... امام بوصیری مشرک۔ (ایضاً ص ۱۶۲)۔ (۹)...... ابو جہل اور مسلمان برابر کے مشرک۔ (الجامع الفرید ص ۷۸)۔ (۱۰) قبر نبوی کی طرف سفر کرنا شرک ہے۔ (ہدایۃ المستفید ج ۱ ص ۷۰۷)۔ وغیرہ ذلک۔

کیا کوئی غیرت مند، صاحب ایمان، وفادار مسلمان ان عقائد ونظریات کو درست قرار دے سکتا ہے؟۔

صرف اسی پہ بس نہیں کیا بلکہ اس درندہ صفت نجدی نے پوری زندگی مسلمانوں کو تہ تیغ کیا، اس کی تلوار اہل ایمان کے گلے کاٹتی رہی اور کسی غیر مسلم، کافر کے خلاف اسے قدم اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ جیسا کہ نواب صدیق بھوپالوی وہابی نے خود لکھا ہے:

''جہاد ان کا صرف وہاں کے مسلمین بادیہ نشین کے ساتھ تھا نہ دوسرے ملت والوں کے ساتھ''۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۱)

اسی نواب صدیق نے بھی جگہ جگہ محمد بن عبدالوہاب کی کاروائیوں، غارت گریوں اور فتنہ سامانیوں کو''فتنۂ نجد'' کہہ کر یاد کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں! ترجمان وہابیہ ص ۲۲، ۴۱، ۴۲، ۵۵، ۶۰۔

جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری آب وتاب کے ساتھ اس پر پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے کہ نجد سے اُگنے والا یہی وہ ''قرن الشیطان'' (شیطانی گروہ) ہے جو مسلمانوں کو قتل کرے گا اور غیر مسلمانوں کو چھوڑ دے گا۔

اس سفاک ومکار نے اپنی مکروہ کوشش اور خبیث نظریات کو پروان چڑھانے کی خاطر حرمین شریفین پر قبضہ جمانا ضروری خیال کیا۔ چنانچہ اپنے ارادۂ بد کی تکمیل کے لیے تگ ودو شروع کر دی۔ اولاً: اپنے آبائی علاقہ عیینہ کے امیر عثمان بن احمد بن معمر کو ساتھ ملا کر اہل عیینہ پر قتل وغارت کا بازار گرم کیا وہاں سے نکل کر حریملاء پہنچا اور مسلمانوں کو مشرک بنایا۔ لوگوں نے وہاں سے نکالا تو پھر نجد کے علاقہ درعیہ جا کر حاکم

شہر محمد بن سعود کو ساتھ ملایا۔ یہ محمد بن سعود موجودہ سعودی حکمرانوں کا جد اعلیٰ ہے۔

اس نجدی شاطر نے اپنی وہابی تحریک کو مضبوط بنانے کے لیے اپنی لڑکی بھی اس کے نکاح میں دے دی ملاحظہ ہو! ترجمان وہابیہ ص ۴۳، حیات طیبہ ص ۳۰۲، التاج المکلل ص ۳۰۵ وغیرہ۔ ثابت ہوا کہ لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنے کے لیے اپنی لڑکیوں کو پیش کر دینا نجدیوں، وہابیوں کا پرانا شیوہ ہے۔

درعیہ کے مقام پر نجدی نے اپنے حواریوں کو جمع کیا اور یہی علاقہ وہابی تحریک کا پہلا ہیڈ آفس (مرکز) قرار پایا۔ لیکن ۱۸۱۸ء میں ابراہیم پاشا نے اس کا محاصرہ کر کے اسے پسپا کیا تو نجدیوں نے اپنا مرکز "الریاض" کو بنالیا۔ یاد رہے یہ سارے علاقے نجد ہی میں واقع ہیں۔ درعیہ میں محمد بن عبد الوہاب اور محمد بن سعود کے درمیان یہ طے پایا کہ مذہب ہمارا اور تلوار ابن سعود کی ہوگی (سوانح ابن سعود ص ۴۲)

پھر کیا ہوا قتل وغارت گری اور ظلم وسفاکی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ، کبھی تو طائف میں تقریباً پانچ ہزار ہاشمی فوجیوں کا قتل اور کبھی والی ریاض کے بہت سارے اونٹوں کی کونچیں کاٹ دینا اور مقابلہ میں کثیر تعداد کا قتل، نجد کے دیگر علاقہ جات میں مسلمانوں کے جان اور اموال کی لوٹ مار اور عورتوں کو قید کرنا، بچوں کو ان کی ماؤں کے سینوں پر ذبح کرنا۔ (تفصیل کے لیے تاریخ نجد وحجاز اور شرح حدیث نجد وغیرہ ملاحظہ ہوں!)

حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے محمد بن یوسف سواتی وہابی نے لکھا ہے:

"ابن سعود نے شیخ کی مرضی کا آخر دم تک احترام واعزاز کیا، اور ان کی تعلیم وتلقین کی بدولت وہ اور اس کا خاندان تمام ممالک نجد وعراق وحجاز وغیرہ پر رفتہ رفتہ قابض ہو گئے۔ (مقدمہ کتاب التوحید مترجم ص ۲۴)

ثابت ہو گیا کہ یہ نجدی ظالم "قبضہ گروپ" ہے۔ جو آج بھی مسلمانوں کی مساجد پر قبضے کر رہے ہیں۔

اسی ابن سعود کے بارے میں ظفر علی خاں نے لکھا ہے:

ابن سعود کیا ہے؟ فقط اک حرم فروش
برطانیہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر
اسلامیوں پر اس نے برسوائیں گولیاں
پھر کیوں نہ کشتنی ہو زمیندار کا مدیر

(نگارستان ص ۲۵۲)

اپنے ظالمانہ، سنگدلانہ بلکہ بہیمانہ اقدام کے بل بوتے نجدی درندوں نے شریف خاندان سے حکومت چھینی، مختلف ادوار میں حرمین شریفین پر نجدیوں کا قبضہ ہوتا اور چھٹتا رہا۔ محمد بن سعود کے بعد اس کا بیٹا عبدالعزیز اور پھر اس کا پوتا سعود بن عبدالعزیز وہابی اقتدار کا وارث ہوا۔ یہ دونوں مار دھاڑ اور درندگی و سفاکی میں ابن مسعود سے بھی بازی لے گئے۔ ان بھیڑیوں نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی۔ اسلامی شعائر کی بے حرمتی کی اور دینی نشانات کو ملیامیٹ کیا۔ سرزمین مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ قتل و غارت گری کی انتہا کر دی۔ جنت البقیع کی قبور کو مسمار کیا۔ حتی کہ گنبد خضراء شریف کو بھی گرانے کا ناپاک ارادہ کیا لیکن قدرت نے ان کی شرانگیزی سے اس کو محفوظ رکھا۔ ۱۲۲۸ھ میں سعود مر گیا اور امیر عبداللہ حکمران ہوا۔ طولون پاشا نے وہابیوں سے سارے علاقے واپس لے لیے اور ۱۲۳۳ھ میں وہابیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ وہابیوں کا مکمل استیصال کر کے ابراہیم پاشا واپس چلا گیا۔ لیکن قبائل پر مضبوط گرفت نہ ہونے کی وجہ سے وہابی دوبارہ

حرکت میں آئے اور ترکیوں اور نجدیوں کے درمیان چھینا جھپٹی رہی۔ بالآخر عبدالعزیز نے ایک جتھا منظم کیا اور حملہ بول دیا۔ ریاض اور دوسرے علاقوں کو تاخت وتاراج کرنے کے لیے گوریلہ طرز جنگ کو ترجیح دی۔ اور ۱۹۰۲ء سے ۱۹۲۵ء تک کے تقریباً بائیس سالوں میں گردونواح کے علاقوں کو تباہ وبرباد کیا اور ان پر مضبوط قبضہ کرلیا۔ اس دوران ہونے والی جگر پاش اور دلدوز تفصیلات پڑھ کر پہاڑوں کا جگر کانپ اٹھتا ہے ۔ پتھروں کے کلیجے شق ہوجانے لگتے ہیں اور انسان خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ (تفصیل کے لیے تاریخ نجد وحجاز، شرح حدیث نجد اور گنبد خضراء اور اسکے مکین، دیکھیے) چنانچہ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۵ء/۱۳۴۴ھ کو ابن سعود نے جدہ اور حجاز پر مکمل قبضہ جما کر اپنے مقبوضہ علاقہ جات کو "مملکت نجد وحجاز" کا نام دے دیا۔

وہابیوں کی اس مار دھاڑ، وحشت وبربریت، درندگی وسفاکی اور دہشت گردی وغنڈہ گردی کے خلاف پورے عالم اسلام نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اپنے غم وغصہ اور دردوکرب کا ہر ممکنہ صورت میں اظہار کیا۔ عبدالعزیز ابن سعود کے پاس اپنے وفود روانہ کیے اور اس سے مسمار شدہ مقابر ومساجد کو ازسرنو تعمیر کرانے اور مسلمانوں پر ظلم وستم سے باز رہنے کے مطالبے کیے۔ وہ شریر وبدعہد ابتداء میں مطالبے پورے کرنے کے وعدے کرتا رہا لیکن پھر انتہائی غدارانہ رویہ اختیار کیا اور تمام وعدوں سے منحرف ہوگیا۔ وہ مطلق العنان، ظالم وجابر حکمران بن گیا اور نجد وحجاز پر مشتمل علاقہ جات کو "سعودی عرب" کا نام دے دیا۔ اور پوری حکومت خود "بادشاہ" کی ذات قرار پائی۔ نہ کوئی مجلس اور نہ وزارت۔ اب سعودی حکومت قائم ہوتے ہی وہابیوں نے لوگوں کو ایک منظم طریقے سے وہابی بنانے کے لیے مؤثر طریقہ کار اپنایا گیا۔ بجائے گھر گھر جانے کے

اور ملک ملک پھرنے کے چونکہ ہر مسلمان کا مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے ساتھ ایمانی وروحانی تعلق ہے۔اس لیے دنیا بھر کے مسلمان وہاں حاضری دینا باعث سعادت دارین یقین کرتے ہیں۔وہابیوں نے ایک موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حرمین شریفین میں دعوت وتبلیغ اور نشر اشاعت کا کام مضبوط کر دیا۔ہر زبان میں گفتگو کرنے والے وہابی مبلغین اور کتابیں تیار کر دیں۔اپنے نجدی جراثیم عام کرنے کی خاطر وہاں متعدد مقامات پر مرد اور عورتیں بٹھادیں۔جو نجدی عقائد ونظریات کو سادہ لوح عوام کے ذہنوں میں منتقل کرنے لگے۔قرآن وحدیث کے غلط تراجم ومفاہیم بیان کر کے ان کی متاع ایمان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے لگے۔لوگ عشق ومحبت کی دولت لے کر جاتے ہیں،لیکن بد قسمتی سے کئی بدنصیب وہابیت کی بھینٹ چڑھ جاتے اور خوش عقیدگی کی جگہ بدعقیدگی اور گستاخی و بے ادبی کے ناپاک اثرات مرتب ہو جاتے۔اور رہی سہی کسر وہابی لٹریچر سے پوری کر دی جاتی۔کیونکہ واپسی پر حجاج ومعتمرین کو اتنا سارا مواد تھما دیا جاتا ہے کہ اگر کسی معتبر عالم سے رہنمائی حاصل نہ کی جائے تو آدمی کا وہابی نجدی بن جانا یقینی امر ہے۔وہابیوں کا مقصد تھا کہ لوگ وہابی نہ بنیں گے تو کم از کم پختہ سنی بھی نہیں رہیں گے۔اسی منصوبہ کے تحت سعودی عرب میں نجدی افکار کا حامل لٹریچر تیار کیا جاتا ہے اور اسے شائع کر کے لوگوں کو مفت دیا جاتا ہے۔لوگ حرمین شریفین کا تحفہ سمجھ کر ساتھ لے آتے ہیں اور ان کی خفیہ سازش کی نذر ہو جاتے ہیں۔

صرف نجدی مصنفین ہی نہیں ہمارے پاکستان وہندوستان کے غیر مقلد وہابی نجدیوں کا لٹریچر بھی سعودی عرب میں چھپنے لگا۔اور پاکستانی وہابی سعودیوں کی عربی کتب کے تراجم کر کے یہاں شائع کرنے لگے۔پاکستانی نجدی وہابی سعودی نجدیوں کے

ترجمان نہیں بلکہ پالتو بھی ہیں۔اسی سلسلۂ وہابیت سازی کی ایک کڑی وہ مترجم مع حاشیہ قرآن مجید ہے جو حاجیوں کو دیا جاتا ہے۔شاہ فہد نے اسے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔اس میں ترجمہ پاکستانی وہابیوں کے ''امام العصر'' محمد جوناگڑھی اور حاشیہ یعنی تفسیر صلاح الدین یوسف آف لاہور کی ہے۔یہ بھی مختلف علاقوں سے آنے والے مسلمانوں پر وہابیت کی چھاپ لگانے کا ایک خطرناک منصوبہ ہے۔

قرآن کا نام لے کر مسلمانوں کو گستاخ و بدمذہب بنانے کا پروگرام ہے۔سنی ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' پر پابندی عائد کرنے والوں نے محض نبیوں، ولیوں کو بتوں سے ملانے، مسلمانوں کو مشرک و بدعتی بنانے اور اللہ و رسول اور دیگر مقربان بارگاہ سے اپنے ایمانی تعلق کو کمزور بنانے کی خاطر اس ترجمہ و تفسیر کو عام کر رکھا ہے۔کہنے کی حد تک تو یہ قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر ہے لیکن اندر کھاتے وہابیت، نجدیت، بدمذہبیت اور لادینیت کا پورا پورا سامان ہے۔ضرورت اس چیز کی تھی کہ سعودی نجدیوں کی اس سازش کو بے نقاب کر کے عوام کے کٹہرے میں پیش کر دیا جائے۔تا کہ وہ حق و باطل کا اندازہ خود ہی لگالیں۔یہ سعادت ہمارے مخلص و ہمدرد صاحبزادہ سید مزمل حسین کاظمی صاحب کی قسمت میں تھی۔انہوں نے بڑی ہمت و محنت کے ساتھ اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے پوری کوشش کی ہے۔قرآن و حدیث، اکابرین اور خود نجدیوں کی عبارات سے حقیقت حال کو واضح کیا ہے۔اور نجدی، غیر مقلد مفسر کی کارستانیوں کی پوری پوری خبر لی ہے۔بنظر انصاف اس کاوش کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہر شخص راہ حق کا انتخاب آسانی سے کر سکتا ہے۔

شاہ صاحب کو اہل علم بالخصوص محققین اہلسنت کے ساتھ قلبی انس ہے۔انہوں

نے ایک روحانی طبیب کے طور پر مسلمانوں کو قرآن وحدیث کا ایمانی اور دینی شربت پلا کر انہیں ''مرض وہابیت'' سے شفا دلانے کی سعی محمود کی ہے۔ان کے جذبات لائق قدر اور محبت قابل ستائش ہے۔یہ ان کی پہلی کاوش ہے جو ان کے صاحب مطالعہ ہونے کا پتہ دیتی ہے۔انہوں نے سنی لٹریچر کو بڑی تگ ودو کے ساتھ کھنگالا اور سینہ قرطاس پر منتقل کر دیا۔

نجدی مفسر صلاح الدین یوسف کے رد میں ایک مضمون چند سال قبل راقم الحروف نے بھی سپرد قلم کیا تھا جو میری کتاب ''جشن میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں موجود ہے۔اور میرے علم کے مطابق ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔اللہ کرے سید بادشاہ کی یہ کاوش ''سونے پر سہاگہ'' کا کام دے اور یہ بھی لاجواب ہو۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر فتنہ سے محفوظ فرمائے اور ہمارے عقیدہ وایمان کی حفاظت فرمائے۔آمین

بحرمة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوة والتسليم۔

واخر دعونا ان الحمدلله رب العالمين۔

خیر اندیش:

ابوالحقائق غلام مرتضی ساقی مجددی

گوجرانوالہ

(۲۷، جولائی ۲۰۱۱ء بروز بدھ)

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۱

سعودی حکومت کی چالاکی، پاکستانی حکومت کی سستی

سعودی حکمرانوں نے سعودیہ میں "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ" کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" اور دیگر کتب اہلسنّت پر سخت پابندی لگا رکھی ہے جبکہ سعودی حکومت تقریباً ہر سال حاجیوں میں لاکھوں کی تعداد میں "سعودی تفسیر" اور بے شمار کتب وھابیہ مفت تقسیم کرتی ہے، جو تبلیغ دین کے نام پر دنیا بھر میں نجدی دھرم کے جراثیم پھیلانے کی خطرناک سازش ہے۔

اور یہ جو حاجیوں کو تحفہ دیا جاتا ہے، اس میں ان کو مشرکین مکہ کی طرح کا مشرک لکھا ہوتا ہے، اور اس کا مقصد انہیں گمراہ کرنا، یعنی وھابی بنانا ہوتا ہے۔ مگر عوام اہلسنّت حرمین شریفین سے اپنی عقیدت ومحبت کی وجہ سے اس "سعودی تفسیر" کو بڑے اہتمام سے اپنے گھر میں رکھ لیتے ہیں، جس کو ان کی اولاد پڑھتی ہے، یا دوست واحباب کو پیش کردیتے ہیں۔ لیکن وہ سعودی نجدیوں کی اس خفیہ سازش اور منصوبے سے بے خبر ہوتے ہیں، جس کا انجام ایمان ودین کی بربادی ہوتا ہے۔ اسی "سعودی تفسیر" کیوجہ سے آج تک ہزاروں سُنی گمراہ ہو کر وھابی بن گئے، مگر ہماری حکومت کی طرف سے آج تک اسکا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا، اور نہ ہی سعودی حکومت سے اس کا کوئی شکوہ کیا گیا، کہ جب تم نے اپنے ملک میں "کتب اہلسنت" پر پابندی عائد کر رکھی ہے، تو پھر ہمارے ملک میں اپنا نجدی دین پھیلانے اور فتنہ وانتشار کے لیے اپنی وہابی تفسیر اور کتابیں ادھر ادھر کیوں تقسیم کر رہے ہو، جس کے نتیجہ میں ملک پاکستان میں دن بدن فرقہ وارانہ فسادات

بڑھتے جا رہے ہیں، اور ملک کمزور ہوتا جا رہا ہے۔

اِسی بے چینی کا اظہار شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یوں فرمایا ہے: "جب سعودی حکومت کی طرف سے (ترجمہ اعلیٰحضرت) "کنز الایمان" پر پابندی لگائی گئی، تو علمائے اہلسنت کا ایک وفد پاکستانی صدر کے پاس پہنچا، اور صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ صدر نے کہا: کہ یہ اُن ممالک کا داخلی معاملہ ہے، میں کس طرح مداخلت کر سکتا ہوں؟"۔

مزید لکھتے ہیں: "سعودیہ کا مکتبہ الدعوۃ لاہور، کروڑوں روپے کا دِل آزار لٹریچر پاکستان میں مُفت تقسیم کر رہا ہے، جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بُت پرست قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ تو پاکستان کا داخلی معاملہ ہے! لیکن حکومت نے اسکا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔"

مزید لکھا: "کہ اربابِ اقتدار کو اِس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے، کہ یہ سب صرف اہلسنت کا مسئلہ ہے، ہمیں اِس سے کیا سروکار؟ کیوں کہ اِس (وہابی) فکر کے حاملین تو حکومت پاکستان کے بارے میں بھی وہی رائے رکھتے ہیں جو عامۃ المسلمین کے متعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فیصل آباد کے وہابی مولوی محمد صادق خلیل نے "حکومت پاکستان" کو مزاراتِ اولیاء کا انتظام اور کفالت کرنے کی وجہ سے، بے دین حکومت لکھا ہے"۔

"یہ سب آلِ شیخ کا کیا دھرا ہے"، کی سرخی قائم کر کے مزید لکھتے ہیں:

"سعودی عرب میں ملکی زمامِ اقتدار آلِ سعود، اور مذہبی قیادت آلِ شیخ کے ہاتھ میں ہے، یہ فرقہ وارانہ لٹریچر اور پراپیگنڈہ سب آلِ شیخ کی کوششوں سے ہے، اگر

حکومت پاکستان فرقہ وارانہ انتشار کے حق میں نہیں ہے تو اسے حکومت سعودیہ سے براہ راست گفتگو کرنی چاہیے، کہ منافرت انگیز لٹریچر کی پاکستان میں تقسیم پر پابندی عائد کی جائے، اور مُلک کے داخلی امن عامہ کو تباہ کرنے کے اسباب مہیا نہ کیے جائیں"۔

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ: ۷۸تا۸۳)

میں (راقم الحروف) کہتا ہوں کہ آج پاکستان کی موجودہ حالت حکومت پاکستان کی اسی سُستی اور غفلت کا نتیجہ ہے، خودکُش حملوں سے مسجدیں مدارس اور درگاہیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔

اور یہ خودکُش حملہ آور کوئی یہودی یا عیسائی نہیں ہیں بلکہ یقیناً ایسی خاص طبقے اور ذہنیت سے تعلق رکھنے والے ہیں، جنکے دل و دماغ میں یہ بیٹھا دیا گیا ہے، کہ "یارسول اللہ ﷺ" پکارنے والے اولیاء اللہ کے آستانوں پر حاضری دینے والے لوگ پکے مشرک ہیں، جن کو قتل کرنا جہاد اور کامل مومن ہونے کی علامت ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر اسرار نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے: "جو میلاد النبی ﷺ منانے والوں کیساتھ ہاتھ سے جہاد کریگا (یعنی انہیں قتل کرے گا)، تو وہ مومن ہوگا۔

(یہ بیان "یوٹیوب" سے حاصل کیا جاسکتا ہے)

دعا ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ، ہماری حکومت کو ان دشمنان اسلام و پاکستان کو پہچاننے اور سعودی نجدی گندے اور غلیظ لڑیچر پر پابندی عائد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سعودی حکومت کو علماء اہل سنت پاکستان کا کھلا چیلنج

حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے سعودی نجدیوں کو چیلنج کیا کہ اگر تم ہمارا شرک ثابت کردو، تو ہماری گردن مار دینا، ورنہ مانو کہ دنیا میں اہل سنت کا مذہب سچا مذہب ہے۔(سی ڈی، پہلا عقیدۂ توحید سیمنار)

شاہ صاحب کی یہ تقریر سننے اور اشاعت کے لائق ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۲:

گمراہ ٹولے (خارجیوں) کی احادیث میں علامات

اعمالِ صالحہ سے پہلے عقیدے کی درستگی انتہائی ضروری ہے، بالخصوص ایسے افراد جو پیدائشی سُنّی، دنیاوی تعلیم یافتہ، مگر عقائد اہلسنت سے جاہل، اور کسی باشرع ہستی کی بیعت بھی نہیں ہوتے۔ وہ ایک طرف تو مزارات اولیاء پر نقلی پیروں، (جو اصل میں لوگوں کے دین اور مال کے لٹیرے ہیں) کی غیر شرعی اور گندی حرکتیں دیکھ کر۔

اور دوسری طرف اِن بے ادب لوگوں کی توحید و شرک، سنت و بدعت کی رٹ، نمازوں، داڑھیوں، ہر بات پر قرآن اور صحیح حدیث پیش کرنے اور بظاہر دین پر عمل کرنے سے متاثر ہو کر، بڑی جلد اور آسانی سے اپنا ایمان تباہ کر لیتے ہیں، اور وہابی بن جاتے ہیں۔

عالِمِ ماکان وما یکون ﷺ نے اِسی لیے ان لوگوں کی علامتیں بڑی تفصیل سے بیان فرمادیں، تاکہ مسلمان، قدیمی مسلک اہلسنت سے وابستگی کی اہمیت کو نظر انداز کر کے، ان گمراہ لوگوں کی بظاہر دین داری دیکھ کر، انعام یافتہ لوگوں کے راستے یعنی

صراط مستقیم سے بھٹک نہ جائیں۔

؎ قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دور تک راہ دکھانے کے لیے آپ آئے

اِسی لیے آپ ﷺ نے جنتی جماعت اور ناجی گروہ کی نشانی یہ نہیں بیان فرمائی کہ جو لوگ بات بات پر قرآن پڑھتے ہوں، یا عمل بالحدیث کا دعوی کریں، یا زیادہ نمازیں پڑھنے والے ہوں، یا توحید کی طرف بلانے والے ہوں، یا مسلمانوں پر شرک و بدعت کی تہمت لگانے والے ہوں۔

نہیں! بلکہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے فرمایا: کہ جو (بالخصوص عقائد میں) میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوں گے۔ سارے نیک اعمال صحابہ کرام بھی بجالاتے تھے، لیکن انہیں ناز تھا، تو صرف محبت و تعظیم رسول ﷺ پر تھا، اور یہی چیز دین کی اصلیت ہے، اور اسی قوت ایمان نے کفار مکہ کو دہشت زدہ کیا تھا۔

اور خدا تعالیٰ نے بھی اس مقدس جماعت کی اس خاص صفت کی تعریف فرمائی۔ (اعراف:۱۵۷)

لہذا اچھی جماعت وہ ہوگی جس میں صحابہ کرام کی اسی خاص صفت، یعنی تعظیم و محبت رسول ﷺ کی جھلک نظر آئے گی۔

الحمد للہ! وہ صرف اہلسنت ہی ہیں، جن کی کل دولت محبت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اور جن کے عقائد بھی تواتر اور تسلسل سے، بلکہ خود مخالفین کی کتب سے ثابت ہیں۔

اور یہ اہل سنت کی وہ خصوصیات ہیں، جن کو مخالفین اپنی جماعت میں ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں تعظیمی امور شرک قرار پاتے ہیں۔

ہم یہاں پر مختصراً اور ملخصاً ان گمراہ لوگوں کی چند علامات درج کر رہے ہیں، جو اس ٹولے میں پائی جاتی ہیں، جن کو تھوڑی سمجھ والا آدمی بھی محسوس کر سکتا ہے۔

اور اگر کوئی بہتان سمجھے کہ جی یہ علامات وہابیوں کے متعلق نہیں ہیں، تو پھر یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثابت کرے، کہ پھر یہ علامات موجودہ فرقوں میں سے کس فرقے میں پائی جاتی ہیں؟۔

مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واقف غیب کے ارشاد سناؤں جس نے
کھول دی تجھ سے بہت پہلے حقیقت تیری!

- ____ جو فرقہ بندی کے وقت ظاہر ہوں گے، اور اُنکی علامت سَر منڈانا (ٹینڈ کروانا) ہوگی۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ)
- ____ گفتار کے اچھے کردار کے برے ہوں گے۔ (ابوداؤد: کتاب السنۃ)
- ____ زبانیں شہد و شکر جیسی میٹھی، دل بھیڑیے کے دل جیسے۔ (ترمذی: کتاب الزہد)
- ____ دین میں (بظاہر) پختہ نظر آئیں گے۔ (ابن ماجہ، ذکر خوارج)
- ____ ظاہراً دین سے گہری وابستگی والے نظر آئیں گے مگر حقیقتاً دین سے خارج ہوں گے۔ (مسند احمد: ۲/۲۱۹)
- ____ نمازیں زیادہ پڑھیں گے۔ (بخاری، کتاب الادب)
- ____ زیادہ عبادت کی وجہ سے لوگوں کو بھلے معلوم ہوں گے۔ (مسند احمد: ۳/۱۸۳)

ان کے اعمال پہ رشک آئے مسلمانوں کو
اس سے تو شاد ہوئی ہوگی طبیعت تیری!

۞ .... حق کی بات کریں گے، لیکن حق حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۱/۵)

۞ .... آخری زمانے میں ہوں گے، نوعمر، عقل سے کورے، مگر احادیث بیان کریں گے الخ۔ (بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین)

اس حدیث پاک کے مصداق سو فیصد غیر مقلد حضرات ہیں، جن کا ہر لونڈا چند حدیثیں رٹ کر عوام کو پریشان اور گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

ادّعا ہو گا حدیثوں پہ عمل کرنے کا
نام رکھتی ہے یہی اپنا، جماعت تیری!

۞ .... فکر آخرت کے متعلق تقریریں کرنا، اور مسلمانوں کو بدعتی قرار دے کر ان سے نفرت رکھنا اور ان سے دور بھاگنا۔ (طبری، ج ۳، البدایہ، ج ۷)

یہی وہ باتیں ہیں جن سے متاثر ہو کر بھولے بھالے سُنی مسلمان بہت جلد نجدیت کا شکار ہو کر جاتے ہیں۔

۞ .... اس اُمت میں عدل مصطفیٰ ﷺ پر اعتراض کر کے گستاخی رسول ﷺ کے فتنے کا بانی، اور پہلا شخص ذوالخویصرہ تمیمی ہے، جس کی نسل سے اس خارجی جماعت کی ابتداء ہوئی۔ حدیث شریف میں اس آدمی حلیہ یہ بیان ہوا، کہ اس نے تہبند (شلوار) کو بڑے مبالغے کیساتھ اوپر چڑھایا ہوا تھا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اس قدر مبالغہ سے تہبند اوپر نہیں چڑھاتے تھے۔ ورنہ راوی صحابی اس گستاخ کی اس نشانی کو اہتمام سے بیان نہ فرماتے۔

دیکھ لیجئے کہ آج شلوار کو چڑھانے میں مبالغہ کون کرتا ہے۔

سر منڈے ہوں گے تو پچھاڑے گھٹے ہوں گے

سر سے پاؤں تک یہی ہے شباہت تیری!

قرآن سنا کر گمراہ کرنے والا، گمراہ ٹولا:

عوام ہر قرآن پڑھنے والے سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر ذاکر نائیک وغیرہ۔ جبکہ پہلے عقیدہ دیکھنا چاہیے۔

(ذاکر نائیک، کے قرآن پر جھوٹ باندھنے کا نمونہ "صدقہ و خیرات" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

مزید یہ کہ رحمت عالم ﷺ نے اس امت میں زیادہ قرآن فہمی کا دعویٰ کرنا، ایک گمراہ فرقے کی نشانی قرار دیا ہے، تا کہ مسلمان ان سے بچ کر رہیں۔

اور کسی کا صرف قرآن پڑھنا ہی نہ دیکھیں، عقیدہ پر بھی نظر رکھیں، کہ وہ اہل سنت کے مطابق ہے کہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی ملاحظہ کریں۔

- ـــــ قرآن، زیادہ اور سنوار کر پڑھیں گے، لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(بخاری: کتاب المغازی، مسلم: کتاب الزکوٰۃ)

- ـــــ قرآن یوں پڑھیں گے، گویا دودھ پی رہے ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۱۷/۲۹)

- ـــــ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے، مگر (حقیقت میں) اُس سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔ (ابوداؤد، کتاب السنۃ)

- ـــــ وہ سمجھیں گے کہ قرآن ان کے لیے مفید ہے، مگر درحقیقت ان کے لیے مضر ہوگا۔ (مسلم: کتاب الزکاۃ)

- ـــــ کافروں کے متعلقہ آیات کا مصداق مسلمانوں کو ٹھہرانے والے بدترین مخلوق ہیں۔ (بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین)

❁......... رسول اللہ ﷺ کو امت پر ایک ایسے آدمی (شیخ نجدی) کا خوف تھا، جو قرآن پڑھ کر مسلمانوں کو مشرک بنائے گا، اور قتل کرے گا۔ (ابن حبان ۱۸۲/۱، ابن کثیر، اعراف:۱۷۵)

❁......... آیات اثبات کو نظر انداز کر کے، صرف آیات نفی سے استدلال کر کے کفر وشرک کے فتوے لگانا۔ (طبری، الامم والملوک:۳/۱۱۵)

❁......... فتنہ پروری کے لیے آیات متشابہات پڑھنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۵۵۴)

آج پورے نجدی دھرم کا انحصار خاص کر انہیں نکات پر ہے (جس پر یہ "سعودی تفسیر، تقویۃ الایمان، اور دیگر کتب وھابیہ" گواہ ہیں)

خارجیوں نے بھی قرآن (ان الحکم الا للہ۔ (یوسف: ۴۰) پڑھ کر ہی، مولا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر شرک کا فتویٰ لگایا تھا۔

(الملل والنحل:۱/۱۳۷، ابن اثیر فی الکامل:۳/۱۹۶)

❁......... ابو یحیی بیان کرتے ہیں: ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی، لئین اشرکت الخ، کہ اگر تو نے شرک کیا۔ (زمر:۶۵) پھر اس کو چھوڑ کر (روم:۶۰) کی تلاوت کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۵۵۴)

راویٔ حدیث کے خارجی کے اس انداز پر تعجب کرنے روایت کرنے کا مقصد یہی بتانا ہے، کہ وہ خارجی ایسی آیات تلاوت کر کے ان سے تنقیص رسالت کا پہلو نکالنا چاہتا تھا، کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی کوئی وجاہت نہیں۔

آج بالکل یہی انداز وہابی مولویوں کا ہے۔ جیسے ہندوستان میں فرقہ وہابیہ کے بانی امام الوہابیہ اسماعیل نے (فی قلوبھم مرض) کا اظہار کیا۔

لکھ دیا: اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت

ہے (یعنی کوئی حیثیت نہیں)۔۔۔ مارے دہشت کے بے ہواس ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان)

اسی آیت (زمر: ۶۵) کو وھابی مولوی اپنی تقریروں شرک کے موضوع پر اس انداز سے پڑھتے ہیں، کہ جیسے آپ ﷺ بھی شرک میں مبتلا ہونے ہی والے تھے۔

اس کے علاوہ خارجیوں کی تقلید میں ذاتی وعطائی کے فرق کا لحاظ نہیں رکھتے۔ اثبات کی آیات چھپا کر صرف نفی کی آیتیں پڑھتے ہیں۔

''کہ میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں ہوں، میرے پاس خزانے نہیں ہیں، میں غیب نہیں جانتا، میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمارے ساتھ کیا ہوگا، وغیرہ۔ حالانکہ ایسی آیات کے ظاہری معانی مراد لینا درست نہیں۔

نوٹ: مخالفین کے قرآن سے استدلال کرنے کی حقیقت: ''سعودی تفسیر کی حیثیت، اور مسلک سلف؟''، میں ملاحظہ فرمائیں۔

گمراہ ٹولے کی بنیادی علامات:

۱: نجد سے شیطان کا سینگ (گروہ) ظاہر ہوگا۔ (بخاری، کتاب الفتن)

زلزلے نجد میں ہوں، فتن برپا ہوں
یعنی ظاہر ہو زمانے میں شرارت تیری!
ہو اسی خاک سے شیطان کی سنگت پیدا
دیکھ لے آج ہے موجود جماعت تیری!

۲: بنی تمیم نسل سے (اس ٹولے کی) ابتداء ہوگی۔ (بخاری، کتاب المغازی)

۳: امت پر ایک ایسے آدمی کا خوف ہے، جو قرآن پڑھے گا، ہمسائے پر تلوار سے حملہ کرے گا، اور شرک کی تہمت لگائے گا، مگر فی الحقیقت خود مشرک ہوگا۔

(ابن حبان: ۱، ص۲۸۲، تفسیر ابن کثیر، اعراف ۱۷۵)

۴: مسلمانوں کو قتل کریں گے اور مشرکوں کے چھوڑے رکھیں گے۔

(بخاری، کتاب التوحید)

یہ علامات بالخصوص "محمد بن عبدالوہاب نجدی" اور کچھ اس کے متبعین میں پائی جاتیں ہیں۔ (تفصیل "واتیان نجد وحجاز" اور کی بک، میں ملاحظہ کریں)

آج تک سعودی نجدیوں کی کوئی کاروائی یہود ونصاریٰ کے متعلق نہیں، بلکہ آپ سعودی صدر کو صدر بش کے ساتھ "یوٹیوب" پر رکس وڈانس اور چوتے چاٹتے، اور سعودی ملاؤں کو کلبوں میں طوائفوں کے ساتھ ناچتے گاتے دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی ساری جنگ صرف "اہل سنت" کے ساتھ ہے، ان کا سارا مال مسلمانوں کو مشرک اور وہابی بنانے پر خرچ ہو رہا ہے۔ (تفصیل "شیخ نجدی کا تعارف" عنوان ملاحظہ فرمائیں)

ان لوگوں کی حقیقت؟:

اگر کوئی سُنی عالم ان گستاخوں اور غالیوں کی ان نشانیوں کو بیان کر کے ان کو بے دین کہے، تو اُس کو فتنہ پرور، تفرقہ باز، متعصب اور بنیاد پرست کہا جاتا ہے۔ لیکن آیئے اب زبان رسول ﷺ سے، باوجود ان کے نمازی، قاری، عالم اور مبلغ ہونے کے ان کی حقیقت حال ملاحظہ فرمائیں۔

❁ ...... قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

لیکن اترے گا نہ قرآن گلے سے نیچے
ابھی گھبرا نہیں باقی ہے حکایت تیری!

❁ ...... نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔ (مسلم، کتاب زکوۃ)

• ــــــ ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ (بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین)

• ــــــ حق ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۱۵)

• ــــــ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے۔ (بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین)

نکلیں گے دین سے یوں، جیسے نشانے سے تیر
آج اسی تیر کی تعبیر ہے نکلت تیری!

• ــــــ (مسلمانوں کو مشرک کہنے کی وجہ سے) بدترین مخلوق ہوں گے۔ (ایضا)

اپنی حالت کو حدیثوں کے مطابق کر لو
آپ کھل جائے گی پھر تجھ پہ خباثت تیری!

• ــــــ ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے، یہاں تک ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔۔۔ (سنن نسائی: کتاب تحریم الدم)

باپ دادا کے مسلک پر قائم اور گمراہوں سے دور رہو:

سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا: "فی آخر الزمان" آخری زمانے میں، کچھ مکار اور جھوٹے لوگ ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی نئی نئی باتیں لائیں گے، جو نہ تم نے اور نہ تمہارے باپ دادا نے سُنی ہونگی، ایسے لوگوں سے دور رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا "لا یضلونکم ولا یفتنونکم" کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں، اور کہیں تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ، مسلم شریف)

وہابی لوگ مشرکین مکہ کے مشرک باپ داداؤں کے متعلق نازل شدہ آیات (مائدہ۱۰۴، وغیرہ) کو، مسلمانوں کے مسلمان باپ داداؤں پر لگا کر کہتے ہیں: کہ یہ سنی لوگ بھی مشرکین کی طرح کہتے ہیں کہ ہم اسی طریقے پر رہیں گے جس پر ہمارے آباء

واجداد تھے۔ جبکہ اس فرمان پاک سے معلوم ہوا کہ مسلمان باپ دادا کے شریعت کے مطابق عقائد اور طریقوں پر قائم رہنا، اور جدید فرقوں کی نئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، خود مدعائے شرعی ہے۔

نجدیوں کے تمام مخصوص عقائد، صالحین کی گستاخیاں، شرک و بدعت کے فتوے، جس کا نمونہ یہ سعودی تفسیر ہے۔ یہ سب نئی گمراہی ہیں، جو کسی صورت بھی سلف کرام اور پہلے مسلمانوں سے ثابت نہیں۔

مانو نہ مانو جان من، اختیار ہے
ہم، نیک و بد آپ کو سمجھائے جاتے ہیں

❁❁❁❁❁❁❁

باب ۳۰:

منافقت کی نشانیاں:

منافق کی پہچان یہ نہیں، کہ وہ نماز اور دیگر نیک اعمال سے کتراتا ہے، یہ سب کچھ تو منافقین مدینہ بھی کرتے تھے، اور اس امت کے سارے فرقے بھی نماز روزہ و جہاد اور قرآن و سنت پر عمل کا دعویٰ کریں گے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانے میں، اپنی امت میں ہونے والی ایک قوم کی یہ علامتیں بیان کیں، کہ وہ کثرت سے نماز روزہ قرآن وغیرہ پڑھیں گے، اور اس کے باوجود بھی، دین سے بالکل خارج ہونگے۔

(بخاری کتاب التوحید، واستتابہ المرتدین، ترمذی، کتاب الفتن، وغیرہ)

اور قرآن پاک میں منافقوں کے جہاد کرنے، نماز پڑھنے، اور مسجد تعمیر کرنے کا بھی ذکر موجود ہے۔ مگر ان کی (بلکہ تمام باطل فرقوں کی) گمراہی کی اصل نشانی اور وجہ،

مسلک صحابہ وسلف کرام سے اعراض کرنا ہے۔

اعتقادی منافقت کی چند علامات:

(۱) تعظیم کو شرک قرار دینا:

محبوبانِ خدا کی تعظیم کو عبادت وشرک کا نام دے کر اِس سے بغاوت کرنا منافقوں کا پرانا شیوا ہے۔ شیطان بھی تعظیم آدم علیہ السلام سے فرار کے سبب مردود ٹھہرا۔

❁ ــــــ تفسیر مدارک میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا یہ جملہ موجود ہے، اُس نے تعظیم رسول ﷺ سے تنگ دل ہو کر اس کو عبادت وشرک کا نام دے کر، ایک صحابیِ رسول ﷺ کو یہاں تک کہہ دیا: کہ میں نے تمارے کہنے پر نماز، روزہ جہاد وغیرہ سب کچھ کیا، "فما بقی لی الا ان اسجد لمحمد" کیا اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کروں؟۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ویسے تو رسول اللہ ﷺ کی حددرجہ تعظیم کرتے تھے لیکن یقیناً آپ ﷺ کو سجدہ نہیں کرتے تھے۔ مگر اس منافق نے آپ ﷺ کی تعظیم سے بغاوت کرنے کے لیے، افراط اور غلو سے کام لیتے ہوئے، تعظیم وادب کے طریقوں کو سجدے سے تعبیر کر کے، عبادت وشرک مراد لے لیا۔

یہی روش آج ان خارجیوں کی ہے، جو تعظیم صالحین سے بغاوت اختیار کرنے کے لیے اسے عبادت وشرک کا نام دے دیتے ہیں، اس طرح اس گمراہی کو خالص توحید گردانتے ہیں۔

❁ ــــــ جیسے بابائے وہابیت اسمٰعیل دہلوی نے لکھا: "نماز میں اپنے شیخ یا خواہ نبی

کریم ﷺ کی طرف اپنی توجہ لگا دینا، بیل اور گدھے کی صورت میں گم ہونے سے زیادہ برا ہے۔ (استغفراللہ!) کیونکہ ایسی ہستیوں کے خیال سے تعظیم پیدا ہوتی ہے، اور نماز میں غیر کی تعظیم، شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے"۔ (صراط مستقیم ملخصاً: ۱۷۰، ۱۶۹)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی بار عین نماز کی حالت میں بھی تعظیم وادب مصطفیٰ ﷺ کی حد کر دی۔ ملاحظہ کریں: (بخاری: ۱/۱۰۲، ۱۵۳_۲/۶۴۰، ۱۰۶۶)

لیکن پھر بھی آپ ﷺ کو یا کسی صحابی کو یہ خدشہ نہیں گزرا، جو آج وہابیوں کو گزرتا ہے۔ شائد ان کو توحید کی سمجھ اور فکر زیادہ ہے، یہ سب کچھ ابن تیمیہ کی تقلید کی کارستانیاں ہیں۔

❁......اسی طرح یہ لوگ آپ ﷺ سے طلب شفاعت اور مدد کو شرک کہتے ہیں، جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ بعض علما نے ابن تیمیہ کو اسی عقیدے کی وجہ سے زندیق کہا، کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی توہین اور تنقیص ہے۔

(الدرر الکامنۃ: ۱/۱۵۵)

معلوم ہوا کہ سلف کرام کے عقیدے میں آپ سے استشفاء اور استمداد آپ کی تعظیم اور ادب ہے۔

❁......ذاکر نائیک یزیدی بھی کہتا ہے: "آج کی تاریخ میں محمد ﷺ سے مانگنا بھی حرام ہے"۔ (مشہور کلپ)

❁......ائمہ اسلام نے میلاد شریف کو آپ ﷺ کی تعظیم قرار دیا ہے، لیکن یہ لوگ جشن میلاد شریف کو بدعت، ابولہبی سنت اور پتہ نہیں کیا کیا بک دیتے ہیں، یقیناً یہ بھی آپ ﷺ کی گستاخی ہے۔ (تفصیل "میلاد شریف" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

اسی لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے!

مؤمن ہے وہ، جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی، تو مرے دل سے

(۲) اللہ والوں کو ذلیل کہنا:

اسی طرح برگزیدہ ہستیوں کی تحقیر کرنا، اُنکو ذلیل، اور مجبور وغیرہ کہنا یہ بھی منافقین کا پرانا وطیرہ وطریقہ ہے، جیسا کہ منافقین مدینہ نے کہا (جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھتے، جہاد وغیرہ بھی کرتے تھے) "یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو، "لیخرجن الاعز منھا الاذل" تو عزت والا، وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا"۔

جواباً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون"۔ "سنو! عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے، اور اُسکے رسول ﷺ کے لیے، اور ایمان والوں کے لیے ہے، لیکن منافق نہیں جانتے۔ (منافقون: ۸)

بالکل یہی انداز پیشوائے وھابیت اسمٰعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" میں اختیار کیا۔ کہ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابل لا کر، اُنکی انتہائی بے ادبی اور تذلیل کی ہے، تا کہ پڑھنے والا یہی سمجھے کہ ماشاء اللہ! مولوی صاحب رب تعالیٰ کی بلندیٔ شان اور توحید بیان کر رہے ہیں۔ اس انداز سے ان کے لیے اللہ والوں کی توہین وتحقیر کا منصوبہ آسانی سے پورا ہو جاتا ہے۔

❁ ......اب ذرا طریقہ واردات ملاحظہ کریں، لکھتا ہے: ''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالٰی کی شان کے آگے، چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے''۔ استغفر اللہ! (تقویۃ الایمان:۱۶)

❁ ......ابھی عداوت صالحین کی آگ میں جلتا ہوا سینہ ٹھنڈا نہیں ہوا، مزید لکھ دیا: ''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء، اولیاء، اُسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں''۔ (معاذ اللہ!) (ص:۶۳)

تقریباً یہ ساری کتاب گستاخیوں سے بھری پڑی ہے۔ باوجود اسکے کہ غیر مقلد اور دیو بندی حضرات بڑے فخر، ہٹ دھرمی اور بے شرمی سے اس کفر کے پُلندے اور بدعتوں کے مجموعے کی عام اشاعت کرتے ہیں۔

ایک طرف ان بے ادبوں کا محبت مصطفٰے ﷺ کا دعوٰی دیکھیے، اور دوسری طرف ان لوگ کے عقیدے میں برگزیدہ ہستیوں کی اللہ کے ہاں ''چمار'' اور ''ذرۂ ناچیز'' سے بھی کم حیثیت ہے۔ لعنۃ اللہ علی الظالمین!

(۳) فساد و فتنہ کو اصلاح کا نام دینا:

منافقین کی یہ بھی عادت ہے کہ ''فساد'' کو اصلاح کا نام دیتے ہیں۔ (البقرہ:۱۱)

آج یہ لوگ انبیاء، صوفیاء اور ائمہ دین کی توہین بھی کرتے ہیں۔ امت مسلمہ کو مشرک بھی قرار دیتے ہیں، خود کش حملے بھی کرتے ہیں، اہل سنت کی آبادیوں میں، ''مسجد ضرار، کفر، تفریق''۔ (توبہ:۱۰۷) بنا کر، اور اہل سنت کی مساجد پر قبضہ جما کر تفرقہ و انتشار بھی کرتے ہیں۔ لیکن جب ان پر گرفت کی جائے تو کہتے ہیں: کہ ہم تو ''توحید و سنت'' کے داعی ہیں۔۔۔ ''شرک و بدعات'' کے خلاف جہاد کرنے والے ہیں،

اور فرقہ واریت ختم کر کے اتحاد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

قارئین! آپ خود فیصلہ کریں، کہ اللہ کی زمین پر اِس سے بڑھ کر اور فساد کیا ہوگا؟ کہ صالحین کی بے ادبی، اور مسلمانوں پر شرک و بدعت کے جھوٹے فتووں کو توحید، اسلام اور اصلاح کا نام دیا جائے!۔

(۴) مولائے کائنات علی شیر خدا سے بغض رکھنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ ہم انصار لوگ منافقین کو مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔

(ترمذی)

⬥ ـــــ اب اسماعیل دہلوی کی علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے عداوت ملاحظہ کریں۔

لکھا: "اور جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ (تقویۃ الایمان)

میں کہتا ہوں کہ کیا دہلوی پر وحی نازل ہوئی کہ صرف یہ دو حضرات ہی مجبور اور بے اختیار ہیں؟ ـــــ اگر نہیں تو پھر صرف انہیں دو ہستیوں کو ہی نامی نیٹ کرنے کا کیا مقصد تھا؟ ـــــ اظہار بغض کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے!۔

⬥ ـــــ نجدی مفسر نے بھی نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مردہ کہہ کے، اپنے بغض کا اظہار کیا۔ (ص:۱۳۰۵)

⬥ ـــــ ابن تیمیہ کے متعلق ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ اس نے علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ ان سے سترہ مقامات پر خطاء ہوئی، اور قرآن کی مخالفت کر گئے۔ (الدرر الکامنۃ:۱/۱۵۴)

......حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شیخ نجدی کا عقیدہ تھا، کہ پرانے بت لات و عزی ہیں، اور نئے بت محمد ﷺ علی رضی اللہ عنہ اور عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(سیف چشتیائی، قدیمی، حاشیہ)

(۵) علم رسول ﷺ پر اعتراض کرنا:

علم رسول ﷺ پر اعتراض کرنا بھی منافقوں کا طریقہ اور علامت ہے۔

......جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام غزوہ بنی مصطلق سے لوٹے تو راستے میں سخت ہوا چلی پس سواریاں بھاگ گئیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے رفاعہ کے مدینہ پاک میں فوت ہونے کی خبر دی۔۔۔اور فرمایا: دیکھو میری اونٹنی کہاں ہے؟۔

عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنی قوم سے کہا کیا تم تعجب نہیں کرتے اس مرد سے جو خبر دے رہا ہے ایک مرد کی مدینہ میں موت کی اور یہ نہیں جانتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک بعض منافقوں نے میرے متعلق ایسا کہا ہے، اور میری اونٹنی کی اس گھاٹی میں درخت سے نکیل اٹکی ہوئی ہے۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے فرمان کے مطابق اونٹنی کو پالیا۔ (تفسیر کبیر پارہ ۹، زیر آیت ولو کنت اعلم الغیب، تفسیر ابن جریر پارہ ۱۰، زیر آیت انما کنا نخوض ونلعب)

علم مصطفیٰ ﷺ پر منافقوں کے اعتراض والا ایک الگ واقعہ تفسیر خازن، معالم التنزیل، (زیر آیت: ما کان اللہ لیذر المومنین) میں موجود ہے۔

......اسماعیل دہلوی نے بھی علم رسول پر اعتراض کیا، لکھا: غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟۔ (تقویۃ الایمان)

......اور یہی عقیدہ دیو بندی اور اہلحدیث وہابیوں کا ہے۔ جس طرح اشرف علی تھانوی

نے معلم کائنات ﷺ کے علم مقدس کو حیوانات اور پاگلوں وغیرہ کے علم جیسا کہا ہے۔ (حفظ الایمان)

(۶) تفرقہ بازی کے لیے مساجد تعمیر کرنا:

منافقوں نے فرقہ واریت، مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور کفر و گمراہی میں مبتلا کرنے کے لیے مساجد تعمیر کی۔ (توبہ:۱۰۷)

نجدی لوگ بھی اہل سنت کی آبادیوں میں پہلے سے مساجد ہونے کے باوجود انہیں غلیظ مقاصد کے لیے، اپنی الگ ''ڈیڑھ اینٹ کی مسجد'' بنا لیتے ہیں۔

(۷) سب کے ساتھ: (وہابی بھی، سنّی بھی)

منافق، مسلمانوں سے کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں، اور کافروں سے کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ یعنی درمیان میں ہی اٹکے اور لٹکے رہتے۔ قرآن کریم نے ان کو ''مذبذبین'' فرمایا ہے۔ (البقرۃ:۱۴، النساء:۱۴۳)

یہی حال ان لوگوں کا ہے، وہابیوں کے ساتھ وہابی، سنّیوں کے ساتھ سُنّی۔ مساجد اہلسنت پر قبضہ جمانے کے، کئی کئی سال تک سنّی ہونا ظاہر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ منافق و مومن میں نماز، جہاد، داڑھی اور تبلیغ وغیرہ تمیز نہیں کر سکتے، بلکہ وہ ایک ہی چیز ہے، اور وہ ہے اللہ والوں کا ادب و تعظیم، اور یہ دولت صرف اہلسنت کو ہی حاصل ہے۔

ع اعظم، اہدے بخت سوتے جنہوں ایہہ دولت (ادب) مل جائے!

باب:۴

سعودی تفسیر کی حیثیت اور مسلک سلف؟

سعودی تفسیر کے ''سلفی تفاسیر'' کا خلاصہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے نجدی مفسر نے لکھا: ''بعض جدید وقدیم مفسرین نے جو صحابہ وتابعین کی تفسیر اور سلف کے منہج ومسلک کو اہمیت نہیں دیتے۔ (ص:۱۱۴)

اِس سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (بنام: ''تفسیر احسن البیان''، مکتبہ دارالسلام لاہور وریاض) میں بھی یہ دعویٰ کیا، بلکہ سفید جھوٹ بولا: ''کہ یہ سعودی تفسیر، تفسیر ابن کثیر، فتح القدیر، ابن جریر، طبری، جیسی سلفی وقدیمی تفاسیر کا خلاصہ اور سلف کے منہج ومسلک کا آئینہ ہے۔ (ص ۱۲، ۶، ۶۸، ۱۳۹)

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس تفسیر کو ''سلفی تفاسیر'' کا خلاصہ اور سلف کے مسلک کا آئینہ کہنا دجل اور سلف الصالحین پر تہمت وافتراء اور انکی بے ادبی ہے۔

لہٰذا اس سعودی تفسیر کو ابن تیمیہ، ابن قیم، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کے باطل وگمراہ کن افکار ونظریات کا خلاصہ اور آئینہ کہنا ہی مناسب اور درست ہے۔

دراصل یہ دھوکہ اور تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ ہم نجدیوں کے عقائد کا سلسلہ سلف سے ملا ہوا ہے، اور ہم نے اس سعودی تفسیر میں جو کچھ تحریفیں کیں، جھوٹ بولے، بدعتیں گھڑیں، اللہ والوں کو بکواسات کیے ان کو کئی بار مردہ اور بے حیثیت لکھا۔

مسلمانوں اور صالحین کو دشمنانِ خدا بتوں اور بت پرستوں کے متعلق نازل شدہ آیات کا مصداق ٹھہرایا، اُمت کی اکثریت کو مشرک وبدعتی لکھا، یہ سب سلف کا مسلک ومنہج ہے۔ لعنة الله على الكاذبين!

وہابیوں کے مخصوص سلف:

سوال یہ ہے جب نجدی حضرات کے مخصوص عقائد سلف صالحین سے متضاد ہیں جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے، تو پھر یہ اپنے کو سلفی کیوں کہتے ہیں؟

جواب یہ ہے: کہ یہ لوگ معروف سلفی نہیں، بلکہ یہ مخصوص سلفی ہیں، اس لیے کہ ان کے سلف ''ابن تیمیہ، ابن قیم، محمد بن عبدالوہاب'' ہیں، جن کو علما اسلام نے امت کے اجماعی مسائل سے انحراف کی وجہ سے گمراہ، زندیق اور منافق تک کہا۔ مندرجہ ذیل عبارت غور سے پڑھیں، ان کے سلفی ہونے کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

❁ ــــــ عبداللہ غزنوی شاگرد نذیر حسین دہلوی کے متعلق لکھا کہ یہ: ''ائمہ اسلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتابوں سے شغف رکھتے تھے، اور ''انہیں سلف صالحین کی کتابوں'' کی روشنی میں اپنے اولاد احفاد کی تربیت بھی کی ـــ آپ کے سارے بیٹے پوتے منہج سلف کے سچے داعی بن کر نکلے، اور برصغیر ہندو پاک میں سلفی (یعنی وہابی) دعوت کی خوب خوب اشاعت کی۔'' (''امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی''، ص:۲۵، دار الکتاب والسنۃ، ریاض)

❁ ــــــ شیخ نجدی بھی انہیں مخصوص سلف کا پیرو تھا، لکھا گیا: ''نجد واپس آ کر بعض متاخرین حنبلی علما جیسے ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہ کے اجتہادات کے مطابق سرگرم عمل ہو گئے، اور یہ حضرات (ابن تیمیہ وغیرہ) بدعتیوں (مراد اہل سنت) کے خلاف سخت ترین لوگوں میں تھے۔'' (ایضاً، ص۲۵، التاج المکلل، ص:۳۴۴، از نواب صدیق)

❁ ــــــ مزید لکھا: ''غرضیکہ صاحب نجد شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ''مسلک وہی تھا''، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم کا تھا''۔

(ایضاً، ۳۶، ہدایۃ السائل، ص ۱۱۵، از نواب صدیق)

❁ ...... مزید یقین دہانی کرواتے ہوئے لکھا: "شیخ محمد بن عبدالوہاب "در حقیقت" شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کے نقش قدم پر گامزن تھے"۔ (ایضاً: ۳۷، ایضاً: ۱۱۶)

دوسری طرف یہ جھوٹ بھی بول دیا: "شیخ الاسلام کا طریقہ تمام تر اہل سنت وجماعت کے موافق ہے"۔ (ایضاً: ۳۰)

مطلب یہ ہوا کہ صرف یہ دو حضرات "ابن تیمیہ، اور ابن قیم" ہی اہل سنت تھے۔ هذا بهتان عظیم!

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں کیا فرق ہے؟

❁ ...... دیوبندی منظور نعمانی نے اسماعیل دہلوی کا شیخ نجدی سے اتباع کا رشتہ جوڑتے ہوئے لکھا: "ان (شیخ نجدی) کا مسلک وموقف قریب قریب وہی ہے، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اور ان کے تلامذہ حافظ ابن قیم کا ہے، اور رد شرک اور دعوت اخلاص وتوحید کے بارہ میں ان کا رویہ (کچھ فرق کے ساتھ) وہی ہے جو حضرت شاہ اسماعیل شہید (مبلغ نجد) کا "تقویۃ الایمان" میں ہے۔"

(شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ، ص ۱۰، ۵۰، ۶۲، ۶۷، از منظور نعمانی دیوبندی)

❁ ...... اس کتاب کی دیوبندی تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث (ذکریا کاندھوی) نے تصدیق بھی کی ہے۔ (ص: ۱۴۰) جس سے پتہ چلتا ہے کہ تبلیغی جماعت بھی ایسے ہی وہابی ونجدی یعنی شیخ نجدی کے پیروکار ہے، جیسے غیر مقلد اور مماتی دیوبندی ہیں۔ فرق صرف ظاہر وباطن اور طریقہ واردات کا ہے، کہ تبلیغی اہل سنت کی مساجد میں وا عظلے اور بھولے

بھالے سنیوں کو وہابی بنانے کے لیے منافقت سے اپنے وہابی عقائد چھپاتے ہیں۔

......تمام دیوبندیوں کے پیشوا رشید گنگوہی نے لکھا تھا: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتاوی رشیدیہ: ۲۹۷، مکتبہ رحمانیہ)

......تضاد دیکھیے کہ اسی شیخ نجدی کے متعلق حسین احمد دیوبندی نے لکھا: چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا......الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا"۔ (شہاب ثاقب، ص:۲۲۱، دارالکتب)

ایک مولوی کہتا ہے کہ اس کے عقائد عمدہ تھے اور دوسرا کہتا ہے کہ عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ آج بھی عقائد دیوبندیوں نے بھی اپنا رکھیں ہیں، جس سے ان کا بھی وہابی، نیا فرقہ اور گمراہ ہونا واضح ہوا۔ (ان عقائد وہابیہ کی تفصیل "حسین احمد مدنی کی شیخ نجدی کے متعلق تصریحات"، عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

اسی تبلیغی جماعت کے مولوی "ذکریا کاندھوی" نے، پالن حقانی (جو سترہ سال تک قوال رہا، پھر مولوی، بلکہ مصنف بن بیٹھا۔ص:۲۶۳۔نیم ملاں خطرہ ایمان!) کی کتاب "شریعت یا جہالت" کی تصدیق کی ہے۔ (ص:۶)

اختصار کے پیش نظر اس کتاب کے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

ا: وہابیوں کو صحیح ثابت کیا گیا، اور اہل سنت کو گمراہ۔ (ص:۴۲۹،۱۰۵)

۲: حاجت روائی کے لیے مزار پر جانے کو کفر لکھا۔ (ص:۵۶۴)

۳: آذر جو ابراہیم کا چچا اور بت پرست تھا، اس کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ ثابت کیا گیا۔ (ص:۲۸۱)

۴: گناہ کبیرہ والوں کے لیے شفاعت کا انکار کیا گیا، جو کہ معتزلہ کا مذہب ہے

۔(ص: ۴۸۰، ۴۸۵)

۞......... حسین احمد مدنی دیو بندی نے لکھا: "وھابیہ امر شفاعت میں اِس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر) پہنچاتے ہیں"۔ (الشھاب الثاقب: ص ۸۲)

۵: نبی علیہ السلام کو بے نفع لکھا۔ ("شریعت یا جہالت": ۴۰۰، اسلامی کتب خانہ لاہور)

اس کے علاوہ یہ کتاب مکمل طور پر "تقویۃ الایمان"، اور "سعودی تفسیر" کی ہی کاپی اور نچوڑ ہے۔اسی ذکریا کاندھوی نے "ابوالحسن ندوی" سے اصرار کے ساتھ اسماعیل دہلوی کی "تقویۃ الایمان" کا عربی میں ترجمہ کروایا۔

(تقویۃ الایمان: ۳، ۴۴، مکتبہ خلیل لاہور)

یعنی اس کتاب "تقویۃ الایمان" اور "سعودی تفسیر" پر دونوں گروہ تبلیغی اور غیر مقلد متفق ہیں، یہ کتاب اور "سعودی تفسیر" بھی دونوں پر حجت ہے، جن میں انبیا و اولیا اور مؤمنین کو منہ بھر کر گالیاں دی، اور ان کی تحقیر و تذلیل کی حد کردی گئی، (تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات "بدعات وہابیہ" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں) اسی کتاب کی رشید گنگوہی نے بھی تعریف و تصدیق کی، اس کے سارے مسائل صحیح ہیں، ساری پر عمل کرے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اور یہی کتاب "تقویۃ الایمان" ہی برصغیر کے مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار کا سبب بنی۔

مسلمانوں کے جن عقائد کی اسماعیل دہلوی کے دادا شاہ ولی اللہ، اور چچا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہما نے تائید کی، اسماعیل دہلوی نے شیخ نجدی کی تقلید میں انہیں عقائد کو شرکیہ اور کفریہ کہا۔

مولانا حسن رضا خان بریلوی غفرہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ترجمہ اس کا ہوا تقویۃ الایمان نام

جس سے بے نور ہوئی چشم بصیرت تیری

لہذا معلوم ہوا دیوبندیوں (تبلیغی جماعت وغیرہ) اور نام نہاد اہلحدیثوں وہابیوں میں صرف نام اور طریقہ واردات کا فرق ہے،۔۔۔باقی سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

مزید یہ کہ جو عقائد حسین احمد مدنی نے وہابیہ کے ثابت کر کے ان کو گمراہ ثابت کیا تھا وہی عقائد آج دیوبندیوں نے اپنا رکھے ہیں۔ (عنوان "حسین احمد دیوبندی کی شیخ نجدی اور دین نجدی کے متعلق تصریحات" ملاحظہ کریں)

نوٹ: تقویۃ الایمان کی طرح یہ سعودی تفسیر بھی دیوبندیوں اور غیر مقلدین دونوں کے ہاں معتبر اور مستند ہے، کیونکہ اس کے سارے شرک و بدعت کے فتوے تقویۃ الایمان ہی کی کاپی ہیں، اور دونوں گھر بڑے شوق و عقیدت کے ساتھ اس سعودی تفسیر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے اس کے رد میں بعض جگہ دیوبندیوں کو بھی ساتھ ہی رکھا ہے، لہذا یہ غیر مقلدوں کے ساتھ ساتھ، دیوبندیوں کا بھی رد، اور ان پر بھی حجت ہے۔

اشرفعلی تھانوی اور عطاء اللہ حنیف غیر مقلد کی گواہی:

اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے: کہ اسماعیل دہلوی نے اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا۔۔۔اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا: کہ میں نے یہ کتاب لکھی

ہے، اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ہوگی۔۔۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جائے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے، اس پر ایک شخص نے کہا اشاعت تو ضرور ہونی چاہیے، مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیے۔۔۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح شائع ہونی چاہیے۔ چنانچہ اسی طرح شائع ہوئی"۔

اس پر تھانوی کا حاشیہ بھی پڑھ لیں لکھتا ہے: "ایسے بزرگ پر تشدد یا اصرار یا استبداد کا شبہ اگر ظلم نہیں تو کیا ہے"۔

(ارواح ثلاثہ: ۸۳، حکایت: ۵۹۔ اکمل البیان، از عطاء اللہ حنیف غیر مقلد)

اسماعیل دہلوی کے علم اور فہم کے متعلق اس کے چچا عبدالقادر کی گواہی بھی سن لیں: "بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا"۔ (ارواح ثلاثہ: ۹۸، از اشرف علی تھانوی)

میں ان وہابی مولویوں سے (جو عوام کو "ولا تفرقوا" سنا کر ان سے جھوٹ بولتے اور مکر کرتے ہیں، کہ ہم مسلمانوں میں اتحاد چاہتے ہیں) کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو مشرک بنانے اور لڑانے، فرقہ واریت پھیلانے کے لیے، اپنے خود ساختہ دین، اور سوچی سمجھی سازش کے متعلق اپنے ان مولوی کی گواہی پڑھو اور ڈوب مرو!۔۔۔ ؏ شرم تم کو مگر نہیں آتی!

امت میں قصداً تفرقہ ڈالنے اور شرک کی تہمت کا اقرار:

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ دہلوی کی لکھی گئی کتاب "تقویۃ الایمان" اس قابل نہیں تھی کہ اسی طرح چھاپی جاتی۔ یا تو وہ پھاڑ دینے کے قابل تھی، نہیں تو ترمیم ضرور ہونی چاہیے تھی۔ کیونکہ اس میں انگریز کی تمنا کے مطابق جان بوجھ کر شرک اصغر کو شرک اکبر لکھ دیا گیا تھا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ان فتنہ پرور لوگوں نے نہ تو پھاڑی، اور نہ ہی ترمیم کرنا گوارا کی، اور اسی طرح چھاپ دی اور آج تک اسی حالت پر موجود ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ ان کا امام دہلوی تو خود اقرار کرے کہ "میں نے جان بوجھ کے شرک خفی کو شرک جلی بنا دیا ہے، لہذا یہ کتاب پھاڑ دینے کے قابل ہے"۔

مگر اس کے مقلدین اور متبعین کے تعصب اور ناانصافی کی انتہا دیکھیے! کہ اشرفعلی تھانوی تشدد کرنے کے اقرار کو شبہ قرار دے کر اس شبہ کو ظلم کہہ رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پوری امت پر شرک اکبر کا الزام ظلم نہیں، مسلمانوں کو لڑانا بھڑانا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ظلم نہیں، اگر ظلم ہے تو ایسے ظالم کے ظلم پر بولنا ظلم ہے۔ (استغفراللہ!)

اور بات بہت افسوس ناک ہے کہ ایسی کتاب کا رد کرنے کی بجائے، اس کی شان بیان کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔۔۔ ملاحظہ کیجیے!

● ۔۔۔۔۔رشید گنگوہی کہتا ہے: کتاب "تقویۃ الایمان" نہایت عمدہ اور سچی کتاب ۔۔۔ (فتاوی رشیدیہ:۲۲۴)

۞......دوسری جگہ لکھا: بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔۔۔تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے۔ (ایضا:۲۲۶، مکتبہ رحمانیہ)

۞......نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کہتا ہے: تقویۃ الایمان کا ماننا عین ایمان ہے، اورا انکار کفر۔ (فتاوی نذیریہ)

یعنی ہر دیوبندی اور غیر مقلد کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ صالحین کو اپنا شفیع ماننے والے مسلمان ابو جہل کی طرح کے مشرک ہیں۔ یہ سب کچھ ایمان ہے اس انکار کفر ہے۔ لعنۃ اللہ علی الظالمین والمفترین!

یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو امت پر شرک کے جس الزام جو خوف تھا، اس کا ظہور شیخ نجدی کے بعد اسماعیل دہلوی سے ہوا۔ (تفصیل "شرک کے الزام کا خوف تھا" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

منزل پہ پہنچنا ہے تو کوئی پہچان پیدا کر
لباس خضر میں یہاں لاکھوں رہزن پھرتے ہیں

مسلک سلف سے لاتعلقی کا اقرار:

۞......اسماعیل دہلوی اپنے حوریوں کو مسلک سلف سے بغاوت اور خود محقق بننے کا درس دے رہا ہے، لکھا: "اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں۔۔۔اور اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔"۔ (تقویۃ الایمان:۲۳، نعمانی کتب)

۞......مزید لکھا: "اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض

باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں"۔(ایضا)

۞ ...... نواب صدیق حسن نے سلف امت سے اپنی لاتعلقی کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے: "اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب وسنت (اجماع کا کوئی ذکر نہیں) کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں"۔(ترجمان وہابیہ:۲۰)

۞ ...... مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی یہی اقرار کیا۔(اشاعۃ السنۃ ج۹، شمارہ۳، ص۷۲)

۞ ...... ذاکر نائیک بھی اپنی ایک تقریر میں مسلک سلف سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے: "بہن نے پوچھا ہے کون سے اسلام پر عمل کرے؟ اسلام جو قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس پر عمل کرے (سلف واجماع کا کوئی ذکر نہیں)"۔(عنوان تقریر"اسلام کے متعلق غلط فہمیاں")

۞ ...... نواب وحید الزماں غیر مقلد بھی اپنوں کی اسی گمراہ کن روش کا رونا روتے ہوئے لکھتا ہے: "غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ اجماعی مسائل کی (بھی) پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین اور صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے، اس کو بھی نہیں سنتے ہیں"۔(حیات وحید الزماں:۱۰۲، وحید اللغات)

۞ ...... میاں نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق لکھتے ہیں: "جیسے یہ مذہب والے (غیر مقلدین) ہیں کہ کسی (فقہی) مذہب کو نہیں مانتے، تو وہ مترر اجماع امت کا مخالف ہے، اس کو محمدی خالص جاننا عین ضلالت ہے"۔(تنبیہ الضالین ۳۹)

وہابیوں سمیت تمام گمراہ فرقوں کی حالت بالفاظ" نجدی مفسر" کے ایسی

ہے: "شِیَعًا کے معنی فرقے اور گروہ، اور یہ بات ہر اس قوم پر صادق آتی ہے جو دین کے معاملے میں مجتمع تھی لیکن ان کے بعض افراد نے اپنے کسی بڑے کی رائے کو ہی مستند اور حرف آخر قرار دے کر اپنا راستہ الگ کر لیا، چاہے وہ رائے حق و صواب کے خلاف ہی ہو"۔ (ص: ۴۰۳)

وہابی سلف صالحین کے گستاخ ہیں:

❁ .... معتمد غیر مقلد عالم داؤد غزنوی اپنی جماعت کے اسحاق نامی شخص کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: "مولوی اسحاق! جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بد دعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر (نام نہاد اہلحدیث) شخص ابو حنیفہ، ابو حنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے، پھر ان کے بارے میں ان (علم و معرفت شرم و حیا سے محروم غیر مقلدین) کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں، ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے"۔ (داؤد غزنوی: ۱۳۶، ۱۳۷)

❁ .... انہی داؤد غزنوی نے ہی ساہیوال کے خطبہ جمعہ المبارک میں واضح طور پر اپنے وہابی سامعین کو فرما دیا تھا: "کہ دوسرے لوگوں (اہل سنت) کی یہ شکایت کہ اہل حدیث (وہابی) حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں، بلاوجہ نہیں ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں، اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کرتے ہیں، یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے، اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے"۔ (داؤد غزنوی: ۸۸، ۸۷)

❁ .... پروفیسر ابو بکر غزنوی وہابی لکھتے ہیں: "امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا۔ جس

میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی ۔۔۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھا۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتا تھا، ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا ہوں، کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں"۔ (داؤد غزنوی ص۱۹۱)۔ (مزید "آزادی رائے اور ترک مسلک سلف وتقلید واجماع کا انجام اور نیا فرق؟" عنوان ملاحظہ کریں)

وہابی اپنی تفسیر سلف سے ثابت کریں: (اہمیت مسلک سلف)

جب ان لوگوں کے ہاں صحابہ کا فہم، قول اور تفسیر حجت نہیں، تو ہمارے نزدیک ان بدعقیدہ اور بے ادب لوگوں کا فہم وتفسیر کیسے حجت اور قابل التفات ہو سکتی ہے؟

✿ ـــــ وہابیوں کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: "قول صحابی حجت نیست"، یعنی صحابہ کی بات دلیل نہیں ہو سکتی۔ (فتاوی نذیریہ: ا/۳۴۰)

✿ ـــــ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی بھی لکھتے ہیں: حجت بتفسیر صحابہ غیر قائم است۔ "صحابہ کرام کی گئی تفسیر قرآن معتبر نہیں ہے"۔ (بدور الاہلہ: ۱۳۹)

✿ ـــــ دوسری طرف سعودی مفتی نے صحابہ نہیں بلکہ علماء کے قول کی اہمیت یوں بیان کی، لکھا: "اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (فتاوی ابن باز، اردو، ص۴۷، دار السلام الریاض)

ہم پوری نجدی ووہابی برادری سے مطالبہ کرتے ہیں، کہ اگر تم واقعی طور پر سلفی ہو اور یہ "سعودی تفسیر" واقعتاً سلفی تفاسیر کا خلاصہ ہے، تو پھر تم نے جن مندرجہ ذیل آیات کا مستحق مومنین اور صالحین کو ٹھہرایا ہے، اور ان کی جو تفسیریں کیں، ان کو سلفی تفاسیر سے ثابت کرو!۔

جیسے خود: "اثارۃ من علم"، (احقاف:۴) کے تحت لکھا: "یا کسی منقول روایت میں یہ بات لکھی ہو تو دکھاؤ؟، تاکہ تمہاری صداقت واضح ہو سکے"۔ (ص ۱۳۱۶)

وہ آیات یہ ہیں: فاتحہ ۴، کے تحت مسئلہ استمداد کے متعلق لگائی گئیں قیود و شرائط ۔البقرۃ: ۱۷۳، آل عمران: ۱۲۸، مائدہ: ۳۵، اعراف: ۷۱، ۱۹۴، ۱۹۷، یونس: ۱۸، ۴۹، نحل: ۲۰، ۲۱، ۵۶، ۷۳، ۷۵، ۸۶، یوسف: ۴۰، ۱۰۶، حج: ۷۳، بنی اسرائیل: ۵۷، انبیاء: ۵۳، قصص: ۸۸، روم: ۵۳، لقمان: ۱۱، سباء: ۲۲، فاطر: ۱۳، ۱۴، زمر: ۳، ۴۳، عنکبوت: ۴۱، مومن: ۶۰، احقاف: ۵، ۶، ۹، ۲۸، جن: ۱۸۔

اِن تمام آیات کے تحت کی گئی تفسیر، کبھی بھی تفاسیر سلف سے ثابت نہ کر سکو گے۔ انشاء اللہ! تو پھر اعتراف کرو کہ ہم سلفی نہیں بلکہ بدعتی اور نجدی ہیں، اور ہم نے اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کے لیے قرآنِ کریم میں تحریف، تفسیر بالرائے اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے۔

جس طرح نجدی مفسر نے خود لکھا: "گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس (قرآن) کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اہل حق کی ایک جماعت بھی تحریفات معنوی کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہر دور میں موجود رہی ہے"۔ (ص: ۷۱۲)

الحمدللہ! ہم نے اس کتاب میں منکرین کی تحریفات قرآنیہ کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ ان کی حالت بقول ان کے ہی ایسی ہے لکھا: "پڑھتے قرآن کی آیت ہیں اور مسئلہ اپنا خود ساختہ بیان کرتے ہیں، عوام سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے مسئلہ قرآن سے بیان کیا ہے۔ دراں حالیکہ اس مسئلے کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یا پھر آیات میں معنوی تحریف و ملمع سازی سے کام لیا جاتا ہے تاکہ باور بھی کرایا جائے کہ یہ من عند اللہ ہے"۔ (ص ۱۵۶)

یعنی ـــــ خود بدلتے نہیں قرآں بدل دیتے ہیں!

اور یہ بھی خود تسلیم کیا کہ اجماع امت سے انحراف کفر ہے: ''بعض علما نے سبیل المؤمنین (النساء:۱۱۵) سے مراد اجماع امت لیا، یعنی اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے۔ اجماع امت کا مطلب ہے، کسی مسئلے میں امت کے تمام علماو فقہا کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق، یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں، اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔۔۔۔۔ تاہم ایسے جو بھی مسائل ہیں، ان کا انکار بھی صحابہ کے اجماع کے انکار کی طرح، کفر ہے، اس لیے کہ صحیح حدیث میں ہے ''اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے'' (صحیح ترمذی للالبانی جلد ۲: ۱۷۵۹)۔ (ص ۲۵۶)

❁ ـــــ جس الزام کا ذکر نواب صدیق نے کیا: ''الغرض شیخ محمد بن عبدالوہاب کو ناپسندیدہ مذہب اور نئے دین کا ایجاد کرنے والا قرار دینا۔۔ راہ انصاف سے دور ہے''۔ (''امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی'': ۲۹، ۳۱، اتحاف النبلاء: ۴۱۶)

ہم کہتے ہیں یہ الزام نہیں حقیقت ہے، اور یہی راہ انصاف ہے!

ـ افکار ہی بدلیں تو بدلیں، ایمان بدلنا مشکل ہے
تفسیر بدلنا آساں سہی، قرآن بدلنا مشکل ہے

مسلمانوں کے معمول کی اہمیت؟:

❁ ـــــ ابن قیم جن کو یہ لوگ اپنے خاص سلف میں شمار کرتے ہیں (جیسا کہ ابھی گزرا) بعد دفن میت کو تلقین کرنے کے متعلق روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''یہ حدیث اگرچہ ثابت نہیں، لیکن تمام زمانوں اور تمام شہروں میں بغیر انکار کے اس پر عمل کرنا ہمارے عمل کرنے کے لیے کافی ہے''۔ (کتاب الروح: ۲۱)

یہ ہے عام مسلمانوں کے معمول کی حیثیت! کہ اگر وہ کام شریعت سے نہ

ٹکراتا ہو، مسلمانوں کا معمول بن چکا ہو تو یہ بھی ایک شرعی حجت ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جس طرح سنت رسول ﷺ کی مخالف کو گمراہی اور عذاب جہنم کا باعث قرار دیا ہے، اسی طرح مسلمانوں کے طریقے کی مخالفت کو بھی گمراہی اور عذاب جہنم کا سبب قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کریں: (النسا:۱۱۵)

اسی آیت (النساء:۱۱۵) کے تحت سعودی مفسر نے بھی اجماع امت کی مخالفت کو کفر قرار دیا ہے، اور ترمذی شریف (۳۹/۲) کی حدیث سے بھی استدلال کیا" کہ میری امت کبھی گمراہی جمع نہیں ہوگی"۔ (ص:۲۵۶)۔ (مکمل عبارت ابھی گزری ہے)

❁........ خلیفہ عادل وراشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وصیت نوٹ کرلیں ،فرماتے ہیں:" جب تم کسی قوم کو (جیسے موجودہ دور میں نجدی وغیرہ) دیکھو کہ وہ عام مسلمانوں سے ہٹ کر کوئی نئی راہ اختیار کررہے ہیں (تو سمجھ جاؤ کہ) وہ گمراہی کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ (دارمی: باب اجتناب الاھواء)

❁........ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ" جس کام کو مسلمان اچھا جانے وہ کام اللہ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے"۔ (مسند احمد:۳۷۹/۱،مستدرک للحاکم:۷۸/۳،حلیۃ الاولیا:۳۷۵/۱،طبرانی کبیر:۱۱۲/۹،مسند بزار:۱۸۱/۱،وغیرہ)

معلوم ہوا کہ ہر معمولات اہل سنت کے بارے نص شرعی کا مطالبہ کرنا، سنت رسول ﷺ اور عمل صحابہ سے دلیل طلب کرنا، یا تو دھوکا ہے یا پھر جہالت وحماقت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا معمول بھی ایک شرعی حجت ہے۔

جبکہ وہابی حضرات کے پیشوا اسماعیل دہلوی پرانے مسلمانوں اور بزرگوں کے طریقے سے بغاوت کرنے کا سبق دے رہے ہیں، لکھا:" اس زمانے میں لوگوں نے

مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں"۔ (تقویۃ الایمان)

قرآن وسنت کی کیسی تشریح معتبر ہے؟: (اہمیت مسلک سلف)

یہاں یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کسی کا جو مؤقف اجماع سلف اور مسلمانوں کے معمول کے خلاف ہو، وہ چاہے اس کو ثابت کرنے کے لیے ہزار آیتیں اور حدیثیں پیش کرتا پھرے، اس کا وہ مؤقف مردود ہوگا۔

جیسے سعودی مفسر نے خود لکھا: "گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے ہیں ۔۔۔۔ اہل حق کی ایک جماعت بھی تحریفات معنوی کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہر دور میں موجود رہی ہے"۔ (ص:۷۱۲)

❁ ـــــ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے مسلمانوں کو گمراہوں اور گمراہ گردوں کے شر سے محفوظ رہنے اور حفظ ایمان کا بہترین اور عام فہم نسخہ ارشاد فرمایا ہے: "قرآن وسنت کا وہی مفہوم اور مطالب معتبر اور برحق ہیں، جو علما اہل سنت نے سمجھے اور سمجھائے ہیں، ورنہ یوں تو ہر مخالف اہل سنت اور گمراہ ٹولہ بھی اپنے عقائد فاسدہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت ہی کو دلیل بناتا ہے۔ لیکن مخالفین اہل سنت وجماعت کے سمجھے ہوئے مفہوم ومطالب، یعنی ان کی تفسیر وتشریح ناقابل اعتبار ہے"۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب نمبر ۱۹۳، بحوالہ اہل جنت اہل سنت: ۱۳۱)

کیوں نہ ہو اللہ تعالی نے جو فرمایا ہے: "اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم"۔

❁ ـــــ اسی خطرے کے پیش نظر امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے دو بدمذہب آدمیوں

سے ان کے اصرار کے باوجود چند قرآنی آیات اور احادیث سننے سے انکار کر دیا، اور فرمایا: جاتے ہو یا کہ میں چلا جاؤں!۔ایک صاحب نے عرض کیا اگر آپ سن لیتے تو کیا خرابی تھی ؟، آپ نے جواب دیا: "مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی بیان کردہ (سلف کے خلاف) تفسیر و تشریح میرے دل میں پختہ نہ ہو جائے"۔(سنن دارمی، باب بدعتیوں سے اجتناب)

امت کے اس جلیل القدر امام کے اس عمل سے ان عوام اہل سنت کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو بدمذہبوں کی محافل میں جانے سے بھی باز نہیں آتے۔اور منع کرنے پر کہتے ہیں: "اس میں کیا حرج ہے؟"۔۔۔اس میں جو حرج ہوتا ہے، وہ امام ابن سیرین نے فرما دیا ہے۔(مزید: "بغیر اتباع سلف، قرآن و حدیث سمجھنا ممکن نہیں"، عنوان ملاحظہ کریں)

نجدی سلف کو علی الاعلان مشرک کیوں نہیں کہتے ؟:

الحمد اللہ ! تمام معتبر قدیمی و سلفی تفسیروں میں آیات "من دون اللہ" کا مصداق بتوں اور مشرکوں کو ٹھہرایا گیا ہے، حتی کہ اس سعودی تفسیر کے خاص ماٴخذ (تفسیر ابن کثیر اور فتح القدیر) میں بھی ان مقامات پر "سلفی تفاسیر" کے مطابق ہی تفسیریں کی گئیں ،اور ان آیات کا مصداق صرف مشرکوں اور بتوں کو ہی ٹھہرایا ہے۔جبکہ اس نجدی مفسر نے باوجود ان دو تفسیروں کو اپنی تفسیر کا خاص ماٴخذ بنانے کے بھی ان مذکورہ مقامات پر باقی سلفی تفاسیر کی طرح، ان دو تفسیروں سے بھی سرکشی اور بغاوت اختیار کی ہے۔

اب چاہیے تو یہ کہ سلف مفسرین اور ائمہ اسلام کے بارے منافقت اختیار کرنے کی بجائے ،اور بالواسطہ، دبے لفظوں اور کنایۃً مشرک اور بدعتی کہنے کی بجائے ،انہیں بھی کھل کر مشرکین عرب سے بھی بدتر مشرک کہا جائے جیسے کہ اہل سنت کو کہا جاتا

ہے، کیونکہ ہم اہلسنت کے عقائد نجدیوں کی طرح خود تیار کردہ نہیں، بلکہ انہیں سلف امت کی پیروی واتباع میں اختیار کیے گئے ہیں، جن کی وضاحت آگے آئے گی۔ ۔۔ان شاء اللہ!

جب ان لوگوں کے نزدیک یقیناً یہ ائمہ حضرات بھی مشرک ہیں، تو مشرکوں کو سلف لکھنے والے مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں؟

وہابی اہل سنت نہیں، اور کیا سارے فرقے حق پر ہیں؟:

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کے دور میں، "اہل سنت"، صرف وہ لوگ ہیں، جن کو عام زبان میں "بریلوی" کہا جاتا ہے، کیونکہ یہی لوگ سلف صالحین کے حقیقی پیرو ہیں۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اہل سنت ہی کو نجات پانے ولی جماعت ثابت کرنے کے لیے، اسی چیز کو بطور دلیل پیش کر رہیں، تمام کے تمام سلف صالحین، ائمہ دین مشائخ صوفیہ، اسی عقیدے پر تھے، جو آج اہل سنت کا ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ۱/۷۶)

نجدی مفسر نے لکھا: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت وافتراق مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر وفتح القدیر) جس سے معلوم ہوا کہ اسلام وہی ہے جس پر اہل سنت وجماعت عمل پیرا ہیں اور اہل بدعت واہل فتراق اس نعمت اسلام سے محروم ہیں جو ذریعہ نجات ہے۔" (ص:۱۶۵)

سارے فرقوں کو حق پر سمجھنے والوں اور سب کو اپنی جگہ صحیح کہنے والوں کو غور کرنا چاہیے، کہ ان کی یہ فکر، تعلیم نبوی ﷺ سے ٹکرا رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا؛ (سارے فرقے حق پر نہیں ہوں گے بلکہ) "الا ملةً واحدة"، "یعنی صرف ایک جماعت جنتی (حق پر

)ہوگی"۔(ترمذی کتاب الایمان)

نجدی مفسر نے بھی لکھا: "حق پر صرف ایک فرقہ ہے"۔(۲۲۵،۳۰۶،۱۲۲۳،۱۱۳۲)

اسی لیے پہلے تو غیر مقلد حضرات نے (اپنی بدعقیدگیوں کی وجہ سے) بدنام زمانہ لقب "وہابی" سے بچنے کے لیے، بے خیالی اور جلد بازی میں انگریز سے اپنا جدید و بدعت نام "اہل حدیث"، الاٹ کروایا۔

(ترجمان وہابیہ، سیرت ثنائی، اشاعت السنہ، ج۹ شمارہ ۷، ص ۲۰۳)

پھر جب پاؤں ذرا مضبوط ہوئے، اور بیٹھنے کی جگہ ملی تو ہوش آیا، کہ ہم کیا ظلم کر بیٹھے ہیں، خود ہی اہل سنت کے مقابل، اپنے فرقے کا نیا نام رکھ کر یہ اقرار کر لیا کہ ہم اہل سنت نہیں، اہل بدعت ہیں۔ پھر فریب دینے کو کئی انداز اپنائے گئے اور طرح طرح کی بولیاں بولنی شروع کر دیں، کوئی کہنے لگا: "کہ میں فرقوں میں نہیں پڑھتا، میں نہ سنی ہوں نہ وہابی، میں تو صرف مسلمان ہوں!"۔۔۔ بیچارہ جانتا ہے کہ خود کو وہابی کہنا بھی خسارہ ہے، اور اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے خود کو اہل سنت کس منہ سے کہوں۔

اور کوئی چوری، بلکہ سینہ زوری سے خود کو "اصلی اہل سنت" ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ آج کل ان کے کئی بچے جمورے بڑے فخر سے خود کو وہابی بھی کہہ رہے ہیں، گویا دماغ چکرا رہا ہے، اور حقیقت سے کوسوں دور ہو چکے ہیں۔

کفار کے متعلقہ آیات، مومنین پر چسپاں کرنے والے خارجی اور بدترین مخلوق ہیں:

❁ ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں: بسرا

هم شرار خلق الله ،وقال: "انهم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المومنین" ۔ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان (خوارج) کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے، اور فرماتے: (کیونکہ) وہ لوگ ان آیات کو مومنوں پر لگاتے ہیں، جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں"۔ (بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین: ۲۴، ۱۰۲۴، مسلم کتاب الزکوٰۃ)

پورے نجدی دین اور اس سعودی تفسیر کی بنیاد اسی خارجیانہ طریقے پر ہے، کہ مشرکوں اور بتوں کی مذمت میں نازل ہونیوالی آیات کو مومنین اور صالحین پر چسپاں کیا گیا، جس پر یہ ساری تفسیر گواہ ہے۔ جس سے یہ بات قطعاً ثابت ہوگئی کہ یہ لوگ حقیقت میں خوارج کے متبعین، یعنی خارجی اور بدترین مخلوق ہیں۔

❁ ـــــ سرورکائنات ﷺ نے فرمایا تھا: "هم شر الخلق والخليقة"، یعنی وہ تخلیق اور اخلاق کے لحاظ سے بدتر ہیں۔ (مسلم کتاب الزکاۃ)

❁ ـــــ سعودی مفتی ابن باز نے لکھا ہے: "یہی (یعنی مسلک اہل سنت) کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔ (معاذ اللہ!) (ـــــ عام نصیحت، مفید مجموعہ: ۹ مطابع الحمیضی الریاض)

کیا کفار کے متعلقہ آیات کا، مومنین کیساتھ تعلق ہوسکتا ہے؟:

چونکہ مومن اور کافر میں اصل فرق اور امتیاز ہی عقیدے اور نظریے کا ہے، باقی رہیں عملی اور اخلاقی برائیاں تو وہ سب میں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تم اپنے سے قبل لوگوں کے طریقوں کو ضرور اپناؤ گے، پوچھا گیا: یہود ونصاریٰ کے؟ فرمایا: اور کس کے؟۔ (بخاری کتاب الاعتصام)

لہٰذا جن آیات میں کفار کی عملی خرابیوں کی مذمت کی گئی ہے، ان میں سے جو برائی کسی مسلمان، یا مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں، تو ایسی آیت سے مسلمانوں کو ضرور

نصیحت پکڑنی چاہیے۔ اور ان کو یہ احساس ہونا چاہیے، کہ ہم مسلمان ہیں، رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں، خیر الامم ہیں، ہمیں کفار والی حرکتوں اور عادتوں سے باز رہنا چاہیے۔

باقی رہی وہ آیات جن میں کفار کے مشرکانہ اور کافرانہ عقائد کی برائی کی گئی ہے، ان آیات کو مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

جیسے نجدی مفسر نے ایک جگہ خود لکھا ہے: "یعنی شفاعت کی نفی اہل کفر وشرک کے لیے ہے، اور اثبات ان کے لیے جو گنہگار مومن وموحد ہوں گے، اس طرح دونوں قسم کی آیات میں کوئی تعارض بھی نہیں رہتا۔ (ص:۳۵۸)

یعنی اگر شفاعت کی نفی والی آیات جو کہ کفار کے متعلقہ ہیں، ان کو مومنین کی طرف منسوب کیا جائے، تو یہ تضاد، ٹکراؤ اور تحریف ہوگی۔ لہذا یہ لوگ بعد وصال شفیع الامم ﷺ سے طلب شفاعت کو شرک کہہ کر اس تحریف کے مرتکب ہوئے۔

(برائے تفصیل "شفاعت" کا عنوان ملاحظہ کریں)

اس قسم کی آیات کا مصداق مومنین کو بنانا، یہی اہل خوارج کی بدعت اور ایجاد تھی، جو اِس دور کے خارجیوں میں بھی کامل اور مکمل طور پر پائی جاتی ہے۔

❁......تابعی یزید الفقیر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کے خاص انداز کے مطابق نفی کی آیات (آل عمران: ۱۹۲، سجدہ ۲۰) پیش کر کے جہنمی مسلمانوں کی شفاعت کا انکار کیا، یعنی کفار کے متعلقہ آیت کا مصداق مسلمانوں کو بنایا، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آیت وسیلہ پیش کر کے ان کا رد کر دیا، کہ تم کفار کے متعلقہ آیات سے استدلال کر رہے ہو۔ تو وہ تائب ہو گئے۔ (مسلم کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ)

❁......طلق بن حبیب جو شفاعت کے منکر تھے، انہوں نے اپنا موقف ثابت کرنے

کے لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے کئی آیتیں پڑھ دیں، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تم نے جتنی آیتیں پیش کی ہیں وہ سب مشرکوں سے متعلق ہیں، تو وہ لاجواب ہو گئے۔ (مسند احمد: ۳/۳۳۰، الفتح الربانی ۲۴/۱۱۹، باب فی الشفاعۃ)

معتزلہ جن آیات کو دلیل بنا کر اہل کبائر کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں، خود نجدی لوگ "سلفی تفاسیر" کے حوالے اور سہارے سے ان کے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ یہ آیات صرف کفار اور مشرکین کے متعلق ہیں۔ (مفہوم الشفاعۃ فی السلام: ۱۰۷...۱۲۶، عبد العلیم نور العین نجدی، مکتبہ دعوت وارشاد، ۱۴۲۶ھ)

اب ہم بھی سلف کرام کے حوالے سے یہی کہتے ہیں کہ یہ نجدی وہابی لوگ جتنی آیات پڑھ کر بزرگوں اور ان کی قبور کو بتوں سے ملا کر ان کی گستاخیاں کرتے ہیں، اور مسلمانوں کے عقائد پر حملہ کر کے ان کو مشرکوں سے بھی بدتر کہتے ہیں، وہ سب کی سب آیات صرف اور صرف بتوں شیطان اور کافروں کے متعلق نازل شدہ ہیں، ان کو مسلمانوں سے کچھ واسطہ نہیں۔

گمراہ فرقوں کے قرآن سے استدلال کرنے کی حیثیت؟:

لکھا ہے: "گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے رہے ہیں، اور آج بھی کرتے ہیں۔۔۔"۔ (سعودی تفسیر: ۱۲/۷)

پھر لکھا: "کاش اہل بدعت کو قرآن سمجھنے کی توفیق نصیب ہو"۔ (ایضاً: ۵۴۶)

مزید لکھا: "پڑھتے قرآن کی آیت ہیں اور مسئلہ اپنا خود ساختہ بیان کرتے ہیں۔ عوام سمجھتے ہے کہ مولوی صاحب نے مسئلہ قرآن سے بیان کیا، دراں حالیکہ اس مسئلے کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یا پھر آیات میں معنوی تحریف وملمع سازی سے کام لیا جاتا ہے، تاکہ باور یہی کرایا

جائے کہ یہ من عند اللہ ہے"۔ (ایضا:۱۵۶،۱۹۶،۳۳۰)

یہی حالِ اختلافی مسائل میں اس سعودی تفسیر کا ہے، جو تفسیر نہیں بلکہ اصل میں تحریف القرآن اور مداخلت فی الدین ہے۔

بدعتی کون، سعودی وہابی یا پاکستانی وہابی؟:

غیر مقلد حضرات تقلید کو بدعت اور شرک کہتے ہیں، جبکہ سعودی نجدیوں کا حنبلی ہونے کا دعوی ہے، چونکہ شیخ نجدی کو حنبلی کہا جاتا ہے۔

اب بتایا جائے کہ یہ سعودی نجدی مقلد ہو کر بھی بدعتی مشرک کیوں نہیں، یا تقلید کی کوئی خاص قسم ہے جو جائز ہے؟، اور اس کو شرعی نص سے ثابت کیا جائے۔

آپ نے ابھی نواب صدیق غیر مقلد کا سعودی نجدیوں سے لاتعلقی کا اقرار پڑھا۔۔۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں: "وہابی" کا لفظ (ان نام نہاد اہلحدیثوں کے لیے) اس لیے بھی غلط تھا، کہ یہاں کے اہل حدیث کو نجد کے وہابیوں سے کوئی تعلق نہ تھا، اہل نجد حنبلی ہیں، اہل حدیث کسی امام کے مقلد نہیں۔ ("افادات مہریہ" مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر خاں پنی: ۲۳۶)

عنوان:۵

کیا قرآن پاک ترجمہ و تفسیر کے لیے آسان کر دیا گیا؟:

عام طور پر مخالفین عوام کو انعام یافتہ لوگوں کی راہ سے بہکانے، ذہنی آوارگی کا عادی، اور خواہشات کا بندہ بنانے، سلف کی تقلید کو شرک کہ کر اپنی دکان چمکانے، اپنا اندھا مقلد اور وہابی بنانے کے لیے، یہ کہتے پھرتے ہیں: "کہ جب قرآن پاک تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے آیا ہے، اور وہ خود فرماتا ہے: "کہ ہم نے قرآن سمجھنے

کے لیے آسان کر دیا"۔(القمر:۱۷)

لہذا ہر انسان پر ضروری ہے اور اس کو حق حاصل ہے، کہ وہ خود تحقیق کر کے اس پر عمل کرے، اور خود مفسر بنے۔اسی آزادیٔ مذہب کو عام کرنے کے لیے، سعودی مفسر نے آیت"ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر"۔(القمر ۱۷) کے تحت لکھا:

"یعنی اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا، اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا، اور اسے زبانی یاد کرنا ہم نے آسان کر دیا ہے۔۔۔کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو وہ عربی گرامر اور معانی و بلاغت کی کتابیں پڑھے بغیر اسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے"۔(ص:۱۵۰۳)

اسماعیل دہلوی کی اپنے حوایوں کو تعلیم اور مشورہ ملاحظہ فرمائیں، لکھا:

"اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں۔۔۔اور اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔"۔(تقویۃ الایمان:۲۳، نعمانی کتب)

۞......شریعت محمدیہ میں اپنے گھر سے ایک نئے فرض کا اضافہ کرتے ہوئے، ہر خاص و عام کو محقق و مفسر بنے کا سبق دے رہا ہے، لکھا:"ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے"۔(ایضا:ص ۲۵)

اور بطور استہزا یہ بھی کہتے ہیں کہ علماءِ اہلسنت، عوام بیچاری کو اندھیرے میں رکھنے کے لیے کہتے ہیں:"یہ بڑی مشکل کتاب ہے، اس کو صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، عام آدمی کو چاہیے کہ صرف تلاوت تک ہی اکتفا کرے"۔

لعنة الله عَلَى الكاذِبين!

یہ جھوٹ اور کھلا بہتان ہے، جسے کوئی وہابی مولوی اہل سنت کے کسی عالم دین

کی تحریر وتقریر سے ثابت نہیں کر سکتا، جس میں کہا گیا ہو کہ عام آدمی صرف تلاوت کر، بلکہ علماء کرام فرماتے کہ عوام الناس کو بھی قرآن سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے ،اور چونکہ عام آدمی میں اتنی صلاحیت ہی نہیں ہوتی ،اور نہ ہی ہر ایرے غیرے کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، کہ وہ خود مترجم، مفسر اور محقق بنا پھرے۔۔۔لہٰذا ان کے لیے ضروری ہے، کہ اپنے عقائد ونظریات کی حفاظت کے لیے، صرف سنی علماء کے ترجمہ وتفسیر کا ہی مطالعہ کریں، اور بدمذہبوں کے ترجمہ وتفسیر سے پرہیز کریں۔

یہی کتاب وسنت اور سلف کی تعلیم ہے، اور اس کے بغیر کسی کا بھی گزارا نہیں۔ یعنی عوام کو صرف خود مترجم ومفسر بننے سے منع کیا جاتا ہے، نہ کہ اہل سنت کے ترجمہ وتفسیر پڑھنے سے بھی۔

ورنہ غیر مستند ترجموں اور تفسیروں کی وجہ سے جو خرابی اور فساد ہوا، اس کو سمجھنے کے لیے یہی "سعودی تفسیر" کافی ہے۔

(مزید "علم القرآن"، از مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، کا مقدمہ ملاحظہ کریں)

❁......لطیفہ: ذاکر نائیک غیر مقلد وہابی، یزیدی (کیونکہ وہ یزید کو رضی اللہ عنہ، اور بے گناہ کہتا ہے، حالانکہ یزید کے فسق پر امت کا اتفاق ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت ،کافر اور لعنتی کہتی ہے۔ اسماعیل دہلوی نے بھی یزید اور شمر کو ہی امام عالی مقام کا قاتل قرار دیا اور بدتر انسان کہا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۲، روح المعانی: ج ۱۳، تقویۃ الایمان) اپنی ایک تقریر میں، تضاد بیانی کرتے ہوئے کہتا ہے: "اکثر کئی مسلمان کہتے ہیں، کہ یہ قرآن ایسی کٹھن کتاب ہے ،ایسی مشکل کتاب ہے، یہ صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، عام آدمی نہیں سمجھ سکتا"۔

تھوڑی دیر بعد خود ہی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتا ہے: "اور کئی عربی

الفاظ کے پچاس سے زیادہ معانی ہوتے ہیں، ایک آیت کے کئی معانی ہوتے ہیں، یہ اللہ سبحنہ وتعالیٰ کی آخری کتاب سب سے کٹھن کتاب ہے، مشکل کتاب ہے جس کا ترجمہ ہوسکتا ہے"۔

پھر "پس تم جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تمہیں خود علم نہ ہو"۔ (الانبیاء:۷)، پڑھ کر کہا:" اگر ترجمہ پڑھ رہے ہیں اور چند آیت آپ کو سمجھ میں نہیں آتی تو عالموں سے پوچھ لیں،۔۔۔ترجمہ ضرور پڑھیں"۔ (عنوان تقریر:" کیا قرآن سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟")

ہم بھی تو یہی کہتے ہیں! کہ بغیر علماء کی رہنمائی کے قرآن کا ترجمہ وتفسیر سمجھنا ناممکن ہے۔

"ولقد یسرنا القرآن" کا صحیح مفہوم:

- ۔۔۔ذاکر نایک نے "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر"۔ (القمر۱۷) کا ترجمہ کیا: "ہم نے قرآن مجید آپ کو سمجھنے کے لیے آسان بنایا، یاد رکھ سکے، آپ میں کون شخص اس کی بات نہ مانے گا؟"۔ (عنوان تقریر:" کیا قرآن سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟")
- ۔۔۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ترجمہ کیا: اور بیشک ہم نے قرآن کو (زبانی) یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا، تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟۔ (القمر:۱۷)
- ۔۔۔علامہ غلام رسول سعیدی دام ظلہ نے ترجمہ کیا:" اور بیشک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کردیا، تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا"۔ (القمر.۱۷)
- ۔۔۔سعودی قرآن کے مترجم (جوناگڑھی) نے (القمر:۱۷) میں "للذکر" کا ترجمہ "سمجھنے کے لیے"، اور "مدکر" کا ترجمہ "نصیحت حاصل کرنے والا"، کیا۔

جبکہ (القمر: ۲۲،۳۲،۴۰) میں "للذکر" کا ترجمہ "نصیحت کے لیے"، اور "مدکر" کا ترجمہ "نصیحت حاصل کرنے والا" کیا ہے۔

اور اس سے پچھلی آیت (القمر: ۱۵) میں "مــدکــر" کا معنٰی، "فتح القدیر" کے حوالے سے، "عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے والا"، کیا ہے۔ (ص ۱۵۰۳)

معلوم ہوا کہ ان آیات میں "للذکر" اور "مدکر" کا معنٰی، نصیحت حاصل کرنا ہے، نہ یہ کہ ہر آدمی کے لیے اس کا ترجمہ وتفسیر کرنا آسان کر دیا گیا ہے۔

لیکن بہتر ترجمہ وہ ہے جو میرے امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے کیا کہ ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان کر دیا۔ کیونکہ قرآن سے نصیحت بھی ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔۔۔ بلکہ قرآن متقین کے لیے نصیحت ہے۔ (آل عمران: ۱۳۸)

نجدی مفسر نے خود بھی لکھا: "بشرطیکہ کوئی قرآن سے نصیحت حاصل کرنا چاہے۔ ورنہ ۔۔۔ دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟"۔ (ص: ۳۷۳)

فاروق اعظم کا ارشاد کہ قرآن ماہرین سے سمجھو:

"حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! جو قرآن کا مسئلہ پوچھنا چاہے، وہ ابی بن کعب سے پوچھے، جو سیرت کے احکام پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابت سے پوچھے، جو فقہ کا مسئلہ پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل سے پوچھے"۔ (طبرانی اوسط، مجمع الزوائد، ۱/۱۳۵)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو از خود محقق ومفسر بننے کی بجائے، ان شعبہ جات کے ماہر علما کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا ممتاز علما کے فتوٰی اور فیصلہ جات پر عمل کرنا اور انھیں دلیل سمجھنا درست ہے، اور اسی کا نام

تقلید ہے۔

اور کیا آپ ﷺ کی متعدد حدیثوں میں قرآن سیکھنے اور سیکھانے کی تعلیم نہیں ہے؟۔۔۔نجدی مفسر نے بھی لکھا: ''کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو قاری قرآن کا ماہر بھی ہو'' ۔(بخاری: تفسیر عبس: ۱۶۸۶)

بغیر اتباع سلف، قرآن وحدیث سمجھنا ممکن نہیں: (اہمیت مسلک سلف)

جب دنیاوی معاملات میں آدمی شعبہ جات کے ماہرین کی طرف یہ سوچ کر رجوع کرتا ہے، کہ وہ مجھ سے بہتر جانتے ہیں، اور میں خود مداخلت کر کے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھاؤں گا۔۔۔یہ تو پھر بھی بندے کے دین اور ایمان کا معاملہ ہے، جو اس سے کہیں زیادہ اہم اور نازک ہے۔

اگر پھر بھی کسی کو خود ہی سب کچھ بننے کا خبط ہو، تو اس کو چاہیے کہ وہ پہلے تو بغیر کسی عالم یا کتاب کی مدد کے الفاظ قرآنی پر اعراب لگائے، (کیونکہ یہ دور رسالت کے بعد لگائے گئے ہیں)، پھر ترجمہ کرے۔

تفسیر کا معاملہ تو بعد کا ہے۔۔۔ان شاء اللہ! ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔

اور شاید وہ یہ نہیں جانتا، کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرتے ہوئے بڑے بڑے علماء بڑی بڑی غلطیاں کھا گئے، یہ کس کھیت کی مولی ہے؟۔

(''کنز الایمان'' اور ''ارشاد الایمان'' وغیرہ سے ''تراجم کا تقابلی جائزہ'' ملاحظہ کریں)

معلوم ہو گیا جو یہ کہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے کسی عالم کی پیروی کی ضرورت نہیں، وہ احمق و جاہل ہے، اور اس نے خود کو گمراہی کے گڑھے میں گرا لیا ہے۔

نجدی مفسر نے بھی ترجمہ وتفسیر کی مشکلات اور مفسرین کے اختلاف کا ذکر کیا ،اور اقرار کیا کہ بغیر سلف کرام کی اتباع کے قرآن سمجھنا ناممکن بھی ہے،اور قرآن کی ایسی تفسیر جو منہج سلف سے ہٹ کر ہو، مردود ہے۔لکھا:"بعض قدیم وجدید مفسرین نے (جو صحابہ وتابعین کی تفسیر اور سلف کے منہج ومسلک کو اہمیت نہیں دیتے)۔(ص:۱۱۴)

اور لکھا:"اجماع امت کا انکار کفر ہے"۔(ص:۲۵۶)

تو عام آدمی کو اجماعی مسائل کا علم کیسے ہوگا؟، کہ ان سے اختلاف نہ کرے۔

اسی سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (بنام "تفسیر احسن البیان"، مکتبہ دارالسلام لاہور، ریاض) میں بھی یہ دعویٰ کیا، بلکہ سفید جھوٹ بولا:" کہ یہ سعودی تفسیر، تفسیر ابن کثیر، فتح القدیر ،ابن جریر، طبری، جیسی سلفی وقدیمی تفاسیر کا خلاصہ اور سلف کے منہج ومسلک کا آئینہ ہے۔(ص:۱۱،۶، ۱۴۹،۶۸،)

میں کہتا ہوں اگر قرآن سمجھنا اتنا ہی آسان ہے تو پھر ان تفسیروں سے استفادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔

نجدی مفسر نے آیت:" پس تم جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تمہیں علم نہ ہو"۔(انبیاء:۷) کے تحت لکھا:"اس میں تو علماء کی طرف رجوع کرنے کی تاکید ہے، جو عوام کے لیے ناگزیر ہے، جس سے کسی کو مجال انکار نہیں ہے۔۔۔تو مطلب ہوا کہ علماء کے ذریعے سے نصوص شریعت معلوم کریں۔۔۔"۔(ص:۸۸۴)

سعودی مفتی نے لکھا" اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔(فتاوی ابن باز، اردو:۴۷، دارالسلام الریاض)

سورۃ توبہ (۱۲۲) کے تحت نجدی مفسر نے لکھا:"۔۔۔ہر بڑی جماعت یا قبیلے میں

سے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ دیں اور مدارس و مراکز علم میں جا کر اسے حاصل کریں اور پھر آ کر اپنی قوم میں وعظ و نصیحت کریں۔۔۔" (سعودی تفسیر: ۵۵۶)

لکھا: "تفصیل کتب فقہ و شروح اور تفاسیر میں ملاحظہ کریں"۔ (ص: ۲۲۵، ۲۷۳، ۳۰۱، ۱۶۱۸)

سورۃ یوسف (۲۴) کے مفہوم اور ترجمہ کے متعلق، مفسرین کے اختلاف اور مشکلات کا ذکر کیا۔ (ص: ۶۴۵،۱۵۷)

مزید لکھا: لیکن اگر قرآن کا ترجمہ و مطلب نہیں آتا، تب بھی اس کی تلاوت میں کوتاہی جائز نہیں ہے۔ (ص: ۵۴)

لکھا ہے: "قاضی شوکانی فرماتے ہیں، اس کی یہی تفسیر صحیح اور حق ہے، جس سے عدول اور کسی اور مفہوم کی طرف جانا صحیح نہیں ہے"۔ (ص: ۴۶۷۔ مزید، ص: ۱۳۵۵)

لکھا ہے: البانی نے صحیح کہا باقی علماء ضعیف۔ (ص: ۱۵۹۷، ۹۳۷)

لکھا ہے: شوکانی نے کہا کہ اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے والے مسلمان تھے، جبکہ ابن کثیر نے کہا کہ کافر تھے، کیونکہ کہ یہ کام لعنت کا باعث ہے۔ (ملخصا، ص ۸۰۵)

کتنا اختلاف ہے؟ ایک لعنتی کام کہہ رہا ہے اور دوسرا جائز۔

❁ ۔۔۔ ایک دفعہ پھر دہلوی صاحب کی نصیحت ملاحظہ کریں: "اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں۔۔۔ اور اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔"۔ (تقویۃ الایمان: ۲۴)

❁ ۔۔۔ مزید لکھتے ہیں: "ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے"۔ (ایضا: ۲۵)

دہلوی صاحب کی "تقویۃ الایمان" کو ایمان کی تقوت سمجھنے والے بتائیں، کہ

جو بندہ دہلوی کے اس مقرر کردہ نئے فرض (بدعت) پر عمل کرے گا، اس کا ایمان مضبوط ہوگا یا کہ برباد؟۔۔۔اور وہ اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کیسے پالے گا؟۔۔۔یا پھر تو اسے راہب ہی بننا پڑے گا۔

سعودی تفسیر میں ان مقامات پر سلف، محدثین، اہلسنت کے مسلک اور اجماع امت کا تذکرہ کیا گیا۔(ص ۱۳، ۳۳، ۱۱۱، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۳۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۲۳، ۲۵۶، ۳۱۸، ۳۳۱، ۳۷۷، ۳۱۴، ۳۲۳، ۳۳۰، ۳۵۳، ۷۱۸، ۷۷۳، ۳۷۸، ۳۵۳، ۵۵۷، ۱۱۷۳، ۱۱۸۲، ۱۳۱۱، ۱۵۰۰، ۱۵۲۳، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۶۹، ۱۶۰۰، ۱۶۱۶، ۱۶۵۹، ۱۷۰۵، ۱۷۳۶)

سعودی تفسیر میں تقلید، اور فرقوں کا ذکر:(ص ۶۰۶، ۹۰۵، ۹۳۵، ۹۵۷، ۱۰۲۲، ۱۰۹۰، ۱۱۳۲، ۱۱۶، ۱۱۹۳، ۱۳۵۳، ۱۴۹۹، ۳۳۰، ۶۷، ۵۸۷، ۸۵، ۱۱۱، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۵۸، ۱۶۳، ۱۶۵، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۹۱، ۳۳۰، ۳۵۱، ۳۵۵، ۳۶۳، ۳۶۹، ۵۱۷، ۵۷۳)

ان ائمہ سلف اور ان کی کتب کا تذکرہ اور ان سے استفادہ کیا گیا:

تفسیر قرطبی کا ذکر۔(ص: ۱۸، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۵۲، ۱۶۹، ۱۹۸، ۲۰۵، ۱۵۶۹)

تفسیر طبری کا ذکر۔(ص: ۳۶، ۴۳، ۱۱۷، ۱۲۷، ۱۸۱، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۲۱، ۲۱۹، ۳۳۸، ۳۳۲، ۳۳۸، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۸۵، ۵۲۷، ۵۳۲، ۹۷۱، ۱۰۰۳، ۱۲۰۶، ۱۲۳۹، ۱۳۳۹، ۱۳۷۸، ۱۳۶۵، ۱۳۶۷، ۱۲۰۶، ۱۵۷۱، ۱۷۰۷، ۱۷۱۹، ۱۷۲۲)

روح المعانی کا ذکر۔(ص ۲۰۹، ۸۱۵)

فتح الباری کا ذکر۔(ص: ۳۰۵، ۳۷۵، ۹۱۳، ۱۰۷۸، ۱۵۹۷، ۱۶۸۹، ۱۷۵۲، ۱۷۳۶، ۱۷۰۲)

الفوز الکبیر: ۳۳ پر۔ مرعاۃ المفاتیح: ۲۵۰ پر۔ مرقاۃ: ۴۶۹ پر۔ فیض القدیر: ۲۱ ۱، ۱۷۰ پر۔ سیرت ابن ہشام: ۱۵۷، ۱۰۰۸ پر۔ فتح الربانی: ۵۱ پر۔ امام ابن العربی: ۲۶۶ (فتح القدیر) پر۔

امام شافعی کا ذکر۔(ص: ۲۱۳، ۳۷۷، ۳۸۶، ۱۳۹۳)

امام مالک کا ذکر۔(ص:۵۲۸،۹۶۸،۱۵۴۳،۱۵۵۷)امام بغوی کا ذکر:۱۳۲۵۔

امام ابوحنیفہ،احناف:(ص۴۱۳،۳۸۶،۵۲۸،۱۵۴۳،۱۵۴۴)

سلطان صلاح الدین ایوبی:(قبل اذان درود)

سعودی تفسیر میں سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے بیت المقدس کو عیسائیوں سے آزاد کروانے کا ذکر کیا گیا۔(ص:۱۲۶)

یہ وہی شخصیت ہے، جس نے (۷۸۱ھ) میں اذان سے پہلے درود شریف کا آغاز کروایا تھا۔(القول البدیع:۱۹۲) جس کو آج نجدی بدعت اور گناہ کہتے نہیں شرماتے ہیں۔(سعودی تفسیر:۱۱۹۰)۔۔۔گویا یہ سلطان اور (۷۰۰) سال سے پوری امت مسلمہ بھی ان کے نزدیک بدعتی ہے۔

- ۔۔۔شیخ نجدی نے ایک نابینے مؤذن کو اس لیے قتل کروادیا کہ وہ اذان کے بعد درود شریف پڑھتا تھا۔(الفجر الصادق:۱۷)
- ۔۔۔علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا کہ: کثرت سے درود شریف پڑھنا اہل سنت کی علامت ہے۔(القول البدیع)

معلوم ہوا کہ درود پاک کو حیلوں بہانوں سے روکنا بدعتی ہونے کی علامت ہے۔

فرقہ واریت کا سبب فروعی اختلاف نہیں، تفرقہ پسند ٹولا؟:

نجدی مفسر نے لکھا:"قرآن وحدیث کے فہم اور اس کی توضیح وتعبیر میں کچھ باہم اختلاف، یہ فرقہ بندی کا سبب نہیں ہے۔یہ اختلاف تو صحابہ اور تابعین کے عہد میں بھی تھا، لیکن

مسلمان فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے"۔(ص:۱۳۴۴)

پھر لکھا: اس سے بعض صحابہ نے استدلال۔(ص:۱۳۲۰)

مزید لکھا: "یعنی ان کا تعلق ان فروعی مسائل سے نہیں ہے، جن میں دلائل باہم مختلف یا متعارض ہوتے ہیں، یا جن میں کبھی فہم کا تباین اور تفاوت ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان میں اجتہاد و اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے، اس لیے یہ مختلف ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں، تاہم توحید و اطاعت [illegible] نہیں، اصولی مسئلہ ہے جس پر کفر و ایمان کا مدار ہے"۔(ص:۱۳۶۳) ـــ مزید لکھا: علمی [illegible] ہے، دونوں فریقوں کے پاس دلائل ہیں۔(ص:۱۳۷۸)

یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی غیر مقلد حضرات سنی عوام کو وہابی [illegible] لیے، چند فروعی مسائل کو اچھال کر احناف کو گمراہ، مخالف سنت، ان کی نمازوں [illegible] کہتے ہیں، جو یقیناً فساد فی الارض، تفرقہ پسندی اور انگریز دوستی کے سوا کچھ ہے۔

اور مقصد اپنے عقیدے کی خباثت کو چھپانا ہوتا ہے، کہ اگر عوام الناس سے پہلے عقیدے کی بات کی تو شکار ہاتھ نہیں آئے گا، چونکہ عوام میں یہ پہلے ہی سے کافی مشہور ہے، کہ نجدی لوگ گستاخ اور گمراہ ہیں، لہذا عوام کو بخاری کی رفع یدین کے متعلق چند حدیثیں دکھا کر متاثر کرو، کہ دین پر اصل عمل کرنے والے تو ہم لوگ ہیں، جب کوئی متاثر ہو گیا، تو پھر خود ہی آہستہ آہستہ نجدی عقائد بھی قبول کر لے گا۔

آزادیٔ رائے، ترک مسلک سلف و تقلید و اجماع کا انجام: (نیا فرقہ؟)

جب تک امت مسلک سلف، اجماع امت اور فقہا کی تقلید پر قائم رہی، فروعی اختلاف کے باوجود بھی مسلمان آپس میں یک جان تھے، کسی فروعی مسئلے کی بنا پر کوئی کسی کو طعن کا نشانہ نہیں بناتا تھا۔ پھر جوں ہی اسلام دشمن قوتوں کی سوچی سمجھی سکیم کے تحت

مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کے لیے، دین میں آزادیٔ رائے کا فتنہ شروع ہوا، پھر تو نت نئے فرقے وجود میں آنے لگ گئے۔

جیسا کہ "شیخ نجدی" اور اس کے اتباع کی ضلالت کا بھی یہی سبب ہے۔

شیخ نجدی کے بھائی، شیخ سلیمان، علامہ دحلان مکی اور علامہ آفندی وغیرہ علماء نے لکھا:

"محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیرو، اپنی خواہش سے قرآن پاک کی تاویلیں کرتے تھے، نبی پاک ﷺ، صحابہ کرام، سلف صالحین اور ائمہ مفسرین علیہم الرحمۃ کی تفسیر کے مطابق تفسیر نہیں کرتے تھے۔ (الصواعق الالٰہیہ، الدرر السنیہ: ۴۲، الفجر الصادق: ۱۹)

● ــــ کتاب: "ہمفرے کے اعترافات" میں بھی یہ بات موجود ہے۔

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے: "ہر خاص وعام کا فرض ہے کہ کتاب وسنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے"۔ (تقویۃ الایمان: ص ۲۵)

یعنی سلف کرام کے طریقے کی پابندی کی کوئی حاجت نہیں، بس خود ہی۔۔۔۔

غیر مقلدین کے مجتہد نواب صدیق حسن لکھتے ہیں: "فرمانروانِ بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب میں کوشش رہی، جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے۔۔۔ دولت عالیہ برٹش نے۔۔۔ بلکہ اشتہار آزادیٔ مذہب جاری کیے"۔ (ترجمان وہابیہ: ۳)

مزید لکھتے ہیں: "اگر کوئی بدخواہ وبداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا، تو وہی شخص ہوگا جو آزادیٔ مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ داداؤں کے وقت سے چلا آرہا ہے، جما ہوا ہے"۔ (ایضاً: ۵)

نواب صاحب کی ان دو عبارتوں میں کس قدر واضح گواہی ہے کہ آزادیٔ مذہب اور نئے فرقے کی ابتدا کرنا، اللہ ورسول کی منشا نہیں، بلکہ اسلام دشمنوں کی منشاء

ومنصوبہ تھا، جو نجدیوں نے پورا کر دکھایا۔ اور یہ بھی کہ اہل سنت انگریز کے دشمن ہیں، اور ان کا مسلک قدیمی ہے۔

مزید لکھا: ''خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے، کہ جب سے اسلام آیا ہے، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں''۔

مزید لکھا: ''حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے''۔۔۔۔۔۔مزید: ''اور ہند کے (مسلمان) اکثر حنفی اور بعضے شیعہ اور کمتر اہل حدیث''۔ (ایضا: ۱۰،۱۵،۵۷)

۞۔۔۔۔ ثناء اللہ امرتسری نے بھی لکھا: اسّی (۸۰) سال (انگریز کے آمد سے) پہلے قریبا سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شمع توحید: ۱۴۰، امرتسر و سرگودھا: ۵۳ مکتبہ عزیزیہ لاہور)

احسان الہی ظہیر نے چاہا تو یہ تھا کہ بریلویوں کو نیا فرقہ ظاہر کیا جائے، مگر اللہ تعالی نے حق کو سربلند کیا، اور خود منکر سے یہ اقرار کروایا۔۔۔ کہ یہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں، ان کے عقائد وہی ہیں، پوری دنیا کے قدیمی مسلمانوں کے ہیں۔

لکھا: یہ جماعت (بریلوی) نام کے اعتبار سے اگرچہ نئی ہے، مگر عقائد کے لحاظ سے پرانی ہے، اور یہی عقائد پوری دنیا کے مسلمانوں کے ہیں۔ (البریلویہ ملخصا: ۱۰،۷)

اسماعیل دہلوی بزرگوں اور صحیح العقیدہ باپ داداؤں کے طریقے کی بھی مخالف پر ابھار رہا ہے: ''اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں''۔

(تقویۃ الایمان: ص ۲۳، نعمانی کتب خانہ)

۞۔۔۔۔ مخبر صادق ﷺ کی تعلیم بھی ملاحظہ کریں، فرمایا: کہ آخری زمانے میں کچھ

جھوٹے اور مکار قسم کے لوگ ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی (نئی نئی) باتیں لائیں گے، "بما لم تسمعوا انتم ولا اباء کم"، جو پہلے نہ تم نے اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہونگی، ان کو خود سے دور رکھنا اور ان سے دور رہنا، کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ مسلم شریف)

⁕ ـــ فرشتے بھی دعا کرتے ہیں، اے اللہ! مؤمنین کے (حقیقت میں) صالح آباء کو بھی جنت میں لے جا۔ (مومن:۸)

معلوم ہوا اہل سنت حق پر ہیں کہ اپنے آباء اور سلف کے مسلک پر قائم ہیں، جبکہ وہابی نیا فرقہ ہے، جس نے انگریز کی خوشنودی اور امت میں تفرقہ وانتشار کے لیے نئی نئی باتیں نکالی ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا صرف گمراہ آباء کی پیروی منع ہے۔

نواب صدیق اجماع سلف کو نظر انداز کر کے ایک نئے فرقے کی ابتدا کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب وسنت کی دلیلوں کو اپنا دستوالعمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں"۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۰)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی اپنا رشتہ سلف سے منقطع کرتے ہوئے یہی کچھ کہا۔ (اشاعۃ السنۃ: ج ۹، شمارہ ۳، ص: ۷۲)

⁕ ـــ ذاکر نائیک بھی سلف صالحین سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے: "بہن نے پوچھا ہے کون سے اسلام پر عمل کرے؟ اسلام جو قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس پر عمل کرے"۔ (عنوان تقریر "اسلام کے متعلق غلط فہمیاں")

پھر جب خود ہی اس آزادئ مذہب ورائے کے سیلاب میں غرق ہونا شروع

ہوئے، تو پھر حواس باختہ ہو کر مولوی حسین بٹالوی پکار اٹھے: "اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خودسری وخود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے، اور ہندوستان کے ہر شہر وبستی وکوچہ وگلی میں پھیل گئی ہے، جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے"۔

(اشاعۃ السنۃ ج۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۵)

آزادروی کی یہ ہوا اتفاقاً نہیں چلی تھی، بلکہ اس میں انگریزی حکومت کی منشا بھی شامل تھی (جیسے خود اقرار کیا)۔ (علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ "البریلویہ کا تحقیقی تنقیدی جائزہ")

محمد حسین بٹالوی کا بیان ہے: "پچیس ۲۵، برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے، جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں، وہ اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں بعض لامذہب جو کسی دین ومذہب کے بغیر ہیں اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ (اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۸ء، تجدید ۵۱۵)

نواب صدیق حسن غیر مقلدین کے نو پیدا ہونے اور ضلالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس زمانہ میں نمائش اور ریاکاری کا عادی فرقہ پیدا ہوا ہے، جو اپنے علاتی بھائیوں (احناف) کے مقابل حدیث وقرآن کے علم اور ہر معاملے میں قرآن وحدیث پر عمل کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ علم، عمل اور معرفت میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے"۔ (الحطہ: ۱۵۳)

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام سب پر حرف

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۶

وہابیوں کے (۴۱) جھوٹوں کی نشاندہی:

یوں تو پورا نجدی دین ہی جھوٹ کا پلندا (بنڈل) ہے، جس پر مخصوص مسائل میں سعودی تفسیر گواہ ہے۔ اس لیے ان لوگوں کے جھوٹوں کا احاطہ اور جمع کرنے کے لیے الگ کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ ہم یہاں پر صرف چند جھوٹوں کی نشاندہی کررہے ہیں، وہ بھی بالخصوص غیر مقلدین کے، اگرچہ دیوبندی بھی ان کے ہم عقیدہ اور ہم اصول ہیں، اور دنیائے نجدیت سے مطالبہ ہے کہ ان کے ثبوت فراہم کریں۔

ہمارے متعلق سعودی مفسر نے لکھا: آج قبر پرستوں کے پاس کچھ دلیل نہیں۔ (مخلصاً :۱۰۹۱)۔۔۔یہ بھی لکھا: "دلائل نہ رکھنے کے باوجود یہ اوہام باطلہ، ظنون فاسدہ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں"۔ (ص:۵۷۳)

ہم بھی ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں: کہ آج "نجدیت" پرستوں کے پاس ان جھوٹوں کا کچھ ثبوت نہیں،۔۔۔۔۔سوائے ظنون فاسدہ کے!۔

"حقیقت التوحید" کتاب کے جھوٹ:

"حقیقت توحید" صالح بن فوزان سعودی نجدی نے لکھی ہے۔ اس کے ٹائٹل پہ لکھا ہے: "حجاج کے لئے تحفہ"۔ (مکتبہ "الدعوۃ والرشاد الریاض")

اس میں ایک جگہ لکھا: "جیسا کہ آج کل کے قبر پرست (مراد اہلسنت ہیں) جو یہ کلمہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں، لیکن اس کے معنی کو بالکل نہیں سمجھتے۔۔۔(چونکہ فوت شدگان کو وسیلہ بناتے ہیں، اس لیے)، پہلے مشرکوں نے کلمہ کے معنی کو ان سے بہتر

سمجھا"۔(استغفراللہ!)(حقیقت توحید،اردو:۴۷)

قارئین اب نمبروار جھوٹ ملاحظہ کریں۔(ان کا رد اپنے اپنے عنوانات کے ضمن میں دیکھیں کریں)

۱: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم صرف اسی سے، کسی ولی وغیرہ کے واسطہ کے بغیر دعا کریں۔(ایضاً:۴۹)

۲: اس طرح جن آیات میں دعا کرنے کا حکم دیا، ان میں یہی ہے کہ براہ راست کسی کے واسطہ کے بغیر دعا کرو۔(ایضاً:۵۰)

۳:"کہ صحابہ کرام نے کبھی بھی قبرالرسول ﷺ پر حاضر ہو کر آپ سے توسل واستمداد نہیں کی۔(ایضاً:۶۰) یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان عظیم ہے۔

۴: "ناجائز وسیلہ یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی ذات، یا عظمت، یا حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے سؤال کرنا۔۔۔قطع نظر اس سے، کہ جس کے واسطہ سے سؤال کیا جارہا ہو، وہ زندہ ہو یا مردہ۔ اس طرح سؤال کرنا بدعت، حرام اور شرک کے وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہے"۔(ایضاً:۵۶،۵۵)

۵: "عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق جھوٹ بولا:"کہ اس نابینا نے آپ ﷺ کی موجودگی میں، آپ ﷺ کے وسیلہ اور نداء سے دعا کی، نا کہ غیر موجودگی میں"۔(ایضاً:۵۷)

۶: "کہ کسی کی غیر موجودگی میں وسیلہ اختیار کرنے والا، اس کی عبادت کرنے والا ہے، جیسے مشرک کرتے تھے۔(ایضاً:۵۲،۵۱)

اس فتویٰ سے صحابہ کرام بھی مشرک ٹھہرے۔(استغفراللہ!)

(اس جھوٹ کے متعلق مزید "مسجد میں استغاثہ" عنوان کے تحت ملاحظہ کرلیں)

۷: "مشرکین مکہ" بھی ان (اہلسنت) کی طرح اللہ کی بجائے مخلوق سے اپنے تعلق کی درستگی ثابت کرنے کے لیے، یہی کہتے تھے: کہ ہم صالحین سے صرف یہ چاہتے ہیں، کہ وہ ہماری اللہ کے ہاں شفاعت کریں۔ جیسا (سورۃ: زمر۳، یونس:۱۸) میں ہے"۔ (ایضا، ملخصا:۴۴)

"سعودی تفسیر" کے جھوٹ:

۸: کہ اہل سنت نبی اکرم ﷺ کو عالم الغیب کہتے اور مانتے ہیں۔ (ص:۱۴۴)

۹،۱۰: (۱): "۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مردوں کے لیے قرآن خوانی کی ترغیب دی نہ۔۔۔ رہنمائی فرمائی۔ (۲): اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں، اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا، تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے۔۔۔ (ملخصا:۱۴۹۸، نجم:۳۹)

۱۱: "قرآن۔۔۔ سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے"۔ (ص:۱۰۶۴)

۱۲: مشرکین مکہ بتوں کو "الٰہ" نہیں سمجھتے تھے، صرف وسیلہ سمجھتے۔ (ص:۱۳۲۵، ۵۲۶)

۱۳: "قیامت کو کوئی، کسی کی مشکل کشائی پر قادر نہیں ہوگا"۔ (ص:۵۷۱)

۱۴: "مرنے کے بعد۔۔۔ حتیٰ کہ نبی و رسول ہو، اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا"۔ (ص:۵۷۱)

۱۵: کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مدد کی قدرت نہیں دی۔ (ص:۱۳۰۵)

۱۶: اہل سنت نبی کریم ﷺ کو فوت شدہ نہیں مانتے۔ (ص:۸۳۶)

۱۷: "ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے"۔ (ص: ۲۸۵)

۱۸، ۱۹: "قرون اُولی کے "بہت بعد" ایک مرتبہ پھر "عرب میں" شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے"۔ (ص: ۱۳۹۳)

اس عبارت میں دو جھوٹ ہیں۔ (۱) "بہت بعد"۔ (۲) "عرب میں"۔

۲۰: "حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفے ﷺ اختیار کرنے کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالی کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے۔ (ملخصاً: ۲۰)

۲۱: "اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا"۔ (تلخیص: ۲۰)

۲۲: "مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں"۔ (ص: ۱۶۷۳)

۲۳: اہلسنت افضل البشر ﷺ کو بشر نہیں مانتے۔ (ص: ۲۹۳)

۲۴: الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ، خانہ ساز درود ہے۔ (ص: ۱۱۹۰)

۲۵: اور یہ درود شریف آپ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ (ایضاً)

"تقویۃ الایمان" کے جھوٹ:

۲۵: "مشرکین بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کا بندہ اور مخلوق جانتے تھے۔۔۔ اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ (تقویۃ الایمان ۲۹)

۲۶: "سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا"۔ (تقویۃ الایمان ۹۶)

یعنی وہ قرب قیامت والی ہوا چل گئی، اور تمام انسان بے ایمان ہیں۔

۲۷: وہ بتوں کی عبادت والا شرک پھیل گیا۔ (تقویۃ الایمان، ص ۹۶، مکتبہ خلیل)

۲۸: آپ ﷺ پر جھوٹ باندھا: ''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان)

۲۹: ترجمہ (یوسف ۱۰۶): ''اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں''۔ (تقویۃ الایمان:۲۶)

۳۰: (مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان:۵۱)

ایک اور کتاب کے جھوٹ:

کتاب ''امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی'' (دارالکتاب والسنۃ، ریاض) سے شائع ہوئی، جس بھی بھرپور طریقے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہم غیر مقلد پکے ''نجدی'' اور نجدی مشن کے حمایتی ہیں، لکھا: ''کیونکہ اہل حدیث عقیدہ ومنہج کے اعتبار سے شیخ نجدی کے حامی اور ان کی دعوت کے مؤید تھے''۔ (ایضا:ص:۱۰)

تضاد دیکھیے، نواب صدیق اس کا انکار کرتے ہیں، لکھا: ''ہند کے (غیر مقلد) لوگوں کو وہابیہ نجدیہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور صریح غلطی ہے''۔ (ترجمان وہابیہ:۱۴)

اس کتاب کے چند جھوٹ درج ذیل ہیں۔

۳۱: ان (شیخ نجدی) کے عقائد اور مقالات سب کے سب اہل سنت کے موافق ہیں۔ (ص:۳۸)　　لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

۳۲: ان (شیخ نجدی) کا طریقہ سلف صالحین کے مطابق تھا۔ (ص:۳۹، ۴۱)

۳۳: یہی راہ (جو شیخ نجدی کی ہے) ان کے امام، امام اہل سنت احمد بن حنبل کی بھی تھی۔ (ص:۴۷)

۳۴: نجدی حضرات اپنے (قرن الشیطان کے) سوا باقی لوگوں کو کافر نہیں سمجھتے۔ (ص:۹۴، ۱۱۴)

وہابیوں کے مزید جھوٹ:

۳۵: "جہاں نبی کریم ﷺ بیٹھے یا نماز پڑھی، صحابہ کرام برکت کے لیے کبھی بھی وہاں نہیں گئے۔ (تحفۃ المسلم: ۷۶، ابن باز، محمد بن صالح، سعودیہ)

حالانکہ متعدد احادیث میں مذکور ہے، کہ صحابہ کرام ایسی جگہیں تلاش کر کے برکت حاصل کرتے۔ (بخاری: ۱،۴۲۱، ۲۷۵، ۷۶، ۲۷، ۲۱۵۔ الشفا، ۲، ۴۳، ۲، ۳،۲۲۳)

مگر وہابیوں کو نظر نہیں آتا، کہ ۔۔۔ وعلی ابصارھم غشاوۃ

۳۶: سلف صالحین امت نے کبھی بھی اہل نجد کا عقیدہ اختیار نہیں کیا۔ (ملخصاً، زیارت مدینہ منورہ: ۲۰۳، از ابن باز)

۳۷: قبر انور کی طرف منہ کر کے دعا کرنا نئی بدعت ہے، صحابہ کرام اور بعد کے سلف کرام سے ثابت نہیں۔ (ایضاً، ۷) ۔ (امام ابن تیمیہ کو "ترک" کے گئے ہیں)

۳۸: اس سعودی تفسیر کے مترجم نے ایڈیشن میں یہ سفید جھوٹ لکھا:" کہ یہ سعودی تفسیر، تفسیر ابن کثیر، فتح القدیر، ابن جریر طبری جیسی سلفی و قدیمی تفاسیر کا خلاصہ اور سلف کے منہج و مسلک کا آئینہ ہے۔ ("تفسیر احسن البیان" مکتبہ دار السلام لاہور، ریاض ۲۰۰۲، ۲۸، ۱۴۲۹)

حالانکہ یہ مسلک سلف سے بغاوت کا مثالی نمونہ ہے۔

۳۹: ڈاکٹر نائیک یہ بولی نے قرآن پر جھوٹ بولا (نحل: ۱۱۵) کا ترجمہ کیا:" اور وہ "کھانا" جس کے اوپر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جائے ۔۔۔ حرام ہے" ۔

(موضوع تقریر "اسلام کے متعلق غلط فہمیاں")

۴۰: سنی لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی کے نور کا ٹکڑا مانتے ہیں۔

۴۱: بریلوی نیا فرقہ ہے۔

۴۲: الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ، کو خانہ ساز درود کہنا۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

۴۳: اس درود شریف کو نبی علیہ السلام سے غیر منقول کہنا۔ (ایضا)

(مزید: ''اکاذیب آل نجد''، از علامہ ابوالحقائق غلام مرتضی ساقی مجددی، ملاحظہ فرمائیں)

❀❀❀❀❀❀❀

باب: ۷

اہلسنّت پر بدعت کی تہمت:

اہلسنّت پر شرک کی تہمت کی طرح بار بار بدعتی ہونے کی تہمت بھی لگائی گئی۔ (ص: ۹۷، ۱۴۳، ۲۹۲، ۳۲۷، ۳۴۳، ۴۷۲، ۵۴۶، ۵۸۰، ۶۰۶، ۸۳۵، ۸۷۳، ۹۱۹، ۹۵۷، ۱۱۳۳، ۱۲۹۹، ۱۵۸۵)

ہمارا مطالبہ ہے کہ مبتدعین زمانہ ان معمولات اہل سنت کو، جو علماء اہلسنّت کے نزدیک مسلمہ ہیں، خلاف شریعت ثابت کریں۔ کیونکہ بدعت کی یہی صحیح پہچان اور تعریف ہے، کہ جو نیا کام خلاف شریعت ہو وہی بدعت ہے، خود انہوں نے بھی یہی تعریف کی ہے۔

ورنہ کتنے کام ایسے ہیں جن کو وہابی لوگ ثواب کی نیت سے کرتے، مگر خاص ان کی صورت و ہیئت کو، کسی کمزور روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

شرف الدین دہلوی وہابی نے بھی یہی اعتراف کیا۔ (شرفیہ بر فتاوی ثنائیہ: ۵۹۰/۱)

اور ایسے ہی جن آیات کو مسلمانوں اور صالحین پر چسپاں کر کے جو تفسیریں کی

گئیں، وہ بھی سراسر بدعت وضلالت ہیں۔ نہیں تو پھر ان کو سلفی تفاسیر سے ثابت کریں، ورنہ اقرار کریں کہ حقیقت میں ہم خود ہی بدعتی ہیں۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے!

پھر اِس سعودی تفسیر میں اِس نجدی نے کئی جگہ اپنے کو اہلسنت اور سلف کا پیرو باور کرا کے دھوکا دینا چاہا۔(ص:۱۶۵،۲۷۳،۱۵۳۴) جس کی مثال، پاک و پلید، خبیث وطیب، حق و باطل کو خلط ملط کرنے کی احمقانہ وظالمانہ کوشش کرنا ہے۔ ورنہ جن خود ساختہ عقائد کی بناء پر اِنہوں نے اُمت کی اکثریت کو بدعتی ومشرک کہا، وہ تقریباً اُمت کے اجماعی اور متواتر عقائد ہیں۔

(ملاحظہ ہو "اہلسنت کی پہچان"، (اویسی بک) علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی مدظلہ)

اور اہلسنت کو بدعتی کہنا، یہ خارجیوں کا پرانا شیوا ہے، جیسا کہ انہوں نے عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ پر بھی شرک وبدعت کے فتوے لگائے۔

(الکامل ابن اثیر،۳/۱۹۶،۲۱۶، تاریخ طبری،۳/۱۱۷، البدایہ،۷/۲۸۷، الملل والنحل،۱/۱۳۷)

صحابہ کرام اور سلف عظام پر بدعت کے فتوے:

وہابی حضرات بھی بدعت کی یہ تعریف کرتے ہیں: "کہ جو کام کسی خاص ہیئت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو اور اس پر ثواب اور جنت کی امید رکھی جائے"۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جماعت نماز تراویح کا باقاعدہ طور پر آغاز کیا۔ اسماعیل دہلوی نے بھی یہی لکھا۔ (ایضاح الحق:۱۰۱)

سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا قرآن پاک کو کتابی صورت میں جمع کرنا۔ (بخاری، کتاب فضائل قرآن)

اِسی طرح حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا جمعہ کی پہلی اذان کی ابتداء، اور مسجد نبوی کی بمع زینت توسیع کرنا وغیرہ۔ چونکہ یہ افعال اپنی مکمل ہیئت وصورت کیساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لیے ان کی اِس تعریفِ بدعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بدعتی ٹھہرے۔ اسی طرح صحابہ کرام کے بعد سلف امت بھی جائز جانتے ہوئے متعدد نئے کام شروع کرنے کی وجہ سے بدعتی ٹھہرے۔

آج کے خارجیوں نے بھی صحابہ کرام کو بھی معاف نہیں کیا، انکو بھی بدعتی لکھ مارا۔ موجودہ دور کا فتنہ عظیم، ذاکر نائیک یزیدی نے طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر گفتگو کے دوران، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن وسنت کا مخالف اور غلطی کرنے والا باور کرایا۔ (سی ڈی)

نواب صدیق غیر مقلد نے لکھا: عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کا آغاز کر کے بُری بدعت کا آغاز کیا تھا۔ (الانتقاد الرجیح:۶۲)

صادق خلیل نے لکھا: صحابہ کرام سُنتِ نبوی سے ناواقف تھے۔ (نماز تراویح:۱۱۹)

اسمٰعیل سلفی نے لکھا: ان صحابہ کا یہ فعل سُنتِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ سلفیہ: ۱۰۷)

محمد جونا گڑھی (سعودی تفسیر کے مترجم) لکھتا ہے: عمر رضی اللہ عنہ دین کے موٹے موٹے مسائل میں غلطیاں کرتے تھے۔ (طریق محمدی، ص ۷۸)

مزید لکھا: ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما، خدا اور رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف نظر آئے۔ (ایضاً:۱۹۱)

زبیر علی زئی نے لکھا: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد سنتِ نبوی کے خلاف ہے
۔ (الحدیث نمبر ۲۶، ص ۵۶)

نام نہاد اہلحدیث اور غیر مقلد حضرات کے سلطان المناظرین ''عمر صدیق
'' نے دوران مناظرہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عداوت باطنی کا یہاں تک اظہار
کر دیا۔ کہا: ''حضرت عمر کے زمانے کی بات ہے، حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے، نہ
سنت ہے، نہ اجماع ہے، نہ قیاس ہے''۔ استغفراللہ! (مناظرہ: رکعات تراویح)
یعنی آپ کے دور خلافت کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔
اِن حوالہ جات سے واضح ہو گیا، کہ اِن لوگوں کا اہلسنت کو بدعتی کہنا، کوئی تعجب
کی بات نہیں، کیونکہ جب اِن کے نزدیک خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی بدعتی ہیں
، تو پھر ہم کس کھاتے میں ہیں؟
ہاں ہم صحابہ کے کھاتے میں ہیں! "ما انا علیہ واصحابی"، کے مصداق ہیں
، صحابہ کرام کے اصولوں پر عمل پیرا ہیں، اسی لیے ہم بھی ان بدعتیوں کے نزدیک صحابہ
کرام کی طرح بدعتی ہیں۔

وھابیہ سے بدعت کی تعریف:

وھابی حضرات نے جب اہلسنت کو بدعتی ثابت کرنا ہوتا ہے، تو حدیث: ''کل
بدعۃ ضلالۃ''، وغیرہ۔ (سعودی تفسیر: ۹۹۲) پیش کر کے بدعت کی یہ تعریف کرتے ہیں:
''کہ جو کام کسی خاص ہیئت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو، اور
اس پر ثواب اور جنت کی امید رکھی جائے''۔

اور کبھی دجل وفریب اور بے اصولی کی وجہ سے، بدعت کی تعریف میں یہ بھی کہہ دیتے ہیں: ''یہ رواج اس لیے بدعت ہے، جسے نہ رسول اللہ ﷺ نے نہ صحابہ اور نہ سلف صالحین نے کیا اور نہ اس کا حکم دیا۔ (فتاوی ابن باز، اردو: ۳۹، دار السلام الریاض)

مزید لکھا: ''اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں، اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے''۔ (ص:۱۴۹۸)

اور دوسری طرف یہ لکھ مارا: ''تسبیح کا ترک بہتر ہے، کہ اہل علم نے ناپسند کیا ہے، تسبیح انگلیوں پر ہی افضل ہے، جیسا کہ جو نبی ﷺ کیا کرتے تھے، بلکہ حکم دیا کہ انگلیوں پر کی جائے''۔ (فتاوی ابن باز: ۸۳، دار السلام الریاض)

(حالانکہ ان کے امام البانی نے اس عمل کو بڑی بری بدعت قرار دیا۔ (سلسلہ احادیث ضعیفہ، مترجم: ۱۹۲،۱۹۳)

یہاں بدعت کی تفصیل میں ایک اور چیز ''کہ جسے اہل علم ناپسند کریں'' بڑھا دی۔ اور باوجود نبی ﷺ کے انگلیوں پر تسبیح کا حکم کرنے کے، اس کے خلاف کو بدعت نہیں کہا بلکہ خلاف اولی کہا ہے۔ مطلب یہ بنا کہ جسے اہل علم پسند کریں وہ بدعت نہیں ، بلکہ مستحب ہے، چاہے آپ ﷺ صحابہ اور سلف کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کیا ہو۔

تعجب کی بات ہے! کہ منکرین معمولات اہل سنت کے متعلق آیت: ''الیوم اکملت لکم دینکم''، (مائدہ:۳) پیش کر کے کہتے ہیں: کہ جب دین مکمل ہو گیا، تو پھر تم یہ کام کیوں کرتے ہو؟

ہم بھی پوچھتے ہیں، کہ دین مکمل ہونے کے بعد تم بدعت کی تفصیل میں صحابہ سلف اور علماء کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی قید کیوں بڑھاتے ہو؟ کیا دین میں کوئی کمی رہ

گئی تھی جو انہوں نے پوری کی؟ اور اس پر قرآن وسنت سے کون سی دلیل ہے؟

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل (وکالۃ رسالۃ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

اور کبھی اباحت کا ذکر بھی کرتے ہیں، سعودی مفتی لکھتا ہے: "ممانعت میں کوئی صحیح، صریح نص نہیں آئی"۔ (فتاویٰ ابن باز: ۵۰، ۵۳، دار السلام الریاض)

غیر مقلد مناظر عمر صدیق نے کہا: "حضرت عمر کے زمانے کی بات ہے، حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے، نہ سنت ہے، نہ اجماع ہے، نہ قیاس ہے" استغفر اللہ! (مناظرہ: رکعات تراویح)

گویا اگر ممانعت کی کوئی دلیل نہ ہو، یا قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہو جائے تو وہ کام بدعت نہیں ہے۔

سعودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے:

علمائے متقدمین اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت کرنے اور حلال وحرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔ اولاً: کتاب اللہ۔ ثانیاً: سنت رسول اللہ ﷺ۔ ثالثاً: اجماع علمائے امت۔ رابعاً: قیاس۔ ("وجوب العمل بالسنة النبوية وكفر من انكارها": رئاسة ادارة البحوث العلمية والافتاء، الرياض)

لہٰذا ہم مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اسی اصول اور دلائل اربعہ سے ثابت کریں کہ اہل سنت کا کون سا عمل، کس دلیل شرعی سے، کس درجے کا ناجائز اور خلاف

شرع ہے؟۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار!

بدعت کی تشریح احادیث مبارکہ سے:

الحاصل: بدعت کی یہی تعریف صحیح اور جامع مانع ہے، کہ بعد وصال مصطفیٰ کریم ﷺ جو نیا کام نیکی سمجھ کر اجر وثواب کے لیے کیا جائے، اگر وہ شرعی اصولوں کے مطابق ہو، اور کسی عبادت کی شریعت کی مقرر کردہ خاص صورت اور ہیئت تبدیل نہ ہو، تو وہ کام بدعت نہ ہوگا۔

(نواب صدیق غیر مقلد نے یہی لکھا۔ (تمیمۃ السمی، ہدیۃ المہدی: ۱۱۷)

یا ایسے کام کو لغوی اعتبار سے بدعت کہہ سکتے ہیں، شرعی اعتبار سے نہیں، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کے بارے کہا: "نعم البدعة هذه"۔ (بخاری: ۲۶۹/۱)۔۔۔ یہ بدعت کتنی اچھی ہے!۔

لہٰذا کسی فعل کو محض اس لیے بدعت کہنا، کہ اس کی وہ خاص صورت رسول اللہ ﷺ سے یا صحابہ اور سلف صالحین سے ثابت نہیں، بلا دلیل، بے اصولی بلکہ خود "بدعت" ہے۔

پھر باعث اطمینان بات یہ ہے کہ اس وہم اور اعتراض کو خلفائے رسول ﷺ شیخین کب کا دور کر چکے ہیں۔

۱: جب جنگ یمامہ کے بعد سیدنا ابوبکر، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے درمیان، جمع قرآن کی بات چھڑی تو سیدنا صدیق اکبر نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سامنے اسی خدشہ کا اظہار کیا، تھا: "کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول اللہ ﷺ" کہ

جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ تم کیسے کرو گے۔۔۔مگر عمر فاروق نے جواباً کہا :"ھذا واللہ خیر" یعنی اگرچہ آپ ﷺ نے نہیں کیا، لیکن کام تو اچھا ہے۔ پھر صدیق اکبر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کے متعلق ہمارے سینے کھول دیے۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن)

عمر فاروق کے فرمان "ھذا واللہ خیر" سے معلوم ہوا کہ بدعت کی پہچان یہ نہیں، کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو، بلکہ وہ کام بدعت ہے جو " خیر" نہ ہو، یعنی مخالف شرع ہو۔ دوم یہ بھی کہ اس مسئلے کی سمجھ تب آتی ہے جب شرح صدر ہو۔

اسی طرح جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی تو آپ پر اعتراض کیا گیا۔ آپ نے ایک حدیث پاک سے اس نئے کام کا صرف جائز ہونا ہی نہیں، بلکہ باعث ثواب و جنت ہونا ثابت کیا۔ (بخاری: کتاب الصلوۃ)

اور ہمیں سنت خلفاء کی پیروی کا بھی حکم دیا گیا ہے، لہٰذا ممانعت کی دلیل کے بغیر محض اہلسنت کی عداوت میں ہر اچھے نئے کام کو بھی بدعت و گمراہی قرار دینا، یہ خلفائے رسول کی سنت نہیں، بلکہ گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کا طریقہ اور بری عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "مناع للخیر"، "اچھائی سے منع کرنے والا"۔ (القلم:۱۲)

اسی اصول کے پیش نظر حضرت عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جماعت تراویح اور جمعہ کی پہلی آذان کا آغاز فرمایا تھا، اور کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا تھا، (سوائے خارجیوں کے) جس سے بدعت کی اس تشریح اور توضیح پر صحابہ کا اجماع ثابت ہو گیا۔

✿۔۔۔ حاضری حرمین (اپریل ۲۰۱۰ء) کے دوران ،"جنت البقیع" کے دروازے پر، میری ایک مطوعے (نجدی ملاں) سے مسئلہ "بدعت" پر بات ہوئی، تو مذکورہ بالا

روایت پیش کرنے پر نجدی ملاں کوئی جواب نہ دے سکا ہو۔

۲: "من احدث فی امرنا ھذا مالیس فیہ فھو رد"، جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالے جو اس میں (اصلاً) نہ تھی تو وہ مردود ہے۔ (بخاری: کتاب الصلح) .

یہ حدیث پاک خود ہی مسئلہ بدعت کی وضاحت کر رہی ہے، کہ دین میں ہر نیا کام مردود نہیں ہے۔ بلکہ وہی نیا کام مردود ہوگا، جو "مالیس فیہ"، جس کی اصل موجود نہ ہوگی، بلکہ خلاف شرع ہوگا۔ ورنہ "مالیس فیہ" کی قید وشرط نہ لگائی جاتی، صرف اتنا ہی کہہ دیا جاتا کہ "من احدث فی امرناھذا فھو رد"، کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات شروع کی وہ مردود ہوگی۔

سلفِ امت اور خود مخالفین کے اکابر کا بھی اتفاق ہے، کہ دین میں ہر نیا کام مردود نہیں، بلکہ وہی نیا کام مردود ہے، جو اصول شرعیہ کے مخالف ہو۔ ائمہ اسلام نے "احداث" کا یہی معنی کیا ہے۔ لایخفی علی العلماء۔

اور حدیث پاک، "من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد" "جس نے کوئی ایسا عمل کیا، جس پر ہمارا کوئی امر موجود نہیں تو وہ مردود ہے"۔ (مسلم کتاب الاقضیہ، باب نقض الاحکام الباطلۃ) کا بھی وہی مفہوم ہے، جو مذکورہ بالا حدیث پاک کا ہے۔

ورنہ جو بضد ہو اس کو چاہیے کہ "وہابیوں کی بدعتوں کی نشاندہی" عنوان کے تحت مذکور بدعتوں کو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت کرے، انشاء اللہ! ہوش ٹھکانے آجائے گا۔

۳: یہ حدیث پاک بھی مسئلہ بدعت کی خوب وضاحت کرتی ہے کہ: "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ"، "جو اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا، اس کو جاری کرنے

کا اجر ملے گا۔۔۔۔الخ"۔ (مکمل حدیث، سعودی تفسیر کے حوالے سے آگے آرہی ہے)

۲: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة"۔ "جب بھی کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے، تو ضرور اس کی مثل سنت (شرعی حکم) اٹھالی جاتی ہے"۔ (مسند احمد ۴: ۱۰۵ باسند جید)

لیجیے جناب! آپ ﷺ نے خود بدعت کی نشانی بیان فرمادی۔ اور اس فرمان رسول ﷺ کی روشنی میں دوسرے فرمان عالی شان: "کل بدعة ضلالة" کو سمجھنا بھی آسان ہوگیا، کہ وہی نیا کام گمراہی ہوگا، جو خلاف سنت (شریعت) یعنی سنت کو ہٹانے والا ہوگا، گویا یہ حدیث پاک بدعت کے متعلق تمام احادیث مبارکہ کی تشریح کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ وہ مجمل ہیں اور یہ مفصل ہے وہ اجمال ہیں اور یہ تفصیل ہے۔

الحمد للہ! اہلسنت کا کوئی ایک بھی مسلمہ معمول ایسا نہیں، جو کسی سنت (شرعی حکم) کے مخالف، یا سنت کو ہٹانے والا اور مٹانے والا ہو۔

نوٹ: منکرین جب اہل سنت کے دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو ان کے پاس آخری سہارا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کچھ لوگوں کو کنکریوں پر تسبیح و تہلیل پڑھنے سے منع کرنے والی روایت ہوتی ہے۔ (دارمی شریف)

مگر یہ روایت بھی ان کے لیے مفید نہیں ہوسکتی، اور سنداً بھی کمزور ہے۔

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ رسول کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اور میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں پڑی تھیں، ان کے ساتھ میں تسبیح پڑھ رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: اے حیی کی بیٹی یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ان

کے ساتھ تسبیح پڑھ رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں جب سے تمہارے سر پر کھڑا ہوں اس سے زیادہ میں نے تسبیح پڑھ لی ہے۔۔۔۔ (المستدرک: ۱/۵۴۷)

اس حدیث کو امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

اسی طرح ایک عورت کو آپ ﷺ نے کنکریوں یا گٹھلیوں پر تسبیح پڑھتے دیکھا مگر منع نہیں فرمایا۔ (ترمذی: ۲/۱۹۶) اس حدیث کو علامہ ذہبی نے صحیح لکھا ہے۔ (المستدرک: ۱/۵۴۷) اسی روایت کو امام ابوداؤد نے باب التسبیح بالحصی، میں روایت کیا ہے۔ (ابوداؤد: ۱/۲۱۷)

اسی طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی کنکریوں پر تسبیح پڑھنا مروی ہے۔

(ابوداؤد: کتاب النکاح)

منکرین کے اکابر کے حوالے:

وہابی عالم احمد حسن دہلوی اس مذکورہ بالا حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بدعت کا ایجاد کرنا اس کی مثل سنت کو ہٹانے والا ہوتا ہے"۔ (تنقیح الرواۃ: ۱/۴۴)

وحید الزماں حیدر آبادی نے بھی یہی لکھا: حرام بدعت وہی ہے، جو اپنی مثل سنت کو ہٹا دیتی ہے، اور وہ نئی بات جو سنت کو ہٹانے کا موجب نہیں بنتی، تو وہ بالکل "بدعت" نہیں۔ (ہدیۃ المہدی: ۱/۱۱۷)

نواب صدیق نے حدیث پاک: "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ" سے علم حدیث کا اجر ثابت کیا ہے۔ (الحطہ: ۱۳۶)

قاضی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر اس سعودی تفسیر کا بنیادی ماخذ ہے لکھتا ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نعم البدعۃ"، اچھی بدعت"، حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں کہا: بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں، جس کی

پہلے کوئی مثال نہ ہو، اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو، پس بدعت مذموم ہوتی ہے۔۔۔اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر کسی ایسے اصول کے تحت درج ہو، جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے۔ اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو، جو شریعت میں قبیح ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے۔ ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (نیل الاوطار: ۲/۳۱۲، ۳/۶۳)

نوٹ: سعودی تفسیر: ۸۲، ۱۰۰، ۲۵۰، ۳۰۵، ۳۲۹، ۱۵۹۰، پر اس کتاب کے حوالے دیے۔

عبدالرحمان مبارک پوری نے لکھا: بدعت ضلالت سے مراد وہ بدعت ہے، جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہو، اور جو اس پر دلالت کرے وہ بدعت لغوی ہے، (یعنی حقیقت میں وہ سنت مستنبطہ ہے)

اور سلف صالحین کے کلام میں جس بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے، اس سے مراد یہی بدعت ہے، جیسے حضرت عمر نے تراویح کے متعلق کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۱/۲۶۴)

نوٹ: سعودی تفسیر: ۲۵۰، پر مرعاۃ المفاتیح کا حوالہ دیا گیا۔

امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے بھی بدعت کی یہی تعریف اور تقسیم کی ہے۔

(مجموعہ الفتاوی جلد ۱۰، ۲۰، ۲۷، ۲۲، منہاج السنہ: ۴/۲۲۴)

امام ابن کثیر نے بھی بدعت کی یہی تقسیم کی ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم: ۱/۱۶۱)

جب موافقین اور مخالفین علماء نے بدعت کی یہی تعریف کی ہے، اور مخالفین کا کام بھی اسی تعریف سے چلتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے ابھی ملاحظہ کیا، تو ہم آخر میں سعودی مفتی "ابن باز" کے بقول یہی کہتے ہیں: "اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں"۔ (فتاوی ابن باز: ۳/۷، دارالسلام الریاض)

سعودی مفتی ابن باز نے تحفظ قرآن والی آیت "انا نحن نزلنا الذکر الخ"، (الحجر:۹)، کو دلیل بنا کر اشاعت تعلیم قرآن کے تمام جدید ذرائع کو جائز قرار دیا۔ (فتاوی اللجنۃ:۲/۳۲۵)

اشرفعلی تھانوی، شبیر عثمانی، تبلیغی جماعت کے ذکریا کاندھوی نے بھی بدعت کی بھی تشریح کی ہے۔ (مواعظ میلاد النبی، بوادر النوادر:۸۳۷، فتح الملہم:۲/۴۰۶، اوجز المسالک:۲/۲۹۷)

رشید احمد گنگوہی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا: قرون ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی، مگر اس کا ختم درست ہے، کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اس کی اصل شرع میں موجود ہے، بدعت نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ:۱۰۲)

سعودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے:

"علمائے متقدمین اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت کرنے اور حلال وحرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔ اولاً: کتاب اللہ۔ ثانیاً: سنت رسول اللہ ﷺ۔ ثالثاً: اجماع علمائے امت۔ رابعاً: قیاس"۔ ("وجوب العمل بالسنۃ النبویۃ و کفر من انکارھا" بہ رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء الریاض)

الحمد اللہ! تمام مسلمہ معمولات اہل سنت کی شرع شریف تائید کرتی ہے، مخالفین کسی بھی معمول اہل سنت کو ان چار اصولوں سے شرع کے خلاف ثابت نہیں کر سکتے۔ تو جب خلاف نہیں تو پھر بدعت کیسے؟۔ (مزید "وہابیوں کی بدعتوں کی نشاندہی" عنوان کے تحت بدعت نمبر:۲، ۵، ۶ بھی ملاحظہ کریں)

اکابرین وہابیہ کے حوالے کیوں نقل کیے جاتے ہیں؟

مسلک اہل سنت کی تائید میں اکابرین وہابیہ کے حوالہ اس امید پر نقل نہیں کیے

جاتے، کہ موجودہ نجدی اپنا مسلک بدل کے اہل سنت ہو جائیں گے، اس کی تو انہیں توفیق ملنا مشکل ہے، کیونکہ وہ خواہشات کے پیرو اور بندے ہیں۔

بلکہ ہمارا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے، کہ جن القابات (بدعتی، مشرک وغیرہ) سے ہمیں نوازتے ہیں، انہیں سے اپنے بڑوں کو بھی نوازیں۔۔۔ لیکن یہ لوگ کبھی ایسا نہیں کرتے، کیونکہ ان کا مقصد حمایت حق نہیں ہوتا، فقط شرارت اور انتشار کرنا ہوتا ہے۔

ایک بات اگر امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کہیں، تو بدعتی و مشرک ٹھہریں، اور وہی بات، ابن تیمیہ، ابن قیم، قاضی شوکانی، نواب صدیق، اسماعیل، نانوتوی، تھانوی وغیرہ کریں، تو پھر بھی امام، شیخ الاسلام، مجدد، حکیم الامت، شہید ہی ہیں۔۔۔ آخر کیوں؟

سعودی تفسیر میں بدعت کی تعریف:

سعودی تفسیر میں بعض جگہ بدعت (سیئہ)، اور برے کام کی علامات کے متعلق جو بحث کی گئی ہے، ہم وہ پیش کر کے نجدیوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ۔۔۔

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم

● ۔۔۔ بدعت کی دو علامتیں لکھیں۔ ۱: جس کی دین میں اصل نہ ہو۔

۲: جو دلائل شرع کے مخالف ہو۔ (ملخصاً ص ۶۷)

● ۔۔۔ آیت "ونکتب ماقدموا وآثارھم"، اور ہم لکھتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں، اور جو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (یٰسین:۱۲) کے تحت لکھا: "اور آثارھم سے وہ اعمال، جن کے عملی نمونے (اچھے یا برے) وہ دنیا میں چھوڑ جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی اقتدا میں لوگ وہ اعمال بجالاتے ہیں۔ جس طرح حدیث میں ہے "جس نے اسلام میں کوئی نیک طریقہ جاری کیا، اس کے لیے اس کا اجر بھی ہے اور اس کا بھی ہے جو اس کے بعد اس پر عمل

کرے گا۔ (مسلم، کتاب الزکوۃ) اسی طرح یہ حدیث ہے، "جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے، ایک علم، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔۔۔"۔ (مسلم، کتاب الوصیہ)۔ (ص:۱۲۳۳)

- ــــــ الانفطار:۵، کے تحت بھی یہی کچھ لکھا۔ (ص:۱۶۹۳)
- ــــــ لکھا: "عمل صالح وہ ہے جو شریعت کے موافق ہو۔۔۔"۔ (ص:۹۳۹)
- ــــــ لکھا: "معروف وہ ہے جسے شریعت نے اچھا۔۔۔ قرار دیا ہو"۔ (ص:۶۷، ۴۵۹)

بدعت اور برے کام کی یہ تعریفیں اہلسنت کے موافق، اور خود اِن کے مخالف ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ خود وھابی بھی بدعت کی اس تعریف سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ بالخصوص وھابیہ اپنے جن اصولوں سے اہلسنت کو مشرک قرار دیتے ہیں، وہ سب کے سب اُصول خود اِن کی اختراعات اور بدعات سیئہ ہیں، جنکی اِنکے پاس کوئی بھی صریح نص نہیں، سوائے مشرکوں کے متعلق نازل شدہ آیات کی من مانی اور بالرائے تفسیر کرنے اور گمانِ فاسدہ کو بنیاد بنانے کے۔

وہابیوں کی (۹۷) بدعتوں کی نشاندہی:

اب ہم اِن منکرین و مبتدعین (تمام وہابی فرقوں، چاہے غیر مقلد یا دیو بندی ہو) سے مطالبہ کرتے ہیں، کہ جس بدعت کی تعریف سے تم معمولات اہل سنت کو بدعت اور اہلسنت کو بدعتی ٹھہرایا ہے کہ: "وہ فعل بدعت ہے، جو خاص ہیئت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو، اس پر ثواب کی امید جائے"، اپنے اِسی اصول سے اپنے اِن عقائد و معمولات کا بھی سنت ہونا ثابت کرو۔۔۔ مگر خوب یاد رہے، کہ جواباً صرف صریح آیت یا صریح حدیث پیش کی جائے، اور بقول اپنے:

"توجیہات بعیدہ اور تاویلات رکیکہ" سے پرہیز کیا جائے۔ (سعودی تفسیر: ۶۰۷)

نوٹ: بدعتوں کا رد اپنے عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں۔

بدعت نمبرا: بدعت کی یہ تعریف کرنا: "کہ جو کام کسی خاص ہیئت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو اور اس پر ثواب اور جنت کی اُمید رکھی جائے"۔

۲: بدعت کی کبھی یہ تعریف کرنا: "یہ رواج اس لیے بدعت ہے کہ [illegible] رسول اللہ ﷺ نے نہ صحابہ اور نہ سلف صالحین نے کیا اور اس کا حکم دیا"۔

(فتاویٰ ابن باز: ۹، [illegible])

۳: وہ ساری سعودی تفسیر اور باقی وہابی تفسیریں بھی بدعت [illegible] انبیاء و اولیاء کرام کو دشمنان خدا بتوں اور شیطان سے ملا کر، بے حیثیت، [illegible]، بے خبر اور مُردہ وغیرہ، اور عامۃ المسلمین کو مشرک و بدعتی لکھا جاتا ہے۔

۴: منکرین کی بدعت کی تعریف کے مطابق، کتب و رسائل اور تبلیغ کے دیگر جدید ذرائع سی ڈی، انٹرنیٹ، مناظرے وغیرہ ثواب کی نیت سے اختیار کرنا متعدد بدعتیں ہیں۔

● ــــ باوجود اس کے، اسی سعودی تفسیر، بنام "القرآن الکریم" کے مقدمے کے آخر میں لکھا: "اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم"۔ یعنی اس سعودی قرآن، اردو ترجمہ و تفسیر کے ساتھ تیاری اور جو خرچ کیا گیا، ان سارے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرما کے اس کا اجر عطا فرمائے۔ (ص:ن)

● ــــ اسی قرآن کے آخری صفحہ پر لکھا: "دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ــــ خادم حرمین شریفین

شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کو اشاعت قرآن کریم کے سلسلہ میں عظیم کوششوں پر جزاء عطا فرمائے"۔

❁ ــــ اسماعیل دہلوی نے بھی اپنی بدنام زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" کے متعلق لکھا "اللہ کرے ہمارا یہ کام ہماری اخروی نجات کا سبب بن جائے آمین"۔ (مقدمہ تقویۃ الایمان)

❁ ــــ نجدی مترجم (سعید احمد قمر الزماں الندوی) نے یہ تمنا کی، کہ میرا نام بھی نبی اکرم ﷺ کے سوانح نگاروں میں آ جائے۔ نیز یہ تمنا بھی کی، کہ اس یہ ترجمہ میرے لیے صدقہ جاریہ اور توشۂ آخرت ثابت ہو۔ آخر میں لکھا "ربنا تقبل منّا الخ۔

(مختصر زاد المعاد: ۱۲، شیخ نجدی، دعوۃ وارشاد سعودیہ)

❁ ــــ: "یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) رسالے کے مؤلف اور اس کے شارح کو عظیم اجر و ثواب عطا فرمائے"۔ (اہم دروس، مفید مجموعہ: ۳، ۵ مطابع الحمیضی الریاض)

❁ ــــ: "اللہ تعالیٰ ـــ اس (کتاب) کے فاضل مؤلف، مترجم اور تمام کارکنان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ والسلام"۔ (فتاویٰ، ابن باز: ۸، مکتبہ دار السلام الریاض)

❁ ــــ: "فاضل مؤلف نے ان کا رد کرتے ہوئے اپنے اس کتابچہ کا اختتام کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرماویں"۔

(حقیقت توحید: ۸، صالح بن فوزان نجدی، مکتبہ دعوت وارشاد الریاض)

❁ ــــ اسی کتاب کے ٹائٹل پر لکھا ہے "حجاج کے لیے تحفہ، ایک مریض کے والدین کی جانب سے جو اپنے بیٹے کی شفاء کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں"۔ (ایضا)

❁ ــــ سعودی حکومت کے نمک خوار پاکستانی نجدی مولوی توصیف راشدی کہتا ہے:

کچھ بھائی کہہ سکتے ہیں، مجھے علم نہیں ہے میں کیسے توحید کی دعوت دوں، تو آپ کے سامنے کتاب کی صورت، کیسٹ کی صورت، سی ڈی کی صورت کھلی ہے۔ کسی کو توحید کے پیغام کی سی ڈی دیجیے، کتاب دیجیے، اور یاد کر لیجیے حدیث کو: کہ ایک تیر تین ۳ بندوں کو جنت میں لے کر جائے گا۔ بنانے والے، خریدنے والے، اور چلانے والے کو۔ ہو سکتا ہے آپ کسی کو توحید کی سی ڈی دیں اور سن کر اس کے دل کی دنیا بدل جائے (یعنی گستاخ بن جائے)، اس کے بعد وہ جتنے عمل کرتا رہے گا، وہ آپ کے نامہ اعمال میں بھی وہ چڑھتے رہیں گے۔ (عنوان تقریر، "شہباز قلندر کے دربار کا حج")

۵: "بعض نے کہا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح ثواب کی نیت سے پڑھی جا سکتی ہے"۔ (سعودی تفسیر، ص:۱۱۷۹)

۶: سپیکر پر اذان و جماعت، گھڑیوں کے حساب سے، فکس ٹائم پر نماز ادا کرنا۔

۷: (دانوں والی) "تسبیح" کا ترک بہتر ہے، کہ اہل علم نے ناپسند کیا ہے، تسبیح انگلیوں پر ہی افضل ہے، جیسا کہ خود نبی ﷺ کیا کرتے تھے، بلکہ حکم دیا کہ انگلیوں پر کی جائے۔ (فتاویٰ ابن باز:۸۳، دار السلام الریاض)

یعنی تسبیح کا ترک ضروری نہیں اور عمل بدعت نہیں، زیادہ سے زیادہ نامناسب ہے۔ جبکہ ان کے امام ناصر الدین البانی نے "دانوں والی تسبیح" کے استعمال کو بہت بڑی بدعت قرار دیا۔ (سلسلہ احادیث ضعیفہ، مترجم:۱۹۲)

۸: دن اور وقت مقرر کر کے سیرت النبی ﷺ اور دیگر کانفرنسز، دینی تقریبات، رائیونڈ، اور غیر مقلدین کے سالانہ اجتماع، اور اشتہارات وغیرہ کے ذریعے ان کی اشاعت و اہتمام کرنا، اور لاکھوں خرچ کرنا۔

۹: فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ ابن باز:۸۱، دار السلام الریاض)

۱۰: بغیر خاص عذر کے، کرسیوں پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا، جیسا کہ آج کل حرمین میں یہ عام فیشن بن چکا ہے۔

۱۱: (نیک لوگ) مستحبات کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ (سعودی تفسیر، ص:۱۱۴۳)

● ــــ جبکہ ہم اذان سے پہلے "درود" شریف کی پابندی کریں تو مخالفین کہتے ہیں: "یہ سنّی واجب سمجھتے ہیں"۔

● ــــ ایصال ثواب کی محافل کو پیٹ بھرنے کا ذریعہ کہنے والے، نجدی مولویوں کو جب اپنے پیٹ کا دھندا چلانے کی فکر لاحق ہوئی۔ تو انہوں نے (۱) مدرسے کو چندہ دینے، اور (۲) نجدی علما و طلبا کو صدقے کی رقم دینے کو بھی جائز اور کارِ خیر لکھ دیا، ملاحظہ ہو:

۱۲: "مدرسے" کے لیے چندہ مانگنا۔ (ایضاً ص:۱۱۸)

۱۳: دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء اور علماء بھی (فقراء اور مہاجرین صحابہ کے ساتھ) اس (آیت) کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ (ص:۱۲۰)

۱۴: غیر مقلدوں کا پورے ملک (ہندوستان) سے چندہ اکٹھا کر کے سعودی حکمران "عبدالعزیز" کے پاس بھیجنا۔ (اہل حدیث گزٹ:۸، شمارہ: فروری ۱۹۳۴ء۔ بحوالہ: امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی:۱۱۴، دار الکتب والسنۃ ۱۴۱۹ھ، الریاض سعودیہ)

۱۵: غائبانہ نماز جنازہ، سنت کے نام پر اور اشتہار بازی کر کے ادا کرنا۔ (ص:۳۴۳)

۱۶: خود کو وہابی، اہلحدیث، غیر مقلد، دیوبندی، تبلیغی وغیرہ کہلانا اور اس پر فخر کرنا، جماعۃ الدعوۃ، لشکر طیبہ وغیرہ۔

۱۷: جس حدیث کی "سند" درج نہ ہو، اس کے بیان کو ناجائز اور حرام کہنا۔ (جیسے وہابی مناظر: عمر صدیق نے، رکعات تراویح کے مناظرے میں کہا)، اور سند کو بھی دین کہنا۔ جبکہ سعودی مفتی نے لکھا: "امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا، مگر سند مذکور نہیں"۔ (فتاویٰ ابن باز: ۷۹)

جب بے سند روایت بیان کرنا حرام ہے، تو درج کرنا بھی حرام ہوگا، اب امام بخاری کے متعلق کیا خیال ہے؟

اسماعیل دہلوی (۲۵) کی بدعتیں:

۱۸: "نماز میں اپنی توجہ نبی ﷺ کی طرف لے جانا، بیل اور گدھے کی صورت میں گم ہونے سے بدتر ہے"۔ معاذ اللہ! (صراط مستقیم: ۱۶۹، از اسمٰعیل دہلوی)

مولانا حسن رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

یادِ خر سے ہو نمازوں میں خیال ان کا برا   اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافت تیری
ان کی تعظیم کرے گا نہ اگر وقت نماز   ماری جائے گی تیرے منہ پہ عبادت تیری

۱۹: "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے"۔ (تقویۃ الایمان: ۱۶، مطبع کتاائل پرنٹنگ دہلی، ۱۳۲۱ھ، باہتمام اہلحدیث، از اسمٰعیل دہلوی)

اعلیحضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ بے دینوں کی تقویت اس کے گھر، یہ مستقیم صراط شر

جو شق کے دل میں ہے گا وہ خبر تو زباں پہ چوڑا بچار ہے

۲۰: "سب انبیاء اور اولیاء اسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں"۔ (ایضا: ۶۳)

۲۱: "جسکا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ (ایضا،ص ۴۷)

۲۲: "رسول ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا"۔ (ایضا،ص ۶۶)

۲۳: "رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا: "یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ (ایضا: ۶۹) لعنۃ اللہ علی الکاذبین!۔

نجدی مفسر نے بھی آپ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مردہ لکھا۔ (ص: ۱۳۰۵)

۲۴: غیب کا دریافت کرنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے، جب چاہے کر لے۔ (ایضا: ۲۵،۲۳)

۲۵: اپنی جان کے نفع کے مالک نہیں ہوں دوسرے کا کیا کرسکوں۔ (ایضا: ۲۸)

۲۶: میں تمہارے (ایمان والوں کے بھی) نفع ونقصان کا کچھ مالک نہیں۔ (ایضا: ۳۲)

۲۷: کسی مخلوق کے نام کا جانور ٹھہرانا حرام ہے۔ (ایضا: ۳۶)

۲۸: رسول اللہ دہشت سے بے حواس ہو گئے۔ (ایضا: ۶۴)

۲۹: غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔ (ایضا: ۳۱،۶۶)

مگر ان مولویوں کے علم غیب کی یہ شان ہے کہ "اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر سید احمد بریلوی سے جنگ میں جانے کی اجازت مانگی، تو اس نے غیب کی خبر دیتے ہوئے کہا: "مولانا اس لڑکی میں ہماری فتح نہیں ہے، آپ نہ جائیے۔۔۔۔ پیشانی پر اک

کاری زخم لگا، آپ شہید ہو گئے"۔ (تقویۃ الایمان:۱۰۱، مکتبہ خلیل)

۳۰: بزرگ (چاہے رسول خدا ہی ہوں) ہو وہ بڑا بھائی ہے، سو اُسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ (ص:۶۸)

۳۱: شفاعت باذن اللہ اور شفاعت محبت کی جو تشریح کی وہ بھی بدعت ہے۔ (ایضاً:۳۷،۳۶)

۳۲: (انسان) اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (ایضاً:۱۹)

۳۳: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ایضاً:۲۰) کیا یہی کفر خالص نہیں؟

۳۴: اس شہنشاہ کی یہ شان ہے، ایک آن میں حکم کن سے ..... کرڑوں محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (ایضاً:۳۵)

۳۵: اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان، بھوت پری میں کچھ فرق نہیں۔ (ایضاً:۸)

۳۶: صالحین کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھ کر بھی ان کو اپنا شفیع سمجھنے والا اور ابو جہل، شرک میں برابر ہیں۔ (ملخصاً، ایضاً:۸)

۳۷: قرب قیامت والی باد چل گئی، ایمان دلوں سے نکل گیا، ہر سو شرک پھیل گیا۔ (ملخصاً: ایضاً:۵۰)

۳۸: ترجمہ: "اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں"۔ (یوسف:۱۰۶)۔ (ایضاً:۵)

۳۹: (مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں۔ (ایضاً:۵۱)

۴۰: سجدہ تعظیمی سے بھی شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے"۔

(تقویۃ الایمان:۷۸، نعمانی)

۴۱: نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔(صراط مستقیم، اسماعیل دہلوی)

وہابیوں کی دیگر بدعتیں:

۴۲: اس امت کی بڑی جماعت (اکثریت) کو مشرک اور گمراہ کہنا، اور اقلیت کو حق پر۔(سعودی تفسیر:۳۸۵)

۴۳: کبھی مطلق "دعـــاء" کو عبادت کہہ کر، فقط "پکار" کو عبادت کہنا۔لیکن جب اس سے کام نہ چلے، تو پھر اپنے گھر سے "مافوق الاسباب" پکار کی قید بڑھا کر اس کو "عبادت" قرار دے کر "یارسول اللہ" پکارنے والوں کو مشرکینِ مکہ سے بھی بڑا مشرک کہنا۔یہ دو (۲) بدعتیں ہیں۔

۴۴: فوت شدہ صالحین کو شفیع اور قربِ خدا کا وسیلہ سمجھنے کو، انکی عبادت ،مشرکینِ مکہ کا طریقہ اور شیطانی فلسفہ کہنا۔("شفاعت" عنوان ملاحظہ کریں)

۴۵: رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی خود زیارت کی جو کہ سنت رسول ﷺ ٹھہری، مگر ان نجدیوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو مشرکہ قرار دے کر ،آپ کی قبر کو مسمار کر کے وہاں تک جانے کے تمام راستے ختم کر دیئے۔

۴۶: مسئلہء استمداد میں مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کی تقسیم کر کے پھر مافوق الاسباب امداد کو شرک قرار دینا، اور دوسری طرف معجزہ، کرامات کو مافوق الاسباب تسلیم کرنا۔(ص۴، ۱۴۲، ۱۰۷۹، ۱۰۵۳)

۴۷: غائب سے، دور سے، اور مافوق الاسباب استمداد کو شرک کہنا۔(تقویۃ

الایمان:۲،۷ وغیرہ)

۴۸: فوت شدہ، سے استغاثہ کرنے کو شرک کہنا۔

۴۹: صالحین کی تعظیم و تکریم کے لیے اختیار کیے جانے والے کاموں (گنبد، چادر چڑھانا، غسل دینا وغیرہ) کو عبادت و شرک قرار دینا (جبکہ خود صفا مروہ پر گنبد بنانا، اور کعبہ کو سال میں دو مرتبہ غسل دینا)

۵۰: قبورِ صالحین کو غسل دینے کو اس لیے صالحین کی عبادت اور شرک کہنا: "کہ یہ کعبہ کو غسل دینے کی نقل ہے"۔ (سعودی تفسیر:۱۰۶)

۵۱: ایک نجدی لکھتا ہے: "کعبہ کو سالانہ غسل دینا "عبادِ بعدۃ" ہے"۔ (تلاش حق:۱۶۸)

۵۲: مزارات اولیاء کے پاس "مسجد" بنانے کو بھی بدعت، شرک اور قابل لعنت کہنا۔ جبکہ ان کے امام قاضی شوکانی (جسکی تفسیر "فتح القدیر" سعودی تفسیر کا ماخذ ہے) کا موقف ہے: کہ جائز ہے۔ اس لیے لکھا: "کہ اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے والے مسلمان تھے"۔ (ص:۸۰۵)

۵۳: "ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے"۔ (تقویۃ الایمان:۲۵، نعمانی)

۵۴: "رسول اللہ ﷺ نفع و نقصان پر قدرت نہیں رکھتے ہیں"۔ (سعودی تفسیر: ۵۷۸، اور عام کتب وہابیہ)

۵۵: "یزید" کو سیدنا، امیر المومنین، متقی، پرہیزگار، خلیفہ برحق اور جنتی ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرنا، اور امام حسین کو باغی کہنا۔ جیسا کہ ذاکر نائیک اور اسکے ہم

جماعتوں کا عقیدہ ہے۔ایک مکمل کتاب "سیرت امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ عنہ" لکھی گئی۔(رشید ابن رشید)

(مزید مناظرہ راولپنڈی "گستاخ کون؟" مابین علامہ حنیف قریشی اور طالب وہابی، دیکھیے)

لیکن اسماعیل دہلوی نے یزید و شمر کو ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل اور بدتر انسان کہا ہے، لکھا: "یزید و شمر نے تو پیغمبر کو نے نہیں مارا، بلکہ پیغمبر کے نواسے کو مارا ہے۔۔۔تو وہ یزید اور شمر سے بھی بدتر ہے"۔(تقویۃ الایمان:۷۳، کتاب قاتل)

۵۶: روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو ناجائز کہنا۔(ابن تیمیہ) حسین احمد دیوبندی نے لکھا: نجدی اس کو زنا کی طرح ناجائز کہتے ہیں۔(شہاب ثاقب:۲۲۵)

۵۷: نبی کے مزار سے آنے والی آواز شیطان کی آواز ہوتی ہے۔(کتاب الوسیلہ:۱۵، ابن تیمیہ)

۵۸: روضۂ رسول ﷺ کی طرف منہ کر کے، اللہ تعالیٰ سے کرنے کو ناجائز اور بدعت کہنا۔(زیارت مدینہ منورہ ص ۲۷، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل ۱۴۲۸ھ، وغیرہ)

۵۹: مزارات صالحین کے زائرین، فاتحہ پڑھنے والوں اور اُنکو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانے والوں کو، قبر پرست اور مردہ پرست جیسے توہین آمیز القاب دینا۔

۶۰: "اللہ تعالیٰ اور پتھر کی مورتیوں اور قبور صالحین کو، ایک جیسا کہنا"۔(سعودی تفسیر:۲۴۷)

۶۱: صحابہ کرام اور دیگر صالحین کی قبروں اور ان پر بنے ہوئے قبوں کو، مشرکین کی قبروں کے حکم میں لاکر انکو بلڈوز کر کے زمین کے برابر کر دینا، پھر اِس خبیث فعل کو

شعبِ رسول ﷺ کا نام دینا۔ (ایضا:۱۲۹۳)

۶۲: کبھی زمین کے برابر قبور بنانے کو سنت کہنا، اور کبھی کوہان کی مانند بنانے کو

۔ (ایضا:۱۶۹۸)

۶۳: مزارات اولیاء (شعائر اللہ)، میلادِ مصطفےٰ ﷺ وغیرہ پر خرچ کو، بدعت اور فضول خرچی کہنا۔ (ایضا:۳۰، ۵۸۰) جبکہ خود مزار مردہ پر گنبد، حرمین کے [illegible]، سعی کرنے کی جگہ سفید قیمتی پتھر لگانا اور اوپر چھت اور کئی منزلیں بنانا، منقش و [illegible] کرنا، کعبہ شریفہ کو سال میں دو مرتبہ عرقِ گلاب اور عطر سے غسل دینا، اور [illegible] غلاف، اور غلاف پر آیات قرآنیہ اور زندہ مردہ نجدی حکمرانوں کے نام [illegible] کے ساتھ، جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے) اپنے بلند و بالا محلات بنانا۔

۶۴: فوت شدہ بزرگوں کے ایصالِ ثواب و صدقہ کی ہر طرح کی اشیاء کو خنزیر کی طرح حرام قرار دینا، چاہے ایسے جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیا جائے، پھر بھی اسکو حرام کہنا۔ اور جس کی طرف سے صدقہ دیا جا رہا ہو، صدقے پر اس کا نام ذکر کرنے کی وجہ سے صدقے کو حرام کہنا (حالانکہ سعد بن عبادہ نے کنویں صدقہ کرتے وقت اس پر اپنی والدہ کا ذکر کیا)۔ (ص:۹۹)

۶۵: رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کو آیات من دون اللہ میں داخل کر کے "مردہ، بے بس، بے خبر، بے حیثیت، بہرہ اور اندھا" کہنا۔ (ص:۱۳۰۵)

۶۶: حرمین شریفین پر ظالمانہ و غاصبانہ قبضہ جما کر اسکو اللہ کا عطیہ، انعام اور رضا کا نام دینا۔

۶۷: نجد و حجازِ مقدس کو ملا کر اپنے خاندان کی طرف نسبت کر کے اسکو سعودیہ عربیہ کا

نام دے دینا۔

ب۶۸: ٹوپی کے اوپر مخصوص ڈیزائن کا رومال ڈال کر اس کے اوپر ٹائر نما سیاہ رسہ (أغال) رکھنا، اور اسکو عربی ہونے کی علامت قرار دینا۔

ب۶۹: صرف ٹھوڑی پر، چھوٹی سی داڑھی رکھنے کے فیشن کو عام کر کے، سنتِ رسول ﷺ کا حلیہ بگاڑنا۔

ب۷۰: اہلسنت وجماعت سے کٹ کر، انکے مقابلے میں ایک نیا فرقہ تیار کر کے، انگریز سے اسکا نام "اہلِ حدیث" پاس کروانا۔ (ترجمان وہابیہ وغیرہ) بعد میں پھر خود کو اہل سنت ثابت کرنا۔

۷۱: آٹھ (۸) رکعات تراویح کے نام پر، صرف رمضان میں ، پورا مہینہ، روزانہ، بعد از نماز عشاء سونے سے پہلے، با جماعت ادا کرنا، اور باقی پورا سال ترک کر دینا۔

۷۲: سعودی نجدی (۲۰) تراویح ادا کرتے ہیں، اور پاکستانی غیر مقلد اِسکو بدعت کہتے ہیں۔

۷۳: پاکستانی وہابی "ولا الضالین" کو "ولاالظالین" کی طرح پڑھتے ہیں۔ جبکہ سعودی وہابی ہماری طرح ہی پڑھتے ہیں۔ ان میں کون بدعتی ہے؟

۷۴: سعودی نجدی حنبلی ہونے کے دعویدار ہیں، جبکہ یہ تقلید کو شرک وبدعت کہتے ہیں۔

۷۵: سعودی شخصی مقلد (حنبلی) ہیں، جبکہ یہ تقلید شخصی کو بھی بدعت وشرک کہتے ہیں۔

۷۶: بالخصوص رفع الیدین وغیرہ فروعی مسائل کی وجہ سے انتہائی شدت، تفرقہ بازی اور انتشار کرنا، اس طرح امت کی ایک بڑی تعداد کی نمازوں کو خلاف سنت اور باطل قرار دینا۔

۷۷: منوں مٹی تلے مدفون ہیں، نہیں سنتے۔ (ص:۱۲۲۲)

۷۸: نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس دیر تک کھڑے رہنا خلاف شرع ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ ص ۲۵، ۲۷، از ابن باز، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل ۱۴۲۸ھ)

۷۹: 'یارسول اللہ' اور 'یا محمد' سے "یا" مٹانا، جیسے سنہری جالیوں سے بھی یا محمد کو، یا مجید بنا دیا۔

۸۰: صالحین کو (ج ۳ ۷) کے تحت شامل کر کے، ان کو ظالموں میں شمار کر دیا۔ (ص:۹۳۶)

۸۱: "امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی" ، (تالیف، ابوالمکرم عبدالجلیل، مکتبہ دار الکتاب والسنہ ریاض)۔

وہ کون سی خاص دعوت ہے، جس کو صرف شیخ نجدی سے مخصوص و منسوب کیا جاتا ہے، (مجدد الدعوۃ بھی کہا جاتا ہے۔ (ص:۱۲۹۳)، جس کو باقی سلف سے منسوب نہیں کیا گیا؟

۸۲: ڈاکٹر نائیک یزیدی کہتا ہے: "آج کی تاریخ میں محمد ﷺ سے مانگنا بھی حرام ہے"۔ (سی ڈی)

۸۳: نبی علیہ السلام کے علم مبارک کو جانوروں، پاگلوں، بچوں کے علم جیسا کہنا۔ (حفظ الایمان، اشرف علی تھانوی)

۸۴: شیطان اور ملک الموت کے لیے روئے زمین کے علم کے اعتقاد کو توحید سمجھنا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا علم ماننے کو شرک کہنا۔ (براہین قاطعہ، رشید گنگوہی، خلیل انبیٹھوی)

۸۵: اردو زبان میں نبی علیہ السلام کو دیوبند مدرسے کا طالب علم کہنا۔ (ایضا)

۸۶: نماز میں غفلت کی حالت میں کی جانے والی تلاوت قرآن اور ذکر کو بکواس کہنا۔ (فضائل اعمال، حصہ فضائل نماز، آخری گزارش، ذکریا کاندھوی تبلیغی)

۸۷: خاتم النبیین کے معنیٰ ''آخری نبی''، کو عوام کا خیال قرار دینا، زمانے کے لحاظ سے آپ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنا۔ (تحذیر الناس، قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

۸۸: محرم شریف میں روایات صحیحہ سے بھی ذکر امام حسین اور سبیل کو حرام کہنا۔ (فتاوی رشیدیہ، رشید احمد گنگوہی)

۸۹: اللہ تعالی کے لیے جھوٹ بولنے کو ممکن کہنا۔ (یکروزہ، اسماعیل دہلوی)

۹۰: درود ابراہیمی کو ہی غیر نماز میں بھی افضل کہنا، اور اس پر زور دینا۔

۹۱: الصلوة والسلام علیك یارسول الله، کو خانہ ساز درود کہنا۔ (سودی تفسیر: ۱۱۹۰)

۹۲: درود شریف پڑھنے کے لیے منقول صیغے کی پابندی لگانا۔ (ایضا)

۹۳: جبکہ خود لکھا: ''نیز مختصرا، صلی اللہ علی رسول اللہ وسلم''، بھی پڑھا جاسکتا ہے''۔ (ایضا)

وہابی اس درود کو حدیث پاک سے ثابت کریں یا خانہ ساز تسلیم کریں۔

۹۴: قبل اذان درود شریف پڑھنے کو بدعت وگناہ کہنا ہے۔ (ایضا)

۹۵: لکھا: اس فاسد عقیدے سے درود شریف پڑھنا، کہ آپ ﷺ براہ

راست سنتے ہیں، یہ عقیدہ فاسدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔(ایضا)

۹۶: فرضوں کے بعد کلمہ شریف کے ورد کو نا مناسب کہنا۔

۹۷: نوٹ؛ جب وہابی اپنی ان بدعتوں کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں، تو پھر انہیں مزید بدعتیں گھڑنی پڑتی ہیں۔ جواباً کہتے ہیں کہ: "یہ امور "للدین" ہیں، "فی الدین" نہیں"۔

یعنی دین میں نیا کام نہیں، بلکہ دین کے لیے ہے۔ جبکہ یہ تقسیم بھی بلا دلیل، بدعت اور دھوکا ہے۔

بدعات وہابیہ کے متعلق اہم سؤال:

کہ مخالفین نے مساجد، مدارس، حرمین، اپنے دین کی اشاعت و تبلیغ، انتظام اور شعائر اسلام کی تعظیم کے لیے جتنے نئے امور اختیار کیے ہیں، اور ان پر جتنا وقت، مشقت اور مال خرچ ہوتا ہے۔ کیا اس کو لغو اور فضول خرچی سمجھتے ہو؟۔۔۔ یا کہ اجر و ثواب کے لیے کرتے ہو؟۔۔۔ اگر ثواب و جنت کے لیے کرتے ہو تو پھر بدعت کی تعریف کیا ہے؟۔

وہابی مولویوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اذان جمعہ کی ابتداء کو انتظامی حل کہا۔ پھر کہا کہ بدعت اس لیے نہیں ہے کہ آپ خلیفہ راشد تھے اور اس پر صحابہ کا اتفاق ہو گیا تھا۔ (ملاحظہ کریں: "نماز نبوی: ۲۵۸، دار السلام)

یعنی وہابیوں نے تسلیم کر لیا، کہ بعض انتظامی امور بھی بدعت ہوتے ہیں۔ کیونکہ کہ یہ دھوکا بھی دیتے ہیں کہ ہمارے معمولات انتظامی ہیں، ہم ان کو دین کا

حصہ نہیں سمجھتے۔

نوٹ: اس کتاب کی تصحیح سعودی مفسر صلاح الدین یوسف نے کی ہے۔

آخر میں ہم پھر یہ دعوی کرتے ہیں کہ اگر معمولات اہل سنت کو بدعت ثابت کرنا ہے، تو پہلے ان کو خلاف شرع ثابت کریں۔(اس اصول کو سمجھنے کے لیے گذشتہ عنوان "وہابیہ سے بدعت کی تعریف"۔اور وہابیہ کی بدعت نمبر(۴) دوبارہ ملاحظہ کریں)

****

عنوان:۸

نجدی توحید کی حقیقت:

ان لوگوں کی توحید کی حقیقت وخصوصیت یہ ہے کہ اپنے زندہ ومردہ مولویوں و حکمرانوں کے لیے چاہے قرآن وسنت میں ذکر کردہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت و اختیار کرلیں، جیسے، "الملك"، "مولانا"، انکی توحید کو کوئی خطرہ اور شرک نظر نہیں آتا مگر اللہ والوں کے لیے مسلمانوں میں معروف القابات، جن کا شرع شریف میں اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی ذکر نہیں، یا تو وہ عربی الفاظ ہی نہیں جیسے داتا، گنج بخش، غریب نواز ،غوث اعظم وغیرہم کو یہ حضرات شرکیہ کہتے ہیں۔

انکی توحید کا اہم رکن یہ ہے کہ اگر ایک صفت زندہ، قریب اور حاضر کے لیے ماننا ایمان ہے، تو وہی صفت فوت شدہ نبی یا ولی کے لیے ماننا شرک اکبر ہے، گویا ان کے دین میں زندہ کے لیے کوئی بھی صفت مان لی جائے، پھر بھی وہ خدا تعالیٰ کا شرک نہیں ٹھہرے گا، جبکہ فوت شدہ کے لیے کوئی بھی صفت ثابت کرنا، اُسکو خدا کا شریک ٹھہرانا ہوگا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی توحید میں کسی زندہ ہستی کو معبود مان لینا بھی شرک نہیں، اگر ایسا نہیں تو پھر صرف فوت شدگان کے لیے ہی، کوئی بھی صفت ماننا شرک کیوں ہے؟۔

توحید نجدیہ کی ایک اہم شرط، اللہ والوں کو اللہ کے مقابل لاکر ان کو چمار سے زیادہ ذلیل، ذرہ ناچیز سے کمتر، مردہ، مجبور، بے خبر، بے حیثیت خدا تعالیٰ کا شریک اور دشمنان خدا میں شامل کرنا بھی ہے۔ ("من دون اللہ" کا عنوان ملاحظہ کریں) گنبدِ خضراء اور دیگر مزارات اولیاء کو بت اور بت پرستی کے اڈے، معبودانِ باطلہ میں شامل کرنا ہے۔

اِسی طرح مزاراتِ صالحین پر حاضری دینے والوں اُنکو وسیلہ اور شفیع جاننے والوں کو، قبر پرست، قبوری، مردہ پرست، اُنکی عبادت کرنے والے اور مشرک کہتا ہے۔

جیسے ایک وہابی مولوی، نجدی دھرم کے بنیادی ارکان لکھتا ہے: "وہ عقیدہ اور توحید سے متعلق وہی مسائل ہیں، جن پر شیخ محمد بن عبد الوہاب اور آپ کے اتباع نے بھر پور توجہ دی ہے، مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت، انتقال کے بعد آپ ﷺ کا مومنوں کے لیے استغفار، نیز آپ کی ذات کا وسیلہ لینا اور غیر اللہ کو پکارنا اور اسی قسم کے دیگر مسائل زیر بحث آئے ہیں"۔ (امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی: ص، ۳۹، دار الکتاب والسنۃ ریاض)

مزید لکھا: "قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی"۔ (ایضاً:۴۱)

دیو بندیوں کی توحید کا نمونہ بھی ملاحظہ کریں: شیطان اور ملک الموت کے لیے روئے زمین کے علم کا اعتقاد توحید و ایمان ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا علم

ماننا شرک ہے۔ (براہین قاطعہ، ملخصا، رشید گنگوہی، خلیل انبیٹھوی)

یعنی شیطان کا تصرف ماننے سے شرک نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ کا تصرف ماننے سے شرک ہو جاتا ہے، گویا شیطان کا رب تعالیٰ کا شریک ہونا ثابت بالعکس ہے۔

ان نجدیوں کا ایمان، اسلام، اور توحید آ جا کر فقط یہی رہ گئی ہے، کہ اگر کسی نے سنہری جالیوں کو ہاتھ لگا لیا، مزارات کا بوسہ لے لیا، اور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کی تو نجدیوں کی "رگِ توحیدِ شیطانی" پھڑک اٹھی، اور شرک شرک کی رٹ شروع ہو گئی۔

علاوہ ازیں داڑھی منڈواؤ، فحاشی، عریانی اور مخرب اخلاق فلمیں دیکھو، گانے سنو، تصویریں کھینچو، خریدو، بیچو کوئی جرم نہیں۔ معلمین کے دفتروں میں آج بھی ٹی وی لگے ہوئے ہیں، سرعام بازاروں میں مصری گلوکار عورتوں کے گانوں کی کیسٹیں بجتی ہیں، پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ ملتے ہیں، دن رات فلمیں چلتی ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں، پابندی اور جرم ہے، تو فقط مزارات کو ہاتھ لگانا، تبرکات کو چھونا اور بوسہ دینا ہے۔ ایسی دوہری شریعت سعودی عرب کے نجدیوں نے نافذ کر رکھی ہے، مسلمانوں کو مشرک قرار دینا، ان کے دن رات کا مشغلہ ہے۔

اہلسنت کا عقیدۂ الوہیت:

اللہ تعالیٰ کا کوئی کسی طرح بھی ہمسر نہیں ہو سکتا، اس کی تمام صفات ذاتی، حقیقی، لامحدود، واجب اور قدیمی ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی اور ذاتی طور پر عالم الغیب، مدد گار، فریادرس، حاجت روا اور متصرف ہے، مگر ان صفات پر الوہیت کا مدار نہیں، ورنہ کسی مخلوق کے لیے کسی صورت بھی یہ صفات ثابت نہ ہو سکتیں، جبکہ قرآن و سنت اس پر گواہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے محبوب بندے بھی مشکل کشاء، حاجت روا، فریاد رس ، اور متصرف ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ان عطا کردہ صفات کو محبوبانِ خدا کے لیے ثابت کرنے کو شرک کہنا، اور انکار کرنا، اللہ تعالیٰ کی توہین، اُسکی قدرتوں اور سخاوت کا انکار کرنا ہے۔

اصل میں اللہ والوں کے کمالات اور قدرتیں اللہ تعالیٰ ہی کے کمالات اور قدرتیں ہیں، یہ اس کے شریک یا مقابل نہیں ہوتے ، بلکہ اس کی قدرتوں کے مظہر ، برہان، اور اس کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اِنکے کمالات "من دون اللہ" یعنی اللہ کے مقابل نہیں بلکہ "باذن اللہ" ہوتے ہیں، کیوں کے وہ حزب اللہ، اولیاء اللہ اور شعائر اللہ ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت، تصرف اور قوت کا آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ سے اظہار ہوا۔ (نمل:۴۰)

جس کلمہ گو کے دل میں اللہ والوں کا کچھ بھی احترام اور عزت ہے، اس سے یہ مخفی نہیں، کہ قرآن پاک میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اگر کسی ایک صفت کو اپنے لیے بیان کر کے دوسروں سے اُسکی نفی کی، تو دوسرے مقام پر ایک ہی آیت میں وہی صفت اپنے لیے بھی اور اپنے محبوبوں کے لیے بھی ذکر کی ، جیسے مولا، ولی، حاکم، کافی، باعزت ہونا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی حاجت اور دباؤ کے محض اپنی رضا اور محبوبیت کے اظہار کے لیے اپنے پیاروں کو اپنی بارگاہ میں وجاہت ، وقار اور عزت عطاء فرما کر ان کو شفاعت کرنیوالا بنایا ہے۔

جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے شریک یا مقابل نہیں ہوتے ، بلکہ اُنکا

اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی اُنکی محبت، اللہ کی محبت، اُنکی دوستی اللہ کی دوستی، اُنکی دشمنی اللہ کی دشمنی، ان کو اذیت دینا اللہ کو اذیت دینا، انکا ادب اللہ تعالیٰ کا ادب، انکی اطاعت اللہ کی اطاعت، انکا رستہ اللہ تعالیٰ کا رستہ، انکا کا قرب اللہ کا قرب، انکا کا در اللہ کا در، ان کی بیعت اللہ کی بیعت، ان سے دعا اللہ سے دعا ہے، ان کا کمال اللہ کا کمال، ان کی مدد اللہ کی مدد۔

لہٰذا اولیاء انبیاء کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر بتوں کی مذمت میں نازل شدہ آیات کو ان برگزیدہ ہستیوں پر چسپاں کرنا یقیناً، خارجی، بدترین مخلوق ہونے کی علامت اور بہت بڑی اور دور کی گمراہی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

باب:۹

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشرکہ تھیں: (معاذ اللہ!)

توبہ:۱۱۳، جو کہ مسلمانوں کی اُن رشتہ داروں کے متعلق نازل ہوئی، جن کا حالت شرک پر مرنا یقینی تھا، کہ اب اُنکے لیے دعائے مغفرت نہ کرو۔ (ص:۵۵۲)

"یزید" جیسے ذلیل، پلید شخص، جس کو امت ہمیشہ سے لعن طعن کرتی آرہی ہے، (اسماعیل دہلوی نے لکھا: یزید و شمر نے تو پیغمبر کو نہیں مارا، بلکہ پیغمبر کے نواسے کو مارا ہے۔۔۔تو وہ یزید اور شمر سے بھی بدتر ہے۔ (تقویۃ الایمان:۳۰ے، کتاب ل) بے گناہ اور جنتی ثابت کر کے زبردستی گھسیٹ کر جنت میں داخل کرنے والے۔ اور ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی جیسے شخص، جن کو علماء اسلام نے گمراہ اور زندیق لکھا، شیخ الاسلام، مجدد الدعوۃ کہنے والے، نجدی مولوی اپنی شقاوت سے شافع محشر ساقی کوثر ﷺ کے والدین کریمین کو مشرک اور

جہنمی کہتے ہیں (امام اعظم اور دیگر ائمہ کی توہین کرتے ہیں)۔(معاذ اللہ!)

ان کی حالت ایسی ہے، جیسے رافضیوں کے متعلق خود لکھا: "کہ وہ منکوس القلوب ہیں، ممدوح اشخاص کی مذمت کرتے اور مذموم لوگوں کی مدح کرتے ہیں"۔(سعودی تفسیر:۱۱۹۲)

پسند اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا!

اس نجدی مفسر نے اپنے اس خبیث عقیدے کو عام مسلمانوں میں پھیلانے کی مذموم و مکروہ جسارت کی، کہ اس آیت کے تحت مسند احمد کی ایک ضعیف روایت کا حوالہ دیا: "کہ اس آیت کا شان نزول یہ بھی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے متعلق نازل ہوئی"۔

ایک مسئلے کے متعلق لکھا کہ: "ایسا بیان کرنا یا خیال رکھنا صحیح نہیں، کہ روایات سنداً کمزور ہیں"۔(ص:۱۵۹۹)

تو پھر اس روایت کو (اس عوامی تفسیر میں، جو عوام کو گمراہ کرنے کے لیے مفت تقسیم کی جاتی ہے) بغیر اس اسنادی حالت واضح کرنے کے بیان کرنا کیسے درست ہوگا؟

جس طرح شیخ القرآن والحدیث علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حاشیہ قرآن میں اس روایت کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا۔(انوار تبیان القرآن ،ص۳۲۶،فرید بک سٹال لاہور)

مگر چونکہ ان لوگوں کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے، کہ عامۃ الناس میں غیر ضروری مسائل چھیڑ کر، اُنکو شبہات کا شکار کر کے، سلف کے مسلک سے ہٹا کر وہابی بنایا جائے

۔یہاں بھی یہی مطلب تھا، کہ مسلمان سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مومنہ، مسلمہ، طاہر ہ، زاہدہ، عابدہ سمجھتے ہیں، اور آپ سے عقیدت کی وجہ سے آپ کے مقدس نام پر اپنی بچیوں کے نام رکھتے آرہے ہیں۔ اُنکے دلوں میں، "الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس"، کے مطابق یہ وسوسہ اور شبہہ ڈال دیا جائے کہ سیدہ آمنہ مومنہ نہیں تھیں۔ (معاذ اللہ)

مذکورہ روایت کی اسنادی حیثیت:

اِس نجدی کی ذکر کردہ مسندِ احمد کی روایت ضعیف ہے، اِسکی سند میں ابن جریج مدلس ہے، اور ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے بھی اِسکا تعقب کیا ہے کہ یہ ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے بھی لکھا: کہ ابن معین نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۱/ ۳۷۷، بحوالہ تبیان القرآن)

تفسیر مظہری میں بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول موجود ہے، کہ اس موضوع کی تمام روایات غیر معتبر ہیں۔

صحیح حدیثوں پر عمل کا دعویٰ کرنے والوں کو اپنے اِس خبیث عقیدے کی اشاعت کے لیے، ضعیف حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شرم وغیرت آنی چاہیے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۹۷۶، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان وغیرہ)

جبکہ کافر کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی رسول اللہ ﷺ کو منع کر دیا گیا۔ (توبہ: ۸۴) اگر آپکی والدہ مشرکہ ہوتیں تو آپ کو قبر کی زیارت کی اجازت بھی نہ دی جاتی۔ (معاذ اللہ)

مفسرین کرام کا محبت وادب بھرا انداز:

صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"محدثین کرام کے حوالے سے ایسے تمام اقوال وروایات کا ضعیف اور معلول ہونا ثابت کیا، جن میں ہے کہ یہ آیت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی۔ اور فرمایا: علاوہ ازیں یہ قول بخاری کی اس روایت (۱۳۶۰:) کے بھی خلاف ہے، جس میں اس آیت کا شان نزول یہ ہے، کہ یہ آیت حضرت ابو طالب کے بارے نازل ہوئی ۔۔۔ آخر میں لکھا: اور یہ ثابت ہے، اس پر بہت دلائل قائم ہیں کہ سید عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ، موحدہ اور دین ابراہیمی پر تھیں"۔ (ملخصاً حاشیہ خزائن العرفان زیر آیت توبہ ۱۱۳)

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"کہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق تیسرا قول، کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق نازل ہوئی محض غلط ہے، آپ کی والدہ محترمہ مؤمنہ تھیں۔ اگر کافرہ ہوتیں تو قبر کی زیارت کی اجازت نہ دی جاتی، دعائے مغفرت سے اس لیے منع کیا گیا کہ وہ بالکل بے گناہ تھیں، مغفرت گنہگار کے لیے مانگی جاتی ہے، اسی لیے بچہ کے جنازہ پر اس کے لیے دعائے مغفرت نہیں کی جاتی ۔۔۔"۔ (حاشیہ نور العرفان، زیر آیت توبہ ۱۱۳)

علمائے اسلام کا مسلک:

آقائے کائنات ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کو علمائے اسلام نے کئی طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ ا: کہ اُن کا شرک کرنا، کسی طرح بھی ثابت نہیں۔

۲: کہ وہ زمانہ فترت میں تھے، جس زمانہ میں فقط عقیدۂ توحید ہی کافی ہوتا

ہے۔ ۳: آپ ﷺ کے والدین ملت ابراہیمی پر تھے، جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل قس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل اور ابوبکر صدیق، عبدالمطلب، عامر بن الظرب جیسے حضرات، یہ سب مؤحد تھے۔ (تفسیر کبیر: ۲۸۱/۱)

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی: میری ذریت میں ایک جماعت ہمیشہ مسلمان رکھنا۔ (بقرۃ: ۱۲۸)

۴: رسول ﷺ نے بھی فرمایا: کہ میں پاکیزہ لوگوں میں منتقل ہوتا رہا، اور ہر زمانہ میں بہترین لوگوں میں مبعوث ہوتا رہا، جبکہ مشرک و کافر ناپاک و پلید ہوتا ہے۔

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

"اس آیت: "تقلبك فی الساجدین"، (شعراء: ۲۱۹) سے استدلال کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین ایمان پر تھے، جیسا کہ اہل سنت کے بڑے بڑے آئمہ زیادہ اسی مسلک پر ہیں، اور میں ڈرتا ہوں کہ آپ کے والدین کو کافر کہنے والا کہیں خود نہ کافر ہو جائے، جیسے ملا علی اور ان کے ہم خیال جو بضد ہیں۔ (روح المعانی: ۱۲۲/۷، سعودی تفسیر: ص ۸۱۵، ۷۰۹ پر بھی اس تفسیر کے حوالے دیے گئے ہیں)

"نبراس" کے محشی (حاشیہ لکھنے والے) نے لکھا ہے: کہ ملا علی قاری نے، والدین مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ (نبراس: ۵۲۶، شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال، ۱۳۹۷ھ)

یہی وجہ ہے، کہ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کو ثابت کیا ہے، جو ان کی بعد کی تصنیفات میں سے ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے

کسی نے پوچھا: کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے والدین کو دوزخی کہے اُسکا کیا حکم ہے؟
انہوں نے جواب دیا: وہ "لعنتی" ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔

(الاحزاب ۵۷)(رسائل امام سیوطی، اس مسئلے میں)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں لکھا ہے: امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب نے آپ ﷺ کے والدین طیبین کو کافر کہہ دیا تو آپ نے اسکو معزول کر دیا۔۔۔ یہ ہے محبت و ادب والوں کا انداز!

علامہ جلال الدین سیوطی کی وصیت:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے والدین شریفین کے ایمان کو تسلیم کرنے میں کچھ (کفر، کفارہ وغیرہ) لازم نہیں آئے گا، بلکہ اس میں آپ ﷺ کی شان و عظمت کا اظہار ہے، اور آپ کے تقرب، رضا اور شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے، جبکہ کافر ہونے کا عقیدہ رکھنے میں آپ کے والدین کی اہانت اور آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا ہے۔ (رسالہ، والدین کریمین کو زندہ کرنے والی حدیث شریف، علامہ سیوطی)

(اس مسئلے کی تفصیل کے لیے، "ابوین مصطفی ﷺ" علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ، اور "نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین" از علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمۃ وغیرہ کتب پڑھیے۔)

نجدیوں کا عقیدہ ہے، کہ والدین رسول دوزخی ہیں (معاذ اللہ!)

۱: جیسا کہ آپ نے سعودی تفسیر (ص:۵۵۱) کے حوالے سے ابھی ملاحظہ کیا۔

۲: سعودیہ میں ہر جمعہ کو تقسیم ہونے والے اردو نیوز "روشنی" (۲۶،۱۲،۰۸) کے شمارے کے (صفحہ ۸) پر، والدین رسول ﷺ کے متعلق مضمون میں صاف لفظوں میں ان کو دوزخی اور اہل النار میں سے لکھا گیا۔ معاذ اللہ!

۳: اسی طرح سعودیہ سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں والدین رسول اللہ ﷺ کو صراحت کے ساتھ مشرک، کافر اور دوزخی ثابت کیا گیا۔

(اسلام میں شفاعت کا مفہوم ص ۱۲۷، الدوادمی الریاض)

۴: یہی وجہ ہے کہ ۱۹۹۸ء میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر شریف کو سعودی نجدی حکومت نے اپنے اسی گندے عقیدے کی بناء پر مسمار کر کے وہاں تک جانے کے تمام راستے ختم کر دیے، تاکہ کوئی شخص وہاں تک زیارت یا فاتحہ کے لیے نہ پہنچ سکے، اور نہ ہی اپنی آنکھوں سے قبر شریف کی خستہ حالی و پامالی کو دیکھ سکے۔

نجدیا! سخت ہی گندی ہے طینت تیری
کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری!

وہابیوں کے اکابرین کا مسلک:

وہابیوں کے نظریات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ جبکہ ان کے اکابر میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کو جنتی اور مومن تسلیم کیا ہے

۔(دیکھیے: "الشمامۃ العنبریہ": ۱۷ از نواب صدیق۔ سیرت مصطفےٰ: ۷۹، ۹۱ از ابراہیم میر سیالکوٹی۔ فتاوی ثنائیہ: ۲/ ۱۶۸ از ثناء اللہ امرتسری)

یہ تینوں مولوی غیر مقلدین کے پیشواہ ہیں، جن کو بڑے بڑے القاب سے یاد کرتے ہیں، انہوں نے والدین رسول ﷺ کو مومن تسلیم کیا ہے۔

مگر آج کہ یہ نام نہاد غیر مقلدین انتہائی درجہ کے بے ادب اور دریدہ دہن ہیں۔۔۔ جب تیری حیاء چلی جائے تو پھر جو چاہے کر گزر!

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۱۰

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی احتیاط اور خارجیوں کی منہ زوری:

وہابی لوگ یارسول اللہ ﷺ پکارنے، صالحین کو شفیع اور وسیلہ جاننے، انبیاء و اولیاء کرام کے لیے عطائی، مجازی اختیارات ماننے کو بھی شرک اکبر قرار دے دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے اقرار توحید و رسالت کی کچھ پرواہ کیے بغیر اُنکو بلا توقف و تامل اور بلا سوچ بچار کے مشرکین مکہ سے بھی بڑا مشرک کہہ دیتے ہیں۔ (جیسا کہ آرہا ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کمال احتیاط دیکھیے، کہ جب قوم بنی اسرائیل فرعون سے نجات پاکر سلامتی سے سمندر پار کرچکی، تو ایک قوم کو بتوں کی عبادت کرتے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کرنے لگے: "قالوا یاموسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ"، اے موسیٰ علیہ السلام! ہمیں بھی ایک ایسا معبود بنا دیجیے جیسے اُنکے معبود ہیں۔

اتنے بڑے شرکیہ قول اور مطالبے کے باوجود بھی، موسیٰ علیہ السلام کی کمال احتیاط دیکھیے آپ نے ان پر شرک کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ فرمایا: "انکم قوم تجھلون ۝" کہ تُم بڑی جاہل قوم ہو!"۔ (اعراف ۱۳۸) یعنی ان کے اس مطالبہ شرک کو ان کی جہالت و حماقت پر محمول کیا۔

شیخ التفسیر والحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بنو اسرائیل کو اس وقت بھی مشرک نہیں کہا، جب وہ یہ کہہ رہے تھے، کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیں، جس کی ہم عبادت کریں، حالانکہ اس سے بڑا شرک

اور کیا ہوگا۔ بلکہ صرف یہی فرمایا: تم کیسی جہالت کی باتیں کرتے ہو اور یہ (نجدی ،خارجی) لوگ یارسول اللہ کہنے والے کلمہ گو مسلمان کو مشرک کہتے ہیں، حالانکہ جو مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول ﷺ کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں، وہ آپ کے متعلق یہ عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں کہ آپ ازخود سنتے ہیں یا ازخود جانتے ہیں، بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کے تمام کمالات عطائی ہیں"۔ (تفسیری حاشیہ "انوار تبیان القرآن" ،۲۶۵)

ہم اہلسنّت لاکھ صفائی پیش کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی معبود ،لائق عبادت، غنی نہیں سمجھتے۔ قرآن وسنت سے اپنے مؤقف پر صریح دلائل پیش کریں، یہ نجدی قوم ایسی تفرقہ پسند ہے، پھر بھی ذرا غور وفکر اور خدا خوفی نہیں کرتی، بلکہ بڑی بے باکی اور بے پرواہی سے امت کی اکثریت کو مشرک کہہ دیتی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا بعض جاہل عوام مزارات اولیاء پر غیر شرعی حرکات کرتے ہیں، ان کو مشرک وکافر کہنے میں احتیاط کرنی چاہیے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۱۱

مسلمانوں کے کلمہ (اقرار ایمان) کو رد کرنا

نجدی حضرات اپنے پیشواء شیخ نجدی کی تقلید میں، "لا الٰہ الا اللہ" کا خود ساختہ اور نقلی مفہوم ایجاد کر کے عامۃ المسلمین کے ایمان کو فعل کر کے انہیں مشرک قرار دیتے ہیں۔ شیخ نجدی نے مسلمانوں کے اقرار ایمان کو مردود کہہ کر ان کے جان ومال کو مباح کہا۔ (کشف الشبہات:۹)

ایک سعودی نجدی صالح بن فوزان لکھتا ہے: "جیسا کہ آج کل کے قبر پرست (مراد اہلسنت) جو یہ کلمہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں، لیکن اس کے معنی کو بالکل نہیں سمجھتے۔۔۔ (چونکہ فوت شدگان کو وسیلہ بناتے ہیں، اس لیے)، پہلے مشرکوں نے کلمہ کے معنی کو ان سے بہتر سمجھا"۔ (حقیقتِ توحید: ص ۲۷،۲۶، مکتبہ دعوۃ وارشاد، ریاض)

سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: "یہی (صالحین کو وسیلہ بنانا) کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا "دین" تھا۔ ("مسلمانوں کے لیے عام نصیحت": ۹) مسلک سلف کو مشرکوں کا دین کہا۔ استغفر اللہ!

ایک نجدی نے لکھا: "(یعنی وہابیوں کے علاوہ) عام مسلمان عقیدہ توحید سے قطعاً ناآشنا ہیں"۔ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم: ص ۱۲۷، الجالیات بالدوادمی الریاض ۱۴۲۶ھ)

(مزید: مقدمہ کتاب التوحید مترجم: ص ۱۸۔ فتح القدیر: ۳/ ۶۳۱، قاضی شوکانی۔ تجدید ایمان رسالہ، ص ۳۹ تا شرجیہ اقراء۔ تلاش حق: ص ۸۱۔ دار الاندلس۔ تقویۃ الایمان: ص ۵۰، ۵۱۔ انکے علاوہ کتب وھابیہ)

اسی طرح سعودی تفسیر (ص: ۲۳، ۵۲، ۱۷۹، ۳۶۰، ۳۶۹، ۱۱۴۳) پر عام مسلمانوں کے کلمے کو صرف اس لیے نعلی کہہ کر رجیکٹ کر کے، ان کو مشرک قرار دیا، کہ وہ نبی کریم ﷺ اور باقی صالحین کا وسیلہ پکڑتے اور ان سے شفاعت طلب کرتے ہیں۔

مگر صحابیٔ رسول ﷺ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جسمیں انہوں نے فرمایا: کہ قرآن کے اٹھ جانے کے بعد، باقی رہ جانے والے مسلمان جو نماز، روزہ وغیرہ کو بالکل ہی بھول چکے ہوں گے۔ اور انہیں صرف کلمہ یاد رہ جائے گا، یعنی صرف کلمے کی حد تک مسلمان ہوں گے۔ باوجود اس قدر بے دینی و بے عملی پھیلنے کے بھی اُنکا "لا الہ الا اللہ" پڑھنا بیکار اور فضول نہیں ہوگا، بلکہ یہ محض کلمہ بھی اُنہیں جہنم میں

ہمیشہ رہنے سے بچا کر جنت میں داخل کر دے گا۔

(تفصیل "جب قرآن اُٹھ جائے گا"، کے عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ ہم علی الصبح قبیلہ جہینہ کی بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ کیا تو اس نے کہا: لا الـٰـه الا الـلـٰـه! لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا، پھر مجھے اِس فعل کے بارے میں بہت تشویش تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسکا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی تم نے اُسکو قتل کر دیا! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! اس نے اپنی جان جانے کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم نے اسکا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا، جس سے تمہیں پتا چل جاتا، کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا کہ نہیں"۔ آپ ﷺ یہی کلمات بار بار دہراتے رہے، حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کاش کہ میں آج اسلام قبول کرتا، (تا کہ اُس شخص کے قتل کے گناہ، اور آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ جاتا)۔ (مسلم کتاب الایمان)

فرمان رسول ﷺ ہے: "من کفر مسلما فقد کفر۔ (مسند احمد: ۲/۲۳)

"جس نے کسی مسلمان کو کافر قرار دیا، وہ خود کافر ہو جائے گا"۔

فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو کہا: اے کافر!۔۔۔ تو یہ کلمہ دونوں میں سے کوئی ایک لے کر اٹھے گا۔ (بخاری: ۴/۱۰۹، مسلم: ۱/۵۷)

یعنی جس کو کافر کہا گیا، اگر وہ کافر نہیں تھا، تو کہنے والا خود ضرور ہو گیا۔ اِن احادیث پاک سے پتہ چلا، کہ محض بدگمانی کی بناء پر، بغیر کسی قطعی ثبوت کے، کسی کلمہ گو کو کافر و مشرک اور واجب القتل قرار دینا، بہت بڑا گناہ، فتنہ بلکہ آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔

خود لکھا: "مسلمان سے بلا وجہ قتال کفر ہے"۔ (سودی تفسیر: ۱۳۵۸)

مگر ان نجدیوں کے پیٹ کا سارا دھندا ہی مسلمانوں پر بدگمانی کرنے، اُنکے دلوں کے نظریات پر شرک و کفر کے فتوے لگانے سے چلتا ہے۔ باوجود لاکھ بار صفائی دینے کے کہ اہلسنت کسی ہستی، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک اور لائق عبادت نہیں سمجھتے، پھر بھی زبردستی اور ظلماً ان کو مشرک کہا جاتا ہے۔

اور اُن پر شرک کا حکم لگانے میں انتہائی بے احتیاطی، جلد بازی، زبان درازی اور سینہ زوری سے کام لیا جاتا ہے۔

فرمان مصطفیٰ کریم ﷺ ہے: میرے نزدیک مخلوق میں سے پسندیدہ اور عجیب تر ایمان ان لوگوں کا ہے، جو میرے بعد پیدا ہونگے۔

(طبرانی کبیر: ۱۲/۸۷، مستدرک للحاکم: ۴/۹۶ وغیرہ)

فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے، معلوم نہیں اس کا اوّل بہتر ہے یا آخر۔ (سنن ترمذی: ۵/۱۵۲، مسند احمد: ۳/۱۳۰)

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تو اپنے بعد آنیوالے امتیوں کے ایمان کی تعریف و تحسین فرمائیں، مگر یہ نجدی امت "عامۃ المسلمین" کے کلمے اور ایمان کو باطل اور مردود قرار دیں۔

رع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۱۲

"من دون اللہ" کے متعلق وجہ اختلاف؟

سعودی تفسیر ملاحظہ کریں: "بات یہ معلوم ہوئی کہ من دونِ اللــہ (اللہ کے سوا معبود) وہی نہیں ہیں، جنہیں مشرکین نے پتھر یا لکڑی کی مورتیوں کی شکل میں بنا کر اُنکی پوجا کی، جس طرح آجکل کے "قبر پرست" علماء اپنے عوام کو باور کرا کے مغالطہ دیتے ہیں، بلکہ وہ نیک بندے بھی "من دون اللــــہ" میں شامل ہیں، جنکی لوگوں نے کسی بھی انداز سے عبادت کی، جیسے عیسیٰ اور مریم علیہا السلام کی عیسائیوں نے"۔(ص:۳۳۸)

اصل اختلاف یہ ہے کہ "قرن الشیطان" (شیطانی ٹولہ) صرف فوت شدہ صالحین کو مطلقاً "من دون اللہ" میں شامل کر کے بے شفاعت، مجبور، بہرہ، اندھا، بے نفع، کہتے ہیں، جو کہ ہر طرح سے باطل، بلکہ ظلم عظیم اور غلو فی الدین ہے۔

جبکہ جن صالحین کی عبادت کی گئی صرف وہ "من دون اللہ" کی ان آیتوں میں، اور صرف اس حد تک شامل ہیں، کہ وہ بھی عبادت کے لائق نہیں اور بس!۔

جیسے نجدی مفسر نے خود لکھا: بلکہ وہ نیک بندے بھی "من دون اللہ" میں شامل ہیں، جنکی لوگوں نے کسی بھی انداز سے عبادت کی، جیسے عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کی عیسائیوں نے"۔

(ص:۳۳۸)

اولیاء من دون اللہ، حزب الشیطان اور اولیاء اللہ، حزب اللہ ایک ہیں؟

قرآنی اصطلاح اور اسلوب کے مطابق "من دون اللــہ" سے، دشمن خدا

حزب الشیطان مراد ہے، چونکہ قرآن کریم نے صالحین کو "اولیاء اللہ، شعائر اللہ"، انکے اختیارات کو "باذن اللہ"، اور اس گروہ کو "حزبُ اللہ" فرمایا ہے۔

اور تقریباً ساری آیات "من دون اللہ" میں کفار کو مخاطب ہیں، اور مقصود ان کے عقائدِ باطلہ، ان کے خود تراشے ہوئے معبود بتوں اور دشمنانِ خدا شیاطین وغیرہ کی الوہیت، اختیارات اور محبوبیت کی تردید اور مذمت کرنا ہے۔ جبکہ صالحین مومنین کا دامن ہر طرح کی بدعقیدگی سے پاک اور منزہ ہے، کوئی ولی اللہ، کوئی ایمان والا اپنے خالق اور معبود کے ساتھ، مقابلہ اور شرک کرنے کا، سوچ بھی نہیں سکتا۔

لہٰذا آیات "من دون اللہ" کی آڑ لے کر، اولیاء اللہ، عدو اللہ اور اولیاء من دون اللہ۔ باذن اللہ اور من دون اللہ۔ محب اللہ اور عدو اللہ۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک حیثیت بنا کے پیش کرنا، اللہ والوں کو اللہ کا شریک اور مقابل باور کرا کے، اسی بہانے ان کی بے ادبیاں کرنا یہ وہابی گروہ کا شیوہ و منصوبہ اور مشن ہے، جو کہ بے دینی اور بدبختی ہے۔

قارئین! چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

سعودی مفسر نے لکھا: "یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں، جو پتھر کی پجاری اپنی مورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص:۴۳)

ایک اور جگہ لکھا: "اللہ تعالیٰ اور پتھر کی ایک مورتی یا قبر کی ڈھیری یہ دونوں کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟"۔ (ص:۱۲۷)

مزید لکھا: "یہ (مزارات پر حاضری وغیرہ) کاروبار لات ومنات کو فروغ دینا ہے، اور یہ محبت یا تعظیم نہیں، بلکہ انکی عبادت ہے۔ (ص:۴۰،۴۷۴)

گویا وہابی "علیم بذات الصدور" ہو گئے۔

اور لکھا: "امت کے عوام شرک میں پھنسے ہوئے ہیں، اللہ کی طرف رجوع کی بجائے ،فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (ص:۵۶۹،۱۰۰۲)

پھر لکھا: "مردوں کو رب نہ بناتے"۔ (ص:۱۱۲۱)

لکھا: پیروں فقیروں سے اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ (ص:۶۵، مزید:۱۰۲۶،۱۱۱۴)

اسی طرح مسلمانوں اور مشرکوں کے عقائد ونظریات، ان کے متعلق آیات واحکام کا فرق اور لحاظ نہ رکھ کر، سب کو ایک ہی صف میں شامل کر کے، مسلمانوں کو مشرکوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر کہنا،۔۔۔کفر واسلام، شرک وتوحید، حق و باطل، طیب وخبیث، دوستی ودشمنی کو خلط ملط کرنا، اور رب تعالیٰ کے کلام میں تضاد ثابت کرنا ہے۔۔۔جو یقیناً شیطانیت وخارجیت زدگی، بدعت سیئہ اور بہت دور کی گمراہی ہے۔

("نجدی توحید کی حقیقت" عنوان بھی ملاحظہ فرمائیں لیں)

آیات، "من دون الله" کے متعلق ضروری توضیحات:

"من دون الله" کی جتنی آیات میں "اُلوہیت" کے خصائص کے علاوہ، باقی اختیارات اور قدرتوں کی نفی اور مذمت آئی ہے، وہ صرف اور صرف بتوں، شیطان اور کافروں کے ساتھ خاص ہیں، انکو صالحین اور مومنین سے کچھ واسطہ نہیں، اور اس پر

مفسرین کا اجماع ہے۔ کیوں کہ اللہ والوں کے لیے "باذن اللہ" وہ سارے کمالات مثلاً شفاعت، سماعت، حیات، نفع ونقصان رسانی، امداد، ملکیت وغیرہ خود شرع شریف سے ثابت ہیں۔

جب عام آدمی کے کلام میں تضاد، اس کا عیب تصور کیا جاتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی تو ان کی ولایت، ملکیت، شفاعت اور اختیارات کے تذکرے کرے،۔۔۔اور کبھی خود ہی ان کے متعلق کہے کہ وہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں، وہ شفاعت نہیں کر سکتے۔

کبھی کہے کہ میں نے اپنے نبی، عیسیٰ علیہ السلام کو یہ یہ اختیار دے کر بھیجا، آصف بن برخیا نے یہ کر دکھایا۔۔۔اور کبھی کہے کہ وہ تو مکھی نہیں بنا سکتے، بلکہ اگر مکھی کوئی چیز لے اڑے اسے واپس نہیں لے سکتے۔

منکرین تو محبوب خدا ﷺ کو بھی مردہ کہنے میں ذرا حیا محسوس نہیں کرتے، (ملاحظہ ہو: سعودی تفسیر: ۱۳۰۵) امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے آپ ﷺ کو مر کر مٹی میں ملنے والا لکھ دیا۔ (تقویۃ الایمان)

جبکہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ بھی گوارا نہیں کوئی آپ کے غلاموں کو بھی مردہ کہے۔

جس طرح قرآن کریم میں "دعا" اور "صلوٰۃ" وغیرہ کے ہر جگہ ایک ہی معانی مراد نہیں لیے جا سکتے۔ ایسے ہی "من دون اللہ" کی آیتوں میں ہر جگہ، "دون" کے ایک ہی معنی مراد لینا غلط ہے۔ "دون" کا معنی اگرچہ "علاوہ" ہے، لیکن ایسی آیات

میں ہر جگہ اللہ کے علاوہ اور غیر سے، ہر غیر اللہ مراد نہیں، بلکہ وہ غیر اور علاوہ مراد ہیں، جو عدو الله، اور حزب الشیطان ہیں۔ یعنی جو محبت وولایت اور تعلق با للہ کے اعتبار سے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور غیر ہیں۔

جبکہ صالحین، ولی اللہ، محب اللہ، شعائر اللہ اور حزب اللہ ہونے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کے غیر نہیں، بلکہ اپنے ہیں۔ ان کے کمالات اور قدرتیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرتوں کا پتہ دیتی ہیں، وہ اللہ کی قدرتوں کے مظہر ہوتے ہیں، ان کے کمالات اللہ تعالیٰ ہی کے کمالات ہوتے ہیں۔

جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام، ملکہ بلقیس کو بظاہر اپنی، اور باطنا اس "قدیر و قادر" کی قدرت، تصرف دیکھا نا چاہتے تھے، لیکن قدرت خداوندی کا اظہار ان کے وزیر اور غلام حضرت آصف بن برخیا سے ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: ھذا من فضل ربی، یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (النمل:۴۰)

اگر سلیمان علیہ السلام بھی صالحین کو، ان منکرین عظمت اہل اللہ کی طرح مطلقاً "من دون اللہ"، بے اختیار اور اللہ تعالیٰ کا مقابل اور ان سے استمداد کو شرک سمجھتے ہوتے، تو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے تخت طلب کرتے۔

اسی طرح ان حضرات کی دوستی، ولایت اللہ، انکی محبت، حبُّ اللہ، ان کی دشمنی، بغض اللہ، ان کی اطاعت اطاعت اللہ، ان کا دیدار باعثِ ذکر اللہ، انکا قرب قرب اللہ، ان کی عطا عطاء اللہ، ان کی مشکل کشائی نصر اللہ، ان کی گفتگو کلام اللہ ہوتی ہے۔

لیکن باوجود اسکے وہ خود اللہ نہیں بن جاتے بلکہ "عبداللہ" ہی رہتے ہیں۔ عبد اور معبود کا فرق ولحاظ اپنی جگہ ہی رہتا ہے۔ وہ ذات میں ایک نہیں ہو جاتے، بلکہ صرف ان کے معاملات ایک ہوتے ہیں۔ اس بات کی وضاحت کے لیے، حدیث قدسی "حتی احببته، فکنتُ سمعه الذی یسمع به الخ" کافی وشافی ہے۔ (بخاری، کتاب الرقاق)

لہذا ایسی تمام آیات کا، جن میں "من دون للہ" سے الوہیت وخالقیت کے علاوہ باقی کمالات وتصرفات کی نفی کی گئی ہے، ان کا مفہوم ہوگا: "اللہ تعالیٰ اور مومنین کے علاوہ"۔

اور ایسی تمام آیتوں کی یہ آیت مقدسہ تفسیر ہے: "ولم یتخذوا من دون الله ولا رسوله ولا المومنین ولیجة" جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، اور مومنوں کے "سوا"، کسی کو ولی دوست نہیں بنایا۔ (توبہ:16)

غور کریں! کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس واضح اور محبت بھرے انداز سے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو بھی اچھی طرح "من دون اللہ" سے جدا کر دیا۔

اپنے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ اور غیر کو، "مــن دون" فرمایا کر واضح فرما دیا، کہ اصل میں "من دون اللہ" کفار اور دشمنان خدا ہیں۔۔۔ نہ کہ انبیاء واولیاء۔

(آل عمران: 28، النساء: 139، 144، کہف: 102، بھی اس مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں)

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی صالحین "غیر اللہ" نہیں، بلکہ سلاطین، عہدیدار، دنیادار، مالدار وغیرہ ہیں۔ (فتوح الغیب، مقالہ 3)

مخالفین انبیاء اولیاء کو مطلقاً "من دون اللہ" میں شامل کرتے ہیں، اور ہمیں طعن کرتے ہیں، کہ یہ لوگ صالحین کو "من دون اللہ" نہیں سمجھتے۔ ہم کہتے ہیں: ہاں! ہمارے نزدیک قرآنی اصطلاح اور اسلوب کے مطابق محبوبان خدا مطلقاً اور حقیقتاً "من دون اللہ" میں شامل نہیں، جس کی وضاحت کردی گئی۔

چونکہ یہی چیز نجدی دین کی اصل الاصول ہے، کہ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ سے جدا اور مقابل باور کرا کے ان کی توہین کی جائے، تاکہ۔۔۔

سپ دی مر جائے، تے لٹھ وی بچ جائے!

اور اس فن میں ان کا امام اوّل "اسماعیل دہلوی" ہے، دہلوی کی فن کاری ملاحظہ کریں۔ پہلے ذرا گول مگول انداز میں لکھا: "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار (عام مخلوق) سے بھی ذلیل ہے"۔ (تقویۃ الایمان:۳۱، کتبہ خلیل)

تھوڑا آگے چلے، تو یہاں تک لکھ مارا: "اللہ کی شان بہت بڑی ہے، کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں"۔ (ایضا:۱۱۹) استغفر اللہ!

امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ نے اسی لیے فرمایا تھا:

اُف رے منکر! یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر

بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

اسماعیل دہلوی نے قرآن کی تحریف کرتے ہوئے لکھ دیا: "اللہ کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے"۔ (تقویۃ الایمان، ص۴۲، کتبہ خلیل)

مزید لکھا: "یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان"۔ (ایضا:۴۶)

مزید لکھا: "اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام"۔ (ایضا:۴۸)

قرآن کریم نے اسی ذہنیت کے متعلق فرمایا: "ھم الکافرون حقاً" "وہی تو اصلی کافر ہیں۔ (النساء:۱۵۱)

اور یہ بھی منکرین کا بنیادی منصوبہ ہے کہ جتنے ذرائع اور وسائل سے بالخصوص بعد از وصال صالحین سے روحانی تعلق قائم ہو سکتا ہے، مثلاً فوت شدہ سے استمداد کرنا، وسیلہ اختیار کرنا، مزار پر حاضری دینا، قرآن خوانی اور صدقہ وخیرات کرنا، سماع موتی، مزارات کے پاس مسجد تعمیر کرنا وغیرہ، ان سب باتوں کے متعلق شرک وبدعت کا پروپیگنڈا کر کے عوام کو خوف زدہ کیا جائے، اس طرح ان کو آسانی کے ساتھ انعام یافتہ لوگوں کے رستے سے ہٹا کر "وہابی" یعنی گستاخ بنایا جا سکے گا۔

المختصر! ان لوگوں کی یہ پوری کوشش ہوتی ہے، کہ جس قدر ہو سکے ان پاکبازوں کو، آیات "من دون اللہ" میں داخل کر کے انکی تذلیل وتحقیر کی جائے، اور انکو بے حیثیت اور بے وقار باور کرلیا جائے۔۔۔لعنۃ اللہ علی الظالمین!

مخالفین کی دوغلی پالیسی، اور ہمارا مطالبہ:

ہم منکرین سے پوچھتے ہیں، کہ اگر تمہارے نزدیک صالحین مطلق "من دون اللہ" ہیں، تو کیا تم ان آیات میں بھی صالحین کو شامل سمجھتے ہو جن میں "من دون اللہ" کو دوزخی، برا مولی، باطل، بیکار اور حقیر فرمایا گیا۔

اور فرمایا کہ: (اے مومنو!) انہیں گالی مت دو، انہیں کتاب نہیں دی گئی، وہ فیصلہ نہیں کر سکتے، وہ قیامت کو اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیں گے، انہیں شفاعت کا اختیار نہیں دیا گیا، دوزخ کی طرف بلاتے ہیں وغیرہ کہا گیا ہے؟۔ (ملاحظہ ہو: انبیاء: ۶۷، ۹۸، سافات: ۲۲، ۲۳، حج: ۱۲، ۱۳، ۶۲، انعام: ۱۰۸، فاطر: ۴۰، مومن: ۲۰، ۴۳، ۷۴، الزخرف: ۵۸، ۸۶، صافات: ۲۳ وغیرہ)

اگر نہیں، تو کس دلیل اور کس اصول سے؟۔۔۔ماھو جوابکم فھو جوابنا!

ان جیسی آیات میں صالحین کو شامل نہ کر سکنے کی یہی وجہ ہے کہ یہ ساری باتیں ان معظم، مکرم اور معزز حضرات کی شان عظمت کے خلاف ہیں۔ اور ایسی آیتوں میں "من دون اللہ" اور ان کے متعلقین کا جس نفرت، غضب، تحقیر، تنقید، تنقیص اور تذلیل کے انداز میں ذکر کیا گیا ہے، کوئی بھی اہل محبت، اپنے محبوب کا ذکر اس انداز سے نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ وہ اللہ کریم جل جلالہ جو اپنے محبوبوں کی محبت کو آسمان وزمین میں عام کرنے کا خود اہتمام فرماتا ہے۔ (ترمذی: تفسیر سورۃ مریم ۱۹، بخاری: کتاب بدء الخلق)

معلوم ہو گیا کہ تمہارے نزدیک بھی اہل اللہ مطلقاً "من دون اللہ" نہیں، اور ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔۔۔فرق صرف یہ ہے کہ تم اپنے بناوٹی دین کی ناموس کے بچاؤ کے لیے اللہ والوں کو ان آیتوں میں بھی شامل کرتے ہو، جن میں "من دون اللہ" سے نفع، شعور، سماعت، ملکیت اور شفاعت وغیرہ کی نفی کی گئی ہے۔ جب کہ ہمارے نزدیک اس قسم کی آیتوں کا صالحین سے دو (۲) وجہ سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک (۱) اس لیے کہ یہ ساری صفات وکمالات ان کاملین ومقبولین کے لیے

شرع شریف سے ثابت ہیں۔

• دوم (۲) اس لیے کہ تمام ائمہ مفسرین سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسی آیات صالحین کے لیے نہیں، بلکہ بتوں اور ان کے متعلقین کے لیے نازل ہوئیں۔ (تفصیل آرہی ہے)

اللہ والوں کو ظالم اور باطل لکھ دیا:

انتہائی حیرت اور افسوس کی بات، کہ نجدی مفسر نے اللہ والوں کو "من دون اللہ" میں شامل کرنے، بے بس اور لاچار ثابت کرنے کے جوش میں ہوش کھو کر، ان پاکبازوں کو دشمنان خدا اور ظالموں میں شامل کر دیا۔

آیت؛ "لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ"، سارے جمع ہو کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔ (حج:۷۳) کے تحت لکھا؛ "سارے نیک بندے (نبی، ولی) اکٹھے بھی ہو جائیں، تو حقیر ترین شے مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے"۔

چند سطریں آگے حدیث مبارکہ کے حوالے سے لکھا؛ "اس سے بڑا ظالم کون ہے، جو میری طرح پیدا کرنا چاہتا ہے۔۔۔"۔ (ص:۹۳۶)

جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے؛ "انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر۔۔۔" میں تمہارے لیے مٹی سے پرندہ بناتا ہوں۔ (آل عمران:۴۹)

اب نجدی حضرات جواب دیں! کہ یہ حدیث پاک صالحین کے متعلق ہے یا کہ فساق وفجار کے متعلق؟ (معاذ اللہ!)۔۔۔ اگر یہ حدیث فساق کے متعلق ہے، تو پھر

اس آیت کا صالحین سے کیسے تعلق ہوسکتا ہے؟۔

لہٰذا تم نے ان ہستیوں کو اس آیت میں شامل کر کے، پھر اس حدیث کو بطور تفسیر نقل کر کے، ان کا شمار بھی فساق اور ظالموں میں کر دیا، جو کہ تمہارا نصیب اور مشن ہے۔

تمارے امام اسماعیل دہلوی نے اللہ والوں کو چمار سے زیادہ ذلیل، ذرہ ناچیز سے کمتر کہا،۔۔۔تو تم نے ظالم کہہ دیا، بولی میں فرق ہے، لہجہ میں کوئی فرق نہیں۔

امام نے لکھا: ''جس کا نام محمدؐ یا علیؓ ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں''۔(تقویۃ الایمان :۸۹)۔۔۔اور مقتدی یعنی سعودی مفسر نے (لقمان:۳۰) کے تحت، انبیاء و اولیاء کرام کو اسی وجہ سے باطل لکھ دیا: ''اور اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا سب باطل ہے، یعنی کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے''۔(ص:۱۱۵۲) استغفر اللہ!

ہے کوئی مسلمان جو اللہ کے پیاروں کو باطل کہے؟۔۔۔اور ان کے اختیار کی بالکل نفی کر دے؟۔جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کے اختیار کو بھی بیان فرمایا: ''کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔(احزاب:۳۶)

نجدی مفسر نے (النساء:۶۵) کو عام رکھا، کہ آپ آج بھی حاکم ہیں۔(ص:۱۱۶۶)

دوسری جگہ فرمایا: کہ نبی اکرم ﷺ مومنوں سے بھی زیادہ ان کی جانوں کے مالک ہیں۔(احزاب:۶)

بد باطن سعودی مفسر نے ان آیات (اعراف:۱۵۷، حشر:۷) کی تفسیر ہی نہیں کی، بلکہ ہمت ہی نہیں ہوئی۔

آپ ﷺ کا اختیار دیکھیے کہ ایک کافر نے کہا اس شرط پر اسلام قبول کروں گا، کہ نمازیں صرف دو ہی پڑھوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: منظور ہے۔ (مسند احمد:۵/۲۵)

پتہ نہیں یہ لوگ کس دین کو لیے پھرتے ہیں؟

”من دون اللہ“ کے متعلق سعودی تفسیر کی فیصلہ کن عبارات:

مشہور مقولہ ہے: ”الفضل ما شهدت به الاعداء“ ”کہ کمال وہ ہوتا ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں“۔

ہم مندرجہ ذیل میں سعودی تفسیر کی چند عبارات نقل کر رہے ہیں، جو یہ نزاع واختلاف ختم کرنے اور یہ فیصلہ کرنے کو کافی ہیں، کہ قرآن پاک نے جتنی آیات ”من دون اللہ“ وغیرہ میں غیر اللہ سے سماعت، شفاعت، بصارت، استعانت اور نفع رسانی کی نفی کی ہے، اس سے مراد انبیاء و اولیاء نہیں، بلکہ بت، شیطان اور کفار ہیں۔

اور یہ بھی کہ مشرکین، بتوں کو بے شعور و بے حس نہیں جانتے تھے، بلکہ باشعور، شفیع، مددگار اور نفع بخش جانتے تھے۔ ان عبارات کو غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں، کہ نجدی لوگ اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی، ایسی آیات صالحین اور مسلمانوں پر کیوں چسپاں کرتے ہیں؟۔

اور انہیں ذرہ بھی یہ خیال رہتا، کہ یہ انداز خوارج کے تتبع اور بدترین مخلوق

ہونے کی علامت اور سبب ہے۔ بخاری شریف میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فتویٰ موجود اور مشہور ہے، کہ کفار کے متعلقہ آیتوں کو مسلمانوں پر لگانے والے "بدترین" مخلوق ہیں (جس سے امام بخاری کا عقیدہ بھی واضح ہوا)۔ (بخاری کتاب استتابہ المرتدین، باب قتل خوارج)

قارئین سعودی تفسیر کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

ا: "بلکہ وہ اللہ کے نیک بندے بھی "من دون اللہ" میں شامل ہیں، جن کی لوگوں نے کسی بھی انداز سے عبادت کی، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کی عیسائیوں نے کی"۔ (ص:۳۳۸)

۲: "کیا وہ آج تماری مدد کر سکتے ہیں؟۔۔۔(مشرکین جواباً کہیں گے) وہ ہماری مدد کیا کریں گے؟۔۔۔ کہتے ہیں کہ یہ بتوں کے وجود اور ان کی عبادت کا انکار نہیں ہے، بلکہ اس بات کا اعتراف ہے کہ ان کی عبادت باطل تھی، کیونکہ وہاں ان پر واضح ہو جائے گا، کہ وہ ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہے، جو سن سکتی تھیں، نہ دیکھ سکتی تھیں اور نقصان پہنچا سکتی تھیں نہ نفع۔ (فتح القدیر)"۔ (المؤمن:۷۳،۷۴، ص:۱۳۳۷)

۳: "نیک لوگوں کو تو اللہ جہنم سے دور رکھے گا، اور دوسرے معبودوں (بتوں وشیطان) کو ان کے ساتھ ہی جہنم میں ڈال دیا جائے گا، تا کہ وہ دیکھ لیں کہ یہ کسی کو نفع نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہیں"۔ (الصافات:۲۲، ص:۱۲۵۲)

۴: "پتھر کی مورتیوں کا اگرچہ کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔ لیکن انہیں پجاریوں کے ساتھ جہنم میں صرف مشرکوں کو مزید ذلیل ورسوا کرنے کے لیے ڈالا جائے گا، کہ جن معبودوں کو تم اپنا سہارا سمجھتے تھے، وہ بھی تمہارے ساتھ ہی جہنم میں، جہنم کا ایندھن ہیں"۔ (الانبیاء:۹۸، ص:۹۰۶)

۵: "جب کہ تم جن کی عبادت کرنے کی طرف مجھے بلا رہے ہو، وہ بالکل حقیر اور کمتر چیزیں ہیں، نہ سن سکتی ہیں، نہ جواب دے سکتی ہیں، کسی کو نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان پہنچانے

پر۔۔۔یعنی وہ کسی کی پکار سننے کی استعداد ہی نہیں رکھتے، کہ کسی کو نفع پہنچا سکیں، یا الوہیت کا استحقاق انہیں حاصل ہو۔وہی مفہوم ہے دیگر آیات میں بیان کیا گیا۔(مثلاً، الاحقاف:۵، فاطر:۱۴)۔۔۔یعنی آخرت میں ہی وہ پکار سن کر کسی کو عذاب سے چھڑانے پر یا شفاعت ہی کرنے پر قادر ہوں؟ یہ بھی ممکن نہیں ہے۔(المؤمن:۴۲،۴۳، ص:۱۳۲۸)

سورۃ الاحقاف:۵، اور فاطر:۱۴، سے یہاں پر تو صرف بت مراد لیے، لیکن ان آیتوں کے مقام پر ان دونوں کی تفسیر میں صالحین کو بھی شامل کر دیا، جو کہ تضاد یا تناقض ہے۔(ملاحظہ کریں، ص:۱۲۲۶،۱۳۱۶)

۶:"یعنی دنیا میں جن بتوں کی یہ عبادت کرتے ہیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے، ان معبودوں کو شفاعت کا قطعا کوئی اختیار نہیں ہو گا۔۔۔۔یہ مطلب ہے، کہ شفاعت کرنے کا حق صرف ایسے لوگوں کو ملے گا جو حق کا اقرار کرنے والے ہوں گے، انبیاء اور صالحین اور فرشتے، نہ کہ معبودان باطل کو، جنہیں مشرکین اپنا شفاعت کنندہ خیال کرتے ہیں۔(الزخرف:۸۶، ص:۱۳۹۵)

۷:الحج ۱۲ میں ارشاد ہے: "وہ نفع و نقصان نہیں دے سکتے"، آیت ۱۳ کے تحت لکھا: "اور معبود جن کے بابت اس کا خیال تھا کہ وہ اللہ کے عذاب سے اسے بچائیں گے، اس کی شفاعت کریں گے، وہاں خود وہ معبود بھی، اس کے ساتھ ہی جہنم کا ایندھن بنے ہوں گے۔ مولی کے معنی ولی اور مددگار کے۔۔۔مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے، لیکن یہ معبود خود گرفتار عذاب ہوں گے، یہ کسی کے کیا کام آئیں گے؟ اس لیے انہیں برا ساتھی اور برا والی کہا گیا۔ان کی عبادت ضرر ہی ضرر ہے"۔(الحج:۱۳، ص:۹۱۴)

۸:"بزرگوں کی منسوب مورتیاں جن کی عبادت کرتے تھے، جہنم میں گرائی جائیں گی"۔

(ملخص، زخرف ۵۸، ص:۱۳۹۰)

9: "گمراہ کرنے کی نسبت ان پتھر کی مورتیوں کی طرف کی، جن کی مشرک عبادت کرتے تھے،۔۔۔کیونکہ وہ گمراہی کا باعث تھیں اور ہیں"۔ (ابراہیم:36، ص:706)

ایک دھوکا اور تضاد:

سعودی تفسیر کی ان عبارات سے معلوم ہو گیا، کہ اگر چہ وہ مورتیاں صالحین کی طرف ہی منسوب تھیں، مگر مشرکین خود ان کو ہی سمیع، بصیر، نافع، ضار، شافع، عاقل اور باشعور سمجھتے تھے، جس کا اس قسم کی آیات میں رد کیا گیا، کہ یہ تمہارے معبود بت دنیا و آخرت میں کچھ اختیار قدرت نہیں رکھتے۔

اور ان عبارات میں یہ بھی صراحت ہے، اللہ والے شفاعت کریں گے، اور ان کا شفاعت کرنا نفع بھی ہے اور مشکل کشائی بھی۔ اور اللہ تعالی نے بھی فرمایا ہے: "ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ" شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی، بجز ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے۔ (سبا:23)

مگر اب تضاد، دھوکا اور تصویر کا دوسرا رخ دیکھیے، کہ ان بتوں کے صرف صالحین کی طرف منسوب ہونے کو دلیل بنا کر خارجی مفسر نے اللہ والوں کی سماعت، شعور اور شفاعت کی نفی کردی۔

لکھتا ہے: "یہ نص صریح ہے کہ مشرکین جن کو مدد کے لیے پکارتے تھے، وہ محض پتھر کی مورتیاں نہیں تھیں (جس طرح کہ آج کل کے قبر پرست اپنی قبر پرستی کو جائز ثابت کرنے کے لیے کہتے ہیں، کہ اس قسم کی آیات تو بتوں کے لیے ہیں) بلکہ وہ عقل شعور رکھنے والے افراد ہی ہوتے تھے، جن کے مرنے کے بعد لوگ ان کے مجسمے اور بت بنا کر پوجنے شروع کر دیتے تھے۔ (آگے یہ تہمت لکھا) کہ وصال یافتہ نبی ولی دنیا کے حالات سے بے خبر ہوتے ہیں"۔

(یونس ۲۹، ص ۵۰۵، اور ص ۲۷۲،۳۰ پر بھی یہی انداز اپنایا۔ اور کئی جگہ)

اگر ان آیات کو بتوں کے متعلق کہنے والے قبر پرست ہیں تو تمہارے امام ابن کثیر نے بھی اس آیت کو بتوں کے ساتھ خاص سمجھا ہے، اسی طرح تمام سلفی مفسرین نے، اب ان کو بھی قبر پرست کہو تو جانیں! ۔ (تفسیر ابن کثیر زیر آیت یونس ۲۹)

قاضی شوکانی کی تفسیر، فتح القدیر کے حوالے سے بھی گزر گیا۔ (ص [illegible])

نجدی مفسر نے صالحین کو "من دون اللہ" میں شامل کر کے ان کی شفاعت کا بھی انکار کر دیا، لکھتا ہے: "یعنی شفاعت کا اختیار تو کجا، انہیں تو شفاعت [illegible] کا بھی پتہ نہیں؛ کیوں کہ وہ پتھر ہیں یا بے خبر"۔ (زمر ۴۳، ص ۱۳۰۴، ۱۳۰۳)

اسی طرح متعدد آیات میں "من دون اللہ" کے تحت صالحین [illegible] کر کے ان کے اختیارات و کمالات وغیرہ کی نفی کر دی، اور ان کو خدا تعالیٰ کا مخالف باور کروایا۔ جس کا تفصیلی رد آ رہا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی حقارت کرنا:

ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں کھلی صراحت ہے، کہ مشرکین مورتیوں اور بتوں کو اپنا "الٰہ" معبود اور نفع و نقصان والا اور باشعور جانتے تھے، جس کی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے تردید فرمائی۔ ملاحظہ کریں: (الانبیاء: ۶۳، ۶۶، ۶۷)

انہیں آیات کے تحت لکھا: "کہا، اللہ کو چھوڑ کر ایسے بے بسوں کی تم عبادت کرتے ہو"۔ (سعودی تفسیر: ۸۹۹)

قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر جناب خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ جملہ بھی

موجود ہے:"اذ قال لابیہ یا أبت لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنك شیئًا"۔ ترجمہ: جب انہوں نے اپنے چچا (آذر "ابت" چچا کو بھی کہا جاتا ہے) سے کہا؛ کہ تم ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہو؟، جو نہ سنیں نہ دیکھیں، اور نہ تمہیں کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں۔(مریم:۴۲)

چند آیات"من دون اللہ" کی وضاحت:

ہم ان لوگوں کے اس جھوٹے دعوے کا پردہ چاک کرنے کے لیے (کہ یہ" سعودی تفسیر" سلفی تفاسیر کا خلاصہ ہے۔(ص:۱۱۴، وغیرہ) یہاں پر چندان آیات،" من دون اللہ" کا سلفی تفاسیر کی روشنی میں جائزہ لے رہے ہیں، جن کو صالحین اور مسلمانوں سے کچھ واسطہ نہیں، مگر نجدی حضرات اپنی خارجی ذہنیت کے مطابق، سیاق وسباق آیات کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے (ص:۵۵۸)، ظنون فاسدہ اور تاویلات باطلہ سے زبردستی محبوبانِ خدا کو دشمنانِ خدا، اور مومنوں کو کافروں کیساتھ ملا دیتے ہیں، پھر بھی اس تفسیر کو سلفی تفاسیر کا خلاصہ کہتے ہیں۔ جو سلف کرام پر بہتان عظیم ہے۔

ا:"وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر"، "اور اللہ تعالیٰ کے سوا (مقابل) تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ہے"۔(بقرۃ:۱۰۷۔نسا:۱۷۳،انعام:۷۰،ھود:۱۱۳،عنکبوت:۴۱، شوریٰ:۹،۴۶)

دوسری جگہ فرمایا:"انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا"، "تمہارا دوست صرف اللہ ہے، اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں"۔(مائدہ:۵۵)

مسلمانوں کی دعا ہے: "واجعل لنا من لدنك وليا واجعل لنا من لدنك نصيرا"۔ "اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حامی مقرر کر دے، اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا"۔ (نسا:۷۵)

گویا یہ تینوں آیتیں، تمام آیات "من دون الله" کی تفسیر ہیں، کہ ایسی آیات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے مراد، دشمنان خدا، کافر وشیطان، بت اور مقابل ہیں۔

۲: "ان الذين يدعون من دون الله"، "بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابل ان (معبودوں) کو پکارتے ہیں"۔ اور اس طرح کی وہ تمام آیتیں، جن میں پکارنے یا جس کو پکارا جائے اس کی مذمت اور بے اختیاری کا ذکر کیا گیا ہے۔

مخالفین اس قسم کی آیات کو بنیاد بنا کر فقط "پکار" کو "عبادت" قرار دیکر "اغثنی یا رسول اللہ، یا علی مدد، یا غوث اعظم دستگیر پکارنے کو، صالحین کی عبادت اور شرک قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ ایسی آیات میں صرف کفار مخاطب ہیں، کیونکہ وہ جن کو پکارتے تھے ان کو فقط مددگار ہی نہیں، بلکہ معبود بھی سمجھتے تھے۔ ایسی آیات کی تفسیر اس قسم کی آیات کرتی ہیں، "ومن يدع مع الله الها اخر"، اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے "معبود" کو پکارے۔ (مومنون:۱۱۷، قصص:۸۸)

یعنی ان آیات میں فقط غیر اللہ کو "پکارنے" سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ "معبود" سمجھنے کی برائی اور رد کیا گیا ہے، اور معبود سمجھ کر پکارنا ہی عبادت اور شرک ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اسراء:۵۷، میں) لفظ "یدعون" معنی کا "یعبدون" کیا ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: "والدعاء بمعنی العبادة فی القرآن کثیر"، کہ لفظ "دعا" قرآن میں بڑی دفعہ "عبادت" کے معنی میں آیا ہے۔ (روح البیان:۵/۲۴)

وہابیوں سے مطالبہ:

کوئی صاحب ایمان، غیر اللہ کو معبود سمجھنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ورنہ سارے نجدی ملکر بھی، فقط "پکار" کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ جب منکرین صرف "پکار" کو "عبادت و شرک" ثابت کرنے سے عاجز آجاتے ہیں، تو پھر مجبوراً انکو اپنے بڑوں کی تقلید میں، اپنے گھر سے اور بلا دلیل "ما فوق الاسباب" پکار، فوت شدہ کو پکار، دور سے پکار، غائبانہ پکار وغیرہ کی قیدیں لگانی پڑتیں ہیں، مگر کامیابی پھر بھی حاصل نہیں ہوتی۔

ہم دنیائے نجدیت سے مطالبہ کرتے ہیں: کہ غیر اللہ کو پکار والی آیتوں میں زندہ و مردہ وغیرہ قیود و شرائط ثابت کرو؟۔ اسی لیے ایسی تمام آیتوں میں تمام قدیمی و مستند مفسرینؒ نے صرف بتوں کو اور معبود سمجھ کر پکارنا مراد لیا ہے۔

(مزید: "مافوق الاسباب"، "دعا یدعوا"، "الوہیت"، وغیرہ عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

۳: "ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم"، کہ وہ تمہاری مثل بندے ہیں۔ (اعراف:۱۹۴)

بتوں، مجسموں اور مورتیوں کی ہی ہو سکتی ہے نہ کہ انبیا و اولیا کی۔ نجدی مفسر نے بددیانتی سے کام لیا، کہ اس آیت کے مذکورہ حصہ کی تفسیر نہیں کی کہ کہیں پیچھے کی گئی جھوٹی تفسیر و تحریف کا راز نہ کھل جائے۔ جبکہ مستند اور قدیمی مفسرین عظام نے اس سے مراد صرف بت لیے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۲۸۷، ابن جریر، ۹/ ۱۵۱، قرطبی، ۷/ ۲۱۷، معالم التنزیل، ۲/ ۲۲۲، کبیر، ۱۵/ ۹۲، روح البیان، ۳/ ۲۹۵، خازن، ۲/ ۱۶۹، جلالین، ۱/ ۱۴۶، موضح القرآن، ۱/ ۱۹۳)

ایک اہم نوٹ، اور شبہ کا رد:

یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے، جن آیات میں "من دون اللہ" سے شعور، زندگی اور سماعت وغیرہ کی نفی کی گئی (مثلاً نحل: ۲۱) یا جیسے اس آیت میں ان کو "عباد امثالکم"، یعنی تمہاری مثل بندے کہا گیا۔ تو اس اشکال کے مفسرین کرام نے چند جواب دیے ہیں۔

● انہیں "عباد" اس لیے کہا گیا کہ جس طرح تم بتوں کے پوجاری، اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور زیر حکم ہو، اسی طرح تمہارے معبود، بت بھی، "الٰہ" نہیں ہیں، بلکہ تمہاری طرح مخلوق اور اللہ کی ملکیت ہیں۔۔۔ اور "امثالکم" کا معنی ہے، کہ وہ گھڑے ہوئے مجسمے انسانی شکل پر ہیں۔ انسان ہر حال میں بت سے افضل ہے، کہ اعضا کام کرتے ہیں، جبکہ بتوں کے اعضا کی بناوٹ تو ہے مگر وہ کام نہیں کرتے۔

● چونکہ مشرکین خود بتوں کو، نفع و نقصان کا مالک سمجھتے تھے، اسکے لیے ضروری تھا کہ وہ ان کو باشعور اور ذی روح بھی سمجھتے ہوں، لہٰذا انکے عقیدے کے مطابق ان سے

بات کی گئی۔

✿۔۔۔۔۔ ان سے بطور استہزا فرمایا: کہ اگر تمہارے عقیدے کے مطابق یہ عاقل ہیں، تو پھر بھی یہ تمہاری مثل ہی ہیں، الہ اور خالق نہیں ہو سکتے۔ (تفاسیر کے حوالہ جات ابھی گزر چکے۔ سعودی تفسیر کی عبارات کے حوالے سے بھی بیان ہو چکا)

۴: "اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون"، "وہ مردہ ہیں اور انہیں یہ شعور نہیں، کہ وہ کب اُٹھائے جائیں گے"۔ (نحل:۲۱)

عقل کے بیماری اس آیت کو پڑھ کر بھی بڑا جوش مارتے ہیں "کہ دیکھو کہا گیا: کہ انہیں کوئی خبر نہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے، اور وہ مردہ ہیں۔ یہ صرف بتوں کے لیے نہیں ہو سکتا، اس سے صالحین بھی مراد ہیں"۔ لکھا: "یہ پتھروں کی بجائے، صالحین ہی پر صادق آسکتا ہے"۔ (سعودی تفسیر:۷۳۱، ۶۸۱، ۱۲۱۲)

اس آیت کے متعلق بھی مفسرین کرام نے یہی کچھ فرمایا: کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، یہ خود تمہارے ہاتھوں کے بنے ہوئے ہیں، یہ جمادات اور بے جان مورتیاں ہیں، ان میں ارواح اور شعور نہیں ہے، اور یہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے، اور نہ یہ نفع ونقصان دے سکتے ہیں۔ یعنی یہاں پر ان کے عقیدے کے مطابق بات ہوئی، کہ تمہارے عقیدے میں یہ باشعور نافع اور ضار ہیں، مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہیں۔ یہاں پر علامہ بغوی اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ انداز اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ قیامت کو بتوں میں زندگی پیدا کی جائے گی، اور وہ اپنے پجاریوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ (تفسیر معالم التنزیل ۹۵/۳، ابن جریر ۹۳/۸، قرطبی ۹۳/۵، کبیر ۱۱/۲۰ تا ۱۲، ابن ابی

حاتم: ۷/۲۳۹۷، زاد المسیر ۳/۲۳۷، روح البیان ۵/۲۳، خازن ۳/۱۷۱، جلالین ۱/۲۱۷، موضح القرآن ۱/۲۷۱)

لطف کی بات ہے، کہ امام الوہابیہ قاضی شوکانی اور حافظ ابن کثیر نے بھی یہاں پر صرف بتوں کو مراد لیا۔ ان دونوں حضرات کی تفسیریں، سعودی تفسیر کا بنیادی ماخذ ہیں، مگر یہاں اپنے ان اماموں کو بھی چھوڑ دیا، اور صرف محمد بن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی کی تقلید میں تحریف قرآن کا ارتکاب کیا۔

(فتح القدیر، ۳/۲۱۵، تفسیر القرآن العظیم معروف بہ ابن کثیر، ۲/۵۸۶)

مفسرین فرماتے ہیں، کہ لفظ "اموات" کے ساتھ "غیر احیاء" کی قید اس لیے لگائی کہ کچھ مردے ایسے ہوتے ہیں، کہ جن میں کبھی حیات بھی پائی جاتی ہے، مگر "بت" ایسے مردے ہیں کہ ان میں کسی زمانے میں بھی حیات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ (تفسیر فتح القدیر، تفسیر ابی سعود)

میں (راقم) کہتا ہوں: کہ ایک طرف "اموات غیر احیاء" رکھیں، اور دوسری، "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات، بل احیاء"، کو رکھیں تو خود ہی قرآنی فیصلہ ہو جائیگا، کہ جب شہید زندہ ہے، اور اس کو مردہ کہنا جائز نہیں، بلکہ بے ادبی ہے۔ (ص: ۶۲) تو پھر رسول اللہ ﷺ کو مردہ کہنا کیسے جائز ہوگا؟ مگر اس نجدی مفسر نے آپ ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غوث پاک علیہ الرحمۃ کو مردہ کہہ دیا۔ (ص: ۱۳۰۵)

معلوم ہوا کہ اس آیت میں صالحین کو مردہ نہیں کہا گیا، جبکہ وہابی تو شہداء کو بھی دنیا سے بے شعور، اور ان کے لیے کفار کی طرح کی برزخی زندگی مانتے ہیں۔

۵: "لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له ــــ الخ"، وہ ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، اگرچہ سارے جمع ہو جائیں، اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز (شہد و زعفران وغیرہ جو بتوں پر ملتے تھے) چھین کر اڑ جائے، تو واپس بھی نہیں لے سکتے۔

(حج ۷۳، نحل ۲۰ وغیرہ)

اس آیت کے انداز بیاں میں کس قدر وضاحت ہے کہ اس سے مراد صرف بت ہیں، جیسے فرمایا: "واتخذوا من دونه الهة لایخلقون شیئا وهم یخلقون"۔

(الفرقان: ۳، لقمان: ۱۱)

لیکن نجدی بڑی بے حیائی سے، اس آیت میں بھی صالحین کو شامل کر کے ان کی بے ادبی کرتے ہیں۔ نجدی مفسر لکھتا ہے: "اللہ کے نیک بندے بھی ـــــ کہ سب اکٹھے بھی ہو جائیں، تو ایک حقیر ترین شے مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے"۔ (ص: ۹۳۶)

ہم ان بے ادبوں سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ! کیا کبھی کسی نبی، ولی نے خالق ہونے کا دعویٰ کیا؟ ـــ یا کسی مسلمان کا ان اللہ والوں کے متعلق خالق ہونے کا عقیدہ ہے؟۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین!

قرآن فہمی کے دعویدار، اور خارجی فکر کے حاملو! آؤ ہم تمہیں قرآن مجید کا مزاج سمجھائیں۔ ایک طرف قرآن پاک کا یہ فرمان: "لن یخلقوا" کہ وہ سارے مل کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔ اور یہ حدیث شریف کو رکھو: "ومن اظلم ممن ذهب یخلق کخلقی ـــ"۔ ترجمہ: اس سے بڑا ظالم کون ہے، جو میرے پیدا کرنے کی مثل

پیدا کرنا چاہے۔(بخاری: کتاب اللباس)

اور دوسری طرف، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان رکھو: "انی اخلق لکم۔۔۔

۔۔۔"، کہ میں تمہارے لیے (مٹی سے پرندے) بنا سکتا ہوں۔(آل عمران:۴۹)

اب اگر دل میں ذرہ بھی خوف خدا اور انصاف کا مادہ ہے، تو خود ہی فیصلہ کرو، کیا اس آیت سے صالحین مراد ہو سکتے ہیں؟۔۔۔کبھی نہیں، بلکہ اس سے بت اور خدا تعالیٰ کے مقابل مراد ہیں۔

اور وہ اللہ کے مقابل ہیں، جو سارے مل کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے، اور اگر تخلیق کی چاہت بھی کریں تو ظالم ٹھہریں۔۔۔جبکہ اللہ تعالیٰ کے صرف ایک ہی نبی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جو ہمارے آقا و مولا ﷺ کے مبشر ہیں، اور قرب قیامت مبلغ شریعت محمدیہ اور امتی بن کر تشریف لائیں گے، ان کی یہ شان ہے، کہ وہ اکیلے "پرندے" بناتے۔یہ قرآن کی وہ روح ہے، جو خارجی ذہنیت اور کھوپڑی میں نہیں آسکتی۔

اسی لیے دانائے غیوب ﷺ نے فرمایا تھا: "قرآن پڑھیں گے بہت سنوار کے، مگر حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور (فی الحقیقت) اسلام سے خارج ہوں گے"۔

(بخاری: کتاب التوحید) ع خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں!

اور پھر مکھی جیسی گندی اور حقیر چیز کی نسبت، ان مقدس اور طیب ہستیوں کی طرف کرتے ہوئے، شرم آنی چاہیے تھی۔اور کہاں مکھیاں اور کہاں پاک باز ہستیاں۔اور

کیا پہلے مکھیاں تھوڑی ہیں! ـــــ ؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی!

اس آیت میں بھی مفسرین کرام نے، "یٰایھا الناس ـــ" سے "کافر" اور "لن یخلقوا ـــــــ" سے صرف "بت" ہی مراد لیے ہیں، نہ کہ "مومنین و صالحین"۔ اور لے اڑنے سے مراد، زعفران اور شہد ہے، جو کفار اپنے بتوں پر ملتے تھے۔ اور طالب و مطلوب سے مراد، بت، پجاری اور مکھیاں ہیں۔ (ابن جریر ۱۷/۲۰۳، ابن کثیر ۳/۲۲۵، قرطبی ۶/۹۴، معالم التنزیل ۳/۲۹۸، کبیر ۲۳/۶۷، روح البیان ۶/۶۱، خازن ۳/۳۱۷)

۶: "ما یملکون من قطمیر"، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے، تک کے بھی مالک نہیں۔

(فاطر ۱۳، سبا ۲۲)

بخاری بخاری کی رٹ لگانے والے، بخاری کی صرف رفع الیدین والی احادیث دکھا کر عوام کو وہابی بنا کر، اُنکا ایمان برباد کرنے والے، یہ آیت بھی صالحین پر چسپاں کرتے ہیں، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی۔ سعودی مفسر نے اس آیت کے تحت لکھا: "وہ جمادات ہیں یا منوں مٹی، کے نیچے مدفون (لوگ)"۔ (ص: ۱۲۲۳)

کاش بخاری شریف کی اس حدیث کو بھی مانا اور جانا ہوتا۔ نجدی کہے کہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں، جبکہ آپ ﷺ نے، ایک ڈھیر کھجوروں سے، حضرت جابر کا کئی ڈھیروں کا قرض اتار دیا، اور وہ ڈھیر ابھی تک اسی طرح باقی تھا۔ (بخاری، کتاب البیوع)

؎ بے عشق نبی جو بھی پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو، بخاری نہیں آتی!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تؤتی الملک من تشاء"، (اے اللہ!) تو جسے چاہے

بادشاہی دے۔ (ال عمران:۲۶)۔۔۔اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو بادشاہ نہیں دیکھنا چاہتا، تو پھر اور کون ہے؟

فرمایا: زمین صالحین کی وراثت ہے۔ (الانبیاء:۱۰۵، اعراف:۱۲۸)

ان نجدیوں کی دوہری شریعت اور صالحین دشمنی دیکھیے، کہ ان کے مُردے بھی صرف " مَلِك " یعنی صرف بادشاہ ہی نہیں، بلکہ "المَلِك فهد"۔ " المَلِك عبد العزيز "، بلکہ خاص بادشاہ ہی ہوتے ہیں۔ جیسے سعودی تفسیر کے مقدمے، کعبہ شریفہ کے دروزے، عمارات حرمین، غلاف اور سعودی ریالوں وغیرہ پر لکھا ہوتا ہے۔

مگر اللہ کے محبوب ﷺ، ایک گٹھلی کے بھی مالک نہ ہوں۔ حلانکہ "المَلِك "اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ (مومنون:۱۱۶) ان کے اصول کے مطابق یہ شرک اکبر ہے۔

اور ان کے مردہ بھی سلطان اور والی ہوتے ہیں، نجدی مفسر نے لکھا: سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز۔ (ص:۱۴۹۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ملکیت کی وسعت کا یوں اعلان فرمایا: "انا اعطيناك الكوثر!"، ہم نے آپ کو کثرت، یعنی خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ (ص:۱۷۴۹)

تاکہ کوئی دماغ اور آلہ ملکیت مصطفیٰ ﷺ اس کا اندازہ ہی نہ کر سکے۔

اور فرمایا: "النبی اولی بالمومنين من انفسهم"، نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں۔ (احزاب:۶، حدید:۱، الضحیٰ:۸، توبہ:۷۴)

ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے فرمایا: "ان الله تعالى يغنيكم

اونعشکم بالاسلام وبمحمد "، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام اور محمد ﷺ کے ذریعے سے غنی اور بلند کر دیا ہے۔ (بخاری: کتاب الاعتصام ۲/۱۰۸۰)

ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے بارے فرمایا؛ "ولا یغنی عنک شیئا" اور نہ وہ تمہیں کوئی فائدہ دے سکیں۔ (مریم: ۴۲)

یعنی خود قرآن کریم نے ہی یہ فیصلہ فرمادیا، کہ جو ایک ذرّے کے بھی مالک نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے مقابل اور عدو ہیں، اور جنکو اللہ تعالیٰ نے صرف غنی ہی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی غنی کر دینے والا بنایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ (مزید عنوان: "اللہ والوں کی وجاہت"، اور "نورانیت وحاکیت" از علامہ کاشف مدنی، زاویہ پبلیشرز ملاحظہ کریں)

مستند اور سلف مفسرین عظام نے اس آیت کو بتوں کے ساتھ خاص کیا ہے، فرمایا: کہ اس سے مراد بت اور پتھر ہیں، کہ ان میں روحیں نہیں ہیں، جن پر وہ اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، کہ اگر تم بلاؤ تو تمہاری سن لیں۔ (ابن کثیر ۳/۵۵۹، ابن جریر ۱۲/۱۲۲، قرطبی ۷/۲۱۲، معالم التنزیل ۳/۵۶۸، تفسیر کبیر ۲۶/۱۲، روح البیان ۷/۳۳۲، خازن ۳/۵۳۲، جلالین ۲/۳۶۵، موضح القرآن ۱/۳۵۶)

۷: "فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلاً اولئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ۔۔۔۔"۔ (بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷)

نجدی مولویوں کے گمان فاسد میں یہ آیت بھی انکی بڑی پختہ دلیل ہے۔ چونکہ اس آیت میں رب تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑنے والوں سے مراد صالحین ہیں، جن کے متعلق کہا گیا، کہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، جس سے

ثابت ہو گیا کہ انبیاواولیا بھی کچھ نفع نہیں دے سکتے۔(عنکبوت ۴۱، کے تحت بھی،اولیاء اللہ کو،اولیاء من دون اللہ میں شامل کر کے بے نفع کہا)۔

اس آیت کا شان نزول کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''کان ناسٌ من الجن یُعبدون، فاسلموا''، کہ جنوں میں سے ایک گروہ تھا،جس کی عبادت کی جاتی تھی،پس وہ مسلمان ہو گئے،(مگران کے پجاریوں کو معلوم نہ ہو سکا،اور وہ ان کی عبادت ہی کرتے رہے)۔(بخاری، کتاب التفسیر)

صحابیِ رسول ﷺ نے یہاں پر ''یدعون'' کا معنیٰ''یعبدون'' کیا ہے۔ (حقیقت التوحید:۵۱) یعنی وہ لوگ ان جنوں کو محض خدا کا بندہ سمجھ کر ہی نہیں پکارتے تھے۔بلکہ ان کو معبود سمجھ کر پکارتے تھے،جو ان کی عبادت ٹھہری۔

یہ اللہ والوں کی بے ادبیوں کی سزا ہے،کہ منکرین کی ایسی مت ماری گئی ہے، کہ انہیں یہ بھی سمجھ نہیں رہی،کہ ہم صالحین کی نفع رسانی اور شفاعت کا رد (جیسے، سعودی تفسیر: ۱۳۰۴پر) کر کے،خود کو کفار کی صف میں شامل کر رہے ہیں۔

کیونکہ صالحین کی طرف سے بے نفع تو کفار ہیں۔ان آیات میں کفار کو بے نفع اور بے شفاعت کہا گیا ہے۔(بقرہ:۱۰۷، عنکبوت:۲۵،۴۱،انعام:۵۱،۷۰،حج:۱۳،سبا:۲۳،۴۲،ممتحنہ:۳، مدثر:۴۸)

جبکہ مومنین کو تو صالحین کی شفاعت اور ولایت (دوستی)، بلکہ اولاد بھی،دونوں جہاں میں نفع دیتی ہے۔(النساء۱۱،المائدہ۱۱۹،طہٰ۱۰۹،زخرف ۶۷،طور۲۱)

قیامت کو صالحین کے شفاعت کے نجدی بھی اقراری ہیں،تو کیا شفاعت نفع

رسائی، اور دفع ضرر نہیں؟

ایک نجدی سعودی مولوی نے شفاعت کو نفع، اور دفع ضرر لکھا۔

(اسلام میں مفہوم شفاعت:۱۳، مکتبہ دعوۃ وارشاد)

سعودی مفسر نے لکھا ہے: "مولیٰ" (فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین الخ۔ (تحریم:۴) کے معنی ولی اور مددگار کے۔۔۔ مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے"۔ (ص:۹۱۴)

تو جب مومن ایک دوسرے کے مولا ہیں تو وہ مصیبت میں کام آسکتے ہیں۔

لہٰذا اس آیت میں اُن "کفار" کو مخاطب کیا گیا، جو صالحین کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور کفار کو صالحین کا وسیلہ کچھ نفع نہیں دے سکتا، ایک تو کفر کی وجہ سے، اور دوم صالحین کو معبود جاننے کی وجہ سے۔ کہ اگر وہ ایمان دار ہوتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے جان کر ان کا وسیلہ اختیار کرتے تو انہیں ان سے ضرور نفع حاصل ہوتا۔

اور زندہ صالحین کا وسیلہ تو ان مبتدعین کے ہاں بھی جائز ہے، جو نفع کے حصول کے لیے ہی پکڑا جاتا ہے، پھر وہ کس منہ سے وسیلے کی نفع بخشی کا انکار کر سکتے ہیں؟

اِس آیت (اسراء:۵۷) کی تفسیر، یہ آیت کرتی ہے: "تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا (یعنی مقابل)، ولی (حمایتی) بنالیں گے"۔ (کہف:۱۰۲)

یعنی اللہ کے بندے، اللہ کے مقابلے میں اور کافروں کے حمایتی نہیں ہوتے، نہ کہ باذن اللہ مومنوں کے بھی حمایتی اور نفع رساں نہیں ہوتے۔

(النساء:۶۴، المائدہ:۵۵ تحریم:۴(ص:۹۱۴)، انفال:۶۴)

مفسرین کرام نے فرمایا ہے: مشرکین پر شدید قحط پڑا کہ مردار بھی کھا گئے، "فاستغاثوا بالنبی ﷺ لیدع لهم"، پس نبی سرور ﷺ سے استغاثہ یعنی فریاد کی کہ دعا کریں، تو یہ آیات نازل ہوئیں، کہ آپ ﷺ ان کافروں سے فرمائیں، جنہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں: کہ اب ان کو ہی بلاؤ جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو، اور وہ مسلمان جنوں، ملائکہ، عزیر، عیسیٰ اور مریم علیہم السلام کی عبادت کرتے تھے۔

مفسرین کی اس روایت میں بھی یہ وضاحت ہے، کہ اس آیت میں اللہ والوں کی قوتوں کو باذن اللہ جانتے ہوئے، وسیلے اور فریاد رسی کا رد نہیں ہے بلکہ اثبات ہے، اور انہیں معبود اور مستقل سمجھنے کی مذمت کی گئی ہے۔ (ورنہ بعد از وصال بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت محمدیہ ﷺ کی مشکل کشائی کا کون انکار کر سکتا ہے؟ جنہوں نے پینتالیس نمازیں معاف کروا دیں) (ابن کثیر،۳/۵۰، ابن جریر،۹/۱۰۲، قرطبی،۵/۱۸۱، کبیر،۲۰/۲۳۰، معالم التنزیل،۱۲۰/، روح البیان،۵/۱۷۳، خازن،۳/۱۷۸، جلالین،/۲۳۳، موضح القرآن،/۲۹۲)

: "من لا يستجيب له الى يوم القيامة الخ"، وہ تمہاری پکار کو یوم قیامت تک نہیں سن سکتے۔ (احقاف:۵)

سعودی مفسر نے لکھا: "یعنی یہی سب سے بڑے گمراہ ہیں، جو پتھر کی مورتیوں کو یا فوت شدہ اشخاص کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، جو قیامت تک جواب دینے سے قاصر ہیں، اور قاصر ہی نہیں بلکہ بالکل بے خبر ہیں۔ (ص:۱۴۱۶)

یہاں پر بھی مسلمانوں کو مشرکوں، اور صالحین، حتی کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی، بے جان، بے شعور، جماد اور بتوں کے ساتھ ملایا گیا۔ معاذ اللہ!

اس آیت کو بھی اللہ والوں سے کچھ تعلق نہیں، اور نہ ہی اس میں فوت شدہ کی کوئی ذکر و قید ہے۔ اور سماع موتی پر اجماع امت ہے۔ ("سماع موتی" کا عنوان ملاحظہ کریں)

اور مستند مفسرین کرام نے اس کو بھی بتوں اور ان کے پجاریوں مشرکین کے ساتھ خاص کیا ہے، کہ بت اپنے پجاریوں کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتے، کیونکہ وہ جماد اور بے جان پتھر ہیں، نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ (ابن کثیر ۱۲۵/۲، ابن جریر [illegible]، قرطبی ۱۲۲/۸، کبیر ۵/۲۸، معالم التنزیل ۱۶۳/۲، روح البیان ۳۶۲/۸، خازن ۱۲۲/۲، جلالین [illegible] القرآن ۵۲۲/)

لیکن منکرین عظمت صالحین کی مجبوری ہے، کہ وہ سماع موتی کا انکار کریں، چاہے اجماع کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ (حالانکہ خود اجماع کے انکار کو کفر لکھا۔ (النساء: ۱۱۵، ص: ۲۵۶) اس لیے کہ ان منکرین کو سارا خطرہ ہی وصال یافتہ صالحین سے ہے، کیونکہ ان کے خود ساختہ عقیدہ توحید میں صرف وصال یافتہ بزرگوں کے لیے کوئی قدرت ماننا شرک اکبر ہے۔

حالانکہ اپنے مردوں کو بھی، "الملك فهد" یعنی بادشاہ ہی لکھتے ہیں۔

۹: "واذا ذكر الله وحده اشمأزت قلوب الذين لا يؤمنون بالاخرة واذا ذكر الذين من دونه اذا هم يستبشرون" "اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جائے، تو ان لوگوں کے دل متنفر ہوتے ہیں، جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، اور جب اللہ کے سوا

دوسروں کا ذکر کیا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔(زمر:۴۵)

اس آیت میں "الذین لایومنون بالآخرۃ" "وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے"، کے الفاظ واضح کرتے ہیں، کہ اس آیت کو اہل ایمان سے کوئی تعلق نہیں، باوجود اس کے اس آیت کی تفسیر میں ذکر مصطفیٰ ﷺ اور ذکر اولیاء کو "من دون اللہ" ذکر کہہ کر، ذکر اللہ سے جدا اور مقابل لکھا۔

اور یہ بھی جھوٹ بولا: کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مدد کرنے کی قدرت نہیں دی۔

اور مزید آپ ﷺ، حضرتِ علی رضی اللہ عنہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور تمام صالحین کو صراحۃً "مردہ" لکھا۔(ص:۱۳۰۵)

اور یہ بھی بہتان باندھا: کہ اہل سنت صرف یا اللہ مدد کہنے پر تنگ دل اور بیزار ہو جاتے ہیں، مگر یارسول اللہ، یا علی مدد، کہنے پر خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ غصہ ہمیں ان لوگوں کی بدعقیدگی پہ آتا ہے۔ جیسے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو خارجیوں نے قرآن، "ان الحکم الا للہ" (یوسف) پڑھ کر کافر کہا۔ (معاذ اللہ!) تو آپ نے جواباً فرمایا تھا: "کلمۃ حق ارید بھا الباطل" (مسلم) "کہ قرآن سچا ہے، مگر استدلال باطل ہے"۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں، کہ کلمہ "یا اللہ مدد" سچا ہے، لیکن اس سے تمہارا اردہ باطل ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ یارسول اللہ مدد کہنا شرک ہے۔ اسی لیے تم نے نعرہ گھڑا ہوا ہے:

"صرف یا اللہ مدد! باقی سب شرک و بدعت"۔ جس کو اپنے فرقے کا ٹائٹل سمجھتے ہو، حالانکہ یہ نعرہ خود تمہاری بدعت ہے، جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔

الحمد للہ اولیا کرام کے آستانوں پر اسم ذات (اللہ ھو) کا وظیفہ سکھایا جاتا ہے۔

ابن کثیر اور دیگر مفسرین کرام نے فرمایا ہے، کہ اس سے پہلی آیت میں مشرکین کی مذمت اور رد ہے، جو بتوں کو شفیع جانتے تھے، "کہ وہ جماد اور حیوانوں سے بھی بدتر ہیں، کسی چیز کے مالک نہیں"۔ "واذکر اللہ وحدہ" یعنی جب کہا جائے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو وہ تنگ اور بیزار ہو جاتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان، اللہ کی توحید اور آخرت کا منکر ہو سکتا ہے؟

"من دونہ": سے مراد "الاصنام و الانداد"، یعنی بت اور شریک ہیں، نہ کہ انبیاء و اولیاء کرام۔ (تفسیر ابن کثیر اور دیگر تفاسیر معتبرہ زیر سورۃ زمر آیت: ۴۵،۴۴،۴۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکے محبوب کریم ﷺ اور دیگر صالحین کا ذکر، ذکر "من دون اللہ" نہیں، بلکہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور محبت ایک ہے، اسی طرح ذکر بھی ایک ہے، جدا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس ذکر کو بلند کرنے کا کئی طرح اہتمام کیا، مثلاً کبھی فرمایا: "ورفعنا لك ذكرك"۔

کبھی: "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی"۔

کبھی: "وللاخرة خير لك من الاولىٰ"۔

اور کبھی: "عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا" وغیرہ کہہ کر۔

اسی طرح اذان، اقامت، نماز، کلمہ وغیرہ متعدد جگہ مصطفیٰ کریم ﷺ کے

ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا کہ جب تک کوئی یہ ذکر نہیں کرے گا، اسکا ذکر خدا بھی قبول نہیں ہوگا۔

وہ بے نیاز ذات خود اعلان فرماتی ہے: "فاذکرونی اذکرکم"۔(بقرۃ:۱۵۲)

حدیث پاک میں ہے: کہ میرے محبوب اور اولیاء وہ ہیں، کہ ان کے ذکر کے ساتھ میرا ذکر، اور میرے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(مسند احمد،۳/۴۳۰، طبرانی اوسط،۱/۲۰۳)

ابن عُیَینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ"، کہ نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی کا نزول ہوتا ہے۔(حلیۃ الاولیاء،۷/۲۸۵، احمد بن حنبل فی الورع،۱/۱۷۶، تاریخ بغداد،۳/۲۳۹، سیر اعلام النبلاء،۱۴/۲۴)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے محبوبوں کا ذکر، ذکر "من دون اللہ" نہیں۔ سچ فرمایا تھا امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے:

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو !
واللہ! ذکر حق نہیں، کنجی سقر کی ہے

سعودی مفسر نے "ورفعنا لک ذکرک"، کے تحت لکھا ہے: "یعنی جہاں اللہ کا نام آتا ہے وہیں آپ ﷺ کا نام بھی آتا ہے، مثلاً اذان' نماز اور دیگر بہت سے مقامات پر' گزشتہ کتابوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل ہے، فرشتوں میں آپ کا ذکر خیر ہے' آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا"۔(ص:۱۷۲۸)

ایک اور جگہ لکھا: "ذکر سے مراد کوئی کتاب الہی یا پیغمبر ہے"۔(ص:۱۲۷۰)

"ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی"، (احزاب:۵۶) کے تحت لکھا: اس آیت میں نبی ﷺ کے اس مرتبہ ومنزلت کا بیان ہے جو ملاء اعلیٰ (آسمان) میں آپ ﷺ کو حاصل ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی ثناو تعریف کرتا اور آپ ﷺ پر رحمتیں بھیجتا ہے "۔۔۔(ص:۱۱۹۰)

۱۰: " ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ"، اور کچھ لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اوروں کو اللہ تعالیٰ کا مد مقابل محبت کرتے ہیں ان سے، جیسے اللہ سے محبت کرنا چاہیے۔ (بقرۃ۱۶۵)

اسکے آیت کے تحت نجدی مفسر نے لکھا: "انہوں نے تو غیر اللہ اور اپنے پیروں، فقیروں اور سجادہ نشینوں کو اپنا ماویٰ وملجا، اور قبلہ حاجات بنا رکھا ہے، بلکہ ان سے انکی محبت اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ (ص:۶۵)

لعنۃ اللہ علی الکاذبین لستنتہ اس آیت میں "اندادا" کا لفظ وضاحت کرتا ہے، اس سے مراد مسلمان وصالحین نہیں، بلکہ مشرکین اور ان کے معبود بت وغیرہ ہیں۔ (ملاحظہ کریں: تفسیر ابن کثیر، اور دیگر تفاسیر)

اللہ والوں سے اہل ایمان کی محبت، مطلوب شرعی ہے مردود شرعی نہیں، اور" الحب فی اللہ والبغض فی اللہ "۔(ابوداؤد کتاب السنۃ:۴۵۹۹) کا تقاضا ہے۔ اس محبت کو "غیر کی محبت" کہنا بے دینی، گمراہی اور بے حیائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "احب الیکم من اللہ ورسولہ الخ "۔(توبہ:۲۴)

یہاں اللہ اور رسول کی محبت کو ایک محبت قرار دیا گیا۔ جس کی تفسیر سید عالم، نور

مجسم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "لا یومن احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین "، کہ تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ میری ذات اسے اپنے والدین ،اولاد اور باقی تمام رشتوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔ (بخاری، کتاب الایمان)

اگر حب رسول ﷺ حب اللہ جل جلالہ، سے جدا ہوتی، تو آپ ﷺ اس حدیث پاک میں صرف اپنی محبت کا ہی ذکر نہ فرماتے۔ آپ تو مقصود کائنات، سید ولد آدم ﷺ ہیں، ایک متقی مومن سے جب اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے، تو خود اس کی محبت کو آسمانوں اور زمینوں میں عام کرنے کا اہتمام فرماتا ہے۔ (بخاری، ترمذی، تفسیر سورۃ مریم ۱۹)

گویا اس کی محبت، اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہوتی ہے۔

عقل ہوتی تو ،خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں ، اسے منظور بڑھانا تیرا

ii: "ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم، ویقولون ھٰؤلاء شُفعاؤ نا عنداللہ"، اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں، جو نہ نفع دے سکیں نہ نقصان، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (یونس:۱۸)

اسی طرح کی ایک آیت ہے: "ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ"، ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہے، کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (زمر:۳)

پہلی آیت کے متعلق نجدی مفسر نے لکھا: "یعنی مشرکین بھی اللہ کے سوا جن کی

(تفصیل، "الٰہ" اور "عبادت"، "وسیلہ" اور "شفاعت"، عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں)

جھوٹ اور تضاد: (مشرک بتوں کو الٰہ نہیں جانتے تھے)

نجدی نے آیت میں لفظ "قربانًا الٰھۃ"۔ (احقاف:۲۸) کے باوجود بھی یہ جھوٹ لکھ دیا: "کہ مشرکین مکہ بتوں کو "الٰہ" نہیں سمجھتے تھے، بلکہ قرب کا وسیلہ سمجھتے تھے"۔

(ص:۱۳۲۵،۵۶۶)

یہ جھوٹ دہلوی کی نقل میں لکھا: "مشرکین بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کا بندہ اور مخلوق جانتے تھے۔ (تقویۃ الایمان:۲۹)

جبکہ خود کئی جگہ لکھا: کہ مشرکین بتوں کی بھی عبادت کرتے تھے، تو جس کی عبادت کی جائے وہ "الٰہ" ہی تو ہوتا ہے، اور کیا کسی کو معبود جاننا اللہ تعالیٰ سے برابری نہیں؟۔ (ص:۳۹۳، ۵۷۱، ۷۰۶، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۹، ۹۰۶، ۹۹۷، ۱۲۲۸، ۱۲۷۳، ۱۳۱۰، ۱۳۲۸، ۱۳۳۷، ۱۳۹۰، ۱۳۹۵، ۱۴۱۵، ۱۶۵۰)

متعدد آیات میں صراحتاً بتوں کو مشرکین کے عقیدے کے مطابق "الٰہ، اور معبود" کہا گیا۔ (اعراف، ۱۳۸، الانعام ۷۴، الانبیاء:۵۹، ۶۲، ۶۶، ۶۷، ۹۸)

اور متعدد آیتوں میں "انداداً"، "عدل"، اور "سواء" کا لفظ آیا ہے، کہ وہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھتے تھے۔ (البقرۃ:۲۲، ۱۶۵، ابراہیم:۳۰، سبا:۳۳، الزمر:۸، حم السجدہ:۹، الانعام:۱، ۱۵۰)

۱۲: "ما تعبدون من دونہ الا اسماءً سمیتموھا انتم واباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن"۔ اس کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو، وہ فقط نام ہی ہیں، جو تم نے اور

مسلمانوں میں اولیاء کرام کے جو القابات مشہور ہیں، وہ ان کو معبود نہیں، بلکہ محبوب جانتے ہیں۔ ("داتا گنج بخش..." عنوان ملاحظہ فرمائیں)

سعودی تفسیر کا، سلفی تفاسیر سے اختلاف:

تفسیر ابن کثیر اور فتح القدیر (شوکانی)، سعودی تفسیر کا بنیادی ماخذ ہیں، مگر آپ نے ملاحظہ کیا کہ آیات "من دون اللہ" کی تفسیر میں باقی سلف مفسرین تو رہے ایک طرف، انہوں نے اپنے ان دو اماموں کے مسلک سے بھی بغاوت کی، اور فقط اپنے جدید ائمہ ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کی "مذموم تقلید" اختیار کی۔ اور آپ نے ملاحظہ کیا کہ تمام قدیم وسلف مفسرین کرام نے، "من دون الله" سے اختیارات، کمالات کی تردید اور مذمت کو، صرف دشمنان خدا، بتوں اور شیطان وغیرہ کے ساتھ خاص سمجھا، جبکہ نجدیوں نے مسلک ومنہج سلف سے انحرف کرتے ہوئے، تفسیر بالرائے اور تحریف معنوی کا ارتکاب کیا۔ (ص:۱۱۴)

یہاں یہ بات بھی قطعی طور پر ثابت ہوگئی، وہابی اہل سنت نہیں بلکہ اہل بدعت ہیں۔

سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "یقرؤن القران لایجاوز حناجرهم"، وہ قرآن (تو بہت) پڑھیں گے۔ لیکن (قرآن کی روح اور مراد) ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔ (بخاری، کتاب التوحید)

اور فرمایا: "یدعون الیٰ کتاب الله ولیسوا منه فی شی ---"، وہ کتاب اللہ

کی طرف تو بلائیں مگر اس (کی حقیقت) سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔۔۔نشانی سر منڈانا (ٹنڈ) ہوگی۔ (ابوداؤد: کتاب السنۃ، نسائی: کتاب تحریم الدم)

"من دون اللہ" کے متعلق، منکرین پر سوالات:

ا: قرآنِ مجید میں: "من دون اللہ" سے تو مطلقاً نفع، شفاعت، ملکیت، حیات، سماعت، بصارت وغیرہ کی نفی کی گئی ہے، جبکہ تم لوگ ان آیات کو زندہ صالحین پر نہیں، بلکہ صرف وفات یافتہ صالحین پر ہی چسپاں کرتے ہو۔ جیسے یہ جھوٹ لکھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی: "کہ مرنے کے ساتھ ہی ان صالحین کی قدرتیں ختم ہو گئیں۔ سب سے بالکل بے خبر، بہرے اور اندھے ہیں"۔ (سعودی مفسر بجلد ۲۲)

یعنی دنیوی زندگی میں اور قیامت کے دن، صالحین کی قدرتیں تم بھی تسلیم کرتے ہو۔ جیسے سعودی مفتی ابن باز بھی لکھتا ہے: "آپ کی زندگی میں شفاعت کا مطالبہ جائز تھا، اور قیامت کو بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ کی استطاعت میں تھی اور ہوگی، (یعنی شرک اس لیے ہے کہ اب شفاعت کرنا آپ کی استطاعت میں نہیں رہا)"۔ (عصا، زیارت مدینہ منورہ: ۲۰، پریزیڈنسی جنرل (سعودیہ))

نجدی مفسر نے یہ بھی لکھا: "من دون اللہ" میں صرف وہی صالحین داخل ہیں، جن کی عبادت کی گئی"۔ (ص: ۳۳۸)

یعنی یہ بھی تم نے خود ہی تخصیص کر دی کہ "من دون اللہ" میں سارے صالحین داخل نہیں۔ لیکن اگر سارے صالحین کو مسلمانوں کا معبود ثابت کرنا ہے، تو پھر یہی

عبادت کی تعریف سلف کرام سے ثابت کرو۔ کبھی نہ کر سکو گے: انشاء اللہ!

اب بتاؤ! کہ اِن ''من دون اللہ'' والی آیات کو فقط فوت شدہ انبیاء اولیاء کے ساتھ خاص کرنے کی تمہارے پاس کونسی نصوص شرعیہ ہیں؟

اب دو ہی راستے ہیں، یا تو صالحین کے اختیارات اور قدرتوں کا، بتوں کی طرح مطلقاً انکار کر دو، یا پھر انہیں فوت شدہ کے ساتھ خاص کرنے کا ثبوت دو!۔

نہ خدا ہی ملا، نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے، نہ اُدھر کے رہے

۲: دوسرا سوال یہ ہے کہ جن آیتوں میں ''من دون اللہ'' کی پکار کا ذکر ہے، وہاں زندہ و مردہ، دور و نزدیک، حاضر و غائب، اور مافوق الاسباب وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔ لیکن تم یہ ساری قیدیں لگاتے ہو، ان کو نصوص شرعیہ سے ثابت کرو۔

۳: تیسرا سوال ہے کہ تم نے قرآن حمید کی جتنی آیات کو صالحین اور مومنین پر چسپاں کر کے، اُنکی جو بھی تفسیریں کیں ہیں، اُن کی تائید سلفی و قدیمی تفاسیر سے ثابت کرو!۔۔۔ کبھی بھی نہ کر سکو گے، انشاء اللہ! فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار!

اب تو مانو کہ ہمارا سلف کرام سے کوئی ناتا اور تعلق نہیں، بلکہ ہم سلف کرام کے بھی بے ادب ہیں، کیونکہ ہمارے شرک کے فتوں سے وہ بھی محفوظ نہ رہے۔

مبتدعین ذرا اپنے اس جملے پر غور کریں: ''یہ نص صریح ہے کہ مشرکین جن کو مدد کے لیے پکارتے تھے، وہ محض پتھر کی مورتیاں نہیں تھیں، جس طرح کہ آج کل کے قبر پرست اپنی قبر پرستی کو جائز ثابت کرنے کے لیے کہتے ہیں، کہ اس قسم کی آیات تو بتوں کے لیے ہیں''۔ (ص: ۵۷۱)

دوم، ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ نجدیوں کی یہ تعریفِ عبادت، بے اصل، خود ساختہ، افتراء علی اللہ اور غلو فی الدین ہے۔

سلف کرام (اجماع) سے عبادت کی تعریف:

لغت وتفاسیر کی تمام قدیمی کتب میں عبادت کی یہی تعریف ملے گی: ''اقصیٰ غایۃ الخضوع والتذلل''، ''کہ انتہائی درجہ کی انکساری اور عاجزی ظاہر کرنا''۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں: ''آں کہ مدد خواستن چیزے دیگر است، و پرستش چیزے دیگر است''۔ (فتاوی عزیزی فارسی)

ترجمہ: مدد چاہنا دوسری چیز ہے، اور پرستش دوسری چیز۔

(فتاوی عزیزی مترجم: ۱۵۴)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خاص بات کی، کہ انتہا درجے کی عاجزی اسی ذات کے لیے ہوگی، جو انتہا درجے کا انعام کرے، اور انتہا درجے کا انعام ہے، وجود بخشنا۔ لہذا جو انسان کو وجود کی نعمت دے، خالق ہو، اس کے لیے ہی انتہا درجے کی عاجزی ہو سکتی ہے۔

مطلب یہ نکلا کسی ذات کو اپنا خالق سمجھتے ہوئے، اور مستقل طاقت کا مالک سمجھتے ہوئے جب اس کے لیے تعظیم اور عاجزی بجالائے گا، تو وہ اس کی عبادت بن جائے گا۔ یعنی عبادت کی حقیقت کا تعلق دل کے ساتھ ہے، نہ کہ ظاہری افعال کے ساتھ۔

تعجب کی بات یہ ہے، کہ شیخ نجدی کے بعد اس کی تقلید میں ہندوستانی مسلمانوں پر شرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ، اور فرقہ واریت کی تخم ریزی کرنے والے پہلے

"تقویۃ الایمان" سے، تعریف عبادت (بدعت وتضاد کا مظاہرہ):

اسماعیل دہلوی نے عبادت کی تعریف کی: "شرک صرف یہی نہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھا جائے، یہ بھی شرک ہے، کہ جو چیزیں اللہ نے اپنی ذات کے لیے خاص فرمالی ہیں، اور بندگی کی علامت قرار دی ہیں، ان کو غیروں کے آگے بجالایا جائے، مثلاً سجدہ، منت، مشکل کے وقت پکارنا۔۔۔سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے"۔ (تقویۃ الایمان:۳۶)

دوسری جگہ لکھا: "عبادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے، جو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے مقرر فرما کر بندوں کو سکھائے ہیں"۔ (ایضاً:۷۷)

آگے، "سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے" سرخی جما کر لکھا: "اگر کوئی کہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے، حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ، اگر ہم سجدہ تعظیمی کریں تو کیا حرج ہے؟ یاد رکھو اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے"۔ (مختصراً ص ۷۸)

آگے بڑی احمقانہ مثال دی، لکھا: "آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں سے نکاح جائز تھا، کوئی اسی کو دلیل بنا کر بہنوں سے نکاح کرلے، تو کیا حرج ہے؟، سخت حرج ہے، کہ وہ محرمات ابدیہ میں داخل ہیں"۔ (ایضاً)

دہلوی تو اپنے انجام کو پہنچ گیا، اب ہم دہلوی کے چیلے چانٹروں سے پوچھتے ہیں، (جو تقویۃ الایمان کو چھاپنا صدقہ جاریہ اور اس کی تلاوت کو ضروریات دین سمجھتے ہیں) کہ اگر کوئی آدمی شریعت محمدیہ کی رو سے "کہ بہنیں محرمات ابدیہ ہیں"، آدم علیہ السلام کی اولاد

پر اعتراض کرے کہ وہ بہنوں سے نکاح کر کے حرام کام، یعنی زنا کیا کرتے تھے۔ تو کیا جواب دو گے؟۔۔۔یہی نہ کہ "ان کی شریعت میں جائز تھا، ہماری میں حرام"۔

تو پھر سجدے کے متعلق بھی تو یہی جواب ہے، "کہ ان کی شریعت میں سجدہ تعظیمی کرنا جائز تھا، ہماری میں حرام ہے"۔

مگر دہلوی نے شیخ نجدی کی اندھی تقلید اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کے جرم، ۔۔۔اور ہوش وحواس میں قصداً، کیونکہ مجرم نے خود اعتراف جرم کیا تھا: "میں نے تقویۃ الایمان میں قصداً شرک اصغر کو شرک اکبر لکھ مارا ہے"۔ (ارواح ثلاثہ [illegible]، اکمل البیان: ۱۱۳، از عطاء اللہ حنیف غیر مقلد)

اور یہ جو لکھا: "اگر ہم سجدہ تعظیمی کریں تو کیا حرج ہے؟، یاد رکھیں اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان (دل سے) نکل جاتا ہے"۔ (تقویۃ الایمان ۸۷، عثمانی کتب خانہ)

حالانکہ اس شریعت میں سجدۂ تعظیمی حرام کام ہے، مگر دہلوی صاحب نے افتراء علی اللہ ورسولہ، اور غلو فی الدین کا ارتکاب کرتے ہوئے کہہ دیا کہ: "اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے"۔

اور نبی کریم ﷺ کے علم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنے والا کہ: "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر"۔ (تقویۃ الایمان: ۲۶، کتاب گھر، خٹک)

اور یہ لکھنے والا: "جو کسی کے بارے یہ سمجھے کہ اس کو میرے دل کے خیال کا علم ہو جاتا ہے۔۔۔ سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے"۔ (ایضاً، ص ۱۰)

یہی مولوی خود علیم بذات الصدور کے منصب پر فائز ہو کر لکھتا ہے:

"ایمان (دل سے) نکل جاتا ہے"۔

یا پھر مرزا قادیانی کی طرح یہ بھی مقام رسالت پر بزعم خود فائز تھا، کہ اس پر بھی کوئی تازہ ''وحی'' نازل ہوئی؟: ''کہ آج سے پہلے تو سجدۂ تعظیمی صرف گناہ کبیرہ ہی تھا، لیکن آج کے بعد سجدۂ تعظیمی سے، '' سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے''۔ (ایضاً ص:۷۸)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو کہیں یہ نہیں فرمایا، بلکہ یہاں تک کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا تھا، وہی سب سے اہم وقت تھا کہ آپ ﷺ فرما دیتے: معاذ! اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، اور ایمان نکل جاتا ہے، لہٰذا تجدید ایمان کرو!۔

یقیناً ایسی کوئی بات نہیں فرمائی، تو پھر اپنے شاہ شہید کو بدعتی کے الزام سے بچانے کے لیے اس کے اس جملے کو دلیل سے ثابت کرو۔

دہلوی کی جہالت یا مکاری (تضاد):

مگر یہ دہلوی کی جہالت تھی یا فریب ودجل، کہ اس نے ایک اصولی مسئلے کی کا مقابلہ اور مثال، اک فروعی مسئلے سے دی۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام کا دین یعنی اصول واحد تھے، شریعتیں وقت کی نزاکت وضرورت کے مطابق جدا جدا تھیں۔ جن باتوں پر توحید وشرک کا مدار ہے، وہ فروعی نہیں، بلکہ اصولی ہیں، جو کہ ازل سے ابد تک نہیں بدل سکتیں۔ جبکہ مولوی اسماعیل نے لکھا: ''کہ جو چیزیں اللہ نے اپنی ذات کے لیے خاص فرمائی ہیں،۔۔۔ مثلاً سجدہ، منت، مشکل کے وقت پکارنا۔۔۔ سجدہ صرف اللہ تعالی کے لیے مخصوص ہے''۔ (تقویۃ الایمان، مختصراً:۲۱، نعمانی کتب خانہ)

اور لکھا: "عبادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے، جو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے مقرر فرما کر بندوں کو سکھائے ہیں"۔ (تقویۃ الایمان: ۴۷)

میں پوچھتا ہوں! کہ وہ عبادت والے مخصوص کام ازل سے مقرر ہو چکے تھے یا کہ دہلوی کے دور سے؟۔۔۔ اگر شروع سے۔۔۔!

تو پھر فرشتے آدم علیہ السلام کو، یعقوب یوسف علیہما السلام کو، اور معاذ رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کر کے مشرک کیونکر نہ ہوئے؟۔۔۔ اور پھر سجدۂ تعظیمی کیا شے ہے؟

لہٰذا یہ کھلا تضاد ہے! کہ کبھی سجدہ کو عبادت کے لیے ازل سے مخصوص کہہ کر شرک ٹھہرانا۔۔۔ کبھی تعظیمی کو فرشتوں وغیرہ کے لیے جائز کہنا۔۔۔ اور کبھی اس امت کے لیے "اس سے شرک ثابت کرنا"۔

کچھ تھا ابھی بیان، ابھی کچھ بیان ہے
کیا تیری زبان کے نیچے زبان ہے؟

وہ مولوی اسماعیل جس نے اپنی امت کو نبی اکرم ﷺ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تعلیم دی کہ: "جس کا نام محمد یا علی ہے، اس کو کسی بات کا اختیار نہیں"۔

(تقویۃ الایمان: ۸۳)

خود تشریعی امور میں بھی اتنا مختار ہے، کہ "سجدۂ تعظیمی" فروعی مسئلے کو اصولی مسئلہ بنا دیا، اور لکھا: "کہ پہلی امتوں میں تو جائز تھا، لیکن اب اس سے شرک ثابت ہو جاتا"۔ (ملخصا)

"صراط مستقیم" سے تعریف عبادت: (تضاد)

یہی "تقویۃ الایمان" کے مصنف اسماعیل دہلوی نے اپنی دوسری کتاب، "

صراط مستقیم" کے پہلے باب میں اپنے مرشد سید احمد بریلوی کے حوالے سے عبادت کی وہی تعریف درج کی جس پر سلف امت کا اتفاق ہے: "صمدیت اور تعظیم، ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ عبادت تب کسی کی جائز ہوگی، جب اس کی صمدیت ثابت ہوگی۔ ہر مذہب کا آدمی اپنے معبود کے مستحق ہونے پر اسی صمدیت کی وجہ سے استدلال کرتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے بھی، معبودان باطلہ کی معبودیت کو اسی صمدیت کے نہ ہونے سے باطل کیا، جابجا ان کی محتاجی کو ثابت کیا۔ علم تفسیر میں مہارت رکھنے والے اس اصول کو خوب جانتے ہیں"۔ (دوسری فصل پہلی ہدایت، پہلی تمہید، ص ۴۰، ۴۱)

مولوی اسماعیل اپنی اس تعریفِ عبادت سے، اپنے ہی تقویۃ الایمانی عبادت کی تعریف سے مشرک ٹھہرا۔

اسی طرح نجدی مفسر بھی فعلِ سجدہ کو مطلق (بلا قید) عبادت نہیں کہہ سکا، بلکہ سجدہ کی تعظیمی و تعبدی تقسیم کی۔ (ص: ۱۸، ۶۷۱، ۷۱۶، ۸۱۵، ۱۲۸۷)

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرمایا: کہ سجدہ صرف مجھے کرو، اگر میری عبارت کرنے والے ہو۔ (حم سجدہ: ۳۷) ("شبیر عثمانی کی گواہی" عنوان بھی ملاحظہ کریں)

جس سے انہوں نے خود ہی اپنے دعوے کو باطل کر دیا: "کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے کچھ افعال خاص کر لیے ہیں"۔

اور اسی طرح یہ فتنہ پرور اور تفرقہ باز لوگ مزارات صالحین کے متعلق تعظیمی امور کو بھی عبادت کہتے ہیں، جو کہ جھوٹ اور باطل ہے۔

عبادت کی حقیقت؟:

قارئین کرام! خوب واضح ہو گیا کہ نجدیوں کی ہٹ دھرمی ہے، کہ یہ لوگ عبادت کی صحیح تعریف جانتے ہوئے بھی، محض انتشار وفساد اور مسلمانانِ عالم کو مشرک ٹھہرانے کے لیے دانستہ طور پر، "کچھ مخصوص افعال کو عبات قرار دیتے ہیں [illegible] جو کہ عقلاً، نقلاً وسلفاً باطل ومردود، اور خود ان کے اپنے بھی خلاف ہے، جیسا کہ ابھی [illegible] اور [illegible] مفسر کے حوالے سے گزرا۔

کہ عبادت کچھ افعال مخصوصہ کا نام نہیں، بلکہ ایک مخصوص [illegible] وعقیدے کا نام ہے۔ یعنی عبادت کی حقیقت کا تعلق دل سے ہے، نہ کہ ظاہری [illegible] سے۔

دیکھیے! نماز میں ہر حرکت وسکون عبادت قرار پاتا ہے جبکہ خارجِ نماز "سجدہ" بھی بذاتِ خود عبادت نہیں ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی فرشتوں کو حکم نہ دیتا: "اسجدوا لآدم"، کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ (بقرہ:۳۴)

اور "وخرّوا لہ سجدًا"۔ (یوسف:۱۰۰) برادرانِ یوسف علیہ السلام آپ کو کبھی بھی سجدہ نہ کرتے۔ اسی طرح "لما قدم معاذ من الشام سجد للنبی ﷺ" جب معاذ ملک شام سے آئے تو انہوں نے نبی ﷺ کو سجدہ کیا۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فلا تفعلوا، ایسا نہ کرو!۔ اگر میں اللہ کے علاوہ، کسی اور کے لیے سجدے کی اجازت دیتا، تو عورت کو حکم دیتا، "ان تسجد لزوجھا" کہ مرد کو سجدہ کرے۔ (ابن ماجہ، ابواب النکاح)

باقی صحابہ کرام نے بھی آپ ﷺ سے سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔

(ترمذی، کتاب الرضاع)

اس کے باوجود کہ ''سجدہ'' میں باقی ارکان کی بنسبت، عبادت کی معنویت و حقیقت یعنی تذلل و عاجزی زیادہ پائی جاتی ہے، پھر بھی یہ بذات خود عبادت قرار نہیں پاتا۔ (اسی لیے مفسرین کرام نے عبادت کی مثال سجدے سے دی ہے) تو باقی ارکانِ نماز مثلاً ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، دوزانوں بیٹھنا، وغیرہ، بذاتِ خود ''عبادت'' کیسے قرار پائیں گے؟

اس طرح تو پھر کسی بھی محترم ہستی کے سامنے دوزانوں بیٹھنا، یا استقبال کے لیے کھڑے ہونا، اس کی عبادت اور شرک قرار پائے۔ مگر شرع شریف نے ہمیں اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا۔

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل (وکالۃ رسالۃ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

عبادت و تعظیم میں فرق؟:

چونکہ ان بدعتیوں کو بھی مجبوراً سجدہ کی ''تعظیمی و تعبدی'' تقسیم کرنی پڑتی ہے، جس سے ان کی فیشنی اور خود تراشی عبادت کی تعریف کا بطلان اور تعظیم اور عبادت میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔ (ص: ۱۸،۱۷۶)

اب غور کرنا چاہیے! کہ سجدہ فعل واحد ہے، مگر کبھی فقط تعظیم ٹھہرتا ہے، اور کبھی عبادت بھی۔ جب آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے، یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے، نبی ﷺ کو حضرت معاذ نے سجدہ کیا، تو وہ صرف تعظیم تھا، مگر جب خدا تعالیٰ کو کیا

جاتا ہے تو وہ اس کی عبادت ٹھہرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ، ابو ایوب انصاری اور امام علی رضا کی قبور کی تعظیم کرنے کو بھی جلیل ائمہ امت نے بیان فرمایا ہے۔ ("توسل بعد از وصال" عنوان کا مطالعہ کریں)

مگر ان کی عبادت قرار دیکر مسلمانوں کو مشرک قرار نہیں دیا۔

احادیث کریمہ میں تو عام مومن کے جنازے اور قبر کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔ (مستدرک حاکم، بخاری، مسلم، مجمع الزوائد، ابن ماجہ) لہٰذا اگر قبر کی تعظیم کرنا شرک ہے تو پھر یہ شرک ہم نے صحابہ کرام اور سلف امت سے سیکھا ہے۔

اس وضاحت سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی، کہ کسی فعل کو عبادت بنا دینے والی چیز نیت و نظریہ ہے، کہ جس کی تعظیم کے لیے کوئی فعل اختیار کیا جا رہا ہے، اسکے متعلق عقیدہ کیسا ہے؟

اگر تو اُس کو واجب الوجود اور مستحق عبادت جانا، پھر تو قطعی طور پر اس کی عبادت ٹھہرے گا، خواہ کسی ہستی کے لیے بھی ہو۔ اور اگر اُسے معبود کا حق عبادت نہیں سمجھا، تو پھر کسی کیلئے سجدہ بھی کر لیا عبادت نہیں بنے گا۔ (جیسے "سجدۂ تعظیم" کے حوالے سے بھی گزرا)

اور اسی طرح غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی نے (جس کی تفسیر فتح القدیر، سعودی تفسیر کا ماخذ ہے) لکھا: کہ صرف "پکارنا" عبادت نہیں۔ بلکہ معبود سمجھ کر اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک کر کے "پکارنا" عبادت ہے، محض "وسیلہ" کے لیے پکارنا عبادت نہیں ہوتا۔ (تحفۃ الاحوذی: ۴/۲۸۳، ہدیۃ المہدی، از وحید الزمان غیر مقلد)

اب سجدۂ تعظیمی بھی حرام ہے:

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ شریعتِ محمدی ﷺ میں غیر اللہ کو تعظیمی سجدہ کرنا بھی قطعاً حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ ایسی خرافات کے رد کے لیے (امام احمد رضا اور امور بدعات و منکرات) کا مطالعہ کریں۔

ہم اہلسنت کسی بھی بزرگ، حتیٰ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی صمد یا لائقِ عبادت نہیں سمجھتے، بلکہ ہر لحاظ سے اللہ کا محتاج جانتے ہیں۔ جبکہ مشرکین خود اعتراف کرتے تھے: "ما نعبد هم الا الخ"۔ (زمر:۳)

اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: "ویعبدون من دون الله" اور وہ جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں۔ (یونس:۱۸)

اور یہ بھی اقرار کریں گے: "اذ نسویکم برب العالمین"، "جب ہم تمہیں عالمین کے پروردگار کے برابر سمجھتے تھے"۔ (شعراء:۹۸)

نجدی کیسے بدبخت ہیں کہ باوجود صفائی دینے کے بھی ہمیں ان مشرکین مکہ کیساتھ ملایا جاتا ہے، جو خود یہ اقرار کرتے ہیں، کہ ہم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھتے ہیں۔ یقیناً ان فسادی لوگوں کا یہ انداز غلو اور انتشار پسندی کی واضح دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ، فرشتوں، برادرانِ یوسف اور صحابہ پر فتویٰ شرک: (تضاد)

گزشتہ سطور میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ نجدیوں نے اہلسنت کو مشرک بنانے کے جوش و شدت میں، کسی قید و شرط کے بغیر فعلِ سجدہ وغیرہ کو مطلق عبادت کہہ دیا۔ لہٰذا

باب:۱۴

رسول اللہ ﷺ کی اُمت آپکی عبادت نہیں کرے گی:

نجدی حضرات، "الدعاء هو العبادة"، اور (جن:۱۸) وغیرہ کو دلیل بنا کر فقط پکار کو عبادت قرار دے کر پھر اپنے گھر سے بلا دلیل مافوق الاسباب کی قید (سعودی تفسیر: ۱۴۸، ۱۰۹۹، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵) لگا کر "یا رسول اللہ ﷺ" پکارنے، آپ سے شفاعت طلب کرنے، وسیلہ پکڑنے کو آپ ﷺ کی عبادت قرار دے کر اہلسنت کو رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرنیوالے اور مشرک کہتے ہیں۔

جبکہ مندرجہ ذیل حدیث پاک میں تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عبادت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ پر دین کامل کر دیا گیا، اور اسی لیے آپ نے یہ گارنٹی دی اور تسلی کا اظہار فرمایا: "اب مجھے اس کا کوئی خوف نہیں کہ تم (قیامت تک ہونے والی امت کی اکثریت) میرے بعد شرک کرو گے۔ (بخاری: کتاب الجنائز)

کیونکہ امت کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ (ترمذی، سعودی تفسیر:۲۵۶)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا "سردار" ہونگا اور فخر نہیں کرتا۔ اور میرے ہی ہاتھ میں "حمد" کا جھنڈا ہوگا، اور فخر نہیں کرتا۔ اور اُس دن ہر نبی خواہ آدم علیہ السلام ہی ہوں یا کوئی اور سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور میں سب سے پہلے قبر انور سے اُٹھوں گا اور اس پر بھی فخر نہیں کرتا۔

فرمایا: اس دن لوگ تین بار خوفزدہ ہونگے، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے

جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ مجھے حمد اور ثناء الہام فرمائے گا، مجھ سے کہا جائیگا اپنا سر اُٹھایئے ،آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطاء کیا جائیگا، آپکی شفاعت قبول کی جائیگی اور آپ ﷺ کہیے آپ ﷺ کی بات سُنی جائیگی ۔۔۔اور یہی وہ مقامِ محمود ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا، عنقریب آپ ﷺ کا رب، آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔(بنی اسرائیل:۷۹)" (سُنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، رقم الحدیث:۳۱۴۸)

اِس حدیث پاک میں مذکور ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عذر پیش کیا ،کہ اُنکی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے۔اگر ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی بھی اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہوتی، اہلسنت کے عقائد شرکیہ ہوتے، جیسا کہ نجدیہ، وھابیہ کا گمان ہے، تو آپ ﷺ بھی یہ عذر پیش کر دیتے، کہ میری بھی عبادت کی گئی تھی۔

لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا، بلکہ شفاعت کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور شفاعت فرمائی۔اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو شفاعت کبریٰ اور مقامِ محمود اسی لیے دیا گیا ہے، کہ امت محمدیہ آپ ﷺ کی عبادت اور شرک نہیں کر سکتی، اور یہ امت، امت توحید ہے۔

عقائد اہل سنت برحق ہیں:

لہٰذا اہلسنت کے وہ تمام عقائد جو آپ ﷺ کے متعلقہ ہیں، مثلاً اغثنی یارسول اللہ پکارنا، آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرنا، آپ ﷺ کو حاضر و ناظر (یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے تمام روحِ زمین کو دیکھتے ہیں، اپنی امت کے اعمال پر شاہد ہیں، اور ہر جگہ سے سُنتے، اور جہاں چاہیں جا بھی سکتے ہیں) اور " نور من اللہ "(یعنی اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطے

جو ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی وغیرہ نے کہہ دیا، وہ چاہے شریعت سے ثابت نہ ہو، یا چاہے شریعت کے خلاف ہی ہو، اسکو دین بنانے کے لیے زبردستی قرآن وسنت کا مفہوم بدل دیتے ہیں۔

لفظ "دعا" کا استعمال اور مفہوم:

لفظ "دعا" قرآن مجید میں پانچ (۵) معنوں میں استعمال ہوا۔ اصطلاحی طور پر "دعا" کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ کو پکارنا، اس سے طلب کرنا، اور یہ اس کی عبادت ہوتی ہے، کیونکہ اسے اپنا معبود وخالق سمجھ کر پکارا جاتا۔ علاوہ ازیں اور معنوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ۱: دعا کرنا (اللہ تعالیٰ کو پکارنا، طلب کرنا)۔ (اعراف:۵۵) ۲: بلانا۔ (آل عمران:۱۰۴) ۳: پکارنا۔ (نور:۶۳، ال عمران:۱۵۳) ۴: تمنا کرنا، مانگنا۔ (حم سجدہ:۳۱) ۵: عبادت کرنا۔ (جن:۱۸، احقاف:۵،۶)

معلوم ہوا کہ "الصلوٰۃ" وغیرہ کی طرح، ہر جگہ لفظ "دعا" کا معنی فقط "پکار" ہی نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی کئی معنوں کے لیے آتا ہے، اور ہر پکار صرف مدد کے لیے ہی نہیں ہوتی، کبھی محض کسی کو مخاطب کرنے کے لیے بھی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہابی مولوی لفظ "دعا" (پکار) کو مطلق عبادت قرار دے کر پھنس جاتے ہیں، تو پھر انہیں جان چھڑانے اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے، مافوق الاسباب پکار کی، اپنے گھر سے قید لگانا پڑتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یا یھا الملؤا ایکم یا تینی بعرشھا الخ ، اے میرے درباریو! تم میں سے کون ہے؟ جو مجھے تخت بلقیس، لا کے میرے پاس

تابعدار ہو کر حاضر ہونے سے پہلے لا دے۔ (نمل:۳۸)

یعنی سلیمان علیہ السلام نے مافوق الاسباب حاجت میں اپنے درباریوں کو پکارا۔ اب بقول وھابیہ کے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے درباریوں کو مافوق الاسباب طریقے اور مقصد کے لیے پکار کر انکی عبادت کرنے والے، یعنی مشرک ٹھہرے۔ (معاذ اللہ!)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوتے (۱۴۰۰ میل کے فاصلے پر، عراق کے علاقے) نہاوند میں حضرت ساریہ کو پکارا۔

(مزید واقعات "یا نبی یا رسول اللہ" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

لاتعداد مرتبہ لعنت ہو، ایسے عقیدوں کے حاملین پر جن سے محبوبانِ خدا اور صالحین اُمت بھی مشرک ٹھہریں، بلکہ خود خدا تعالیٰ کی ذات بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

لہٰذا منکرین کا ہر دعا (پکار) کو عبادت کہنا، پھر اُس دعا (پکار) کے ساتھ مافوق الاسباب کی قید لگا کر، اِس صورت استمداد کو عبادت اور شرک کہنا فریب، غلو اور بدعت سیئہ ہے۔

لیکن اگر پھر بھی وہ حدیث پاک "الدعاء هو العبادة" کو دلیل بنا کر ہر جگہ لفظ "دعا" کو عبادت ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں، تو پھر قرآن پاک میں ہر جگہ لفظ "دعاء اور دعو" سے بنے تمام الفاظ کا ترجمہ "عبادت" ہی کریں۔ اور اسی طرح آیت "لا تجعلوا دُعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا"۔ (نور:۶۳) کا یہ ترجمہ کریں کہ "رسول ﷺ کی عبادت ایسے مت کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کی عبادت کرتے ہیں"۔

چونکہ اِس آیت میں رسول ﷺ کیساتھ لفظ "دعا" آیا ہے۔ یہ شرم تم کو مگر نہیں آتی!

یہ بھی خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں لفظ "دعاء" پر الف، لام داخل ہو کر، "الدعا" آیا ہے۔ جس سے بھی پتہ چلا کہ یہاں عام پکار مراد نہیں، بلکہ خاص پکار مراد ہے، اور وہ ہے اپنے معبود و خالق کو پکارنا۔

ثابت ہوا اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں، کہ بعض افعال یا افعال کی بعض صورتوں کو بذاتِ خود عبادت قرار دینے کی بجائے، اس نظریے کو اصل سبب تسلیم کر لیا جائے، جو کسی فعل یا فعل کی کسی صورت کو عبادت بنا دیتا ہے۔ اور وہ ہے کسی کے لیے واجب الوجود، الصمد، لائقِ عبادت ہونے کا عقیدہ رکھنا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک میں مشرکوں کے بتوں کو پکارنے کو عبادت کہا گیا اور اُسکی مذمت کی گئی۔ کیوں کہ وہ اُنکو "الٰہ و معبود" سمجھ کر پکارتے تھے، نہ کہ محض کسی اور مقصد کے لیے۔

اس قسم کی آیتوں کی تفسیر اور ان کے مشرکانہ عقیدے کا رد اس آیت میں مذکور ہے، ارشاد فرمایا: "ومن یدع مع اللّٰہ الٰھا اٰخر" "اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ، کسی دوسرے "الٰہ" کو پکارے"۔ (مومنون: ۱۱۷۔ حدید، قصص: ۸۸، فرقان: ۶۸، شعراء: ۲۱۳)

اس آیت مقدسہ میں کس قدر وضاحت ہے کہ صرف "دعا" (پکارنا) ہی عبادت نہیں، بلکہ کسی کو "الٰہ" سمجھ کر پکارنا عبادت ہے، پھر چاہے اس کو مدد کے لیے پکارا جائے، یا فقط متوجہ کرنے کے لیے، ہر طرح سے اس کی عبادت ہی قرار پائے گی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت، "اولٰئک الذین یدعون ــــ"۔ (بنی اسرائیل: ۵۷) کی تفسیر میں لفظ "یدعون" کا معنیٰ "یعبدون" کیا ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۷ھ) فرماتے ہیں: "الدعاء بمعنی

العبادة فی القرآن کثیر"۔ کہ قرآن کریم میں "دعا" بمعنی "عبادۃ" کثیر دفعہ آیا ہے۔ (روح البیان: ۲۲/۵)

جیسے خود سعودی مفسر نے بھی لکھا: "اس آیت میں "دعا" سے (سب نے نہیں) اکثر مفسرین نے عبادت مراد لی ہے"۔ (ص: ۱۳۳۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آن کہ مدد خواستن چیزے دیگر است، و پرستش چیزے دیگر است"۔ (فتاوی عزیزی فارسی)

ترجمہ "مدد چاہنا اور ہے، اور پوجنا اور ہے۔ (فتاوی عزیزی مترجم: ۱۵۳)

صرف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ہی مجرم کیوں؟:

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ کو طعن کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے ترجمے، "کنزالایمان" میں "دعا" اور "یدعوا" وغیرہ کا ترجمہ کی جگہ "عبادت" کیا ہے۔

حالانکہ سعودی قرآن کے مترجم جوناگڑھی وہابی نے بھی ان مقامات پر "دعا، یدعوا" وغیرہ الفاظ کا ترجمہ "عبادت" کیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (النساء: ۱۱۷، انعام: ۱۰۸، یونس: ۱۰۶، حٰم سجدہ: ۴۸، اعراف: ۳۷، ۱۹۴، ۱۹۷، فاطر: ۴۰، طور: ۲۸، جن: ۱۹)

پھر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت (جس میں نبی کریم ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو خود اپنے وسیلے سے، "یا محمد" کے الفاظ کے ساتھ، دعا مانگنے کی تعلیم فرمائی، اور انہوں نے بھی دعا بعد وصال رسول دور عثمان غنی میں ایک آدمی کو سکھائی) میں صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے دوران رسول کائنات ﷺ کو بعد وصال بھی (یا محمد ﷺ) پکار کر آپ سے استغاثہ کرنا مذکور ہے، یعنی دعا کے اندر دعا (پکار) کی گئی۔

یعنی ایک ہی مقصد، حاجت اور مشکل کے حل کے لیے، مافوق الاسباب طریقے سے اللہ تعالیٰ کو بھی پکارا جا رہا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کو بھی۔۔۔ لیکن پھر بھی یہ پکارنا، آپ کی عبادت نہیں ٹھہری، کیونکہ آپ کو معبود جان کر نہیں پکارا جاتا، بلکہ محبوب اور وسیلہ جان کر پکارا جاتا ہے، جیسا آج بھی اہل سنت کا "شعار" (نشانی) ہے۔

ادع احب الناس الیک۔۔۔ قال یامحمد!:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی (حضرت ابن عباس، تحفۃ الذاکرین: ۲۲۹) نے مشورہ دیا: "ادع (وفی روایۃ اذکر) احب الناس الیک"، "جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، اس کو پکاریے"، قال یامحمد!

آپ رضی اللہ عنہ نے پکارا: یا محمد ﷺ، تو پاؤں فوراً درست ہو گیا۔

(الادب المفرد: ۳۳۵/۱، امام بخاری۔ تہذیب الکمال: ۱۴۲/۱۷۔ مسند ابن الجعد: ۳۶۹/۱، طبقات الکبریٰ، لابن سعد: ۱۵۴/۴، عمل الیوم واللیلۃ، لابن سنی: ۱۴۱/۱، شفا شریف: ۲۹۸/۱، تاریخ لابن معین: ۲۴/۴، فیض القدیر، لمناوی: ۳۹۹/۱، الاذکار: ۳۰۵، امام نووی، تحفۃ الذاکرین: ۲۲۹، قاضی شوکانی)

تہذیب الکمال، مسند ابن الجعد اور طبقات کبریٰ میں "ادع" کا لفظ ہے، اور باقی کتب میں "اذکر" ہے۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے "یا محمد" پکارنے سے، "اذکر" بھی بمعنی "ادع" ہی ثابت ہوا۔ اور یہ واقعہ وصال محبوب ﷺ کے بعد کا ہے، چونکہ اس حدیث کے راوی "عبدالرحمان بن سعد" ہیں، جو کہ تابعی ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں: کہ اس پکار میں نداء بھی ہے اور استمداد بھی۔ (شرح شفاء علی نسیم الریاض: ۳۵۵/۳)

سعودی تفسیر کی عبارت ایک دفعہ پھر ملاحظہ کریں: "علاوہ ازیں دعا (پکار)۔۔۔

حدیث (الدعاء هو العبادة) کی رو سے بھی عبادت ہی ہے کیوں کہ مافوق الاسباب طریقے سے کسی سے کوئی چیز مانگنا اور اس سے سوال کرنا بھی اس کی عبادت ہی ہے"۔

معلوم ہوا ان خارجیوں کے نزدیک ابن عمر ابن عباس اور روایت کرنے والے تمام بزرگ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرنے والے اور مشرک ہو [illegible]!

یہ غلو فی الدین، بدعت اور اسلام دشمنی ہے یا نہیں؟۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے!

امام بخاری مشرک کیوں نہیں؟

امام بخاری، امام نووی اور امام ابن سنی وغیرہ نے یہاں [illegible] باب مایقول اذا خدرت رجلہ "کہ جس آدمی کا پاؤں سو جائے، اسے کیا کہنا چاہیے"۔

جس سے ثابت ہوا کہ ان حضرات کا [illegible] عقیدہ تھا کہ قیامت تک کبھی بھی مصطفیٰ کریم ﷺ کو غلام جس وقت [illegible]، جو کہ تکلیف اور غم کا لمحہ ہوتا ہے۔ اسی وقت پکارے یا محمد ﷺ [illegible] ان کے مزعوم میں شرکیہ ہے، لہٰذا ان لوگوں کا امام بخاری کے ساتھ [illegible] بھی ان کے نزدیک مشرک ہوئے

غیر مقلدین کے اکابرین کی گواہی اور اجماع سلف:

غیر مقلد عالم، قاضی شوکانی نے (جن: ۱۸) کی تفسیر میں لکھا ہے: صرف پکارنا عبادت نہیں ہوتا بلکہ معبود سمجھ کر، اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک کر کے پکارنا عبادت ہے۔ محض وسیلے کے لیے پکارنا عبادت نہیں ہوتا۔ (الدر النضید، بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۳، ص ۲۸۳)

وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد نے بھی لکھا: "کہ امت کے اولیائے کرام

سے تواتر (اجماع) کے ساتھ، بعد از وصال رسول اللہ ﷺ کو پکارنا ثابت ہے۔۔۔۔

لغوی اعتبار سے دعا کرنا، نداء کرنا مخلوق کے لیے جائز ہے۔ اور جسے پکارا جائے چاہے وہ زندہ ہو یا فوت شدہ۔ جیسے حدیث اعمیٰ میں یا محمد ﷺ پکارنا، حدیث: یا عباد اللہ اعینونی، اور ابن عمر کا یا محمد ﷺ پکارنا، مسیلمہ کے شہدا کا یا محمد ﷺ پکارنا، اویس قرنی کا عمر فاروق کی وفات پر یا عمراہ عمراہ عمراہ پکارنا، نواب صدیق نے اپنی الحق کتابوں میں (اپنے مردہ مولویوں کو پکارا) لکھا:

ــ قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے ابن قیم مددے، قاضی شوکان مددے"۔

(ہدیۃ المہدی ص۲۳)

مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہا نے کیا خوب فرمایا:

کیسے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مددے یا علی اس کے بگڑ جائے طبیعت تیری!

تیری اگلے تو وکیلوں سے کرے استمداد اور طبیبوں سے مدد خواہ ہو علت تیری!

ہم جو اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں شرک کا چرک اگلنے لگی ملت تیری!

(مزید "اغثنی یا رسول اللہ"، اور "تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث" عنوان دیکھیے)

❁❁❁❁❁❁❁

عنوان: ۱۶

الوہیت کا مدار کن صفات پر ہے؟

ان منکرین کے نزدیک معبود، حاجت روا، مشکل کشا، نافع و ضار، غریب نواز، داتا، غوث اعظم، گنج بخش، بری کرنے والا، شفیع یہ سب صفات ہم معنی ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ انکے نزدیک معبود وہ ہے، جس میں یہ صفات پائی جائیں، یعنی جس کو

حاجت روا، مشکل کشاء وغیرہ مان لیا، گویا اُسکو "الہ و معبود" مان لیا۔ اسی لیے یہ لوگ ان القاب کے حامل اولیاء اللہ کو اہل سنت کے معبود، اور انکی تعظیم کو عبادت قرار دے کر مشرک کہتے ہیں۔

(سعودی تفسیر ملخص: ۴۰، ۱۱۹، ۳۳۰، ۴۳۱، ۶۵۱، ۶۷۴، ۱۰۹۹، ۱۱۱۴، ۱۱۲۵، ۱۲۲۳، ۱۲۳۵)

یہی وجہ کہ عام طور پر وھابی مولوی اپنی تقریروں میں، "لا الہ الا اللہ"، کی تشریح یوں کرتے ہیں، کہ کوئی داتا نہیں، "الا اللہ"۔ کوئی غوث اعظم نہیں، "الا اللہ"، وغیرہ وغیرہ۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر چہ ان ساری صفات کا حقیقی اور ذاتی طور پر مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن سوائے وھابیوں کی لغت کے، دُنیا کی کسی لغت و کتاب میں "الہ" کا یہ مفہوم و تشریح نہیں ملے گی۔۔۔ یہ شرک، توحید، الہ، بدعت، شفاعت، اور وسیلہ وغیرہ کی ساری تعریفیں انہوں نے اپنے نجدی دین کی پیدا کردہ ہیں، جن کا دین مصطفےٰ ﷺ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اور قرآن پاک میں بھی "الہ" "معبود" کے معنیٰ میں مذکور ہوا، اگر "سعودی تفسیر"، سلفی کا خلاصہ ہے تو پھر کتب سلف سے، "الہ"، (معبود) کی گئی یہ مذکورہ تعریف دکھادیں۔۔۔۔۔وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار!

اہلسنّت کے ہاں مدارِ الوہیت؟:

الوہیت کا مدار وہی صفات ہوسکتی ہیں جو کسی مخلوق کے لیے بھی، کسی صورت اور حال میں بھی ثابت نہ ہوں۔ اسی صفت پر الوہیت کا انحصار ہوگا، جس کہ وجہ سے

ساری مخلوق کا انجام وانتہا اسی ذات کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے؛ وان الی ربک المنتھی"۔ (نجم:۴۲) والی اللہ ترجع الامور۔ (آل عمران:۱۱۹) بالآخر ساری کائنات اسی کی محتاج ہو، مگر اس کی شان یہ ہو: فان اللہ غنی عن العالمین۔ (آل عمران:۹۷) اور وہ: "اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد"۔ (اخلاص)

اسی صفت کی حامل ذات کو "واجب الوجود" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی جس کی نہ ابتدا ہو، اور نہ انتہا ہو، خود سے ہو، ایسی ذات ہی لائق عبادت ہو سکتی ہے۔

میری کیا بود کہ معدوم تھا معدوم ہوں میں
تیری کیا شان کہ موجود تھا موجود ہے تو

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی (جو ہندوستان میں وہابیت اور تفرقہ بازی کا بانی ہے) نے بھی "الوہیت" کا مدار "صمدیت" کو قرار دیا، لکھا: "ہر مذہب کا آدمی اپنے معبود کے مستحق ہونے پر اسی صمدیت کی وجہ سے استدلال کرتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے بھی، معبودان باطلہ کی معبودیت کو اسی صمدیت کے نہ ہونے سے باطل کیا؛ جابجا ان کی محتاجی کو ثابت کیا"۔ (صراط مستقیم)

کیا الوہیت کا مدار عالم غیب اور متصرف ہونے پر ہے؟:

لیعنی یہی "واجب الوجود" ہونا ہی ایک ایسی صفت ہے، جو کسی مخلوق کو کسی صورت بھی حاصل نہیں ہو سکتی، باقی رہیں وہ صفات جنکو وھابیہ نے معیار الوہیت قرار دیا ہے، مثلاً مشکل کشاء، حاجت روا وغیرہ تو ان باقی ساری صفات کی انتہاء انہی دو (۲) صفات، (علم غیب، اور تصرف) پر ہے۔

باقی عام صفات تو الگ رہیں، اگر یہ دو بنیادی صفات بھی خاصہ الوہیت و مدار

الوہیت ہوتیں، تو کبھی بھی مخلوق خدا کے لیے ثابت نہ ہوتیں۔ جبکہ کتاب وسنت گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی باقی صفات (علم، حکمت، حیات، حفاظ، سمع، بصر، کلام، وغیرہ) کی طرح اپنی یہ دو (۲) صفات بھی اپنے بعض بندوں کو (محدود اور مجازی وعطائی طور پر) خود عطا فرمائیں ہیں۔

جہان غیب اور مافوق الاسباب امور میں اللہ والوں کا تصرف:

چونکہ معجزہ وکرامات ہوتا ہی مافوق الاسباب ہے۔ یہ نجدی صاحبان ایک طرف تو معجزہ وکرامات کو مافوق الاسباب مانتے ہیں، اور دوسری طرف کسی کے لیے مافوق الاسباب تصرف اور عالم غیب ماننے کو شرک کہتے ہیں، جو کہ تضاد بیانی ہے

(سعودی تفسیر: ۱۰۵۳،۱۱۸۱)۔ (تفصیل ”مافوق الاسباب“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

نجدی اپنے لیے معبود ”الٰہ“ تسلیم کرلیں:

قارئین کرام! اب آپ ہی ایمان سے کہیے کہ اگر نجدی صاحبوں کے ”الوہیت“ کی بنیاد انہی دو صفات یا مشکل کشائی، حاجت روا وغیرہ ہونے پر ہے اور جس کے لیے یہ صفات مان لیں تو گویا اس کو اپنا ”الٰہ معبود“ تو پھر قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق تو یہ ساری صفات صالحین کے لیے بھی ثابت ہیں۔ تو اب نجدیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اصول کے مطابق ان سب کو بھی ”الٰہ“ مان لیں یا اللہ والوں کو ”معبود“ جاننے کا الزام تو ہمیں دیتے ہیں، لیکن ان منکرین کی اپنی بے اصولی وحماقت کی وجہ سے یہ شرک انکے لیے ثابت ہوگیا۔ اب نجدی لوگ خود فیصلہ کریں کہ انہیں کتنے ”الٰہ“ مطلوب ومنظور ہیں! ”وحدہ لاشریک لہ“ ہی، یا کہ سارے صاحب معجزات و

کرامات بھی؟ یقیناً وہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایک ہی، "معبود اور مقصود" مانتے ہیں، جسکا نام، "اللہ" ہے۔

منکرین کا گزار بھی ہماری طرح اسی صفت "صمدیت" کو خاصہ ومدار الوہیت ماننے سے ہوگا، جو کسی اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق، افضل البشر، سید الرسل، محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ایک ذرے کے برابر اور ایک پل بھر کے لیے، عطائی، مجازی، عارضی، محدود طور پر بھی حاصل نہیں ہے۔

یہی وہ صفت ہے جس سے بندہ بندہ، اور الہ الہ رہے، جس کی وجہ ساری کائنات اُسکی ہی کی محتاج ہو، مگر وہ "فان اللہ غنی عن العلمین" کی شان کا مالک ہو۔

خلاصہ کلام:

اللہ تعالیٰ کی ذات با برکات تمام صفاتِ کمال (حیات، علم، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت، تکوین) کی جامع ہے، مگر اُس نے اپنی حکمت اور مرضی سے اپنی باقی تمام صفات، عطائی ومجازی اور محدود طور پر اپنی مخلوق کو ان کے حسب مراتب عطا کی ہیں، جس پر قرآن وسنت ناطق ہیں، اور ان قابلِ عطا صفات کو خاصہ الوہیت قرار دینا، ظلم عظیم، غلو فی الدین اور کئی "الہ" ثابت کرنا ہے۔

لہذا الہ، معبود اور واجب الوجود، (یعنی جو اپنی ذات میں کسی کا محتاج نہ ہو) ہونا ہی ایک ایسی صفت ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ وسبحانہ کا ہی خاصہ ہیں، جو کسی صورت بھی کسی مخلوق کے لیے بھی کسی حال میں بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک کے متعلق بالخصوص

، غیر اللہ کو لائقِ عبادت جاننے ، اللہ تعالیٰ کو دوسروں کا کسی صورت میں بھی محتاج جاننے ، اور دشمنانِ خدا تعالیٰ کے لیے اختیارات اور انکو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت وحیثیت والا جاننے کا رد کیا ہے، مشرکین کی مذمت کی ساری صورتیں انہی تینوں قسموں میں داخل ہیں۔ ("عبادت کی تعریف" عنوان ملاحظہ فرمالیں)

❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۱۷

کیا مساجد میں یارسول اللہ ﷺ پکارنے والے ظالم ہیں؟

نجدی مفسر نے لکھا: "مسجدوں کا مقصد صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے، اس لیے ان میں کسی اور کی عبادت اور استغاثہ واستمداد جائز نہیں، یہ امور مطلق بھی ممنوع ہیں، مگر مسجد میں غیر اللہ کو پکارنا تو نہایت ہی قبیح اور ظالمانہ حرکت ہے، بعض نادان مسلمان غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارتے ہیں"۔ (ص: ۱۶۴۱، الجن: ۱۸)

وانّ المساجد للہ الخ" کا صحیح ترجمہ:

آیت: "وانّ المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً"، (جن: ۱۸) کا سعودی ترجمہ ہے: "اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"۔

اس نجدی مترجم نے یارسول اللہ ﷺ پکارنے کو عبادت اور شرک ثابت کرنے کے لیے، اس آیت کے لفظ "تدعوا" کا ترجمہ "پکارو" کیا، تاکہ عوام کو یہ دھوکہ دیا جاسکے کہ پکار ہی عبادت ہے، اور جو لوگ مساجد میں یارسول اللہ ﷺ، اور یاعلی رضی اللہ عنہ کے نعرے لگاتے ہیں، وہ ان کی عبادت کرنے والے اور مشرک ہیں۔

جبکہ خود اِس سے اگلی آیت (الجن:۱۹) میں "یدعوہ" کا ترجمہ "عبادت" کیا ہے
آخر یہ دورنگی اور منافقت کیوں؟

لہذا (الجن:۱۸) میں بھی "تدعوا" کا ترجمہ پکارنا نہیں بلکہ "بندگی یا عبادت" کرنا ہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ ایک تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر "دعو" وغیرہ سے بنا ہوا کوئی لفظ کسی آیت میں الوہیت یا عبادت وغیرہ کیساتھ آئے، تو اسکا معنیٰ صرف پکارنا نہیں ہوگا، بلکہ کسی کو "الٰہ" جان کر پکارنا ہوگا۔
کیوں کہ کسی کو "الــــٰہ" سمجھ کر پکارنا ہی اس کی عبادت ہوتی ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس کو مانے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، ورنہ پھر ٹھوکریں ہی ہیں۔

(تفصیل "عبادت" عنوان کے تحت دیکھیے)

دوم، چونکہ اس سے اگلی آیت میں "یدعوہ" لفظ "عبداللہ" کے ساتھ آیا ہے، اسی لیے بھی یہاں پر اسکا ترجمہ عبادت ہی ہے، کیوں کہ اللہ کے بندے کا اپنے معبود کو پکارنا اُسکی عبادت ہی ہوتی ہے۔

الحاصل اِن دونوں آیتوں میں "تدعوا یدعوہ" کا ترجمہ "عبادت" ہی کیا جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نجدی مترجم نے (الجن:۱۹) کا ترجمہ عبادت کیا ہے، مگر پہلی آیت (الجن:۱۸) کا ترجمہ اپنے خبث باطنی کی وجہ سے "پکارو" کیا۔ تا کہ یارسول اللہ ﷺ وغیرہ پکارنے کو شرک ثابت کیا جا سکے۔

وانّ المساجدَ لله الخ، کی تفسیر:

اسی سعودی تفسیر کے بنیادی ماخذ، "تفسیر ابن کثیر" میں مذکورہ آیت کی تفسیر

یوں ہے: "کہ حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ یہود و نصاریٰ جب اپنی عبادت گاہوں میں جاتے تو اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو، معبود واحد کی عبادت کے حکم کو عام کرنے کا حکم دیا"۔ (علاوہ ازیں، ابن جریر، تفسیر کبیر، تفسیر قرطبی، تفسیر خازن، معالم التنزیل وغیرہم سلفی تفاسیر میں اس آیت کی یہی تفسیر کی گئی ہے)

بلکہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی نے بھی، جس کی تفسیر "فتح القدیر"، سعودی تفسیر کا ماخذ ہے، اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے" کہ کسی کو محض وسیلہ جان کر "پکارنا" عبادت نہیں، بلکہ معبود سمجھ کر اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک کر کے "پکارنا" عبادت ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/۲۸۳)

مگر تمام نجدی دیوبندی اس جیسی آیتوں کا غلط ترجمہ کر کے تحریف قرآنی کا ارتکاب کرتے ہیں، سلفی کہلوانے کے باوجود سلف کرام کے طریقے سے بغاوت کرتے ہیں۔

اور اس آیت کو یہ حضرات اپنی مساجد میں خوب آویزاں کرتے ہیں، اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: "مسجدوں میں میرے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"۔ مگر یہ سنی لوگ پھر بھی یا رسول اللہ ﷺ، یا علی اور یا غوث اعظم، نعرے لگا کر شرک اکبر کرتے ہیں۔

وہابی حضرات سے ایک اپیل:

شیخ نجدی کی معنوی ذریت سے ہماری گزارش ہے، کہ جہاں وہ اپنی مساجد میں آیت: "وانّ المساجد للّٰہ الخ"۔ (جن:۱۸) آویزاں کرتے ہیں۔

خدارا! وہاں اس کے ساتھ آیت، "لا تجعلوا دُعَاءَ الرسولِ بینکم"۔ (نور: ۶۳) بھی آویزاں کیا کریں۔

تا کہ تمہاری اندھی مقلد وہابی عوام کو بھی لفظ "دعاء" کے لغوی اور شرعی معنی کا فرق معلوم ہو جائے، اور اُن پر بھی یہ حقیقت کھل جائے، کہ ہر "دعاء" (پکار) عبادت نہیں ہوتی، اور اِس (الجن:۱۸) میں لفظ "تدعوا" کا ترجمہ (پکار) نہیں، بلکہ بندگی اور عبادت ہے۔

صحابی کا مسجد میں، رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کرنا:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک نابینے صحابی نے نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ کیا، کہ خدا تعالیٰ سے میرے لیے بینائی کا سوال کریں، فرمایا: اگر چاہو تو صبر کرو جو کہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور اگر چاہو تو دعا کروں۔ اس نے عرض کی دعا ہی کریں۔

آپ نے فرمایا: اچھی طرح وضو کرو، پھر (نفل) نماز پڑھو، اِسکے بعد یہ دعا کرو: اللھم انی اسالك واتوجه اليك بنبيك محمد نبی الرحمة، يا محمد انی قد توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضیٰ لی، اللهم فشفعه فی، "قال ابو اسحق هذا حديث صحيح"۔ (ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلوٰۃ الحاجۃ، ترمذی، کتاب الدعا، بخاری فی التاریخ الکبیر: ۳۷۹/۶، مجموع الفتاویٰ تیمیہ: ۷۴/۱، تحفۃ الذاکرین: ۱۳۷، قاضی شوکانی، امام حاکم، حافظ ذہبی اور البانی نے اسکی تصحیح کی ہے)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیری طرف تیرے نبی محمد ﷺ جو رحمت والے نبی ہیں، کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد! ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اِس حاجت کے لیے متوجہ ہوتا ہوں، تا کہ وہ

پوری ہو جائے۔ اے اللہ! میرے حق میں اپنے نبی ﷺ کی شفاعت قبول فرما"۔

راوی فرماتے ہیں: وہ نابینا مسجد میں یہ عمل کر کے اِس حال میں لوٹا کہ گویا وہ کبھی نابینا تھا ہی نہیں۔ (بیہقی، دلائل النبوۃ: ۶/۱۶۶)

ہو سکتا ہے کہ یہاں پر مبتدعین کہیں: کہ یہ واقعہ تو ظاہری حیاتِ پاک کا ہے، جبکہ ہماری بحث تو بعد از وصال کے متعلق ہے۔ حالانکہ یہ منکرین کی بدعت، اور دھوکہ دہی ہے، ورنہ اِس حدیث کے راوی صحابیِ رسول ﷺ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور اِس روایت کو نقل کرنے والے تمام محدثین کرام نے اِسکو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے عام سمجھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اِس دعائے حاجت کو، "نمازِ حاجت" اور "دعائے حاجت" کے عنوانات کے تحت اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اور وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے یہ الفاظ زیادہ کیے: "اگر آئندہ بھی تجھے کوئی حاجت ہو تو اسی طرح کرنا"۔ (مجموع الفتوی تیمیہ: ۱/۲۷۴)

منکرین اب تو کچھ غور کریں کہ ہمارے عقائد میں، اور صحابہ کرام اور محدثینِ عظام کے عقائد میں کتنا تضاد ہے۔ اسکے باوجود یہ اپنے کو سلفی کہلائیں تو نا انصافی اور دجل وفریب ہے۔

بعد از وصال، مسجد میں دورانِ دعاء، استغاثہ:

"دورِ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ میں ایک آدمی کو حضرت عثمانِ غنی کیساتھ کوئی کام تھا، مگر آپ اسکی طرف توجہ نہیں دے پا رہے تھے، اس آدمی کی (مذکورہ بالا حدیث کے راوی) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے وہی دعا اُس

آدمی کو سکھائی، جس کی رسول اللہ ﷺ نے نابینا صحابی کو تعلیم دی تھی، (جو ابھی گزری)۔

کہا: پہلے اچھی طرح وضو کرو، "ثم ائتِ المسجدَ فصلِّ فیه رکعتین"، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ دعا مانگو۔۔۔ جب اس آدمی نے مسجد میں جا کر وہ دعا مانگی، تو عثمانِ غنی نے جلدی سے اسکی حاجت پوری کر دی، اور فرمایا کہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، آئندہ بھی جب کوئی کام ہو تو آجانا۔۔۔ وہ آدمی دوبارہ عثمان بن حنیف کے پاس آیا، اور آپ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے میری سفارش کی ہے۔ عثمان بن حنیف نے فرمایا: میں نے تو کوئی سفارش نہیں کی، ہاں تمہیں وہ دعا سکھائی ہے جس دعا کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے ایک نابینے صحابی کو دی تھی۔ (یہ حدیث صحیح ہے)

(المعجم الصغیر: ۱/۱۸۳، المعجم الکبیر: ۹/۳۰، الدعاء: ۳۲۰/، دلائل النبوۃ للبیہقی: ۶/۱۶۷، الترغیب الترہیب: ۱/۴۷۲، وقال الحدیث صحیح، مجمع الزوائد: ۲/۲۷۹، اور تصحیح کی ہے، فی شفاء السقام/۱۲۵، الخصائص الکبریٰ: ۲/۲۰۱، فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱/۲۶۸، وقاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ لابن تیمیہ ص ۹۸، ابن تیمیہ نے اِسکی دو سندوں کا ذکر کے تصحیح کی ہے، مجموع الفتاویٰ، ج ۱، وحید الزماں حیدر آبادی نے ہدیۃ المہدی: ۴۸ پر اِسکو درج کیا ہے)

صحابی اور وہابی کے عمل میں تضاد:

صحابی رسول اور تمام ائمہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کردہ اس دعائے حاجت کو بعد وصال بھی ساری اُمت کے لیے انہیں الفاظ کے ساتھ عام سمجھا، جس میں "یامحمد انی قد توجهت بك الیٰ ربی"، کے الفاظ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کرنے کا ذکر ہے۔

وہابی کی طرح۔۔۔ صحابی نے "یامحمد" سے "یا" نہیں مٹایا۔

جیسے نجدی حضرات اہل سنت کی جن مساجد پر قبضہ کر لیتے ہیں، ان سے

کرام بلکہ انکا پیشواء، ابن تیمیہ اور وحید الزمان، جنہوں نے مسجد (ثم ائت المسجد، کے الفاظ موجود ہیں) میں غیر اللہ سے استغاثہ کرنے کو جائز سمجھا۔۔۔ظالم و ناداں ہیں؟ معاذ اللہ! یا کہ خود نجدی وھابی، جنہوں نے اس مشروع فعل کو ظلم اور نادانی کہہ دیا۔ یقیناً یہ خارجی لوگ خود ہی ظالم و ناداں ہیں۔

یہ قوم ایسی بے حیا اور غیر ذمہ دار ہے، یہ بھی نہیں سوچتے کہ ہماری اس بکواس کی زد میں کون کون آئے گا۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں، مومنوں کے لیے تو سراسر شفاء اور رحمت ہے، "ولا یزید الظالمین الا خسارا" ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ (اسراء:۸۲)

اس سے بڑھ کر اور خسارہ کیا ہو سکتا ہے، کہ اہلسنت کے رد کی شدت و جوش میں اِنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ، صحابہ کرام اور سلف اُمت کو ظالم و ناداں کہہ کر اپنا دین برباد کر لیا۔

اس مذکورہ بالا "دعاء" کے الفاظ سے یہ بھی ثابت ہو گیا، کہ ہر دعاء (پکار) "عبادت" نہیں ہوتی، کیونکہ اس دعاء میں، اللہ تعالیٰ سے دعاء کے دوران، نبی کریم ﷺ کو دعا (پکار) کی گئی ہے۔

الحمد للہ! اہلسنت کے وہی عقائد ہیں، جو صحابہ کرام کے تھے، اس لیے ان کا ہر فتویٰ شرک صحابہ اور سلف کی مقدس ذوات پر جا لگتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

باب:۱۸

اغثنی یارسول اللہ ﷺ پکارنا، خلافِ قرآن اور شرک ہے؟:

نجدی مفسر نے لکھا: "یارسول اللہ ﷺ مدد، اغثنی یارسول اللہ وغیرہ کے الفاظ سے استغاثہ واستعانت کرنا جائز نہیں، بلکہ شرک کے ذیل میں آتا ہے، اور قرآن کے خلاف ہے"۔ (ملخصاً، ص: [illegible])

اصل میں یہ لوگ شیخ نجدی کی دی ہوئی خاص ذہنیت کے بندھے ہوئے ہیں، پس جو بات بھی اسکے دیئے ہوئے خود ساختہ، مخصوص نظریات اور دھرم کے خلاف ہو، وہ اس ٹولے کو شرک اور خلاف قرآن نظر آتی ہے، اگرچہ اسکے شرک ہونا جاننے کی موجود نہیں اکے پاس ایک بھی نص نہ ہو۔ اسی کو اندھی و مذموم تقلید کہا جاتا ہے، جس کی (مائدہ:۱۰۴) میں مذمت کی گئی ہے۔ (ص:۳۱۴)

اغثنی یارسول اللہ! کے الفاظ کو، شرکیہ اور قرآنِ مجید کے خلاف کہنا، کتاب اللہ پر افتراء اور غلو ہے، جو کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے، جس کی (النساء:۱۷۱، مائدہ:۷۷) میں مذمت کی گئی۔

اب کوئی تو ہو! جو ان لوگوں سے پوچھے، کہ تم نے جو یارسول اللہ ﷺ مدد اور اغثنی یارسول اللہ ﷺ پکار کو شرک اور خلاف قرآن کہا ہے، اس قرآنی صریح نص کی طرف ہماری بھی تو راہنمائی کر دو۔

لیکن نجدی، ان شاء اللہ! پورے قرآن سے عبارت النص تو دور کی بات ہے، اشارۃ النص سے بھی ان امور کا شرک و ناجائز ہونا نہیں دکھا سکتے۔ مگر چونکہ یہ حضرات خوارج کے پیرو ہیں، اس لیے مشرکوں اور بتوں کے متعلق آیتوں سے (قدیم وسلفی

تفسیروں، اور سلف کے منہج سے انحراف کرتے ہوئے) تاویلات بعیدہ اور ظنون فاسدہ سے استدلال کرتے ہیں، اور ایسی آیتیں ہی ان کے دین کی اساس اور بنیاد ہیں، جن سے کسی صورت بھی اِن کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔

ہاں! مگر اتنا ضرور ہے، عوام کو ایسی آیتیں سُنا سنا کر ضرور گمراہ کر رہے ہیں، ایسی آیتیں لوگوں کو وہابی بنانے کے لیے کافی کارآمد ثابت ہو رہی ہیں، اور آج کل یہ فتنہ خوب زوروں پر ہے۔

صحابی کا دور سے، رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا:

خلق کے دادرس آقا ﷺ، مدینہ پاک میں جلوہ فرما تھے، عمرو بن سالم نے مکہ سے آتے ہوئے، راستے میں رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لیے پکارا، آپ ﷺ نے سُن کر، لبیک، لبیک، نصرت، نصرت نصرت! فرمایا۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے وجہ معلوم کرنے پر ارشاد فرمایا: کہ وہ مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا، کہہ رہا تھا۔ (طبرانی صغیر، ج ۲، الاصابہ: ج ۲، فتح الباری: ۶۱/۴، الاستیعاب: ۵۶۷ دار المعرفۃ، زرقانی، ج ۲، بیہقی، ج ۹، انسان العیون: ۵/۳، مدارج النبوت: ۲۸۲/۲)

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان
کان لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

نجدیوں کو سند پر جرح کا کوئی حق نہیں:

ہو سکتا ہے کہ منکرین کو اس روایت کی سند کے متعلق خارش ہو رہی ہو۔ تو وہ پہلے یہ بتائیں، کہ رسول اللہ ﷺ سے، دور سے اور غائبانہ طور پر استعانت کرنے والی اِس روایت کو نقل کرنے والے محدثین کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ وہ بھی مُشرک ہوئے یا

کہ نہیں؟، کیونکہ یہ عقیدہ ان کے ہاں شرک اکبر ہے۔

اور ایسی روایات کی سند صحیح کا مطالبہ کرنا، ان لوگوں کا محض دعوکا اور اپنے خود ساختہ دین کی لاج رکھنے کے لیے ایک بہانہ ہے۔

اور کیا وہابیوں کے دھرم میں شرک اکبر اگر سند صحیح سے ثابت ہو تو وہ توحید بن جاتا ہے؟۔۔۔ ورنہ ایسی کتنی روایات ہیں جن کی ائمہ محدثین نے تصحیح کی ہے، مگر مخالفین ان کو بھی قبول نہیں کرتے۔

اگر ایسی باتیں ان بزرگوں کے نزدیک شرک و بدعت ہوتیں، تو وہ کبھی بھی ایسی روایت کو نقل نہ کرتے بلکہ موضوع قرار دے دیتے۔

کیونکہ روایت حدیث کا یہ اہم اور بنیادی اصول ہے، کہ جو حدیث اہل اسلام کے مسلمہ اصولوں، نص قرآنی یا سنت متواترہ یا اجماع امت کے مخالف ہو، تو اس سے اس کا باطل ہونا ثابت ہو جائے گا، اور ایسی روایت اگرچہ صحیح سند سے مروی ہو پھر بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔ (کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۵۱۰، حافظ بغدادی، النکت لابن حجر: ۸۴۳/۲، توضیح الافکار امام صنعانی: ۹۳/۲، فتح الملک العلی للغماری)

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کبھی صحیح السند حدیث کا متن کمزور ہوتا ہے، بعض دفعہ متواتر المتن حدیث کی سند کمزور ہوتی ہے۔۔۔ لہذا ایسی تمام روایات کو، جن کا متن و مضمون دین نجدیت میں شرک قرار پاتا ہے، ائمہ اسلام کے اپنی کتابوں میں نقل کرنے، اور تصحیح بھی کرنے (جیسے بلال بن حارث اور عثمان بن حنیف کی عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت والی روایت وغیرہ (ایسی روایات "بعد وصال وسیلہ"، اور "مسجد میں استغاثہ"، "شفاعت"، اور "حیات النبی" عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی

روایات کا متن علماء اسلام کے نزدیک شرکیہ اور خلاف شریعت نہیں تھا۔ اگر ان کے عقیدے میں ایسی روایات شرکیہ ہوتیں، تو وہ ان کو صحیح السناد ہونے کے باوجود بھی موضوع قرار دے دیتے۔

اور ہمارا دعوی ہے کہ پوری وہابی برادری ایک بھی ایسی روایت نہیں دیکھا سکتی کہ جس میں کسی نبی ولی سے بعد وصال استمداد یا توسل اختیار کرنے کا ذکر ہو، یا کسی کو دور سے مدد کے لیے پکارنے کا ذکر ہو، اور اس کو کسی امام نے اس لیے موضوع قرار دیا ہو کہ اسکا متن شرکیہ ہے۔ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين!

اور کیا کوئی آج کا وہابی مولوی ایسی ایک روایت بھی اپنی کتاب میں لکھنا گوارہ کرے گا؟۔۔۔ یقیناً نہیں کرے گا۔

الحاصل! چونکہ ایسی روایات کے مضامین ان مبتدعین کے ہاں شرکیہ ہیں، لہذا ان کو ایسی رویات کی سندوں پر جرح کا کوئی حق نہیں۔ اور اگر وہ ایسی روایات کی اسناد پر بحث کرنا ہی چاہتے ہیں، تو پہلے ان کے مضامین کو توحیدیہ اور اسلامیہ تسلیم کریں۔

بفضل الٰہی! ہم اہل سنت کا طریقہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا ہے، آپ نے عظمت رسول ﷺ کی بات مشرکوں سے سن کر بھی کہ "تمہارے صاحب کہتے ہیں: کہ میں رات ورات بیت المقدس کی سیر کر کے آیا ہوں"، بلا تامل تصدیق کر دی۔

(تاریخ الخلفاء: ۲۹، وغیرہ)

لہذا چاہے کوئی بھی شان مصطفی ﷺ میں ایسی بات کرے، جو شرع مطہرہ سے ٹکراتی نہ ہو، ہم دل جان سے تسلیم کرتے ہیں۔۔۔ یہ اظہار محبت ہے۔ جبکہ منکرین

اسی چکر میں پھنسے رہتے ہیں، کہ فلاں فلاں راوی ضعیف ہے، لہٰذا معتبر نہیں۔

"یا محمد، یارسول اللہ" ﷺ کے سرعام غائبانہ نعرے:

جب رسول الثقلین ﷺ مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے، تو مدینے والے لوگ بڑی بے چینی سے، کچھ اس انداز سے، مصطفےٰ کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے، کہ مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے، جبکہ بچے اور خدام راستے اور گلیوں میں پھیل گئے، اور "ینادون یا محمد، یارسول اللہ ﷺ"، یعنی وہ "یا محمد و یارسول اللہ" ﷺ کی (غائبانہ) صدائیں اور نعرے لگا رہے تھے۔
(صحیح مسلم ۔۔۔، طبع کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی ہے، کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا تو انہوں نے "یا محمد" ﷺ پکارا۔ "مسجد میں استغاثہ" عنوان کے تحت، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی، جس میں ہے کہ عثمان غنی کے دور میں، "یا محمد" ﷺ کے الفاظ سے استغاثہ کیا گیا۔

قبر انور پر مقرر فرشتہ آپکو ﷺ "یا محمد" پکار کر عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ کی خدمت میں درود بھیجا ہے۔ (ابن حیان فی العظمۃ: ۷۶۲/۲، والبخاری فی تاریخ کبیر: ۴۱۶/۶، لسان المیزان، مسند بزار، مسند حارث، وغیرہ)

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر وہ (عیسیٰ علیہ السلام) میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے پکار کر کہیں، "یا محمد" تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔۔۔ سبحان اللہ۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۶۵۸۴، تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۱۳، مجمع الزوائد: ۵/۸، مطالب العالیہ: ۲۳/۴)

(مزید روایات "استمداد بوسیلہ"، "حیات نبی"، "شفاعت" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

یہاں یہ بھی واضح ہوگیا کہ یارسول اللہ ﷺ کے نعرے، بعد کی ایجاد یا بدعت نہیں، بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی سُنت ہے، اِسکو بدعت کہنے والے یقیناً خود بدعتی اور گمراہ ہیں۔

اگر منکرین یہ کہیں کہ یہ تو ظاہری حیاتِ پاک کا واقع ہے، جبکہ ہماری مراد بعد از وصال ہے، تو ہم کہیں گے، کہ پھر کوئی ایک ہی ایسی آیت یا حدیث پیش کرد جسمیں یہ صراحت ہو کہ بعد از وصال رسول اللہ ﷺ کو پکارنا حرام و شرک ہے۔ محض توجیحاتِ بعیدہ اور تاویلاتِ رکیکہ سے (ص: ۷۶۰) شرک ثابت نہیں ہوتا، واضح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، جو یہ لوگ ابدآباد تک نہیں لاسکتے۔

اب ہم بعد از وصال، دور سے رسول اللہ ﷺ کو، صحابہ کرام کا مدد کے لیے پکارنا تمہارے ہی گھر سے دکھادیتے ہیں، مگر ہمیں اِس بات کا علم ہے، کہ تمہارے لیے اجماعِ سلف کی مخالفت کرنا آسان ہے، مگر شیخ نجدی اور دہلوی کی اندھی تقلید کو چھوڑنا ناممکن ہے ۔کیوں نہ ہو! کہ تمہارے پورے دین کا انحصار جوانہی کی تعلیمات پر ہے۔

بعد از وصال آپ کو پکارنا، صحابہ کرام کا معمول، اور اجماعِ امت:

حافظ ابن کثیر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں: مسیلمہ کذاب سے جنگ کے دن مسلمانوں کا شعار ''یا محمداہ'' (یا محمد ﷺ ہماری مدد کیجیے!) کا نعرہ لگانا تھا۔ (البدایہ: ۳۲۴/۶)

یہی بات امام ابن اثیر، اور امام طبری نے بھی لکھی۔

(الکامل: ۲۴۶/۲، تاریخ طبری: ۲۵۰/۳)

علامہ شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ کو پکارنے کا یہ انداز اہل مدینہ کا معمول ہے۔ (نسیم الریاض ۳/۳۵۷)

حسین احمد دیوبندی نے بھی لکھا ہے: "اہل حرمین میں نداء یا رسول اللہ! مروج ہے، جس کی وجہ سے نجدی وہابی ان کو بیہودہ کلمات سے یاد کرتے، اور دشمنی رکھتے ہیں"۔ (شہاب ثاقب)

ابن قیم نے بھی یہ تسلیم کیا ہے: کہ یا رسول اللہ ﷺ پکارنا مسلمانوں کا معمول ہے"۔ (جلاء الافہام: ۸۸)

وحید الزماں غیر مقلد نے بھی لکھا ہے: "کہ اولیائے امت سے فقر کے باوجود بعد وصال بھی، رسول اللہ ﷺ کو پکارنا ثابت ہے"۔ (ہدیۃ المہدی: ۲۰)

رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی جان صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی وفات پر قصیدہ لکھا: "الا یا رسول اللہ انت رجاؤنا"، اے اللہ کے رسول آپ ہماری امید ہیں۔

اس کے متعلق علامہ نبہانی فرماتے ہیں: کہ ان کے قول میں "نداء" (پکار) ہے، اور اس قصیدہ کو تمام صحابہ نے سنا لیکن کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ (شواہد الحق: ۲۳۲)

لطف کی بات ہے کہ سعودی مفسر نے خود بھی لکھا ہے: یا رسول اللہ کہو (یعنی پکارو)۔ (ص: ۹۹۱)۔۔۔ مزید لکھا: ادب سے یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرو۔۔۔ تاہم حکم کے اعتبار سے (یہ آیت) عام ہے۔ (ص: ۱۴۵۶)

یعنی آج بھی جب پکارو تو یا رسول اللہ ﷺ کہو۔

نماز میں، "ایہا النبی" کہنا بھی پکار ہے، امام الوہابیہ ابن قیم نے کہا جو سن نہ سکے اس کو پکارنا، خطاب کرنا لغو ہے۔ (الروح: ۱۴)

امام غزالی، امام شعرانی، علامہ نبہانی، قاضی عیاض، ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق اور دیگر علماء فرماتے ہیں، کہ ادب یہ ہے کہ نمازی یہ جان کر سلام کہے کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں۔

(احیاء العلوم: ۱/۱۶۹، میزان الکبری، الیواقیت والجواہر: ۲/۳۶، شواہد الحق: ۲۲۷، شرح شفا القاری: ۳/۳۶۴، مدارج النبوۃ: ۲۶۰)

ابن قیم نے، (جسے ابن تیمیہ کی تعلیمات متاثر ہونے کی وجہ سے وہابی حضرات اپنے مخصوص سلف میں شامل کرتے ہیں) طبرانی کے حوالے سے روایت نقل کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا؛ کوئی جہاں بھی درود پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔

(جلاء الافہام: ۶۳، حجۃ اللہ علی العالمین: ۷۱۳)

ابن قیم کے مقلدین، وہابیوں کی بھی پھوٹیں اور بدعتیں ملاحظہ کریں۔

نجدی مفسر لکھتا ہے: "اس فاسد عقیدے سے درود شریف پڑھنا، کہ آپ ﷺ براہ راست سنتے ہیں، یہ عقیدہ فاسدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے"۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

وجہ اور دلیل کیا بیان کی کہ کیوں نہیں سنتے، لکھا؛ منوں مٹی تلے مدفون ہیں، نہیں سنتے۔ (سعودی تفسیر: ۱۲۲۲) واہ کیا دلیل دی!

عقل کے پجاری، بخاری کے حوالے سے اتنا تو مانتے ہیں کہ "مردہ، دفن کر کے لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے"۔ چاہے ان کے دین میں تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی۔ (سعودی تفسیر: ۱۰۶۴)

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ اس نے منوں مٹی کے نیچے کیسے سن لیا؟

اور پھر تمہارے امام ابن قیم نے لکھا کہ آپ درود شریف براہ راست سنتے ہیں اب ہمارا یہ کہنا بجا ہے: "جن کے امام ہی قرآن وسنت کے مخالف ہوں، ان کے

رضی اللہ عنہ کہیں تو مشرک و بدعتی ٹھہریں، اور اگر ابن کثیر، ابن تیمیہ اور ابن قیم کہے، تو امام ہی رہیں!۔۔۔ فیا للعجب!

اور کیا اہل سنت نے یہ عقائد خود گھڑے ہیں، یا کہ سلف کرام سے لیے ہیں؟ اگر تم میں کچھ بھی حیاء انصاف اور دیانتداری کا مادہ ہے، تو پھر سب کو ایک پلڑے میں رکھو، اور ہمارے ساتھ اس شرک میں ان مقدس ہستیوں کو بھی شامل کرو۔

تو جب حافظ ابن کثیر کا بھی وہی عقیدہ ہے جو کہ اہلسنت کا ہے، تو پھر وہ ہماری طرح یقیناً مشرک ہوئے، جبکہ تم ان کو امام کہتے ہو، انکی تفسیر کو اپنی تفسیر کا مأخذ بنایا ہے۔ تو کیا ایک مشرک کو امام کہنا، اُسکے قول سے سند پکڑنا شرک نہیں؟

اور کیا اہلسنّت کا ہی نا قابل رعایت جرم ہے، کہ اگر صحابہ کرام اور اِن ائمہ کی اتباع میں اَغثنی یارسول اللہ ﷺ وغیرہ کہیں، تو مُشرک اور مخالف قرآن ٹھہرئیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اجماع امت اور صحابہ کرام کا مخالف کون؟:

قارئینِ کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ ابنِ کثیر، ابنِ اثیر، امام طبری اور وحید الزماں حیدر آبادی وغیرہ نے بعد از وصال مصطفےٰ ﷺ آپ کو دور سے مدد کے لیے پکارنے کے متعلق صحابہ کرام اور اولیائے اُمت کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا: کہ میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، سنت رسول، اور صحابہ کرام کی پیروی کرنے والا گروہ جنتی اور ناجی ہوگا۔

اب ناظرین فیصلہ کریں! کہ اجماعِ اُمت کا مخالف کون ہیں، متبع کون ہیں؟

اور خود نجدی مفسر نے اجماع امت کی مخالفت کو کفر لکھا ہے۔ (النساء: ۱۱۵، ص: ۲۵۶)

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۱۹

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، خانہ ساز درود ہے؟:

نجدی مفسر لکھتا ہے: علاوہ ازیں احادیث میں درود کے اور بھی صیغے آئے ہیں، جو پڑھے جا سکتے ہیں۔ نیز مختصراً صلی اللہ علی رسول اللہ وسلم بھی پڑھا جا سکتا ہے، تاہم الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! پڑھنا اس لیے صحیح نہیں کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور یہ صیغہ نبی کریم سے عام درود کے وقت منقول نہیں ہے، اور تحیات میں السلام علیک ایھا النبی جو کہ آپ ﷺ سے منقول ہے اس وجہ سے اس وقت میں پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں، علاوہ ازیں اس کا پڑھنے والا اس فاسد عقیدے سے پڑھتا ہے کہ آپ ﷺ اسے براہ راست سنتے ہیں۔ یہ عقیدہ فاسد قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اور اس عقیدے سے مذکورہ خانہ ساز درود پڑھنا بھی غیر صحیح ہے ۔۔۔۔۔۔ مسند احمد میں صحیح سند سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر سلام کس طرح پڑھنا ہے یہ تو ہم نے جان لیا (کہ ہم تشہد میں السلام علیک پڑھتے ہیں) لیکن جب ہم نماز میں ہوں تو آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو آپ ﷺ نے درود ابراہیمی کی تلقین فرمائی (فتح الربانی ۳۰/۲۰-۲۱) مسند احمد کے علاوہ یہ روایت صحیح ابن حبان، سنن کبری، بیہقی، مستدرک حاکم اور ابن خزیمہ میں بھی ہے ۔۔۔۔۔۔ (ص: ۱۱۹۰)

نوٹ: عرف عام میں صلوۃ وسلام کو تخفیفاً صرف صلوۃ یا درود شریف کہہ دیا جاتا ہے۔

سعودی تفسیر کی اس عبارت سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی درود شریف

کے الفاظ کے صحیح ہونے کے لیے ان کا حدیث پاک سے ثابت ہونا ضروری نہیں، جیسے اس نجدی مفسر نے اپنے خود ساختہ درود کے متعلق لکھا: "نیز مختصراً" صلی اللہ علی رسول اللہ وسلم "بھی پڑھا جاسکتا ہے"۔

اور اسی طرح "صلی اللہ علیہ وسلم" بھی، کیونکہ یہ درود شریف بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت نہیں، اس کو درودِ محدثین کہا جاتا ہے، اور تمام وہابی اس کو لکھتے اور بولتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لیکر آج تک علماء امت کا اتفاق ہے، شرع مطہرہ کے موافق جن الفاظ سے بھی کوئی چاہیے، درود وسلام پیش کرے جائز ہے۔

- ـــــ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم مجھ پر درود بھیجو تو حسین درود بھیجو۔ (کنز العمال: ۲۵۱/۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۴/۲)
- ـــــ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب تم رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھو، تو حسین درود پاک پڑھا کرو، تم نہیں جانتے شاید یہی درود شریف آپ ﷺ پر پیش کیا جائے۔ (ابن ماجہ: ۶۵، مسند ابی یعلی: ۹۵۹، المعجم الکبیر: ۱۱۵/۹، تفسیر ابن کثیر: ۲۲۳/۴، تفسیر قرطبی: ۲۳۲/۱۴، مسند شاشی: ۷۹/۲، شعب الایمان: ۲۰۸/۲)
- ـــــ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ جمہور کے نزدیک جن الفاظ سے بھی حضور سرور کائنات ﷺ پر صلوۃ کا مفہوم پورا ہوتا ہے، ان کا پڑھنا جائز ہے۔ (القول البدیع: ۶۴)
- ـــــ یہی کچھ علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا (سعادت الدارین: ۵۹۶/۱)
- ـــــ غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم دین نواب صدیق حسن نے بھی لکھا: نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف کسی بھی صیغے سے ہو، خواہ وہ صیغے مروی ہوں یا نہ ہوں

،پڑھنے والا یقیناً اس ثواب کا مستحق ٹھہرے گا، جس کا وعدہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ ("نزل الابرار من الادعیۃ والاذکار" بالصلوٰۃ" اح ص:۱۱۷،۱۷۸، مزید "فصل الخطاب":۸۵)

❁ ...... وہابی مولوی عبدالجبار غزنوی نے مروی درود شریف میں الفاظ کے اضافے کو بھی جائز کہا ہے، اور ناجائز کہنے کو تشدد قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ غزنویہ:۲۰۲، عون المعبود:۲۴۳)

❁ ...... اسی طرح وہابی مولویوں داؤد غزنوی اور ادریس کاندھوی نے مروی صحیح شریف میں کچھ الفاظ بڑھانے کو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے الفاظ "صلوا علیہ وسلموا تسلیما" کے اطلاق سے اس خاص خودساختہ درود کی شکل کا استنباط کیا۔ (داؤد غزنوی:۱۹۵)

پتا چلا کہ وہابیوں کا درود ابراہیمی کو نماز کے باہر بھی [illegible] کہنا، اور ہر حال میں اسی کو ہی پڑھنے کی تلقین کرنا اور رد و رد دینا ان کی [illegible] چونکہ حدیث پاک میں درود ابراہیمی کا موقع محل نماز بیان ہوا ہے جس سے اس کی افضلیت بھی نماز ہی کے ساتھ خاص ہوگی۔

❁ ...... وہابیہ کے امام قاضی شوکانی نے بھی درود ابراہیمی کو نماز کے ساتھ خاص لکھا۔ (تحفۃ الذاکرین:۱۳۸)

اور اس سے لیے بھی کہ اس سے پہلے سلام (السلام علیک ایھا النبی الخ) پڑھا جا چکا ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے صرف درود کا حکم نہیں دیا، بلکہ "صلوا علیہ وسلموا" سے درود کے ساتھ سلام کا بھی حکم دیا ہے، اس حکم کی تعمیل نماز میں ہو جاتی ہے۔

❁ ...... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام کے بغیر صرف صلوٰۃ (درود) پڑھنے کو علماء نے مکروہ جانا ہے۔ (نووی علی المسلم:۱/۲، روح المعانی:۲۲/۱۱۹)

❁ ...... قاضی شوکانی نے بھی لکھا کہ نماز کے باہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل صلوٰۃ کے

ساتھ سلام پڑھنے سے ہوگی، جس نے اللھم صل وسلم علی محمد، کہا اس نے اس حکم پر عمل کیا۔ ("تحفۃ الذاکرین" ملخصا: ۱۲۸، اسی طرح "فتح القدیر" ۴/۳۰۱)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ علماء اہل سنت کے علاوہ خود مخالفین کے اکابر نے بھی، بلکہ نجدی مفسر نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا، درود شریف کے الفاظ مروی ہونا ضروری نہیں، اور غیر نماز میں وہ درود شریف کامل ہوگا، جس میں صلوۃ وسلام دونوں جمع ہوں، جبکہ درود ابراہیمی صرف صلوۃ ہے سلام نہیں۔

تضاد و بدعت:

یہی وجہ ہے نجدی مفسر نے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ درود وسلام کو مطلق ناجائز نہیں کہا، بلکہ اس پر صرف یہ اعتراض کیے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب اور نداء ہے، اور یہ صیغہ نبی اکرم ﷺ سے عام درود کے وقت منقول نہیں۔

✿ ـــــ جبکہ اسی سعودی مفسر صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے خود لکھا کہ: نبی ﷺ کی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے؟، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل نقل ہوا ہے کہ وہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! پڑھا کرتے تھے، اس لیے کوئی پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ (رسالہ ماہنامہ حرمین جہلم جنوری ۱۹۹۳ء)

میں کہتا ہوں، کہ جب یہ درود وسلام، خطاب کا صیغہ آپ ﷺ سے منقول نہ ہونے کی وجہ سے غیر صحیح اور خانہ ساز ہے۔ تو پھر صرف خطاب والے صیغے کے ساتھ درود وسلام کے صحیح ہونے کے لیے، آپ ﷺ سے منقول ہونے کی قید شرح شریف سے دکھادی جائے؟ ـــ نہیں تو اس قید وشرط کو بھی اپنی بدعات میں شامل کر لیا جائے؟

دوم، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور باقی صحابہ وسلف امت پر کیا فتویٰ ہے جو غیر منقول صیغہ خطاب والا یہ معروف درود شریف، وہ بھی بعد از وصال محبوب ﷺ پڑھا کرتے تھے؟

اور کیا یہ صحابی رسول ﷺ اس اصول سے جاہل اور سنت کے مخالف تھے؟۔۔۔ اور کیا صحابی کا عمل دلیل شرعی نہیں؟۔۔۔ اور اس کی پیروی کرنے والا ہدایت یافتہ نہیں؟ (علاوہ ازیں متعدد و مستند روایات میں صیغہ ندا کے ساتھ بعد وصال بھی آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام پیش کرنا مذکور ہے۔ ایسی کئی ایک روایات اس کتاب میں بھی نقل کر دی گئیں)

اور پھر خود نجدی مفسر، اور باقی وہابی علماء پر کیا فتویٰ ہے، جنہوں نے اس روایت کی یا اس جیسی روایات کو نقل کیا، اور باقاعدہ تمام زائرین کو صیغہ خطاب بھی درود وسلام پڑھنے کی رخصت بھی دی؟۔ (آگے مزید کتب کے حوالے آ رہے ہیں) اور باوجود اس کے سعودی مفسر کو اس درود شریف کو خانہ ساز، اور غیر منقول لکھتے ہوئے شرم کیوں نہ آئی؟۔۔۔ اور کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟۔

پھر قیاس محمود کیا شے ہے؟۔۔۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں صیغہ خطاب کے ساتھ سلام عرض کرنے کی خود تعلیم دی، اور تمام امت نے آج تک اس کو باقی رکھا، بلکہ بعض علماء اسلام نے فرمایا کہ نمازی غفلت سے سلام عرض نہ کرے بلکہ اس ارادے اور امید سے بارگاہ محبوب خدا ﷺ میں سلام عرض کرے، کہ اللہ کے رسول ﷺ سماعت فرما رہے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی درود وسلام کا مطلق حکم دیا، جس کے اطلاق میں یہ خاص شکل بھی آ جاتی ہے۔ اور غیر نماز میں بھی آپ ﷺ کو نداء و پکار پر اجماع ہے۔ (جیسے بیان ہو چکا)

قارئین غور کریں کہ مزاجِ نبوت وصحابیت۔۔۔اور وہابیت میں کتنا اختلاف ہے۔۔۔اور اہلسنّت کا مزاج صحابہ کرام کے ساتھ ملتا ہے۔الحمد للہ!

معلوم ہوا مبتدعین کے دامن میں سوائے قیاس فاسدہ، اور "یتبع غیر سبیل المؤمنین" کے اور کچھ نہیں، اور ان کا مذہب شدید تضاد وبدعت کا شکار ہے۔

وہابی مفسر کا یہ کہنا بھی دھوکا، جھوٹ اور غلط ہے کہ نداء کے صیغے کے ساتھ آپ ﷺ سے عام درود وسلام منقول نہیں ہے۔

❁......حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ کے نواح میں گیا تو جو بھی درخت یا پہاڑ آپ ﷺ کے سامنے آتا، وہ یوں عرض کرتا: السلام علیك یارسول اللہ!۔(جامع ترمذی:۲۰۳/۲، مشکوٰۃ:۵۴۰، مستدرک:۶۲۰/۲، الشمامۃ العنبریہ:۷۱، از نواب صدیق، وغیرہ وغیرہ)

❁......سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت ﷺ میں عرض کیا:

"السلام علیك یارسول اللہ"۔(سنن ابوداود:۳۵۱/۲)

❁......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی بارگاہ رسالت مآب میں یوں ہی عرض کیا: "السلام علیك یارسول اللہ!"۔(جامع ترمذی:۱۱۵/۲)

❁......حضرت بلال رضی اللہ عنہ بعد اذان آپ ﷺ کے مبارک دروازے پر یوں ہی عرض کرتے: "السلام علیك یارسول اللہ"۔(کنز العمال:۱۰۸/۷)

❁......حضرت جبریل نے بھی یوں ہی سلام عرض کیا۔(المعجم الکبیر:۳۲۹/۱۲)

❁......ایک اعرابی نے بھی بارگاہ نبوت ﷺ میں اسی طرح عرض کیا۔

(المعجم الکبیر:۹/۲۵)

"الصلوة والسلام عليك يارسول الله"۔

(ملخصاً، سیرت حلبیہ:۱/۲۲۳، سیرت نبویہ:۱/۱۵۹)

❁ ــــــ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مکہ میں مجھے سلام کیا کرتا تھا، میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (سبحان اللہ!) (مسلم شریف:۵۹۳۹)

اوپر والی روایت میں وضاحت ہے کہ پتھر یہ درود و سلام عرض کرتے تھے:

الصلوة والسلام عليك يارسول الله!

؎ ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام
ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

❁ ــــــ حضرت جبریل نے بھی یوں ہی عرض کیا۔

(بیان المیلاد النبی:۳۳، مولد العروس:۲۷، ابن جوزی)

❁ ــــــ حضرت جابر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی طرح عرض کیا۔

(جامع المعجزات:۲۵۵)

❁ ــــــ ایک اعرابی نے یوں ہی درود و سلام عرض کیا۔ (معارج النبوت:۳/۳۷ فارسی)

❁ ــــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا اور وہ یہ درود پڑھتے تھے۔ (مکاشفۃ القلوب:۳۶)

❁ ــــــ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، جو کہ مخالفین کے ہاں بھی معتبر ہیں، ان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں: "اورادِ فتحیہ" وہ وظائف کا مجموعہ ہے جو کہ حضرت سید علی امیر کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کی زیارت کے لیے گئے تو وہاں ان کو حضور رحمت عالم ﷺ کی زیارت ہوئی، تو آپ ﷺ نے ان کو "اورادِ فتحیہ" پڑھنے کا حکم دیا۔

٭......ایک تو اسی سعودی مفسر صلاح الدین یوسف نے خود بھی لکھا: کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روضہ رسول ﷺ پر الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ! پڑھا کرتے تھے، جو پڑھنا چاہیے پڑھ سکتا ہے۔ (ماہنامہ حرمین جہلم، جنوری ۱۹۹۲ء)

٭......اسی طرح وہابی مفتی ابوالبرکات آف گوجرانوالہ۔

(فتاوی برکاتیہ: ۱۷۷، فتاوی علماء اہل حدیث: ۱۵/۹)

٭......مولوی عبدالسلام بستوی۔ (اسلامی تعلیم: ۸۲۶/۱)

٭......وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری۔ (اہل حدیث کا مذہب: ۳۴)

٭......قاضی سلیمان منصور پوری۔ (سفرنامہ حجاز: ۲۲۳)

٭......وحیدالزماں حیدرآبادی۔ (ہدیۃ المھدی: ۲۳/۱)

٭......دیوبندی علماء نے بھی اسے درست قرار دیا، ملاحظہ کریں: امداد المشتاق: ۵۹، فیوض قاسمیہ: ۴۹، فضائل درود: ۲۳، شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ: ۱۸ حاشیہ، عشق رسول اور اکابر علماء دیوبند: ۴۴، یا حرف محبت اور باعث رحمت: ۱۳، ماہنامہ الخیر مناظر اسلام نمبر: ۲۶۰، تذکرۃ خلیل: ۲۲۳۔

سعودی عرب کے مطبوعہ کتب میں صلوۃ وسلام:

۱: مناسک حج وعمرۃ: ۸۳، مکتبہ الحرمین الریاض۔

۲: مناسک الحج والعمرۃ علی المذاہب الاربعۃ وزیارۃ المدینۃ المنورہ عربی: ۸۳۔

۳: حج وعمرہ اور زیارت مسجد نبوی: ۱۱۰، طبع مکتبہ الکوثر باب مجیدی مدینۃ المنورہ۔

۴: حج وعمرہ از محمد عتیق وہابی: ۷۸۔

۵: الحج والعمرۃ والزیارۃ علی ضوء الکتاب والسنۃ لابن باز: ۱۵۱۔

ان تمام کتابوں میں الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ، متعدد صیغوں سے مرقوم ہے۔ نمبر (۲) کتاب سے ظاہر ہوا کہ مذاہب اربعہ الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ! کے قائل ہیں۔

صلوۃ وسلام کے منکر سنی نہیں وہابی ہیں، اہل حرمین کا عمل؟:

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رقم طراز ہیں کہ: "وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے، اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں، چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا، الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ، کو سخت منع کرتے ہیں اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں، اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں، اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صور درود شریف کو، اگر چہ بصیغہ نداء وخطاب کیوں نہ ہوں، مستحب و مستحسن جانتے ہیں، اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں"۔ (شہاب ثاقب [illegible])

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوتیں۔

۱: اہل مکہ اور اہل مدینہ الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ پڑھتے ہیں۔

۲: الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ سے روکنے والے خبیث قسم کے وہابی ہیں۔

۳: دیوبندیوں کے اکابر کے نزدیک الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ جائز ہے۔ ۴: چونکہ آج کے دیوبندی بھی اس درود پاک کے منکر ہیں، جس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے سنیت سے آہستہ آہستہ وہابیت کی طرف خروج کیا ہے، اور اب پکے وہابی ہیں۔

کیا آپ کے خود، درود سماعت فرمانے کا عقیدہ فاسدہ ہے؟:

نجدی مفسر نے یہ جو لکھا کہ: "اور تحیات میں السلام علیك ایھا النبی جو کہ آپ ﷺ سے منقول ہے اس وجہ سے اس وقت میں پڑھنے میں کوئی [illegible]

اس فاسد عقیدے سے پڑھتا ہے کہ آپ ﷺ اسے براہِ راست سنتے ہیں۔ یہ عقیدۂ فاسدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے"۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

قارئین ملاحظہ کریں کہ بقول نجدی مفسر کے کون کون سی ہستیاں فاسد العقیدہ اور قرآن وسنت کی مخالف ٹھہریں۔ امام غزالی، امام بدرالدین عینی، امام ابن حجر عسقلانی، امام زرقانی، امام عبدالوہاب شعرانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا عبدالعلیم فرنگی محلی، عبدالحی لکھنوی، وہابیہ کے مجدد نواب صدیق، وغیرہ نے لکھا ہے کہ نمازی سرکار دوعالم کی خدمت اقدس میں " السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته " عرض کرتے وقت غافل نہ رہے، بلکہ جان کائنات ﷺ کو اپنے دل میں حاضر جانے اور خود کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں موجود سمجھ کر سلام عرض کرے۔ (احیاء العلوم: ۱/۲۷۹، عمدۃ القاری: ۶/۱۱۱، فتح باری: ۲/۲۵۸، شرح مواہب: ۷/۳۲۹، زرقانی شرح موطا: ۱/۱۹۰، میزان الکبریٰ: ۱/۱۶۷، لمعات: ۳/۱۸۱، اشعۃ اللمعات: ۱/۴۰۱، مدارج النبوت: ۱/۳۳۶، السعایہ شرح وقایہ: ۲/۲۲۸، نورالایمان: ۷۲، مسک الختام: ۱/۲۴۴)

✿ ــــــ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ وہ یوم مشہود ہے، فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں، "لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان" جو بندہ درود پڑھتا ہے خواہ وہ کہیں ہو اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے، عرض کیا گیا کہ آپ کی وفات کے بعد؟ فرمایا: وفات کے بعد بھی!، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے"۔ (اخرج الطبرانی فی المعجم الکبیر بحوالہ جلاء الافہام، ابن قیم: ۶۳، الجوہر المنظم: ۱۱۵، حجۃ اللہ علی العالمین: ۱/۷۱۲، سبل الہدیٰ والرشاد: ۲/۳۵۸، الترغیب والترہیب: ۲/۵۰۲، حقیقۃ التوسل: ۱۱۵، انوار احمدی: ۷۶)

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہ اس حدیث کے سند پر اشرفعلی تھانوی کے متعصبانہ اور جاہلانہ اعتراضات کے مسکت جوابات دیتے کے بعد اپنا فیصلہ یوں سناتے ہیں: "الحمد للہ ہم نے باحوالہ دلائل کثیرہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت ابو درداء کی یہ روایت سند کی جن کڑیوں پر مشتمل ہے وہ سب کی سب ثقہ اور معتمد ہیں اور تھانوی صاحب نے ان پر لایعنی جرح کر کے اپنی علمیت کو دھندلایا ہے اور ان کی اس نامحمود کوشش سے [illegible] کوئی عیب نہیں آسکا"۔

مزید لکھتے ہیں: "واقعہ یہ ہے کہ سند کے لحاظ سے جلاء الافہام [illegible] تھانوی صاحب کی پیش کردہ (فرشتوں کے درود وسلام پہنچانے والی) تمام احادیث [illegible] کے لحاظ سے راجح ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے [illegible] تصنیف کردہ رسالہ (حیات النبی: ۸۵تا۹۲)"۔ (ذکر بالجہر [illegible])

اس روایت میں صراحت ہے کہ جگمگسار امت [illegible] کا درود وسلام (اور فریاد) سنتے ہے۔

● ـــــ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مبارکہ کو لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱/۲۸۶ وغیرہ)

● ـــــ امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس سے معروف روح مراد نہیں بلکہ توجہ مراد ہے۔ (شفاء السقام: ۳۳)

● ـــــ خود وہابیہ کے امام قاضی شوکانی نے کہا: اس لیے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور آپ کی روح مبارک آپ سے جدا نہیں ہوتی، جیسا کہ حدیث میں

مروی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین:۲۸)

یہ فرمان مصطفیٰ کریم ﷺ اپنے عموم پر ہے، اس کو زائرین کے ساتھ خاص کرنے کے لیے خاص دلیل چاہیے۔ لہٰذا صرف قریب سے ہی نہیں، دور سے بھی سلام عرض کرنے والے کو جواب کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

❁......چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے سمع خارق للعادۃ کو لوٹا دیتا ہے، اس طرح حضور سلام بھیجنے والے کے سلام کو خود سنتے ہیں، خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو، اور اس کو بغیر کسی وسیلہ کی احتیاج کے جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (الحاوی للفتاوی:۱۸۴/۲)

❁......امام ابن حجر مکی، علامہ خفاجی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ، نے بھی یہی ثابت کیا ہے۔ (الفتاوی الکبریٰ:۱۳۹/۲)

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

نجدی مفسر اور اس کے ہم مذہب جواب دیں، کہ کیا یہ سارے اجلّہ علماء اسلام بمع ان کے امام ابن قیم، فاسد العقیدہ اور مخالف قرآن و سنت تھے؟۔...جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے براہ راست درود و سلام سننے کی صراحت فرمائی ہے۔

❁......حضرت سلیمان علیہ السلام کی سماعت کی یہ شان ہے، آپ نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی۔ (سورۃ نمل:۱۸، ۱۹، تفسیر روح المعانی:۲۹۵/۳، ۲۶۲/۱۹، تفسیر مدارک:۲۸۰/۳، تفسیر جمل:۳۰۶/۳، تفسیر جلالین:۳۶۹، تفسیر مظہری:۱۰۴/۷، تفسیر روح البیان:۳۳۴/۶، تفسیر محمدی:۴۷/۵، حافظ محمد لکھوی وہابی)

مبتدعین منکرین بتائیں! کہ کیا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی فاسد العقیدہ اور مخالف قرآن وسنت، اور مشرک تھے یا کہ نہیں؟

اور کیا صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے سماعت کا عقیدہ رکھنے والے ہی فاسد العقیدہ ہیں؟۔

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے؟

(درود شریف کے متعلق ابحاث کی تفصیل وتحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں، کتاب "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنے کا ثبوت"، از مناظر اسلام علامہ کاشف اقبال مدنی دام ظلہ)

کیا اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا بدعت ہے؟:

نجدی مفسر لکھتا: اسی طرح اذان سے قبل اسے پڑھنا بھی بدعت ہے جو ثواب نہیں، گناہ ہے۔(ص:۱۱۹۰)

اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو بدعت کہنا خود بدعت سیئہ ہے۔کیونکہ بدعت کی صحیح تعریف اور پہچان یہ ہے کہ، بعد از وصال رسول ﷺ ظاہر ہونے والا، ایسا نیا کام جو شریعت کے خلاف ہو، اور کرنے والا اس کو دین سمجھے۔

(تفصیل "بدعت" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

کیا درود شریف افضل العبادات سے نہیں ہے؟۔۔۔کیا بغیر کسی وقت اور جگہ کی شرط کے اس کو پڑھنے کا مطلق حکم نہیں دیا گیا؟۔۔۔کیا قرآن وسنت میں اذان سے پہلے کچھ پڑھنے کی نہی وارد ہوئی ہے؟۔

نہیں ہرگز نہیں تو مخالفین کا اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو بدعت وگناہ

کچھ نہیں پڑھنا چاہیے؟،

اور کیا صحابہ کرام کو حدیث، "کل بدعة ضلالة" یاد نہیں تھی؟

- ـــــ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جمعہ کی پہلی اذان کا آغاز کیا، جو بازار میں زوراء مقام پر دی جاتی تھی۔ (بخاری: کتاب الجمعہ)

آج مساجد میں جمعہ کی یہ دونوں اذانیں مساجد کے اندر ہی دی جاتی ہیں، لیکن وہابی مولویوں نے اس کو بدعت نہیں کہا، آخر کیوں؟

صرف اتنا لکھا: "لیکن مسجد ہی میں دو اذانوں سے بچنا چاہیے"۔

(صحیح نماز نبوی: ۳۰۶، دار الاندلس، اس کتاب کو پانچ وہابی مولویوں نے مل کر لکھا ہے)۔

اسی جگہ لکھا: "اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ یہ (جمعہ کی پہلی اذان) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتظامی معاملہ تھا"۔ (ایضاً)

- ـــــ ایک دوسری کتاب جس کی تصحیح سعودی تفسیر کے مفسر صلاح الدین یوسف نے بھی کی ہے، میں لکھا ہے: "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام بدعت نہیں، کیونکہ آپ خلفاء راشدین میں سے ہیں۔۔۔ انہوں نے اسے شرعی حکم کے طور پر نہیں، محض انتظامی حل کے طور پر جاری کیا تھا، جسے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خاموش تائید حاصل تھی، ظاہر ہے کہ جس چیز پر صحابہ کرام کا عمومی اتفاق ہو جائے وہ بدعت نہیں ہوا کرتی۔ واللہ اعلم (ع، ر)۔

(نماز نبوی: ۲۵۸، دار السلام، اس کتاب کو چار مولویوں نے مل کر لکھا)

میں کہتا ہوں، وہابیوں کے پاس مسئلہ بدعت میں، اور فرمان مصطفیٰ کریم ﷺ "کل بدعة ضلالة"، وغیرہ سے صرف صحابہ کرام کو مستثنیٰ کرنے کی کون سی خاص دلیل ہے، کہ وہ تو دین میں نئے کام شروع کر سکتے ہیں؟

پھر یہ لکھنا بھی ان لوگوں کی بہانہ بازی اور بدعت ہے کہ: "انہوں نے محض انتظامی حل کے طور پر جاری کیا تھا، یا انتظامی معاملہ تھا" وغیرہ۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کی کون سی دلیل ہے؟ ــــ کہ انتظامی حل کے لیے نئے امور اختیار کیے جا سکتے ہیں، اور وہ بدعت کے زمرے میں نہیں آتے؟ [illegible] بھی بتایا جائے کہ ان انتظامی امور پر ثواب ملے گا یا کہ فضولیات کے زمرے میں [illegible] گے؟

ان لوگوں کا یہ دھوکا اور فراڈ بھی پکڑا گیا کہ ایک طرف ان لوگوں [illegible] کو انتظامی حل کا نام دیا، پھر دوسری طرف لکھ دیا کہ "بلکہ اس لیے [illegible] اس پر صحابہ کا اتفاق ہو گیا تھا"۔ اس دو طرفی سے معلوم ہوا کہ ان [illegible] بعض انتظامی امور بھی بدعت ہوتے ہیں۔ جب کہ عام طور پر انتظامی [illegible] اور بدعت کے زمرے سے خارج کہتے ہیں۔

بعض انتظامی امور کے [illegible] کی پہچان کر سکتا [illegible] ہی بتا سکتے ہیں، [illegible] ان کی [illegible]

تحقیقی مطلب یہ ہے کہ نفلی [illegible] کے ساتھ مشروع ہیں، ان کے لیے اپنی طرف سے [illegible] کرنے کی اجازت ہوتی ہے، سوائے ان اوقات اور مقامات کے جن کے متعلق شرعی ممانعت آگئی ہو۔

ــــ جیسے نفلی روزہ کسی دن بھی رکھنا جائز ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا معمول سوموار کو روزہ رکھنا تھا۔ (مسلم: [illegible])

ــــ مسجد قبا کی زیارت ہر روز کی جا سکتی ہے، چونکہ نفل عبادت ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے اس کی زیارت کے لیے [illegible] کو مقرر کر رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر [illegible]

اللہ عنہ بھی محبوب ﷺ کی ادا کو ادا کرنے کے لیے، ہر ہفتے کے دن مسجد قبا کی زیارت کے لیے جاتے۔ (بخاری: ۱/۱۵۹)

❁......اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب بھی وضو کرتے معین تعداد میں نوافل پڑھتے۔ (بخاری: ۱/۱۵۴)

❁......اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ (نفلی) عبادات کے لیے اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت بلال نے وضو کے بعد نوافل اپنے استنباط سے معین کیے تھے، اور حضور ﷺ نے اسے درست قرار دیا"۔ (فتح الباری: ۳/۲۷۶)

جس طرح نوافل پڑھنے کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں، لیکن حضرت بلال نے اپنی تمنا سے ہر وضو کے بعد نوافل پڑھنے کا التزام کرلیا اور یہ جائز قرار پایا، بالکل اسی طرح صلوۃ وسلام پڑھنے کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں ہے، لیکن اذان کے اول وقت میں صلوۃ وسلام پڑھنے کو اختیار کرلیا جائے، تو یہ کس طرح بدعت قرار پائے گا؟۔

آج وہابی حضرات بھی نمازوں، تقریروں کا وقت مقرر کرتے ہیں۔

❁......اسی طرح ایک صحابی امام مسجد تھے انہوں نے اپنی مرضی سے ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد کوئی اور سورۃ ملانے سے پہلے سورۃ اخلاص کو محبت کی وجہ سے لازم ومعین کرلیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بجائے زجر وتوبیخ کے انہیں بشارت سنائی کہ اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی۔ (بخاری: ۱/۱۰۷)

تو جن لوگوں نے محبت مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے اذان کے اول وآخر کے وقت کو درود شریف پڑھنے کے لیے معین کررکھا ہے، وہ کیونکر اس بشارت سے محروم ہونگے؟۔

شرک کہنا درست ہے۔

ہم پوری وھابی ٹیم کو دعوت دیتے ہیں کہ جس آیت مقدسہ "ایاك نعبد و ایاك نستعین" کی یہ تفسیر کی گئی ہے، اِس آیت سے استمداد و استعانت کی یہ ساری تقسیم و شرائط دکھادو!۔۔۔نہیں تو پورے قرآنِ مجید سے ہی دکھادو!۔۔۔نہیں تو چونکہ خود کو اہلِ حدیث کہتے ہو، تو کوئی ایک صحیح صریح حدیثِ پاک ہی دکھادو!۔۔۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو قدیمی و سلفی تفاسیر سے ہی دکھادو۔ کہ جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے مدد نہ کر سکتا ہو یا فوت شدہ وغیرہ سے استعانت شرک ہے۔

انشاء اللہ! کبھی نہ دکھاسکو گے،۔۔۔تو پھر مانو کہ یہ تقسیم کرنا، خود تمہاری مغالطہ آفرینی اور بدعت ہے۔

اور یہ بھی تسلیم کرو کہ اس تفسیر کا قرآن و سنت سے کچھ واسطہ نہیں، بلکہ یہ تفسیر بالرائے اور تحریف ہے جو کہ یقیناً بہت بڑا جرم ہے۔

پھر یہ کہنا کہ: "شرک تو یہ ہے کہ ایسے شخص سے مدد طلب کی جائے جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے مدد نہ کر سکتا ہو"۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ایسے شخص سے مدد مانگی جائے جو ظاہری اسباب کے بغیر ہی مدد کر سکتا ہو، پھر تو شرک نہیں ہوگا؟

ہم اہل سنت ایسی مدد ہر کس و ناکس سے طلب نہیں کرتے، بلکہ اولیا کرام سے طلب کرتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ یہ کرامت اور عزت عطا فرماتا ہے، جیسے حدیث قدسی: "فکنت سمعه الذی الخ"۔ (آگے آرہی ہے) اور یہ اصل میں ان سے اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا ظہور ہوتا ہے، وہ صرف مظہر ہوتے ہیں نہ کہ مستقل۔

سعودی مفتی ابن باز نے بھی، یہی جھوٹ بول کر یہی چکر دینا چاہا: "زندگی میں آپ سے شفاعت کا سوال کرنا جائز تھا، اور قیامت کو بھی جائز ہوگا، کیونکہ دنیوی واُخروی زندگی میں یہ چیز آپ ﷺ کی استطاعت میں تھی، اور ہوگی"۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۲۰، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل)

ہم سے بات بات پر صریح دلیل کا مطالبہ کرنے والوں کی اپنی غربت دلائل کا یہ عالم ہے، کہ عقیدۂ شفاعت کو محض اس عقلی ڈھکوسلے کی بنیاد پر شرک اکبر کہتے ہیں کہ: "بعد وصال شفاعت کرنا آپ کی قدرت میں نہیں"۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

ہم شیخ نجدی کے مقلدین سے پوچھتے ہیں کیا شیخ نجدی پر وحی نازل ہوئی کہ بعد وصال آپ کو شفاعت کی قدرت نہیں؟؟؟۔

مافوق الاسباب استمداد اور پکار قرآن میں:

کتاب اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو سینکڑوں میلوں پر پڑا ہوا تخت بلقیس پل بھر میں درکار تھا، جس کا تعلق مافوق الاسباب جہان کے ساتھ تھا، تو آپ نے بغیر کسی فرق و امتیاز کے اپنے تمام درباریوں کو مخاطب کیا، "ایکم یاتینی بعرشھا" کہ تم میں سے کون ہے؟ جو اُسکا تخت میرے پاس لے آئے۔ (نمل: ۳۸)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے مافوق الاسباب امداد کے لیے اپنے تمام درباریوں کو کسی فرق کے بغیر، کہ کون اِس پر قادر ہے اور کون نہیں، "نداء" (یعنی پکار) کرنے سے نجدیوں کے شرک کے دونوں طرح کے فتووں کا رد ہوگیا۔

ایک (۱) یہ کہ "اس شخص سے مدد طلب کرنا شرک ہے کہ جو مافوق الاسباب مدد کی قدرت نہ رکھتا ہو"۔

اور دوم (۲) یہ کہ، "کسی کو ما فوق الاسباب مدد کے لیے، "نداء" (پکارنا) کرنا شرک ہے"۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۳۳، ۱۳۳۵، ۱۰۹۹، ۲، تقویۃ الایمان: ۲۷)

معلوم ہوا کہ اغثنی یارسول اللہ، یاعلی مدد اور یا غوث اعظم مدد پکارنا شرک نہیں، کہ یہ بھی ما فوق الاسباب مدد کے لیے ندا و پکار ہے۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں: پکارو۔۔۔۔۔۔یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

پھر یہ لکھنا: "جیسے فوت شدہ شخص کو مدد کے لیے پکارنا، اسکا نام ہے ما فوق الاسباب طریقے سے مدد طلب کرنا اور یہی شرک ہے"۔

اس جملے میں لفظ "جیسے" کو مثالیہ انداز میں لکھ کر، پھر مثال کے لیے، فوت شدہ کا ذکر کرنا بھی ایک مکرو چکر ہے۔ اور اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے، کہ وہ صرف فوت شدہ ہی ہے، جس کو فوق الاسباب مدد کی طاقت نہیں ہوتی، زندہ کو ہوتی ہے۔

اصل میں ان خارجیوں کی توحید کو سارا خطرہ ہی فوت شدہ صالحین سے ہے، اسی لیے تو اس ساری بحث اور شرک کو اختتام پر فوت شدہ کے ساتھ خاص کر دیا، لکھا:

"اسکا نام ہے ما فوق الاسباب طریقے سے مدد طلب کرنا اور یہی شرک ہے"۔

ان لوگوں کا مشن ہی یہ ہے، کہ فوت شدہ صالحین کی استمداد و وسیلے کو عبادت کہہ کر، عامۃ المسلمین کو مشرک قرار دیا جائے، اور وہ اس نجدی نے پورا کر لیا۔

میں کہتا ہوں کہ جب تمہارے نزدیک ما فوق الاسباب امور میں مطلقا کسی کو بھی کچھ اختیار نہیں، چاہے وہ زندہ ہو یا فوت شدہ، تو پھر ما فوق الاسباب استمداد کے شرک ہونے کو، صرف فوت شدہ کے ساتھ خاص کرنے کا کیا مقصد و جواز ہے؟

بالفرض اگر ہو بھی تو وہ زندہ سے مدد مانگنا شرک ہونا چاہیے، کیونکہ "

الحی" (زندہ ہونا) تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، "میت" (مردہ ہونا) نہیں ہے۔

یہ بے اصول اپنے دین کے بنیادی اصولوں سے بھی جاہل ہیں۔ اور یہ ہے ان کے مفسر قرآن صاحب کی حالت!۔۔۔۔۔ سچ ہے کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا!

حالانکہ جو چیز شرک ہے، وہ ہر حال میں شرک ہے۔ اور شرک ہونے یا نہ ہونے کا مدار صرف عقیدے اور نظریے پر ہے۔

نہیں تو کیا نجدیوں کے نزدیک، زندہ، قریب والے، حاضر کو "الـــلـــه" ماننا شرک نہیں؟۔۔۔ کیوں کہ یہ تو عقیدے کی طرح، چند مخصوص افعال اور صورتوں کو بھی شرک کا سبب کہتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ مافوق الاسباب تصرف خاصہ الوہیت نہیں ہے۔

(مزید "الوہیت" عنوان ملاحظہ کریں)

۞۔۔۔۔۔ اسی لیے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: مدد چاہنا اور ہے، پوجنا اور ہے۔ (فتاویٰ عزیزی اردو ص ۱۵۳، دارالاشاعت کراچی)

تضاد وہابیہ اور اقراری شرک: (خلاف عادت میں اختیار)

ان لوگوں کا یہ بھی تضاد اور حماقت ہے، کہ ایک طرف تو معجزات و کرامت کو مافوق الاسباب کہتے ہیں، اور دوسری طرف مافوق الاسباب قدرت کے عقیدے کو شرک کہتے ہیں۔

جب اس تضاد اور دورنگی پر پکڑ کی جائے، تو بڑی عیاری سے یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں، کہ جی معجزے اور کرامت میں نبی وولی کو کچھ اختیار نہیں ہوتا، (یعنی ان کے

ارادے کا دخل نہیں ہوتا) یہ صرف خدا تعالیٰ کی قدرت و مشیت پر موقوف ہوتے ہیں۔

(سعودی تفسیر: ۱۰۵۳، ۱۲۹، ۳۵۷، ۶۶۹، ۶۷۰، ۸۲۳، ۸۴۷، ۱۰۲۸، ۱۰۵۳)

حقیقت میں یہ لوگ بھی منکرین معجزات و کرامات، دھریوں اور جبریہ کی طرح ہیں، جیسا کہ اس نے خود سر سید احمد خاں کو منکر معجزات و کرامات لکھا گیا۔ (سعودی تفسیر: ۲۳)

فرق صرف اتنا ہے، کہ یہ ذرا ماڈرن اور جدید قسم کے منکرین معجزات ہیں، جبکہ سر سید، پرانے انداز کا منکر تھا۔

جبکہ اِس نجدی مفسر کو (سورۃ ص: ۳۹ تا ۳۶ کے تحت) طوعاً و کرھاً یہ اقرار کرنا پڑا، کہ اللہ تعالیٰ نے معجزاتی طور پر ہوا، اور جنات وغیرہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان و چاہت اور کر دیا تھا۔ فرمایا: "ھذا عطاء نا، فامنن او امسك بغیر حساب"، "کہ (اے سلیمان!) یہ ہماری عطا ہے، سخاوت و تقسیم کر، یا روک رکھ، تم سے کچھ پوچھ نہیں"۔ (ص: ۱۲۸۱، ۱۰۲۸)

گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے تمہیں خازن بھی بنایا ہے، اور داتا بھی!۔ (مزید: یوسف: ۹۳، اور طٰہٰ: ۹۶ کے ضمن میں بھی ملاحظہ کر لیں)

یعنی بالآخر سعودی مفسر نے خود بھی اس شرک کا اقرار کر لیا، کہ اللہ والوں کو باذن اللہ، مافوق الاسباب امور میں تصرف و قدرت حاصل ہوتی ہے۔

یہ تضاد بھی ملاحظہ کریں، کہ ایک طرف تسلیم کیا کہ: "تکوینی امور فرشتوں کے ذمہ ہوتے ہیں، لہٰذا وہ مجازی مدبر ہوتے ہیں"۔ (سعودی تفسیر ملخصاً ص: ۱۶۷۹، ۱۶۷۲، ۸۲۳)

۞ —— جیسے جبریل علیہ السلام نے جنابہ مریم رحمۃ اللہ علیہا سے عرض کی: کہ میں آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔ (مریم: ۱۹)

اسی طرح روح ڈالنا، روح نکالنا، رزق پہنچانا، بادل برسانا وغیرہ، یہ سارے امور فرشتے انجام دیتے ہیں۔ جنگ بدر میں بھی فرشتوں نے امداد کی۔

❁ ...... سرور کائنات ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: "اللھم اید ہ بروح القدس"۔ (مسلم، ابوداؤد)

اور دوسری طرف انکار کر دیا، اور یہ جھوٹ لکھ دیا: "ہر چیز اسی کے سپرد ہے اور وہ بغیر کسی کی مشارکت کے ان کی حفاظت اور تدبیر کر رہا ہے"۔ (ص: ۱۳۰۹، ۲۳۶، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۳۳۲)

❁ ...... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسماعیل دہلوی کے چچا جان) لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے۔ اور "تکوینی امور" کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں۔

فاتحہ، درود، صدقات، اور نذر و نیاز ان کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں، چنانچہ تمام اولیاء کا یہی حال رہا ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ: ۳۹۶)

معلوم ہوا کہ نجدی قوم نے اس مسئلے میں بھی امت کی مخالفت کی ہے۔

ایک طرف لکھا: معاملہ اب طبیبوں کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ (سعودی تفسیر: ۱۷۰۵)

اور دوسری طرف لکھا: اور تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۳۶۰)

الحاصل کہ ان کے دین میں صرف انبیاء و اولیاء کو مختار ماننے سے شرک ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ!) ؎ ذرا دیکھو بے عقلاں دی، اقرار وی اے، انکار وی اے!

وہابی عیسائیوں کو کیا جواب دیں گے؟:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرندہ بنانے، کوڑھی اور اندھے کو شفا دینے کی نسبت اپنی

طرف کرر ہے ہیں۔ کہ اللہ تعالی نے یہ سارے اختیار و کمالات اپنے مرضی سے مجھے عطا فرما ہوئے ہیں، اور ان میں میری مرضی اور ارادے کو بھی دخل ہے۔ (آل عمران:۴۹)

جبکہ ان منکرین کے امام اسمٰعیل دہلوی نے اپنے مقلدین کو یہ عقیدہ بخشا:

جس کا نام محمدؐ یا علیؓ ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان:۴۷)

یہ لوگ عیسائیوں کو کیا منہ دیکھائیں گے، وہ کہیں کہ تمہاری کتاب کہتی ہے کہ اللہ تعالی ہمارے نبی عیسی علیہ السلام کو یہ یہ اختیار دے رکھے تھے۔ جب کہ تم خود اپنے نبی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ انہیں کچھ اختیار نہیں، وہ بے اختیار اور مجبور ہیں۔

اسی طرح قرآن کہتا ہے کہ عیسی علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں، مگر تمہارے مولوی اسمٰعیل نے "تقویۃ الایمان" میں محمد ﷺ کو مر کر مٹی میں ملنے والا لکھا۔

اگر ایسی بات ہے تو پھر تم نجدی لوگ، عیسائی ہی کیوں نہیں ہو جاتے؟

اسی لیے میرے امام نے فرمایا تھا:

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجیے؟

آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا تصرف:

پھر جناب آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کی خدا تعالی کے ہاں وجاہت و مرتبہ، اور ان پر مافوق الاسباب امر میں قدرت و تصرف کا عطیہ اور انعام دیکھیے! کہ ملک یمن کے شہر صنعا (تقریبا ۳۰۰۰ میل کی دوری) سے ملک شام میں اتنا بڑا اور وزنی (۸۰ ہاتھ طول، ۴۰ ہاتھ عرض، ۳۰ ہاتھ اونچائی، سعودی تفسیر: ۱۰۴۹، ۱۰۵۳) تخت پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دیا۔

......امام قرطبی اور ابن کثیر لکھتے ہیں: تخت وہاں سے زمین میں گھس گیا اور سامنے حاضر ہو گیا۔

......علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی (م۸۸۵ھ) فرماتے ہیں: کہ حدیث قدسی: "فکنت سمعه الذی الخ"، کی رو سے، جیسے ہماری شریعت میں ولی صفاتِ خدا کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے، اسی طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت میں تصرف کیا۔ (نظم الدرر:۳۲۶/۵)

......علامہ السید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں: کہ آصف نے عین عرش میں تصرف کیا تھا، اس نے اس جگہ اس تخت کو معدوم کر دیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود کر دیا، کیونکہ مرد کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے لفظ "کن" کی طرح ہوتا ہے۔

(روح المعانی: ج۱۹، ص:۲۰۶)

عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مرد ملے تے درد نہ چھوڑے، او گن دے گن کردا
کامل مرد محمد بخشا، لال بنان پتھر دا
ہر مشکل دی کنجی یارو، ہتھ مرداں دے آئی
مرد نگاہ کرے جس ویلے، مشکل رہوے نہ کائی

اولیاء کے تصرف کا نظریہ، سنت انبیاء ہے:

یہ بھی پتہ چلا کہ اولیاء اللہ کی طاقت، قدرت اور تصرفات کا نظریہ رکھنا، انبیاء کرام کی سنت ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: کل میں جھنڈا اسے دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر فتح کرے گا۔ (بخاری، غزوہ خیبر)

۔۔۔۔۔ اور صحابہ کرام کو تعلیم دی: کہ "اویس قرنی" سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کروانا ۔(مسلم: کتاب فضائل صحابہ)

۔۔۔۔۔ ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ کو مشکل پیش آئی، خواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو علی! تم یحیی بن یحیی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جا کر دعا کرو، تماری حاجت پوری کی جائے گی، ایسا کرنے سے ان کی مشکل حل ہو گئی۔ (تہذیب التہذیب: ۲۹۹/۱۱)

اولیاء اللہ شریک و مقابل نہیں، بلکہ قدرت خدا کا مظہر ہوتے ہیں:

معلوم ہوا کہ محبوبان الٰہی، اللہ تعالٰی کے شریک (من دون اللہ) نہیں ہوتے، بلکہ اس کی قدرتوں کے (باذن اللہ) مظہر ہوتے ہیں، جیسے سلیمان علیہ السلام ملکہ بلقیس کو بظاہر اپنی اور باطناً اس قدیر و قادر ذات کی قدرت دکھانا چاہتے تھے۔ اس کی قدرت کا اظہار حضرت آصف بن برخیا سے ہوا۔

خلاصہ بحث یہ ہے، کہ مافوق الاسباب امور میں تصرف کو اللہ تعالٰی کی صفت خاص قرار دینا، جو کہ غیر اللہ کے لیے محال ہو، اور بزرگوں کے لیے اِسکا عقیدہ رکھنے کو شرک کہنا، غلو فی الدین اور خود شرک ہے۔

وہ اس طرح کہ جب قرآنِ مجید سے یہ صفت عطائی طور پر مقربین خدا کے لیے بھی ثابت ہے۔ تو اس کو خاصہ الوہیت کہنا، اور غیر اللہ کے لیے عطائی کے اعتقاد کو بھی شرک کہنا،۔۔۔ اللہ والوں کو خود اللہ تعالٰی کا شریک ثابت کرنا ہے۔

جس طرح اللہ کی صفت کو مخلوق کے لیے ثابت کرنا شرک ہے، اسی طرح مخلوق کی صفت اللہ کے لیے ثابت کرنا بھی شرک ہے۔

،مولوی صاحب ابھی ریلوے سٹیشن سے اترے کہ مجذوب کو گھر خبر ہوگئی،فوراً کپڑے منگا کر پہن لیے۔(ایضاً:۲۰)

قاضی سلیمان منصور پوری اور ضیاء معصوم شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچے۔ضیاء معصوم مراقبہ کرنے لگے،قاضی صاحب نے دل میں سوچا کہ ان بزرگوں نے کوئی راز کی بات کہنی ہوگی، مجھے اٹھ جانا چاہیے،یہ سوچ کر جب اٹھنا چاہا،تو حضرت مجدد نے قاضی کا ہاتھ پکڑلیا،اور فرمایا؛سلیمان ہم تم سے کوئی بات راز میں نہیں کرنا چاہتے۔راوی کا کہنا کہ قاضی صاحب نے کئی دوستوں کو بتایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ۔۔۔بیداری کا ہے۔(ایضاً:۱۹)

یہی بات ہم کریں تو جھوٹے اور مشرک ٹھہریں!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامت،(کہ آپ نے مدینہ پاک سے لشکرِ ساریہ کی نہاوند میں مشکل کشائی فرمائی)، کا انکار کرنے والے،۔۔۔معجزہ وکرامت میں انبیاء واولیاء کو مطلق بے اختیار کہنے والے،۔۔۔ان کو بااختیار سمجھنے والوں کو مشرک کہنے والے۔اپنے مولویوں کو اس قدر بااختیار ثابت کرکے بھی توحیدی ہی رہے۔

✿✿✿✿✿✿✿

باب:۲۱

فوت شدہ وغیرہ سے استمداد کو شرک کہنا خود شرک ہے:

نجدی حضرات "یارسول اللہ ﷺ مدد" وغیرہ پکارنے کی وجہ سے عامۃ المسلمین کو مشرک ثابت کرنے کے لیے، اپنے خود تراشے نجدی دین کے مطابق ،فوت شدہ، غائب اور دور والے سے مدد چاہنے کو شرک کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلو اور جہالت ہے۔

کیوں کہ استعانت وامداد کی اس صورت کو شرک کہنا، گویا خدا تعالیٰ کو فوت شدہ ،دور ہونوالا ماننا، اور خدا تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا انکار کرنا ہے۔

❁......رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:"فانکم لا تدعون الصم ولا غائبا ،تدعون سمیعا بصیرا قریبا"، کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، بلکہ سننے، دیکھنے اور قریب والے کو پکارتے ہو۔(بخاری، کتاب التوحید)

جب منکرین نے وسیلے کا مطلقاً انکار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے"۔(ق:۱۶) لیکن مسلمانوں کو مشرک بناتے وقت یہ بھول جاتے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ دور والے سے استمداد شرک ہے۔

خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ "الحی القیوم" ہے، منکر کہتے ہیں فوت شدہ سے استمداد شرک ہے۔ حالانکہ اگر بالفرض شرک ہو بھی، تو وہ زندہ سے استمداد شرک ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تو "الحی" ہے،...."میت" نہیں۔

تو جب زندہ سے مدد چاہنا شرک نہیں، تو فوت شدہ سے مدد مانگنا کیسے شرک ہوسکتا ہے۔

اہلسنت پر یہ بہتان بھی باندھا: "مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں"۔ (ص:۶۷۳)

منکرین جواب دیں کہ بندوں کی صفات کو خدا تعالیٰ کے لیے کون ثابت کرتا ہے؟۔۔۔وہ کہ اہلسنت؟

وحید الزماں حیدرآبادی نے بھی اپنے ہم جماعتیوں کو یہی بات سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ: فوت شدہ سے مدد مانگنا، اس کو زندہ کا شریک بنانا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا۔ (ہدیۃ المہدی:۱۷)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں: خدا تعالیٰ غائب نہیں (عالم الغیب) ہے۔۔۔مگر منکر کہتے ہیں کہ غیب کو پکارنا شرک ہے۔

شرک کی حقیقت برابری پر ہے، مشرک خود اعتراف کریں گے: "اذ نسویکم برب العالمین"، کہ ہم تمہیں (بتوں کو) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

(الشعراء:۹۸، انعام:۱، بقرۃ:۲۲)

توجب یہ صفات (فوت اور دور ہونا وغیرہ) خدا تعالیٰ کی ہیں ہی نہیں، تو پھر برابری کیسے ہوئی؟۔۔۔اور جب برابری نہ ہوئی تو پھر شرک کیسے ہوا؟

ع خدا جب دین لیتا ہے، حماقت آہی جاتی ہے!

معلوم ہوا کہ منکرین کا یہ اصول اور فارمولا کہ "فوت شدہ، دور والے اور غائب سے مدد مانگنا شرک ہے"۔۔۔ان کی حماقت اور بدعت پر مبنی ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور ان کے شرک کے سارے فتوے خاک میں ملانے کے لیے، امام اہلسنت اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہی کافی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اس شعر کے سامنے

منکرین کے منہ میں زباں نہیں۔۔۔نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں۔

اور مبتدعین قیامت تک جواب نہ دیں سکیں گے، انشاء اللہ!، وہ شعر یہ ہے۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت ، خبر کی ہے؟

لکھا: امام ابن کثیر فرماتے ہیں: "ونحن اقرب الیه من حبل الورید" کہ اس سے مراد فرشتے ہیں، جو رگ جان سے بھی قریب ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۱۴۶۶)

ہم کہتے ہیں اگر فرشتوں کے متعلق یہ عقیدہ شرک نہیں، تو پھر آقا رحمۃ اللعالمین ﷺ کو "النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم "۔(احزاب: ۶) جان سے بھی زیادہ قریب، اپنے حال سے باخبر جانے، تو کیسے شرک ہو سکتا ہے؟

(مزید: "تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث"، اور "دعا و پکار" عنوان دیکھیے)

❁❁❁❁❁❁❁❁

عنوان: ۲۲

داتا، غریب نواز وغیرہ کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں:

لکھا: "داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز اور بابا فرید گنج شکر کے معبود، مشکل کشا، و گنج بخش ہونے کی کوئی دلیل ان لوگوں کے پاس نہیں، یہ سب نام اپنے تجویز کردہ اور خود ساختہ ہیں"۔ (سعودی تفسیر: ۲۵۱، ۳۳۱)

کاش کہ صالحین کے متعلق اپنے خبث باطن کے اظہار کی بجائے، قرآن پاک کے ان مقامات (اعراف: ۱۷، یوسف: ۴۰) پر بھی اپنے امام ابن کثیر (اور دیگر سلفی مفسرین) کی تفسیر قبول کی ہوتی، (جو "سعودی تفسیر" کا بنیادی ماخذ ہے) کیوں کہ ان آیات میں بتوں

کے پوجاریوں مشرکوں کے، بتوں کے گھڑے ہوئے ناموں اور القابات کی تردید و مزمت مقصود ہے۔یعنی ایسی آیات مشرکوں اور بتوں کے متعلق ہیں، نہ کہ مسلمانوں اور ان میں مشہور صالحین کے نام والقاب کے متعلق۔

ہم پوری نجدی برادری سے مطالبہ کرتے ہیں: کہ اگر مسلمانوں میں صالحین کے معروف القاب کی کوئی دلیل وسند نہیں۔تو پھر محمد بن عبدالوھاب، ابن تیمیہ، ابن قیم، اسماعیل دہلوی، ثناء اللہ وغیرہ کے شیخ الاسلام، مجدد الف ثانی، مجدد الدعوۃ، علامہ ،مولانا، مفتی، حافظ، فضیلۃ الشیخ۔

اور سعودی (زندہ، مُردہ) حکمرانوں کو "المَلِك" (جیسا کہ غلاف ودروازہ کعبہ شریف، حرمین شریفین کی تعمیرات پر جابجا اور سعودی کرنسی وغیرہ پر لکھا ہوا ہے) اور "یزید" کو "رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ"، (جیسا کہ ذاکر نائیک اور باقی نجدیوں کا مسلک ہے) کہنے کی تمہارے پاس کون سی سندودلیل ہے؟۔۔۔۔۔ما ھو جوابکم فھو جوابنا!

قارئین کے لیے حیرت کی بات ہے کہ ان کے مردے بھی والی ہیں۔

لکھا: سلطان عبدالعزیز والی نجدوحجاز۔(سعودی تفسیر:۱۳۹۴)

نجدی مفسر نے صالحین کو اہلسنت کا "معبود" (الہ) بھی لکھا ہے جو قطعا جھوٹ اور بکواس ہے۔

اسی طرح عام طور پر وھابی مولوی اپنی تقریروں میں "الہ" (معبود) کی تشریح اس طرح کرتے ہیں: "لا الہ الا اللہ"، کوئی داتا نہیں، الا اللہ۔۔۔کوئی غوث اعظم نہیں، الا اللہ۔۔۔کوئی گنج بخش نہیں، الا اللہ۔۔۔کوئی غریب نواز نہیں، الا اللہ۔۔۔کوئی پکار کے لائق نہیں، الا اللہ وغیرہ۔

''الـہ'' کے یہ معنی وتشریح کرنا گویا، ''اولیا اللہ'' کو ''عدو اللہ''، اور ''حزب اللہ'' کو ''حزب الشیطان'' ثابت کرنے کی خبیث لغتی کوشش، اور خدا تعالی اور صالحین کی شان میں کمال بے ادبی، غلو اور افترا ہے۔

اور دنیا کی کسی لغت میں، (سوائے وہابیوں کی لغت کے) ''الـہ'' کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں۔ (مزید ''الوہیت'' عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

یہ بھی خوب یاد رہے کہ اللہ تعالی کے ناموں میں، اپنی طرف سے اضافہ کرنا، جیسا کہ نجدی لوگ داتا، گنج بخش، غریب نواز وغیرہ ناموں کو اللہ تعالی کے نام بتاتے ہیں، ''الحاد فی الاسماء'' کی ایک صورت ہے، جس کی (اعراف: ۱۸۰ اور سعودی تفسیر: ۴۶۹ پر بھی) مذمت کی گئی ہے۔

اسی لیے ہمیں خدا تعالی کے وہی نام ذکر کرنے کی اجازت ہے، جو قرآن و سنت میں مذکور ہوئے ہیں۔

اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ اگرچہ اللہ تعالی کے بعض صفاتی ناموں کا مفہوم، داتا، غریب نواز وغیرہ بنتا ہے، مگر یہ اسماء قرآن وحدیث میں خدا تعالی کے لیے مذکور نہیں ہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر نام فارسی وہندی وغیرہ زبان کے ہیں، مثلاً داتا، گنج بخش وغیرہ۔

اور جو اسماء الحسنی شرع شریف میں مذکور ہیں، ان کو وہابی اپنے بڑوں کے لیے بلا دھڑک بولتے رہتے ہیں، مگر شرک کا ذرا بھی وہم نہیں گزرتا۔ (تفصیل آگے آئے گی)

حتی الامکان ''عرف عام'' کا لحاظ ضروری ہے:

عرف عام (عوام کی زبان) میں یہ القاب صرف بزرگان دین کے لیے مشہور و معروف ہیں۔ عرف عام، اور عوام کے جائز نظریات کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ، بلا دلیل مسلمانوں سے بدگمان ہونا گناہ کبیرہ، اور فتنہ و انتشار کا سبب ہے۔۔۔ الفتنة اشد من القتل!

نجدی مفسر نے خود بھی "عرف عام" کو احکام میں معتبر تسلیم کیا، لکھتا ہے:

"عرف عام میں قسم تاکید اور شک کو دور کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں قسم اسی شک کو دور کرنے کے لیے کھائی ہے۔۔۔ الخ"۔ (ص: ۱۲۵۰، ۳۲۵)

لہٰذا عوام میں صرف بزرگوں کے مشہور و معروف، وہ بھی فارسی و ہندی زبان کے القاب کو اللہ تعالیٰ کے مخصوص صفاتی نام قرار دے کر، صالحین کو اہل سنت کا "معبود"، اور ان کو مشرک اور ان کا پجاری کہنا، ظلم عظیم اور الحاد فی الاسماء ہے۔

وہابیوں کا شرک فی الصفات:

مخالفین کے لیے شرم کی بات ہے، کہ خدا تعالیٰ کے جو صفاتی نام قرآن و حدیث میں مذکور ہیں، مثلاً "الملك" (طٰہٰ: ۱۱۴، مومنون: ۱۱۶، حشر ۲۳، الناس: ۲)۔

"مولانا" (بقرۃ: ۲۸۶، توبہ: ۵۱)۔ "علام" (مائدہ: ۱۰۹، ۱۱۶) اور اسی طرح حافظ، عالم، حکیم، وکیل، غنی وغیرہ ان سارے ناموں کو یہ لوگ اپنے حکمرانوں اور مولویوں کے لیے سرِ عام بولتے ہیں، مگر پھر بھی مشرک نہیں ہوتے، اور نہ کبھی شرک کا گمان گزرتا ہے۔

اسی سعودی قرآن کے پہلے صفحات پر مردہ "شاہ فہد" کو کئی مرتبہ "الملک" لکھا گیا۔ حالانکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "انا الملك اين ملوك الارض"۔

"میں بادشاہ ہوں، آج دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں؟"۔(بخاری شریف)

نہ جانے اس وقت یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟

سعودی قرآن کے مقدمہ میں اس کے مترجم، جونا گڑھی اور مفسر، صلاح الدین کو "مولانا" لکھا گیا۔

قرآن کریم میں فتویٰ دینے کا ذکر خدا تعالیٰ کے لیے آیا ہے۔(النساء:۱۲۷) باوجود اس کے یہ لوگ "ابن باز" کو مرنے کے بعد بھی صرف مفتی نہیں، بلکہ مفتی اعظم لکھتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں اگر غیر اللہ کو داتا، گنج بخش، غریب نواز کہنا شرک ہے، حالانکہ قرآن وحدیث میں ان ناموں کا ذکر تک نہیں ہے۔ تو جن اسماء کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے قرآن میں بیان فرمایا، الملک، مولانا، علام، عالم، حافظ، حکیم، وکیل وغیرہ تو ایسے ناموں کو غیر اللہ کے لیے بولنا بطریقِ اَولیٰ شرک ہونا چاہیے؟۔

یا پھر مانو کہ ہمارے پاس دو شریعتیں ہیں، ایک عام مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے۔ اور دوسری اپنے حکمرانوں ومولویوں کی کبریائی بیان کرنے کے لیے۔

اہلسنت، اللہ والوں کی تعظیم وعظمت کے اظہار کے لیے کچھ بھی کریں، وہ تو ہر صورت شرک وبدعت ہے۔ لیکن تم اپنے بڑوں، کعبۃ اللہ، صفا مروہ (سال میں دو مرتبہ عرقِ گلاب وعطر سے غسل دینا) وغیرہ کی تعظیم کے لیے جو چاہے کرو، سب جائز، کارِ ثواب، توحید اور سنت ہے۔

عداوت وبغض کی حد ہے کہ وصال یافتہ صالحین کو مردہ، بے بس، بے حیثیت کہتے ہیں۔ جبکہ اپنے مردوں کو بھی الملک، مولانا، مفتی اعظم لکھتے ہیں، اور ان کے

مردے بھی والی ہیں۔لکھا: سلطان عبدالعزیز والی نجد وحجاز۔(سعودی تفسیر:۱۴۹۴)

حقیقی ومجازی صفات کی تقسیم:(شرک وہابیہ)

یہ لوگ صفات میں حقیقی ومجازی، عطائی وذاتی کی تقسیم کو مشرکانہ فعل قرار دیتے ہیں۔اللہ والوں کے لیے مجازی وعطائی صفات واختیار ثابت کرنا بھی شرک کہتے ہیں۔

(تقویۃ الایمان:۳۲،۳۵،نعمانی کتب خانہ،وغیرہ)

اسماعیل دہلوی نے لکھا:''کسی بزرگ کو حقیقۃً سخی اور جواد نہیں کہا جا سکتا''۔

(صراط مستقیم:۳۹)

یعنی مجازاً جواد کہا جا سکتا ہے۔۔۔یہ لکھ کر اپنے ہی فتویٰ سے مشرک ٹھہرا۔

اسی سعودی قرآن کے مترجم جونا گڑھی نے خدا تعالیٰ کی صفت "الملك" کا ترجمہ کرتے ہوئے،اللہ تعالیٰ کے بادشاہ ہونے کے ساتھ ''حقیقی'' کی قید لگائی۔

(ط:۱۱۴،ص:۸۷۶)

وہ لیے کہ یہ سعودی اپنے زندہ ومردہ حکمرانوں کو بھی "الملك" کہتے ہیں،تو ''بادشاہ'' کے ساتھ ''حقیقی'' کی قید لگانے کا مقصد یہ تھا کہ ''شاہ فہد'' وغیرہ کو ''الملک'' لکھنا شرک نہیں،کیونکہ خدا تعالیٰ حقیقی طور پر ''الملک'' ہے،جبکہ ہمارے یہ حکمران مجازی الملك ہیں۔

یہ ہے ان لوگوں کی توحید کی حقیقت،اور صالحین دشمنی،کہ جب اپنوں کی باری آئے تو تاویلات اور توجیہات کی گنجائش نکال لیتے ہیں۔لیکن جب محبوبانِ خدا کی عظمت کی بات آتی ہے،تو وہاں بغیر کسی گنجائش،تامل اور سوچ وبچار کے فوراً شرک کا

ہم پوچھتے ہیں، کہ ان ہستیوں کو اکبر۔۔۔اعظم۔۔۔اور غنی۔۔۔کہنے کی کون سی دلیل ہے؟

یعنی کس حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو "صدیق اکبر" کہا ہو۔۔۔حضرت عمر کو "فاروق اعظم" کہا ہو۔۔۔اور حضرت عثمان کو غنی کہا ہو۔

حالانکہ "اکبر" اور "عظیم" اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اور "اعظم" کا معنی ہے بہت بڑا۔۔۔"غنی" بھی اللہ کی صفت ہے۔

لیکن کسی منکر کو خطرہ نہیں گزرتا کہ شرک ہو جائے گا۔

ابھی اسماعیل دہلوی کا فتوی گزرا کہ: "کسی بزرگ کو حقیقۃً سخی اور جواد نہیں کہا جاسکتا"۔ (صراط مستقیم:۳۹)

القاب اولیاء کا مفہوم، اور وجاہت و عظمت:

اس حقیقت کا کسی کو انکار نہیں، کہ حقیقی و ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی خزانوں کا مالک، دینے والا، نوازنے والا، مشکل کشائی کرنے والا ہے، لہٰذا یہ ایک واضح حقیقت ہے، کہ کوئی جاہل سے جاہل سنی بھی اللہ والوں کے لیے یہ ساری شانیں اور اختیار من دون اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ کے مقابل اور مستقل تسلیم نہیں کرتا، بلکہ باذن اللہ ہی مانتا ہے۔

اور بے سند بھی نہیں، کیونکہ "مؤمنین صالحین" کے لیے ان ساری صفات، مثلاً دینے والا، خزانوں والا، خزانے بخشنے والا، مصیبت دور کرنے والا، مشکل آسان کرنے والا وغیرہ، کا مفہوم قرآن و سنت اور مسلمانوں کی گواہی اور شہادت سے ثابت ہیں۔ اور جو بات شرع شریف سے ثابت ہو، اس کو شرک و بدعت کہنا، خود بے دینی

وگمراہی ہے۔(''دہلوی اور حدیث قدسی''عنوان ملاحظہ کریں)

اللہ والوں کا مشکل کشاء، حاجت روا، دافع بلا، متصرف ہونا:

اس کے لیے قرآن کریم کے یہ مقامات ملاحظہ کریں۔(بقرۃ:۶۰، ۶۱، ۸۹، ۲۴۸،
آل عمران:۴۹، ۸۱، نساء:۶۴، مائدہ:۲، ۳۵، ۵۵، انعام:۷۵، اعراف:۱۳۴، ۱۵۷، انفال:۱۲، ۳۳، ۶۴،
توبہ:۸۴، یوسف:۹۳، ۹۴، ۹۶، حج:۲۷، الانبیاء:۱۰۷، سجدہ:۴، نمل:۱۹، ۴۰، فتح:۲۵، تحریم:۴)

اللہ والوں کا داتا، گنج بخش، غریب نواز ہونا:

اس کے لیے ملاحظہ ہو۔(بقرۃ:۲۴۷، ۲۴۸، ۲۵۸، توبہ:۵۹، ۷۴، آل عمران:[illegible]، یوسف:
۴۳، ۵۰، ۵۴، ۵۶، ۷۲، ۷۶، کہف:۷۹، ۸۴، انبیا:۱۰۵، مریم:۱۹، نمل:۱۶، ۲۳، [illegible] ص:۲۰، ۲۶،
۳۵، زخرف:۵۱)

خود لکھا:''مددگار جو مصیبت میں کام آئے''۔(سعودی تفسیر:۹۱۴، ۱۳۳۳)

اور لکھا:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ہر نبی کا کوئی خاص مددگار ہوتا ہے،میرا خاص مددگار زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔(بخاری، کتاب الجہاد)۔(ص:۱۴۸)

(تفصیل کے لیے:''شرک کیا ہے؟ اور مشرک کون؟'' از مناظر اسلام علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، اویسی بک سٹال، ملاحظہ فرمائیں)

اللہ والوں کی وجاہت وقدرت:(احادیث مبارکہ)

❁......حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:...ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:''سل''،یعنی جو جی میں آئے مانگ لے!

میں نے عرض کی:کہ جنت کی رفاقت مانگتا ہوں؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا:''او غیر ذالک''،اس کے سوا اور کچھ!، میں نے عرض کی یہی کافی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر کثرت سجود سے، اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

(مسلم، کتاب الصلوۃ، ۱۱۲۶،۲۲۵۰)

علامہ سنوسی مالکی، ملا علی قاری، عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے اس حدیث پاک سے یہ استدلال کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا آپ ﷺ کو (بشرط موافقت تقدیر) مختار بنا دیا ہے۔

(مکمل اکمال المعلم: ۲/۲۱۱، مرقاۃ: ۳/۳۲۲، لمعات: ۱/۳۹۶، ۴/۱۷۲)

ورنہ نہ ہی آپ ﷺ حضرت ربیعہ سے مطلق (بلا کسی قید کے) فرماتے: "کہ جو چاہے مانگ لے"۔ اور اگر صحابی نے آخرت کی عظیم نعمت مانگ ہی لی تھی، اور آپ ﷺ کو بقول وہابیوں کے کچھ اختیار نہ تھا۔ تو خبردار فرما دیتے کہ یہ کیا مانگ رہے ہو، میں تو بے اختیار ہوں، کو دنیا کی کوئی عام چیز مانگ لو۔

جبکہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صرف مبلغ تھے اور بس، آپ ﷺ کے پاس اس سے زیادہ اختیارات نہیں تھے۔ (سعودی تفسیر ملخصا: ۳۸۱)

اسی مفہوم کو ہم اہلسنت آپ ﷺ کے لیے "مختار کل" سے بھی تعبیر کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو احکام اور باقی مخلوقات میں (ساری مخلوق سے زیادہ) تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے، جس پر متعدد دیگر دلائل بھی گواہ ہیں، جو "حضور مالک و مختار ہیں"، از علامہ ابو الحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی دام ظلہ۔ "نورانیت و حاکمیت"، از علامہ کاشف اقبال رضوی دام اقبالہ، وغیرہ کتب اہل سنت میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

دونوں جہاں ہیں آپ کے، قبضہ و اختیار میں

فرمایا ہے۔(توبہ:۱۱۹)

❁ ......انہیں کے ساتھ موت مانگنے کی تعلیم دی ہے۔(آل عمران:۱۹۳)

❁ ...... کیونکہ اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) ان کے ساتھ ہوتا ہے۔(بقرۃ:۱۹۴)

❁ ......ان کی بیماری، بھوک اور پیاس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔(مسلم:۳۱۸/۲)

❁ ......اوراس کی رحمت بھی ان کے قریب ہوتی ہے۔(اعراف:۵۶)

❁ ......یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف جانے والا، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا ہوتا ہے۔(مسلم: کتاب التوبۃ)

❁ ......ان کی مجلس میں حاضر ہونے والا، اگر بدبخت بھی ہو تو خوش بخت ہو جاتا ہے۔(بخاری: کتاب الدعوات)

❁ ......سو آدمیوں کا قاتل ان کے قرب میں توبہ کرنے کے ارادے سے، ان کی طرف چل پڑا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے بہانہ بنا کر بخش دیا۔(مسلم، کتاب التوبۃ)

جس سے ان کے قرب، معیت اور آستانوں کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

❁ ......ان کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی ہے۔

(ابن ماجہ: کتاب المساجد، بخاری: کتاب الاستسقاء)

❁ ...... کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں، تو وہ انہیں ضرور عطا فرماتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب) چاہے وصال یافتہ ہی کیوں نہ ہوں۔

❁ ......اوراگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں، تو ضرور پوری کردی جاتی ہے۔

(بخاری: کتاب الصلح)

❁ ......ان کی دعاؤں سے مردے بھی (زندہ) ہو جاتے ہیں۔(البدایہ والنہایہ:۲۹۲/۶)

❁......ان کے رقعہ سے رکے دریا جاری ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر قرطبی:۱۳/۳/۱۰۲،ابن کثیر:۳/۲۶۵،کبیر:۲۱/۸۸)

❁......انہیں کے صدقے بادل برستے ہیں، فتح ملتی ہے، عذاب دور ہوتے ہیں، رزق ملتا ہے۔ (مسند احمد:۱/۱۲۲،طبرانی کبیر:۱۰/۱۶۳،۱۸/۶۵،مجمع الزوائد:۱۰/۶۳)

❁......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ہمیشہ تیس (۳۰) آدمی (ابدال و غوث) رہیں گے جن کے صدقے یہ زمین قائم رہے گی، انہیں کے تصدق سے تم پر بارش برسائی جاتی ہے، اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (مجمع الزوائد:۱۰/۶۳ قال الہیثمی رجالہ رجال الصحیح. سیر اعلام النبلاء:۱۳/۵۷۴، تہذیب الکمال:۶/۱۰۹، تفسیر ابن کثیر:۱/۳۰۲، نوادر الاصول:۱/۲۶۰، [illegible] الاصابہ:۶/۵۵، مسند فردوس:۲/۸۳، کشف الخفاء:۱/۲۷، عون المعبود:۸/۱۵۱، از عظیم آبادی وہابی)

اگر اعلحضرت نے یہ کہہ دیا کہ: "بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے"۔ (ملفوظات، حصہ اوّل)......تو کیا وہابیوں کی طرح بلا دلیل کہا؟......وہابی اس پر اپنی جہالت، عداوت اور شقاوت سے خواہ مخواہ میں بچیں ہوتے ہیں۔

❁......ان سے دشمنی کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

(بخاری: کتاب الادب)

❁......کیا ایک مسلمان پر یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی ہر طرح سے مدد کرے، اس کا حاجت روا، مشکل کشا، داتا اور غوث بنے؟۔ (بخاری:۱/۳۳۰، مسلم:۲/۳۳۵، حلیۃ الاولیاء:۳/۲۲۵، معجم الکبیر:۱۲/۳۵۸، ۱۰/۲۱۷، ۱۷/۱۱۷، مسند شہاب:۲/۱۱۷، ترغیب:۳/۲۶۲، مجمع الزوائد:۸/۱۹۲، ۱۰/۱۳۲، مسند ابو یعلی:۹/۱۷۷، مسند الفردوس:۱/۳۳۰)

❁......اللہ تعالیٰ نے ان کو خدائی کی حاجت روائی کے لیے خاص فرما دیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء:۳/۲۲۵، طبرانی کبیر:۱۲/۳۵۸، مسند شہاب:۲/۱۱۷، ترغیب:۳/۲۶۲، مجمع الزوائد:۸/۱۹۲)

● ـــــ قیامت کے دن بھی ان کا ادب ان کی محبت، ان کی سنگت کام آئے گی، وہاں بھی یہ "باذن اللہ" دستگیری کرتے ہوئے (یعنی ہاتھ تھام کر)، اپنے غلاموں کو دوزخ سے بھی نکال کر اپنے ساتھ جنت میں لے کر جائیں گے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۴۱۵۸، ۷۸/۷، ۹۰۶/۴۱۰، طبرانی اوسط: ۴/۳، ترغیب: ۳/۳۸، مجمع الزوائد: ۳/۱۳۲، ۱۰/۲۸۲، ابن ماجہ: کتاب الادب، شعب الادب: ۱/۲۵۲، البدایہ: ۱۰/۴۷)

● ـــــ ان کو آئندہ ہونے والے کئی کاموں کا بعض دفعہ الہام ہو جاتا ہے، اور ان کے اجسام قبر میں سلامت رہتے ہیں۔ (بخاری: کتاب الجنائز)

● ـــــ ان کو قبروں میں تلاوت قرآن کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔

(ترمذی کتاب التفسیر، تفسیر قرطبی: ۱۸/۲۰۵، تفسیر ابن کثیر: ۴/۳۹۶)

● ـــــ وصال کے بعد کلام بھی کرتے ہیں، جیسے زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے کی۔ (تاریخ کبیر للبخاری: ۲/۳۳۶)

● ـــــ جائے مدفن کی بھی خبر ہو جاتی ہے۔

(طبرانی کبیر: ۱/۷۸، الاستیعاب: ۳/۱۰۲۷، تہذیب الکمال: ۱۹/۴۵۷)

● ـــــ ان کی محبت کو آسمانوں سے نازل کر کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے۔ ان کو زمین کی مخلوق میں مقبول اور محبوب بنانے کا، جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے خصوصی انتظام واہتمام کیا جاتا ہے۔ (بخاری کتاب بدء الخلق)

● ـــــ یہ اپنے فہم و فراست سے انسانوں کی باطنی کیفیات کو بھی بھانپ لیتے ہیں۔ (طبرانی اوسط ۳/۲۰۷، مسند شہاب: ۲/۱۱۷، مسند فردوس: ۱/۱۸۴، میزان الاعتدال ۲. ۵۹، تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۵۷)

✿ ـــــ کبھی ان کو اس کی بھی خبر ہو جاتی ہے کہ ماں کے پیٹ میں بیٹا ہے یا بیٹی۔ (موطا امام مالک: وغیرہ)

✿ ـــــ ان کو اللہ جل وعلیٰ کا اتنا قرب حاصل ہوتا ہے، کہ ان کی سماعت، بصارت وغیرہ میں اللہ کا نور جلال شامل ہوتا ہے۔ (مفہوم، بخاری: کتاب الادب)

✿ ـــــ اسی وجہ سے یہ دور و نزدیک سے سُن اور دیکھ لیتے ہیں۔ جیسے آصف بن برخیا نے شام سے یمن کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے نہاوند کو دیکھ لیا۔

(تفسیر کبیر: ۲۱/۸۷، دلائل النبوۃ للبیہقی [illegible])

✿ ـــــ دنیا میں رہتے ہوئے ان کو جنت میں گھر دکھا دیا جاتا ہے۔

(مستدرک للحاکم: ۳/۵۳۸، [illegible])

مسلمانوں کی ولایت و موالات کا یہ رشتہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

✿ ـــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ، ہم تمہارے دوست ہیں، دنیا اور آخرت کی زندگی میں۔ (حم السجدہ: ۳۱)

✿ ـــــ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ ـــــ "جس کا میں مولا (محبوب و مددگار) ہوں، اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہیں"۔ (ترمذی، باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

✿ ـــــ مزید فرمایا: علی منی وانا منہ و ھو ولی کل مؤمن من بعدی، "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، اور وہ میرے بعد بھی، ہر مومن کا ولی ہوگا"۔ (ایضاً)

✿ ـــــ اللہ کریم کا ارشاد ہے: "فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمن

الخ"، ان کا مددگار تو اللہ تعالیٰ، جبریل، نیک مؤمن ہیں۔ (تحریم:۴)

سعودی مفسر نے "لبئس المولیٰ ۔۔۔"۔ (حج:۱۳) کی تفسیر میں لکھا: "مولا" کے معنی ولی اور مددگار کے ہیں۔۔۔ مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے، جو مصیبت کے وقت کام آئے"۔ (ص:۹۱۴)

منکرین بتائیں! کہ وہ بھی حضرت علی شیر خدا کو اپنا "مولا" مانتے ہیں یا نہیں؟۔۔۔ اور "مولا" کے معنی خود "مددگار" کے کیے ہیں۔

اب یا تو علی المرتضیٰ کو اپنا مددگار مانیں، یا پھر اپنے کو مؤمنین کی صف سے خارج سمجھیں!۔۔۔ وہ کیا خارج جانیں گے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بدعقیدگیوں کی وجہ سے، ان کو پہلے ہی دین سے خارج فرما دیا تھا۔ (بخاری: کتاب المغازی)

✿ ...... علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ رسول اللہ ﷺ اور علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں آ کر فرمایا: وعظ کیونکہ نہیں کرتے؟۔۔۔ عرض کی کہ زبان وذہن میں رکاوٹ ہے۔ تو انہوں نے منہ میں لعاب دہن ڈال کر، مشکل کشائی فرمائی دی، جس سے ان کے سینے سے زبان پر علم وحکمت کے چشمے جاری ہو گئے۔ (روح المعانی:۲۲/۵۱)

✿ ...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ "نادِ علی" کا وظیفہ کرتے تھے۔

(ملاحظہ کریں عنوان "کیا خود دور سے سماعت فرمانے کا عقیدہ فاسدہ ہے؟")

✿ ...... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسماعیل دہلوی کے عم محترم) لکھتے ہیں: حضرت علی اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں، اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ مانتے ہیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ:۳۹۶)

تضادات وہابیہ:

۱: ایک طرف لکھا: "مولا" کے معنی مولی اور مددگار کے ہیں۔۔۔مددگار وہ ہوتا ہے جو مصیبت میں کام آئے (یعنی قیامت کو کافروں کی ولایت کام نہ آئے گی)۔(سعودی تفسیر: ۹۱۳)

ایک جگہ "مولی" کے معنی "مددگار" کیے۔ (ص: ۱۳۳۲)

مزید لکھا: مومنین بھی مددگار ہیں۔(ص: ۱۵۹۹)

جبکہ دوسری طرف لکھا: "کیونکہ اس (اللہ) کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا ہے ہی نہیں"۔(ص: ۱۵۸۸، ۵۷۱، ۳۳۰) کیا مشکل کشائی اور مددگاری دونوں [illegible]؟

۲: ایک طرف لکھا: "اگر کسی کو اختیار حاصل ہے تو وہ [illegible]۔

([illegible]: ۱۸۸۳)

اسماعیل دہلوی نے بالکل ہی مجبور لکھ دیا: "جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔(تقویۃ الایمان: ۴۷)

دونوں میں سے کون جھوٹا ہے مقتدی یا امام؟۔۔۔۔وہابی فیصلہ کریں!

۳: ایک طرف لکھا: "بعض کام (تکوینی یعنی مافوق الاسباب امور میں تصرف)، بعض دفعہ باذن الٰہی فرشتے ہی کرتے ہیں۔(سعودی تفسیر: ۸۲۳)

:"فالمقسمات امرا" (ذاریات: ۴) اور "فالمدبرات امرا"، (نازعات: ۵)

کے تحت لکھا: فرشتے، تکوینی (مافوق الاسباب) امور کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور مدبر یعنی تدبیر بھی کرتے ہیں۔(ص: ۱۴۲۷، ۱۶۷۹)

جبکہ دوسری طرف جھوٹ لکھا: "کسی کے پاس تصرف کا ادنیٰ سا بھی اختیار نہیں"۔

(ص: ۳۳۹، ۱۲۰۶)

اور جھوٹ لکھا: ''وہ بغیر کسی کی مشارکت کے ان کی حفاظت اور تدبیر کر رہا ہے''۔

(ص:۱۲۰۵،۱۳۰۹)

۴: نجدی مفسر نے ایک جگہ لکھا: کہ معاملہ اب طبیبوں کے ہاتھ میں نہیں رہا۔

(ص:۱۷۰۵)

دوسری طرف لکھ دیا: اور تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ (ص:۳۶۰)

❁❁❁❁❁❁❁

باب:۲۳

مشہور حدیث قدسی کا صحیح مفہوم:

اپنے خود ساختہ دین کی بنیادوں کی حفاظت کے لیے، سعودی تفسیر میں اس مشہور حدیث قدسی کی تشریح یہ کی گئی، کہ مقام محبوبیت کے بعد، بندہ اپنے اعضاء سے وہی کچھ کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (ص:۷۴۹)

جبکہ یہ تشریح تحصیل حاصل اور قرآنی تعلیمات اور خود اس حدیث پاک کے ابتدائی الفاظ سے بہت بعید اور متضاد ہے۔ اس حدیث شریف کے شروع میں ہے کہ پہلے جب بندہ فرائض اور نوافل کی پابندی کرتا ہے، یعنی کامل اتباع کرتا ہے، تو پھر جا کر اس کو دو (۲) انعام حاصل ہوتے ہیں۔

ایک محبوبیت کا، اور دوسرا اس کی سماعت اور بصارت کو اپنی سماعت و بصارت کا مظہر بنالیتا ہے، اور اس کی نسبت اپنی طرف فرماتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: فاتبعونی یحببکم اللہ، میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب

بنا لے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

یعنی مقام محبوبیت اتباع رسول کریم ﷺ کا ثمرہ ہے۔ مؤمن کو مقام محبوبیت ملا ہی تب، جب اس نے محبوب خدا ﷺ کی کامل اتباع کی۔

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ
ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

لہٰذا اس حدیث قدسی کا یہی مفہوم صحیح ہے، کہ جس بندۂ مومن کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے، اس کو اتباع رسول ﷺ کے انعام کے طور پر دور ونزدیک سے تصرف کرنے کی قدرت دے دیتا ہے۔ جس کی قوی اور بہترین مثال قرآن کریم میں حضرت آصف بن برخیا کی کرامت ہے۔ (جس کا کچھ بیان آگے آرہا ہے)

اس حدیث قدسی کا ان ائمہ اسلام نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی، علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ)، علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی (۸۵۵ھ)، ملا علی قاری، شیخ عبد القادر جیلانی، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ۔ (تفسیر کبیر: ۲۱/۹۱، تفسیر روح المعانی: ۱۱/۱۲، سعودی تفسیر: ۸۱۵،۲۰۹ پر روح المعانی کے حوالے دیے گئے، نظم الدرر: ۵/۲۲۶، مرقاۃ: ۵/۲۶،۴۲/۳۱۲، سعودی تفسیر: ۳۶۹ پر حوالہ دیا، فتوح الغیب مقالہ: ۳۰، دفتر دوم مکتوب: ۱۱، شرح فتوح الغیب مقالہ: ۳۰)

وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی نے بھی یہی مفہوم بیان کیا۔ (صراط مستقیم)

یہ حدیث قدسی قرآنی واقعے کی تفسیر ہے:

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پاک میں تشریف فرما ہو کر (کئی میل دور) نہاوند میں مصروف جہاد لشکر اسلام کو دیکھ بھی لیا، اور آواز بھی پہنچا دی، اور نصرت

حال کے مطابق مشورہ دے کر دور سے مشکل کشائی فرمادی۔ (احمد بن حنبل فی فضائل صحابہ: ۱/۲۱۰، بیہقی فی دلائل النبوۃ: ۶/۳۷۰، ابونعیم فی دلائل النبوۃ: ۳/۲۱۰، تفسیر کبیر: ۲۱/۸۷، مشکوۃ: ۲/۵۴۶، شرح عقائد نسفی: ۱۰۶، حجۃ اللہ: ۲/۸۶۰، تاریخ الخلفاء: ۸۵)

منکرین اپنے عقل کی تقلید میں اپنے خود گھڑے عقائد اور اصولوں کے بچاؤ کے لیے، مذکورہ بالا حدیث قدسی کے صحیح مفہوم کی طرح، حضرت عمر کی اس مشہور کرامت کا بھی انکار کر دیتے ہے۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ باوجود قرآن فہمی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئے کے، انہیں قرآن مجید کا یہ مشہور واقعہ بھی دیکھائی نہیں دیتا، جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کی قدرت کا بیان ہے کہ انہوں نے سینکڑوں میلوں سے تخت کو دیکھ بھی لیا اور پلک جھپکنے سے پہلے حاضر بھی کر دیا۔ (نمل: ۴۰)

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی (۸۵۵ھ) نے آصف بن برخیا کے تصرف کی اسی حدیث قدسی سے توضیح کی ہے۔ (نظم الدرر: ۵/۴۲۶)

یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل، سید الانبیاء ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء بھی سابقہ امتوں کے اولیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ تو کیا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر معظم، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قدرت و طاقت، سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کی طاقت کے برابر بھی نہیں ہو سکتی؟

کیوں نہیں بلکہ یقیناً اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

کلمہ بھی پڑھیں تیرا رتبے کے بھی ہیں منکر
اقرار کے پردے میں بد بخت مکر تے ہیں

(مزید "اسماعیل دہلوی اور حدیث قدسی کا مفہوم" کا عنوان ملاحظہ کریں)

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۲۴

کیا "سماع موتٰی" کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے؟

آیت: "انك لا تسمع الموتٰی "،آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔(نمل:۸۰) کے تحت لکھا: "قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے مردے کسی کی بات نہیں سنتے۔البتہ وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں، جہاں سماعت کی صراحت کسی نص سے ثابت ہو۔ جیسے بخاری میں ہے کہ مردہ دفن کرنے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے، یا قلیب بدر کے کافروں کا سننا وغیرہ"۔(سعودی تفسیر:۱۰۶۴،۱۲۲۴،۱۱۳۹)

چونکہ نجدیوں کی ساری جنگ ہی وصال یافتہ بزرگوں کے ساتھ ہے، ان کی توحید کو سارا خدشہ وخطرہ انہیں سے ہے، ان کے دین میں صرف فوت شدہ ہی کے لیے کوئی قوت ماننا اس کو اللہ تعالی کا شریک بنانا اور شرک اکبر ہے۔

اسی لیے شیخ نجدی نے اپنے دین اور مشن کا آغاز حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کی مسماری سے کیا۔

لہٰذا جو بات بھی ان فوت شدہ حضرات سے تعلق کا سبب بنے، (سماع موتی، فوت شدگان کا وسیلہ، طلب شفاعت، قبرستان میں تلاوت، گنبد، عرس، وغیرہ) اس کو مٹانا توحید جانتے ہیں۔اور وہ بات ان کے خود ساختہ، ماڈرن اور باطل دھرم میں شرک اکبر سے کم نہیں ہوتی، خواہ اپنے مؤقف پر ایک بھی صریح نص نہ ہو۔

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔۔۔۔۔

اب موضوع کی طرف آتے ہیں۔ نجدی مفسر کا مقصد یہ ہے کہ قرآن نے زندہ کافروں کی مردوں کے ساتھ مثال اس لیے دی، کہ جیسے وہ بالکل نہیں سنتے ایسے ہی یہ زندہ کفار بھی حق نہیں سنتے۔

میں کہتا ہوں کہ کفار کے صرف حق نہ سننے سے مردوں کا بالکل نہ سننا کیسے ثابت ہو گیا؟۔۔۔اور یہ تو قیاس ہے اور وہ بھی بعید۔۔۔نص نہیں۔ جبکہ ہم سے ہر بات پر نص کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

جیسے لکھا: "البتہ وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں، جہاں سماعت کی صراحت کسی نص سے ثابت ہو، جیسے بخاری میں ہے کہ مردہ دفن کرنے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے، یا قلیب بدر کے کافروں کا سننا وغیرہ"۔

لہٰذا مخالفین بھی اہل قبور کے مطلقاً نہ سننے پر نص پیش کریں!

یہ منہ اور مسور کی دال!

اور لکھ یہ دیا کہ: "قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے"۔

ہم کہتے ہیں؛ کہ پہلے اس آیت کو حقیقی مردوں کے لیے تو ثابت کرو! پھر تمہارا یہ دعویٰ بجا ہو گا۔ اور خود تم نے بھی اس آیت سے کفار مراد لیے ہیں، نہ کہ مردے۔

جیسے لکھا: "یعنی جس طرح مردے فہم و شعور سے عاری ہوتے ہیں، اسی طرح یہ آپ ﷺ کی دعوت کو سمجھنے اور قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۳۹)

اور لکھا: احیاء سے مؤمن اور اموات سے کافر یا جاہل مراد ہیں"۔ (ص۔۱۲۲۴)

یعنی حقیقی مردے مراد نہیں۔

اسی طرح ان مقامات پر بھی دل کے مردہ یعنی کافر مراد لیے۔ (ص: ۱۲۳۲،۳۸۷)

اسی حقیقت کا اقرار ممدوح وہابیہ مولانا عبدالحیٔ نے بھی کیا ہے، لکھا؛ کہ قرآن وسنت میں کوئی ایک بھی صریح نص نہیں ہے، جو مردوں کے شعور کی نفی کرے، بلکہ سنن صحیحہ صراحۃً ان چیزوں کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ (شرح وقایہ: ۲/۲۵۲)

یہ لوگ منہ شگافی کرتے وقت یہ احساس بھی نہیں کرتے کہ ہم ایسی بات کر کے امت کی کتنی عظیم ہستیوں، سلف کرام کو مخالف قرآن ثابت کرر ہے ہیں۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں حقیقی مردوں کی تو بات ہو ہی نہیں رہی، یہاں تو دل کے مردوں کی بات ہے، کیونکہ قرآن زندوں کے لیے نازل ہو رہا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کو زندوں کو تبلیغ کرنے بھیجا گیا تھا۔

اسی لیے اگلی آیت (نمل: ۸۱) میں اندھوں کا مقابلہ بیناؤں سے نہیں، بلکہ ایمان والوں سے کیا گیا۔ اور کئی بظاہر نابیناؤں نے بھی شرف صحابیت حاصل کیا۔

اسی لیے امام عاشقاں امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا:

اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیے ہیں

اس کی وضاحت قرآن کریم نے اس آیت میں کی، "فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور"؛ "بات اصل یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ دل (بھی) اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔ (حج: ۴۶)

اسی طرح، "ختم الله على قلوبهم" "اللہ تعالیٰ نے مہریں لگا دیں، ان کے

دلوں پر۔(بقرۃ:۷)

ایک جگہ کسی مسئلے کے بارے لکھا: "قرآن کا سیاق اس (مفہوم) کی تائید نہیں کرتا"۔(سعودی تفسیر:۴۲)

ہم بھی کہتے ہیں کہ تمہارے مفہوم کی بھی ان آیات کا سیاق تائید نہیں کرتا۔

"انک لاتسمع الموتٰی"، کے متعلق مفسرین کی وضاحت:

امام ابن کثیر نے اس آیت (نمل:۸۰) کی تفسیر میں کہا: "یعنی جس طرح آپ مردوں کو کوئی ایسی چیز نہیں سنا سکتے، جو ان کے لیے نفع رساں ہو، اسی طرح یہ بد بخت ہیں ان دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں"۔

(فاطر:۲۲) کے تحت بھی اسی طرح ہی لکھا کہ "وہ مردوں کی طرح نفع نہیں اٹھا سکتے نہ یہ کہ مردے سن نہیں سکتے"۔

علامہ نسفی، آیت "وما انت بمسمع من فی القبور"؛ "اور تم نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں"۔(فاطر۲۲) کے متعلق لکھتے ہیں: "زندہ کفار کو مردوں کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی، کہ جیسے وہ اب سننے سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتے، ایسے ہی یہ بھی"۔

(مدارک:۳/۳۳۹،نمل:۸۰ کے تحت بھی اسی طرح ہی فرمایا:۳/۲۲۲)

سعودی مفسر نے خود بھی لکھا: "مطلب یہ ہوا کہ جس طرح مرنے اور قبر میں دفن ہونے کے بعد مردہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح کافر و مشرک جن کی قسمت میں بدبختی لکھی ہے، دعوت و تبلیغ سے انہیں فائدہ نہیں ہوتا"۔(ص:۱۲۲۳)

یعنی یہ لکھ کر اپنے دعوے کو خود ہی باطل کر دیا۔

"سماع موتیٰ" پر اجماع امت:

حافظ ابن کثیر اور ابن قیم کو یہ لوگ امام اور سلف مانتے ہیں، "تفسیر ابن کثیر" سعودی تفسیر کا بنیادی مأخذ ہے، ان دونوں حضرات نے سماع موتی پر سلف امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

امام ابن کثیر (تحت روم:۵۲) فرماتے ہیں: "امت کے لیے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جب وہ اہل قبور کو سلام کرنا چاہیں تو انہیں کا سا سلام کریں، اور یہ کہا کریں، "السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ"۔ (مسلم، کتاب الجنائز) یہ خطاب ایسی شخصیت کے لیے ہی ہو سکتا ہے، جو سنتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ اگر خطاب مقصود نہ ہوتا تو ان سے خطاب کرنا، ایسے ہی ہوتا جیسے معدوم اور جماد سے خطاب کیا جاتا ہے"۔

اس حدیث کا یہی مفہوم، ابن قیم اور علامہ نووی نے بیان کیا ہے۔ (کتاب الروح:۵۳، شرح مسلم:۱/۷۰۹)

جبکہ وہابی حضرات اس استدلال کا مذاق اڑاتے، اور انکار کرتے ہیں۔

نجدی مفسر خود لکھتا ہے: "حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی ہلاک شدہ قوم سے خطاب فرمایا"۔ (ص:۴۳۳)

ابن کثیر مزید لکھتے ہیں: "سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے، اور متواتر روایات سے یہ مسئلہ ثابت ہے (ابن قیم اور وحید الزماں نے بھی یہی لکھا۔ "کتاب الروح":۵۴، "تیسیر الباری":۴، "لغات الحدیث":۲، "ھدیۃ المھدی":۲۰) کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لیے

جاتا ہے، اور اس کے پاس بیٹھتا ہے، تو قبر کو اس سے بڑی تسکین ہوتی ہے، اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہاں تک وہ وہاں سے اٹھ جائے"۔

(شرح الصدور، الحاوی للفتاوی: ۲/۳۰۲، اتحاف السادۃ المتقین: ۱۰/۳۶۵)

اس کے بعد ابن کثیر نے اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ سے مروی بھی نقل کی، جسکے مزید حوالہ جات یہ ہیں۔ (کتاب الروح: ۵۵، کنز العمال: ۱۵/۴۲۵۵۶، الجامع الصغیر: ۲: ۸۰۶۲، اتحاف السادہ المتقین: ۱۰/۳۶۵، شرح الصدور: ۲۰۲، شعب الایمان: ۷: ۹۲۹۶، قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا: نیل الاوطار: ۳/۲۸۲)

پھر اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے ارواح کا جنت اور دیگر مقامات پر ہوتے ہوئے بھی زندوں کی خوابوں میں آنا، اور برزخ کے حالات بیان کرنے کے کئی واقعات نقل کیے۔ مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے سماع موتی کے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی لکھا۔ (فتح الباری: ۷/۳۰۳)

اور ویسے بھی آپ نے مردوں کے صرف سننے نفی کی، جبکہ "انھم لیعلمون"، کہ کر مردوں کے جاننے کا ذکر وا قرار کیا۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

اور علماء اسلام نے صریح دلائل کے پیش نظر آپ کی تاویل قبول نہیں کی، جیسا کہ امام ابن کثیر نے لکھا: کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعدد شواہد موجود ہیں، ان میں سے ایک مرفوع اور مشہور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ، "جو آدمی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر سے گزرتا ہے، جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا، اور اسے وہ سلام دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (کتاب الروح: ۱۰، الاستذکار: ج ۲ ص ۱۶۵، احیاء العلوم: ج ۶ ص ۱۲۷، اس

حدیث کو ابو محمد عبدالحق الاشبیلی نے صحیح قرار دیا، احوال القبور: ص۱۴۲، فیض القدیر: ج۱۰: ۵۲۲۸، تاریخ بغداد: گ ۶ ص ۱۳۷، الجامع الصغیر: ج ۲: ۶۲: ۸۰، شرح الصدور: ۲۰۳، کنز العمال: ج ۱۵: ۴۲۵۵۶)

اورآپ کا یہ فرمانا بھی دلیل ہے، کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس میں دفن ہونے کے بعد اچھی طرح پردہ کر کے جاتی ہوں، "حیاء من عمر"، حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے۔ (مسند احمد: ۲۰۲/۶، شرح الصدور: ص۲۰۳، مشکوٰۃ: ص۱۵۴، مجمع الزوائد: ۴۰/۹، امام ہیثمی نے تصحیح فرمائی)

اب قارئین ہی انصاف کریں! کہ حافظ ابن کثیر اور دیگر سلف امت جن کا اس مسئلے پر اجماع ہے۔ وہ بقول نجدی مفسر کے مخالف قرآن ہیں، ۔۔۔یا کہ یہ گنتی کے چند نجدی؟۔

اور پھر (سعودی تفسیر: النساء: ۱۱۵) کے تحت اجماع امت کی مخالفت کو کفر کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا سلفی کہلوانا دھوکا و فراڈ ہے۔

فوت شدہ کی اروح کا زندوں کی ارواح سے رابطہ ممکن ہے:

نجدی مفسر نے یہ بھی جھوٹ لکھا کہ: "مرنے کے بعد۔۔۔حتیٰ کہ نبی و رسول ہو، اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا"۔ (ص: ۵۷۱)

وہابی اس کو شرکیہ اور ہندوانہ عقیدہ بھی کہتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

("اسلام میں شفاعت کا مفہوم": ۱۳۳، الریاض، وغیرہ)

⚫ ...... سلیمان منصور پوری غیر مقلد وہابی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر گئے، ان کی بیداری میں حضرت مجدد سے بات ہوئی، اور وہ دل کے خیال سے مطلع ہوئے۔ (کرامات اہل حدیث: ۱۹)

قاضی سلیمان، اور کتاب لکھنے والا وہابی مولوی بھی مشرک ٹھہرے یا نہیں؟

✿ ...... حضرت سلیمان فارسی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما نے آپس میں وعدہ کیا، کہ ہم میں سے جو بھی پہلے فوت ہو جائے وہ دوسرے کو برزخ کے حالات کی خبر دے۔

ایک نے پوچھا: کیا زندے اور مردے بھی باہم مل سکتے ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا: کیوں نہیں! مومنوں کی روحیں زمینی برزخ میں ہوتی ہیں، وہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ (کتاب الزہد اول: ۱۴۴، شرح الصدور: ۲۳۳، کتاب الروح: ۳۳، حلیۃ الاولیاء: ۲۰۵/۱، احیاء العلوم: ۵۲۷/۴)

✿ ...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر تھے، کہ آپ نے اچانک اپنا سر انور اوپر اٹھایا اور فرمایا: وعليكم السلام ورحمة الله!

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جعفر طیار رضی اللہ عنہ فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں، اور انہوں نے مجھے سلام کہا، تو میں نے اس کا جواب دیا۔ (المستدرک: ۲۰۱/۲، المعجم الاوسط: ۲۹۳۲، مجمع الزوائد: ج۹ ص ۲۷۵ حافظ ہیثمی نے کہا اس کی سند حسن صحیح ہے)

✿ ...... سلف وہابیہ ابن قیم نے لکھا: "ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیٹی رحمۃ اللہ علیہا بیان کرتی ہیں: کہ جنگ یمامہ میں شہادت کے بعد ایک مسلمان نے میرے والد کی "زرہ" اتار لی، آپ ایک سوئے ہوئے مسلمان کو خواب میں ملے، اور کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں محض خواب سمجھ کر ضائع نہ کر دینا، پھر زرہ اتارنے والے آدمی کے گھر کا پورا پتہ بتایا؛ کہ آبادی کے آخر میں ہے، اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا اپنی رسی کے بندھا ہوا چر رہا ہے، اس شخص نے زرہ کے اوپر ہنڈیا الٹی رکھ دی ہے، اور ہنڈیا کے اوپر

پلان رکھا ہوا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے عرض کریں، تا کہ وہ آدمی بھیج کر زرہ منگوالیں، اور مدینہ شریف پہنچ کر خلیفۃ الرسول ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کریں: کہ مجھ پر اتنا قرض ہے وہ ادا دیں، اور میرے غلاموں میں سے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں۔ چنانچہ ابو بکر صدیق نے ثابت بن قیس کی وصیت نافذ کر دی۔

(کتاب الروح، لابن قیم: ۲۲،۲۳)

امام ابن کثیر نے (روم: ۵۲، کے تحت) کئی روایات و واقعات بیان کیے ہیں، جن میں صراحت ہے، کہ فوت شدہ کی ارواح کا زندہ کی روحوں سے رابطہ ہوتا ہے۔

اسی طرح کی بہت روایات و واقعات، ابن قیم نے بھی لکھے اور یہ بھی لکھا: کہ روح کے لیے قرب و بعد نہیں ہوتا، بلکہ اس کی مثال سورج کی طرح آسمان پر ہوتے اس کی روشنی زمین پر ہوتی۔

اس عقیدے کو شرکیہ اور ہندوانہ کہنے والے غور کریں کہ کون کون مشرک ٹھہرا؟

۞...... صحابی رسول ﷺ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

"آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہنا، جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، "حتی استأنس بکم وانظر ماذا اراجع به رسل ربی"، تا کہ میں تم سے سکون پا سکوں، اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوؤں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(مسلم، کتاب الایمان: ۷۶/۱)

۞...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک آدمی نے انجانے میں، ایک

قبر پر خیمہ لگایا، قبر سے سورۃ ملک تلاوت کرنے کی آواز آرہی تھی، حتی کہ سورۃ مکمل ہوگئی

۔۔۔(ترمذی:۲۸۹۰، شعب الایمان:۲۵۱۰، المستدرک:۳/۴۹۸)

۞ ۔۔۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک نوجوان خشیت الٰہی کی شدت سے وصال کرگیا، آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا: اے نوجوان! جو اپنے رب سے ڈر جائے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔۔۔کیا تجھے بھی ملیں؟

اس نوجوان نے قبر سے جواب دیا: اے امیر المومنین! ہاں میرے رب نے مجھے وہ دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق:۱۱۳/۱۹ ج ۱۹ ص ۱۹۰، تفسیر ابن کثیر: اعراف ۲۰۱، شرح الصدور:۲۱۳، کنز العمال:۲/۵۱۶، ابن عساکر:۳۰۷/۴۸، شعب الایمان:۳۶۸)

۞ ۔۔۔ نیشاپور کے قاضی ابو ابراہیم بیان کرتے ہیں:

کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔ قاضی کے پوچھنے پر بتایا: کہ میں کفن چور تھا، اور قبروں سے کفن چراتا تھا۔۔۔ ایک عورت (عام طور رابعہ بصریہ کہا جاتا ہے، مگر یہ صحیح نہیں) فوت ہوگئی، میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، تاکہ میں اس کی قبر دیکھ لوں۔ رات کو میں نے اس کی قبر کھودی، اور اس کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تو اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! جنتی، جنتی کا کفن اتار رہا ہے؟۔

پھر اس عورت نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے میری نماز جنازہ پڑھی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا ہے، جنہوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی (سبحان اللہ!)۔ (رسالہ قشیریہ: باب کرامات، شعب الایمان: ج ۷: ۹۲۶۱، شرح الصدور:۲۰۸)

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

ولی اللہ دے مردے ناہیں، کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دنیا اتوں ٹر گئے نال خاموشی

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۲۵

فوت شدہ صالحین کی مدد کا مطلب؟ (دہلوی کی بغاوت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: "اس زمانے میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جو ان اولیا سے استمداد کا منکر ہے، جو دار فناء سے دار بقا کی طرف منتقل ہو گئے، یہ منکر ان کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں، اور بت پوجنے والوں میں شمار کرتے ہیں، اور جو منہ آتا ہے بک دیتے ہیں، (یعنی کچھ خوف وحیا نہیں کرتے)۔ (اشعۃ اللمعات: ۲۰۲/۳۔ ولمعات التنقیح)

ہم کہتے ہیں وصال یافتہ صالحین کے مدد کرنے کی کئی صورتیں ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت کرتے ہیں۔

۲: بعض صالحین کی ارواح فرشتوں کی طرح مدد کرتی ہیں، امام فخر الدین رازی اور علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے "فالمدبرات امرا"۔ (زاریات: ۵) کی تحت لکھا: کہ اسکی مصداق صالحین کی ارواح مقدسہ بھی ہوسکتی ہیں، جو کائنات میں تصرف کرتی ہیں، دوستوں کی مدد کرتیں ہیں، خواب میں آکر مدد کرنے کا بھی ذکر کیا۔

(تفسیر کبیر: ۳۱/۱۱، روح البیان: ۳۷۳/۱۰)

وہابیوں کے امام ابن قیم نے لکھا: بہت دفعہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو معہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے خواب میں دیکھا کہ ان کی روحوں نے کافروں اور ظالموں کے

لشکر کو شکست دے دی۔ (کتاب الروح:۱۸۱)۔ (ایسے متعدد مستند واقعات ہیں، جن میں ارواح نے زندوں کی رہنمائی فرما کر مشکل حل کر دی، "فوت شدہ کا وسیلہ" عنوان ملاحظہ کریں)

ایک جیسے نبی کریم ﷺ اور علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے منہ میں لعاب مبارک ڈال کر مشکل کشائی فرمائی۔ (روح المعانی:۲۲/۵۱)

نواب وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد نے لکھا: الٰہی اس کتاب (ھدیۃ المہدی) کی تالیف واتمام میں انبیا وصالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح مقدسہ سے میری مدد فرما، بطور خاص ہمارے امام حضرت حسن بن علی اور ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابن تیمیہ اور احمد مجدد الف ثانی کی ارواح سے میری مدد فرما۔ (ھدیۃ المہدی:۳)

شیخ شمس شوبری شافعی لکھتے ہیں: اولیا کی کرامات ثابت ہیں اور ان کا تصرف موت سے ختم نہیں ہوتا اور ان کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں توسل پکڑنا جائز ہے، اور انبیا رسول علما اور صالحین سے ان کی موت کے بعد بھی مدد طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ موت کے بعد ان کی کرامات ختم نہیں ہوتیں۔ (شواہد الحق:۹۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: بے شک اللہ تعالی ان کی ارواح کو جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ زمین و آسمان جنت جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں، اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں، اگر اللہ تعالی کی رضا ہو۔

(تذکرۃ الموتی والقبور:۴۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، (اسماعیل دہلوی کے دادا جان، "پر پوترا اپنے دادے دی راہ چھڈ گیا سی") نے بھی لکھا: کہ نیک لوگوں کی ارواح بعد وصال فرشتوں کی مانند ہو جاتی ہیں، اور ان کی طرح تصرف کرتیں ہیں، بلکہ وہ اپنے کمال میں قوی تر ہو جاتا

ہے۔(ملخص، حجۃ اللہ البالغۃ: ۳۵، فیوض الحرمین: ۱۴۴)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسماعیل کے چچا جان اور استاذ" پر بھتیجا اپنے چاچے اور استاد دی راہ دی چھڈ گیا سی، اوہا ہدے شرک دے فتویاں نال اہدا دادا اور چاچا دی مشرک ٹھہرے"؛ "تقویۃ الایمان" پڑھ کے ویکھ لو) لکھتے ہیں: در کامل لوگوں کی روحیں، جنھیں اللہ کے ہاں ان کی زندگی میں قرب و منزلت حاصل تھی اور کرامات و تصرفات اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں، انہیں بعد از وفات بھی یہ قدرت اور تصرف حاصل رہتا ہے اور اسی طرح اب بھی اسی طرح تصرف کرتے ہیں۔۔۔ بلکہ بعد وصال قوت بڑھ جاتی ہے، ان مدد مانگنے سے انکار کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔(فتاوی عزیزی: ۱۰۸، ۱۰۷)

مزید فرماتے ہیں: (فوت شدہ) ولی سے استمداد کی صورت اس کے سوا کچھ نہیں، اللہ والے کا روحانی توسل اختیار کرے، اور یوں کہے اے اللہ! اپنے اس بندے کی برکت سے میری حاجت پوری فرما۔۔۔۔ یا اس بندے سے التجا کرے کہ آپ میرے لیے دعا کریں، تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے، (جیسے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ سے استمداد کرنے کی تعلیم ہے) اس صورت میں بندہ صرف وسیلہ ہے، قادر دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اس صورت میں شرک کا شائبہ تک نہیں، جیسا کہ منکر (نجدی کو) وہم ہوا۔ اس طرح کا توسل اگر ان کی زندگی میں بالاتفاق جائز ہے، بعد وصال کیوں جائز نہیں؟۔۔۔ کیونکہ کامل لوگوں کی ارواح میں زندگی اور بعد از وفات میں صرف یہ فرق ہے کہ وفات کے بعد روحوں کو ترقی مل جاتی ہے۔(فتاوی عزیزی: ۲/ ۱۰۸)

کیا کوئی منکر یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے، یہ سب حضرات تو قرآن و سنت کی

تعلیمات سے نا آشنا، اور مخالف تھے۔ جبکہ دین کو صحیح طرح سے ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی نے سمجھا؟

ہم پوچھتے ہیں کہ جس دین کی اسماعیل دہلوی کو سمجھ آئی، اس کے دادا اور چچا(اور باقی سلف امت کو کیوں نہ آئی) جن کو وہابیوں کے سارے فرقے اپنا استاذ اور پیشوا مانتے ہیں۔ اور ان ہستیوں کی تعلیمات کے سامنے اسماعیل دہلوی اور دیگر نجدیت زدہ مولویوں کے فہم اور تھوک کے حساب سے شرک وبدعت کے فتووں (وہ بھی ایسے کہ جن سے سلف کرام بلکہ پوری امت مشرک وگمراہ ٹھہرے) کی تھوک جتنی بھی حیثیت نہیں۔

اور کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قبوری دین مولوی احمد رضا بریلوی (رضی اللہ عنہ) نے پھیلایا ہے؟۔ (''فیضان مزارات اولیاء'' ترجمہ کشف النور'' ملاحظہ کریں)

نجدی ہندوؤں کو کیا جواب دیں گے؟:

مزارات اولیا کی حاضری اور ان کو وسیلہ بنانے کی وجہ سے مسلمانوں کو ہندوؤں سے ملانے والے نجدی ہندوؤں کے اس سوال کا کیا جواب دیں گے۔

کہ مسلمان دوسروں کو تو پتھر کے خداؤں کی پرستش سے روکتے اور کافر قرار دیتے ہیں، جب کہ خود پتھر کی بنی ایک عمارت خانہ کعبہ کو سجدہ کرتے اور پوجتے ہیں۔۔۔ اور اسی طرح حجر اسود پتھر کو چومتے ہیں؟۔ مقام ابراہیم اور قربانی کی جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ ہمیں تو گنگا جمنا کے پانی کی تعظیم سے روکتے ہیں، اور خود آب زم زم کی تعظیم کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے ان اعتراضات کا جو جواب تمہارا، مزارات اولیاء کے متعلق وہی

جواب ہمارا!۔۔۔۔۔۔ماھو جوابکم فھو جوابنا!

اس سے بڑی بے دینی اور اسلام دشمنی اور کیا ہوگی؟ کہ ایک نجدی مولوی نے کعبہ شریفہ کو بھی مسلمانوں کا معبود باطل لکھ مارا۔

(اسلام میں مفہوم شفاعت: ۱۲۹، [illegible])

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسماعیل دہلوی کے چچا اور استاذ) نے مزارات [illegible] پر حاضری وغیرہ کے باعث ہندوؤں کے مسلمانوں کو اپنی طرح کا مشرک [illegible] کے اعتراض کا جو جواب ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے، فرمایا:

۞۔۔۔۔۔۔ہندو دھاندلی کرتے ہیں ان سے ہوشیار رہنا چاہیے [illegible] کرنا اور بات ہے، پوجنا اور بات۔

۞۔۔۔۔۔۔جو مدد زندوں سے مانگی جا سکتی ہے، وہ فوت شدگان سے بھی مانگی جا سکتی ہے، شرک نہیں۔

۞۔۔۔۔۔۔یہ ہندو صرف وسیلہ سمجھ کر مدد نہیں مانگتے، بلکہ بتوں کو مستقل سمجھتے ہیں۔

۞۔۔۔۔۔۔مسلمان جن کو شفیع سمجھتے ہیں ان کو مستقل نہیں، بلکہ اللہ جل مجدہ الکریم کا محتاج سمجھتے ہیں۔ شفاعت یہ ہے کہ کسی تیسری ذات کے قرب کے لیے وسیلہ اختیار کرنا، جبکہ ہندو شفاعت کا معنی ہی نہیں سمجھتے، اور نہ ہی کبھی بتوں کو زبان سے کہتے ہیں، کہ اللہ کے ہاں ہماری شفاعت کردو۔

۞۔۔۔۔۔۔ہندو کا یہ کہنا کہ تم بھی اولیاء کی ارواح سے مدد طلب کرتے ہو ہم بھی، اس کے متعلق تین فرق ذہن نشین رکھنے چاہییں۔

۱: ولی معلوم ہوتے ہیں، دنیا میں تشریف لائے، اور ان کی صالحیت کے لوگ

گواہ ہوتے ہیں، جبکہ ہندوؤں جن کو روحانی مانتے ہیں، سیتلا مثانی وغیرہ، وہ وہمی چیزیں ہیں۔

۲: اگر ہیں تو خبیث روحیں ہیں، جو تکلیف دیتی ہیں، جبکہ اولیا کی ارواح طیب ونفع رساں ہیں۔

۳: اور اولیا سے بطریق دعا مدد چاہی جاتی ہیں۔ لہذا ہندوؤں کی نظریے اور مسلمانوں کے عقیدے میں بہت فرق ہے، مسلمانوں کو ہندوؤں سے ملانا ظلم و فتنہ پروری ہے۔ (فتاوی عزیزی مترجم: ۱۵۴)

معلوم ہوا کہ وہابی ہندوؤں کی بولی بولتے ہیں، جبکہ اہلسنت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زبان استعمال کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۲۶

رسول اللہ ﷺ اور باقی صالحین مردہ، مجبور اور بے خبر ہیں؟:

نجدی مفسر نے لکھا: ''لیکن جب یا علی مدد رضی اللہ عنہ، یا رسول اللہ ﷺ مدد کہا جائے، اور اسی طرح دیگر ''مردوں'' سے استمداد و استغاثہ کیا جائے، مثلاً یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ وغیرہ، تو پھر انکے دل کی کلیاں کھل اٹھتی ہیں''۔ (ص: ۱۳۰۵)

کس قدر واضح الفاظ میں امام الانبیاء ﷺ، علی المرتضی رضی اللہ عنہ، عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دیگر صالحین کو مردہ لکھا۔

ایک اور جگہ لکھا: ''کہ یہ آیت جمادات کی بجائے صالحین پر زیادہ صادق آتی ہے، کہ وہ ''مردہ'' ہی نہیں بلکہ مزید وضاحت فرمادی کہ ''وہ زندہ نہیں ہیں'' اس سے قبر پرستوں کا بھی واضح

رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قبروں میں مدفون (انبیاء و اولیاء کرام) مردہ نہیں، زندہ ہیں۔ (تفسیر ص: ۱۳۱۷)۔ (اس تفسیر کا رد "آیات من دون اللہ کی وضاحت" کے تحت ملاحظہ کریں)

قرآن مجید نے شہداء کے متعلق صراحت کی ہے کہ ان کو "مردہ" مت کہو "بل احیاء ولکن لاتشعرون" "بلکہ وہ زندہ ہیں، اور لیکن تمہیں شعور نہیں"۔ (بقرہ: [illegible])

ایک اور جگہ فرمایا: انہیں مردہ گمان بھی نہ کرنا "بل احیاء عند ربہم یرزقون"۔ بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ (آل عمران [illegible])

ان دونوں آیتوں کی تعلیم: "کہ شہداء کو نہ ہی زبان سے مردہ کہا جائے نہ ہی دل سے مردہ گمان کیا جائے"۔ سے یہ نکتہ عیاں ہوتا ہے، کہ ان کی [illegible] سے اقرار کیا جائے، اور دل سے تصدیق کی جائے۔

گویا "اقرار باللسان و تصدیق بالقلب"، کا اہتمام کیا [illegible]

سعودی مفسر نے خود ہی یہ بھی لکھا ہے کہ: "شہدا کی یہ زندگی حقیقی ہے [illegible] یقیناً حقیقی ہے"۔ (ص: ۱۸۸)

اللہ والوں کو مردہ کہنا بے ادبی اور [illegible] ہے:

یہ بھی خود ہی لکھا: "شہداء کو مردہ [illegible] و تکریم کے لیے ہے"۔ (ص: [illegible])

باوجود اس کے اسی تفسیر میں کئی جگہ رسول اللہ ﷺ اور باقی صالحین کو صاف طور پر مردہ، بے خبر، بے حیثیت لکھا۔ اب بقول وہابی مفسر کے اگر شہداء کی عزت و تکریم کا یہ تقاضا ہے، کہ ان کو "مردہ" نہ کہا جائے، کیونکہ انہیں مردہ کہنا ان کی توہین و بے ادبی ہے، تو پھر رسول اللہ ﷺ اور باقی بزرگوں کو صراحۃً مردہ کہنا، یقیناً ان کی بہت بڑی بے ادبی و گستاخی ہے۔ جس سے اس نجدی ٹولے نے اپنے گستاخ و بے ادب [illegible]

اقرار کرلیا۔ ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ شہید زندہ ہے، اور رسول اللہ فرمائیں: "فنبی اللہ حی یرزق" کہ اللہ کی نبی زندہ ہیں، انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ لیکن وہابی کہے کہ "مردہ" ہیں۔ (استغفر اللہ!)

یہی زبان ان کے امام اسماعیل دہلوی نے استعمال کی، اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا: "یعنی میں بھی ایک دن "مر" کرمٹی میں ملنے والا ہوں"۔ (تقویۃ الایمان)

ے خاک ہو منہ میں تیرے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر
مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری!

اس آیت کے شان نزول میں ہے، کہ لوگ کہتے تھے فلاں مرگیا، فلاں مرگیا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ راہ خدا میں مرنے والوں کو مردہ مت کہو۔ (تفسیر کبیر، ۳۵/۲)

تو جب اللہ تبارک وتعالیٰ کو شہید کو مردہ کہنا گوارہ نہیں، تو باعث تخلیق کائنات فخر موجودات ﷺ کو "مردہ" کہنا اور گمان کرنا کس طرح گوارا ہو سکتا ہے، جن کی طفیل شہید کو یہ مرتبہ ملا؟ لیکن بے ادبوں پر حکم الٰہی کا کچھ اثر نہیں، وہ پھر بھی صالحین کو بمع رسول اللہ ﷺ مردہ بکے جارہے ہیں۔

عام ماحول میں لفظ "مردہ، اور مردار" عام ہے، جو جانوروں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، قابل احترام ہستیوں کے لیے وفات اور وصال کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

ایک سعودی حکومت کا پالتو توصیف راشدی کہتا ہے: "اگر کہیں کہ "نبی مرگئے"، تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ گستاخی ہے، حالانکہ فرشتے حوض پر آپ ﷺ سے کہیں

کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ ﷺ کے مرجانے کے بعد انہوں کیا نئی چیزیں پیدا کیں۔ (بخاری کتاب الرقاق)۔۔۔ کیا فرشتے بھی وہابی ہیں؟"۔ (یوٹیوب، موضوع "میلاد النبی کی شرعی حیثیت")

یعنی نجدی دجال نے اپنی بدتمیزی پر اصرار کے لیے معصوم ملائکہ کو بھی معاف نہیں کیا، ان پر بھی بہتان باندھا، اور اپنی طرح کا گستاخ ثابت کرنا چاہا۔

حالانکہ اس حدیث شریف میں "موت" کا لفظ ہی نہیں ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك"، "تو کہا جائے گا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں"۔ (نزہۃ القاری [illegible])

یہ ترجمہ فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

ایک اور سُنی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: "تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے آپ کے "وصال" کے بعد انہوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں"۔ یہ ترجمہ، مفتی محمد ابراہیم حنفی چشتی حفظہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (بخاری مترجم: ۶۵۴/۳)

یہ ہے ادب کی وہ توفیق جو صرف اہلسنت کا ہی نصیب ہے، کہ "مرنے" کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ "وصال" کا لفظ استعمال کیا۔ سبحان اللہ!

مر گئے اونہاں دے جیڑے کہن مر گئے
ساڈا ہے ہر اک تاجدار زندہ!

خود ربّ محمد عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ گوارہ نہیں ہے کہ کوئی میرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں عامیانہ الفاظ استعمال کرے، فرمایا: "لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا"، "راعنا نہ کہو، بلکہ کہا کرو، نظر کرم فرمایئے"۔ (بقرۃ: ۱۰۴)

اسی آیت کی تفسیر میں نجدی مفسر نے خود لکھا ہے: "ایسے الفاظ جن میں تنقیص

واہانت کا شائبہ ہو، ادب واحترام کے پیش نظر اور سد ذریعہ کے طور پر ان کا استعمال صحیح نہیں"۔(ص:۴۳)

اور یہ بھی لکھا کہ:"ادب کے تقاضوں کا خیال نہ رکھنا بے عقلی ہے"۔(ص:۱۴۵۶)

مزید لکھا:"نبی وعلماء کی توہین، اللہ اور اس کے دین کی توہین ہے"۔(ص:۶۲۹)

معلوم ہوا وہابی بے عقل قوم ہے! جو ادب کے تقاضوں سے نا آشنا ہے۔

اور بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اور دیگر صالحین کو "مردہ" کہہ کر نجدی اللہ تعالی اور دین کی توہین کرتے ہیں۔ ان الوهابية قوم لايعقلون!

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آرہا ہے، کہ آپ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں عام الفاظ کے استعمال کو مکروہ جانتے۔(شفا شریف)

پھر ایک دو جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر اسی طرح کی گندی زبان استعمال کی۔(ملاحظہ کریں، ص ۶۱۶، ۷۳۱، ۷۴۱، ۷۳۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۹۳۶، ۱۰۰۳، ۱۱۲۵، ۱۱۹۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۳۰۵)

اور ان ساری آیتوں میں دشمنانِ خدا بتوں اور شیطان وغیرہ کی مذمت گئی ہے، جبکہ ان نجدیوں نے خوارج کی اتباع میں ان کا مصداق محبوبانِ خدا کو ٹھہرا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہمیشہ یاد رکھیں، کہ کفار کے متعلقہ آیات کو مسلمانوں پر لگانے والے بدترین مخلوق ہیں۔(بخاری، کتاب الاستتابۃ المرتدین)

اللہ والوں کی موت کا معنی:

قرآن وسنت میں "عدم" (نمونے: وکنتم امواتاً، بقرۃ: ۲۸، مومن: ۱۱) اور "نیند" پر بھی لفظ موت کا اطلاق کیا گیا ہے، فرمایا:"وهو الذى يتوفاكم بالّيل" اور وہی تو (معبود) ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے۔(انعام: ۶۰)

وفات کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں۔ لکھا: "لیکن یہاں وفات کی عید تو کجا، سرے سے وفات وممات ہی کا انکار ہے۔ یعنی وفات نبوی ﷺ کا انکار کر کے نص قرآنی کا انکار تو کرتے ہی ہیں"۔ (سودی تفسیر: ۸۳۶)

اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق نبیوں، ولیوں پر بھی موت ضرور طاری ہوتی ہے، لیکن اسکے بعد انکو دوبارہ انتہائی پاکیزہ اور اعلیٰ حیات عطا کی جاتی ہے، اور وہ فرشتوں کی مانند ہوتے ہیں، کہ وجود وحیات تو ہے مگر نظر نہیں آتے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عقیدۂ اہلسنّت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

انبیا کو بھی اجل آنی ہے، مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ، ان کا جسم پُرنور بھی روحانی ہے

اگر کوئی کہے کہ شہدا کو مردہ کہنے سے تو روک دیا گیا، لیکن اولیاء اللہ کے متعلق یہ حکم نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے، اولیاء کرام کو علماء اسلام نے شہداء کے حکم میں داخل کیا ہے۔ اور ان کے لیے یہ صفت، انعام یافتہ گروہ کی معیت وسنگت کی وجہ سے ثابت کی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، وہ نبی، صدیق، شہید اور صالحین ہیں۔ (نسا: ۶۹) (یہی بات، علامہ یوسف نبھانی کے حوالے آگے آرہی ہے)

ارشاد خداوندی ہے: "جو بھی اچھے عمل کرے چاہے مرد ہو یا عورت، پر ہو مؤمن، "فلنحیینه حیاة طیبة"، پس ہم اسے پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں گے۔ (نحل: ۹۷)

مومن کی وفات کے وقت فرشتے خوشخبریاں دیتے ہیں، روح کو بڑے احترام سے نکالتے ہیں، وہ قبر کی طرف جاتے خوشی محسوس کرتا ہے، اور جلدی جانا چاہتا ہے، نکیرین بڑے ادب سے سوال کرتے ہیں، کامیابی کے بعد جنتی فرش، لباس اور جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے، قبر جنت کا باغیچہ بن جاتی ہے، اسے دلہن کی طرح ناز ونیاز میں پرسکون سلایا جاتا ہے، روح کو آزاد کردیا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن بھی اس کو خاص عزتیں عطا کی جائیں گی۔

یعنی ایک ثواب ورحمت میں ہے، دوسرا عذاب وغضب میں۔ ایک قید، اور دوسرا آزاد۔ ایک جنت میں، دوسرا جہنم میں۔

سیدنا فاروق اعظم کا عقیدۂ حیات اولیاء:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک صالح نوجوان خشیتِ الٰہی (کی تلوار سے) سے جاں بحق ہوگیا، اسے رات کو ہی دفن کردیا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع ملی، تو آپ رضی اللہ عنہ اس اللہ کے ولی کے مزار پر تشریف لے گئے۔ اور اس سے پوچھا: اے نوجوان! جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جائے، اُسکو دو جنتیں ملتی ہیں۔ (الرحمٰن:۴۶) کیا تمہیں بھی دو جنتیں ملیں؟

اس نوجوان نے قبر سے جواب دیا: اے امیر المومنین! بیشک مجھے دو جنتیں عطا ہوئیں۔ (ابن کثیر، اعراف ۲۰۱، کنز الاعمال، ج۲، ابن عساکر، ۳۸۰/، شرح الصدور، ۲۱۳/، شعب الایمان ۴۶۸/)

امام فخر الدین رازی اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں: اسی لیے کہا جاتا ہے، "اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دارٍ الی دارٍ"، "کہ اللہ تعالیٰ کے

دوست مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تبدیلی کرتے ہیں۔

(التفسیر الکبیر، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۶۹، ۳/۴۲۷، مرقاۃ: ۲/۱۲۱)

بزبان عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ:

ولی اللہ دے مردے ناہیں کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دنیا اتوں ٹر گئے نال خاموشی

(اولیاء اللہ کی حیات کے مستند واقعات ملاحظہ کرنے کے لیے "سماع موتی" عنوان، اور "شرح الصدور"، "فیضان مزارات اولیاء" مکتبۃ المدینہ، کتب کا مطالعہ کریں)

حیات شہداء کی کیفیت اور اجسام کی سلامتی:

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حیات شہدا کی کیفیت کے متعلق لکھتے ہیں:

"شہدا کی حیات کی کیفیت میں علما کا اختلاف ہے، اکثر متقدمین نے لکھا ہے، کہ شہدا کی حیات حقیقی ہے، اور جسم و روح کے ساتھ، لیکن ہم اس زندگی میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے، ان کا استدلال اس آیت سے ہے "عند ربھم یرزقون"۔

نیز صرف روحانی حیات میں شہدا کی کوئی تخصیص نہیں ہوگی، کیونکہ یہ حیات تو عام مسلمانوں بلکہ کفار کو بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ پھر ان کا دوسروں سے کیا امتیاز ہوگا؟

بعض علما نے کہا کہ شہدا کی حیات صرف روحانی ہے۔۔۔ لیکن یہ تمام اقوال نہایت ضعیف، بلکہ باطل ہیں۔ اور شہدا کی حیات جسمانی والا قول ہی صحیح ہے، حضرت ابن عباس، قتادہ، مجاہد، حسن، عمرو بن عبید، واصل بن عطا، جبائی، رمانی، اور مفسرین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے، الخ"۔ (روح المعانی: ۲/۲۰)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام مالک بیان کرتے ہیں، عمرو بن جموح انصاری اور عبداللہ بن عمرو انصاری ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا، یہ دونوں غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے، اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی، تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے۔

جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے، یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں، ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اسکا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا، جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (المرقات: ۷/۲۳۰۔ موطا امام مالک: ۲/۳۸۲) (سبحان اللہ)

ایسے ہی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد اپنے والد کو قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا، تو سوائے ایک کان کے پورا جسم اسی طرح تر و تازہ تھا، جیسے ابھی دفن کیا ہو۔ (سنن کبری: ۴/۵۸، ۵۷)

ولید بن عبدالملک اموی کے دور حکومت میں جب روضہ انور کی دیوار گر گئی، تو ناگہاں ایک مبارک قدم نظر آیا۔ لوگ گھبرا گئے، اور سب نے یہی سمجھا کہ یہ رسول اکرم ﷺ کا پائے اقدس ہے، لیکن عروہ بن زبیر نے دیکھا تو قسم اٹھا کر کہا: کہ حضور انور ﷺ کا مقدس پاؤں نہیں بلکہ یہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں شریف ہے۔ تب جا کر لوگوں کو سکون ہوا۔ (بخاری: کتاب الجنائز)

خیال رہے کہ ولید کا دور (۸۶ھ، سے ۹۶ھ) تک ہے، اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت (۲۳ھ) کو رونما ہوئی۔ یعنی آپ کی شہادت کو تریسٹھ ۶۳، سال سے زیادہ

عرصہ گزر چکا تھا، جب یہ واقعہ پیش آیا۔

سیدنا سہیلی نے "دلائل النبوۃ" میں بعض صحابہ سے نقل کیا ہے کہ (غالباً شہید اُحد کی) ایک قبر کھل گئی تو صحابہ کرام نے دیکھا کہ اس قبر میں ایک شخص تخت پر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ (کشف النور: ۷۹، ترجمہ بنام فیضان مزارات اولیاء: ۹۷، مکتبۃ المدینہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور پاک میں ابو موسیٰ اشعری نے تستر کا قلعہ فتح کیا، تو حضرت دانیال علیہ السلام کی کا جسد مبارک ایک تابوت میں پایا گیا۔۔۔ اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ کے جسم مقدس اور گردن مبارک کی تمام رگیں بالکل ٹھیک کام کر رہی تھیں۔ (البدایہ ۲/۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳/۲۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ۱/۳۸۱، [illegible] سیرت ابن اسحاق ۱/۶۶، المحلی لابن حزم ۵/۳۸۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا پار کرنے لگے، تو حکم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر قریب ہے، ان کا مبارک جسم ساتھ لے لیں، تو آپ نے ساتھ لے لیا۔ (جو یقیناً تر و تازہ اور متبرک تھا) (طبرانی اوسط ۸/۶۷۸، مجمع الزوائد ۱۰/۱۷۱، کنز العمال ۱۱/۵۱۶، صحیح ابن حبان ۲/۳۳۲، مستدرک ۲/۵۷۱، [illegible])

(حضرت دانیال اور یوسف علیہ السلام کے جسد بطور تبرک نقل کیے گئے)

مفتی دعوت اسلامی کی قبر ساڑھے تین سال بعد بارشوں کی وجہ سے کراچی میں کھل گئی، دنیا نے دیکھا کہ جسم سلامت ہے، اور قبر سے خوشبو آرہی ہے۔

(سی ڈی، "جب مفتی دعوت اسلامی کی قبر کھلی")

سچ کہا کسی نے: ؎ دھرتی میلی نہیں ہوتی، دامن میلا نہیں ہوتا

محمد ﷺ کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

اس موضوع کے متعلق اتنے واقعات اور شواہد ہیں، کہ احاطہ کرنا دشوار ہے۔

("شرح الصدور" اور "فیضان مزارات اولیاء" مکتبۃ المدینہ کا مطالعہ کریں)

علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ کہ ہم نے "تذکرۃ" (ص:۱۸۵) میں لکھا ہے: "کہ انبیاء، شہداء، علماء، حفاظ اور ثواب کے لیے اذان دینے والوں کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی"۔ (الجامع لاحکام القرآن)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدۂ حیات النبی:

نجدی مفسر نے لکھا: "انہی آیات (آل عمران: ۱۴۴، زمر: ۳۰) سے استدلال کرتے ہوئے ابو بکر صدیق نے بھی لوگوں میں آپ ﷺ کی موت کا تحقق فرمایا تھا"۔ (ص:۱۳۰۰)

لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کو اس طرح نہیں سمجھا تھا، جیسے وہابیوں کا عقیدہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وصال مصطفیٰ ﷺ پر بھی عرض کیا تھا؛ یا نبی اللہ!۔ (بخاری:۱/۱۶۶)

اور عرض کیا؛ "اذکرنا یامحمد عند ربک"، اے محمد ﷺ اپنے رب کے ہاں ہمیں بھی یاد رکھنا۔ (المواہب لدنیہ، زرقانی، ۸/۲۸۲، نسیم الریاض، ۱/۳۵۶)

آپ نے وصیت فرمائی، کہ میرے جنازے کو روضہ رسول ﷺ پر لے جانا، پہلو میں دفن کی اجازت طلب کرنا، اگر مل جائے تو فبہا ورنہ بقیع میں دفن کر دینا۔ دنیا جانتی ہے، کہ صحابہ کرام کے بہت بڑے اجتماع نے مزار اقدس پر حاضر ہو کر اجازت طلب کی تو مل گئی، آواز آئی حبیب کو حبیب سے ملا دو۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر: ۳۰/۴۳۶
خصائص کبری: ۲/۴۹۲، تفسیر کبیر: ۲۱/۸۷، نور الابصار، شواہد النبوۃ، سیرت حلبیہ: ۳/۴۹۳)

کیا منکرین کا بھی حیات النبی ﷺ کے بارے یہی عقیدہ ہے؟

قبر انور میں آپ کی حیات مبارکہ:

ہم نے "فوت شدہ کا وسیلہ"، اور "شفاعت" عنوانات کے تحت بھی کچھ روایات نقل کیں ہیں، جن میں وضاحت ہے کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں۔ جو غلام شفاعت کی التجا کرے، آپ شفاعت فرماتے ہیں، اپنے محبین کے خواب میں تشریف لاکر اپنے دیدار پرانوار سے مشرف بھی فرماتے ہیں۔

مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں، جن میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک کا تعلق قبر انور میں جسم مطہرہ کے ساتھ بھی ہے، اور آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں، اُمت کے احوال سے باخبر ہیں۔

نہ کہ جیسا منکرین جھوٹ بولتے ہیں: کہ آپ قبر میں زندہ نہیں بلکہ علیین میں زندہ ہیں، اور دنیا کے احوال سے بے خبر ہیں۔ (ص:۵۷۱) ان کے امام ابن قیم نے اس شبہ کے جوابات دیے ہیں، کہ روح کے لیے قرب و بعد نہیں ہوتا، وہ سورج کی مانند ہے۔ (کتاب الروح)

❁......رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء، فنبی اللہ حی یرزق"، "اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیا کرام کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اور رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، الترغیب ۲/۳۲۸، تفسیر ابن کثیر ۳/۵۱۵، ۴/۴۹۳، فیض القدیر ۲/۸۷، کشف الخفا ۱/۱۹۰)

رواہ ابن ماجہ باسناد صحیح، امام منذری نے بھی صحیح کہا، امام مناوی نے فرمایا کہا امام دمیری نے اسے صحیح کہا، امام عجلونی نے اسے حسن کہا۔

❁......آپ ﷺ نے قبر انور میں جسم کی سلامتی کو بیان کر کے حیاۃ فی القبر کو ثابت

فرمایا۔ کہ جب قبر میں میرا جسم سلامت رہے گا، تو تمہارا درود سلام بھی وہاں پہنچتا رہے گا۔

⚫ ۔۔۔۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"الانبیاء احیاء فی قبور ھم یصلون"، انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (اس روایت میں بھی حیات قبر کی وضاحت ہے)

(مسند ابو یعلی، ۱۴۷/۶، الکامل، ۳۲۷/۲، مسند الفردوس، ۱۱۹/۱، فتح الباری، ۴۸۷/۶، لسان المیزان، ۱۷۵/۲، مجمع الزوائد، ۲۱۱/۸، فیض القدیر، ۱۸۴/۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۶۲۱، نیل الاوطار، ۱۷۸/۵، شرح موطا زرقانی، ۳۵۷/۴، شرح نسائی سیوطی، ۱۱۰/۴، المطالب العالیہ، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱۵) امام ابن عدی، امام ہیثمی نے اسے صحیح کہا۔ امام زرقانی اور امام الوہابیہ قاضی شوکانی نے کہا کہ امام بیہقی نے حیات انبیا پر ایک لطیف کتاب تالیف کی، جس میں اس روایت کو اسناد صحیح کے ساتھ بیان کیا۔ امام ابن حجر عسقلانی ؒ نے بھی امام بیہقی کی کتاب کا ذکر کیا اور مزید تحقیق کی ہے۔

⚫ ۔۔۔۔۔۔ شب معراج آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر مبارک میں نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا: "وھو قائم یصلی فی قبرہ"۔ (مسلم، کتاب الفضائل، نسائی، احمد، ابن ابی شیبہ وغیرہم) نماز پڑھنا جسم کی صفت ہے۔

⚫ ۔۔۔۔۔۔ ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ، ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا آپ کو یہ علم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں!۔ (حلیۃ الاولیاء، رقم الحدیث ۲۵۶۷)

⚫ ۔۔۔۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے ہی پینتالیس نمازیں معاف ہوئیں۔ فرمایا: "مررت علی موسیٰ"، میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا۔ یہ نہیں فرمایا کہ روح موسیٰ کے پاس سے۔ (بخاری: کتاب الصلوٰۃ)

✿ ۔۔۔۔ آپ ﷺ نے، حضرت یوسف، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا حلیہ بیان فرمایا۔ (مستدرک ۲/۶۲۳، بخاری کتاب الانبیا) حلیہ جسم کا ہوتا ہے روح کا نہیں۔

✿ ۔۔۔۔ جب سیدنا عمر فاروق حجرہ مقدسہ میں دفن ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "حیاءً من عمر"، "آپ سے حیا کی وجہ سے اب میں مکمل پردہ کرکے داخل ہوتی ہوں۔ یعنی آپ باشعور جانتی تھیں۔ (مسند احمد ۶/۲۰۲، مستدرک للحاکم ۳/۶۳، [illegible] الاجابہ للزرکشی، ۱/۶۸، مجمع الزوائد ۸/۲۶، ۹/۳۷) امام حاکم، امام ہیثمی اور امام زرکشی نے اس روایت کو "صحیح علی شرط شیخین" کہا۔

✿ ۔۔۔۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) مدینہ پاک پر [illegible] کے دنوں میں، قبر رسول ﷺ سے آذان واقامت کی آواز سنتے۔ (دارمی [illegible] فی شرح سنن ابن ماجہ ۱/۲۹۱، وفی خصائص کبری ۲/۲۸۱، وحاوی للفتاوی [illegible] دلائل النبوۃ لابو نعیم ۱/۲۹۶، المقریزی فی امتاع الاسماع ۱۴/۶۱۵، ۶۱۶، شرح مواہب [illegible]، تہذیب [illegible] ۲/۳۲، طبقات الکبری لابن سعد ۵/۱۳۲)

✿ ۔۔۔۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ "حیاتی خیر لکم" "میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے، کہ تم میری احادیث سنتے ہو، "ومماتی خیر لکم"، "کیونکہ مجھے تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، جب اچھے عمل کو دیکھتا ہوں حمد بیان کرتا ہوں، اور جب کسی بری چیز کو دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (مسند بزار، ۵/۳۰۸، مسند شاشی ۲/۲۵۳، المخلص فی فضل الصلاۃ علی النبی ۱/۳۸، طبقات الکبری لابن سعد، ۲/۱۹۴، مسند الفردوس، ۱/۱۸۳، مجمع الزوائد ۹/۲۴، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۰۶، تہذیب الکمال ۱۴/۵۵۸، تفسیر ابن کثیر، ۳/۵۱۶، شرح المواہب ۷/۳۷۳) امام ہیثمی اور زرقانی نے فرمایا: اس کے رجال صحیح ہیں، سند جید ہے۔

✿ ۔۔۔۔ اسی لیے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: کہ آپ ﷺ نور نبوت سے ہر امتی کے مرتبہ دین اور ایمان کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔۔۔۔ آپ پہچانتے ہیں۔۔۔۔

اخلاص ونفاق کو۔ (تفسیر عزیزی، ۱/۵۱۸)

وہابی مولویوں نے بھی امت کے اعمال سے آگاہی کے متعلق لکھا۔ نواب صدیق: الشمامۃ العنبریہ۔ قاضی شوکانی: نیل الاوطار۔ عبداللہ روپڑی: فتاوی اہل حدیث۔ شمس الحق: عون المعبود۔

✿ ...... مقصود کائنات ﷺ نے فرمایا: "ما من احد یسلّم علیّ الا ردّ اللہ علیّ روحی حتی ارد"، ایسا کوئی شخص نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح کو لوٹا نہ دیا ہو، یہاں تک کہ میں ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مسند احمد، ۲/۵۲۷، مجمع الزوائد، ۱۰/۱۶۲، المعجم الاوسط، ۳/۲۶۲، سنن کبری للبیہقی، ۵/۲۴۵، شعب الایمان، ۲/۱۲۷، مسند ابن رھویہ، ۱۰/۱۶۲)

✿ ...... تاج الدین سبکی فرماتے ہیں: ان احادیث کا تقاضا ہے، کہ آپ ﷺ کی روح مبارک (مستقل) لوٹا دی گئی ہے، آپ سلام سن کر جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (شفاء السقام، ۱۳۳)

✿ ...... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے، "فھو قائم علی قبری" وہ میری قبر پر (غلاموں کی طرح) کھڑا ہے، پس قیامت تک جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا، وہ فرشتہ اس درود پڑھنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام مجھے پہنچائے گا، اور عرض کرے گا، یا محمد ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ (مسند بزار، ۳/۲۵۵، البخاری فی التاریخ الکبیر، ۶/۴۱۶، ابن حبان، ۲/۶۲۷، الترغیب، ۲/۳۲۶، لسان المیزان العسقلانی، ۳/۲۴۹، مجمع الزوائد، ۱۰/۱۶۲، مسند حارث، ۲/۹۶۲)

ان تمام احادیث پاک سے بھی یہی متحقق ہوتا ہے کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، روح مبارک کا جسم اطہر سے تعلق قائم ہے۔

قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة"، میری قبر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے۔ (مسند احمد، ۶۴/۳، مسند ابو یعلی ۴۹۶/۲، المعجم الاوسط، ۱۹۴/۱، تاریخ الکبیر لبخاری، ۳۹۴/۱، سیر اعلام النبلاء، ۷۷/۱۲، مجمع الزوائد ۸/۴) امام ہیثمی نے فرمایا: رجالہ رجال الصحیح۔

معلوم ہوا اس انداز سے بھی آپ ﷺ کی قبر انور کی حیات، جنت ہی کی حیات ہے، آپ آج بھی جنت میں ہی ہیں۔

جنت کی ہوا پائیں، جو در پہ تیرے جائیں
خوش بخت ہیں، جو تیرے کوچے سے گزرتے ہیں

خلیفہ راشد عمر ثانی امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خصوصی قاصد بھیج کر روضہ اقدس پر اپنا سلام بھیجا کرتے، اور جو کوئی مسافر مدینہ مل جاتا اسے بھی کہتے، کہ در جاناں ﷺ پر میرا سلام عرض کرنا۔ (شعب الایمان ۴۹۱/۳، شفا شریف، ۵۸۵/۲، تاریخ مدینہ ودمشق لابن عساکر، ۲۰۴/۶۵، ابن حزم المحلی، ۵۱۶/۹، تفسیر در منثور، ۵۷۰/۱)

امام مالک رضی اللہ عنہ اس کو مکروہ جانتے کہ کوئی یہ کہے: "زرنا قبر النبی"، کہ میں نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی ہے، کیونکہ یہ عامیانہ الفاظ ہیں۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں عامیانہ الفاظ استعمال کرنا خلاف ادب اور مکروہ ہے۔

لہٰذا مستحب یہ ہے کہ خاص طور پر یہ کہا جائے: "سلمنا علی النبی ﷺ"، کہ ہم نے سرکار دو عالم کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کیا ہے۔ (شفا شریف: ۵۸۴/۲)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) نے تو اپنے دور میں یہ فرمایا تھا: "انہ لم یقل احد ـــــــ وارواحھم غیر متعلقة باجسامھم"، بے شک کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا ــــ کہ ان کی ارواح کا ان جسموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور جو کوئی ان پر سلام

پیش کرتا ہے وہ اسے نہیں سنتے۔ تو ایسا ہی انبیا کے بارے میں آیا ہے، کہ بیشک انبیا علیہم السلام تلبیہ کہتے، حج کرتے ہیں، اور ہماری سرکار ﷺ کے لیے تو یہ کرامات بدرجہ اولی ثابت ہیں۔ (جمع الوسائل فی شرح شمائل ۲/۲۰۰ـ اور اسی طرح المواہب ۲/۱۹۵، و شرح مواہب ۷/۳۶۵، میں بھی ہے)

یعنی ملا علی قاری کے دور تک کسی کلمہ گو کا یہ عقیدہ نہیں تھا، کیونکہ یہ [illegible] کی پیداوار، فتنہ نجدیت کی ہی بدعت مذمومہ ہے، یہ شوشا انہوں نے ہی چھوڑا ہے۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فقد صح انہ علیہ السلام حیّ فی قبرہ"، یہی صحیح ہے، کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں [illegible] ([illegible])

امام زرقانی، امام ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہم، امام [illegible] قاضی شوکانی نے کہا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "حیات انبیا" پر ایک لطیف کتاب تالیف فرمائی۔ (فتح الباری، ۶/۴۸۷، شرح موطا زرقانی، ۴/۳۵۷، الحاوی للفتاوی، ۲/۲۶۳، نیل الاوطار، ۵/۱۷۸)

علامہ شرنبلالی، علامہ سیوطی، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا: آپ ﷺ حقیقی و جسمانی حیات سے زندہ ہیں، آپ کے وفات کا صرف اتنا مطلب ہے، کہ فرشتوں کی طرح ہماری نظروں سے اوجھل ہیں، آپ ﷺ کو صاحب مقامات عالیہ والے لوگ دیکھ سکتے ہیں، ابن قیم نے بھی یہی لکھا۔ (نور الایضاح ۱/۳۹۱، الحاوی للفتاوی، ۲/۱۹۰، ۲۵۱، کتاب الروح ۱/۵۱)

شیخ عفیف الدین یافعی فرماتے ہیں: اولیا کرام پر حقائق منکشف ہوتے ہیں، اور وہ انبیا کرام کو مردہ نہیں، بلکہ زندہ دیکھتے ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں زندہ دیکھا۔ (الحاوی، ۲/۲۶۸)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ صوفیا کرام (صرف نیند ہی میں نہیں بلکہ) بیداری میں (بھی) فرشتوں اور ارواح انبیا کا مشاہدہ فرماتے ہیں، آوازیں سنتے ہیں، ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ (المنقذ من الضلال ص ۵۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ سے عالم روحانی میں دینی سوال کرنے اور فیض لینے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (تفہیمات الٰہیہ ۲/۳۰۰)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو حد کر دی، فرماتے ہیں: "حیاۃ النبی فی قبرہ۔۔۔"، کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارکہ میں زندہ ہیں، یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے، اس کے دلائل متواتر ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ۲/۲۶۴)

یعنی اس عقیدے کا منکر اگر کافر نہیں، تو شدید گمراہ ضرور ہے۔

مزید فرماتے ہیں: آپ ﷺ جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں، تصرف فرماتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، تشریف لے جاتے ہیں، آپ بالکل اسی ہیئت پر ہیں، جس پر قبل وفات تھے، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی صرف ملائکہ کی طرح آنکھوں سے غائب ہیں۔

(ایضا ۲/۲۶۳)

ایسے ہی تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے۔ (ایضا ۲/۲۶۷)

ایسے ہی علامہ محمود آلوسی نے فرمایا ہے۔ (روح المعانی، پارہ ۲۳، ص ۱۳، پارہ ۲۳، ص ۳۳، ج ۲۲ ص ۳۷)

علامہ اسماعیل حقی نے امام غزالی کے حوالے یہی کچھ لکھا ہے۔ (روح البیان، ۱/۹۹)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تو حضور پاک ﷺ کو دل میں جلوہ گر

جان کر عرض کیا کر، "السلام علیك ایها النبی الخ" اور یقین رکھ کہ تیرا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس سے بہتر جواب سے نوازتے ہیں۔ (احیاء العلوم ۱/۱۴۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کے لیے اب کوئی موت ووفات نہیں ہے، بس ایک حال سے دوسرے حال میں، اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے۔ (مرقاۃ، ۱۱/۲۵۶)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: حیات انبیاء علیہم السلام کا اتفاق ہے، کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا، (یعنی یہ اقرار [illegible]) اور یہ حیات جسمانی دنیاوی اور حقیقی ہے، نہ کہ معنوی و معنوی۔ ([illegible])

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فرماتے ہیں: "[illegible] ثابتہ بادلہ کثیرۃ بھا اہل السنۃ وکذا حیاۃ الشھداء والاولیاء" حیات انبیاء کثیر دلائل سے ثابت ہے، جن سے اہل سنت نے استدلال کیا ہے، اور ایسے ہی شہداء اور اولیاء کی حیات بھی ثابت ہے۔ (شواہد الحق ص ۱۲۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے: کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں۔ (فیوض الحرمین ص ۲۸)

تحت آیت: "ویکون الرسول علیکم شھیدا" (البقرۃ: ۱۴۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ آپ ﷺ نور نبوت سے ہر امتی کے مرتبہ دین اور ایمان کی حقیقت سے آگاہ ہیں، اور یہ کہ کون سا پردہ اس کی ترقی ایمان میں رکاوٹ ہے، پس آپ پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں، ایمان کے درجات اور اخلاص ونفاق کو۔ (تفسیر عزیزی، ۱/۵۱۸)

کیا یہ سارے سلف کرام جاہل، بدعتی، مشرک اور گمراہ تھے؟ یا کہ ان کے مسلک اور طریقے سے انحراف، بغاوت کرنے والے بدعتی اور بے دین ہیں؟

شاہ عبدالعزیز پر انہی کے ناخلف شاگرد اور بھتیجے کا فتویٰ شرک ملاحظہ کریں، لکھا: "جو یہ سمجھے کہ کسی کو میرے دل کی حالت کی خبر ہو جاتی ہے، سو ان باتوں سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے"۔ (تقویۃ الایمان، ص ۳۲، پہلا باب، مکتبہ خلیل)

وہابیہ کے امام العصر، محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں: کہ پرانے اہل دہلی میں تو یہ بھی مشہور تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو حضور ﷺ کی حضوری کا مرتبہ حاصل تھا۔ (سراجا منیرا: ۳۰، حاشیہ)

اسی ابراہیم میر سیالکوٹی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علم وفضل کی تحسین کی اور ان سے عقیدت کا اظہار کیا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص ۲۷۴)

نواب صدیق حسن غیر مقلد نے بھی شیخ محقق کی خدمات حدیث کی تعریف کی۔ (الحطہ، ص ۱۶۰)

انور شاہ کاشمیری دیوبندی کو بھی لکھنا پڑا: انبیا کرام کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندوں جیسے کام بجالاتے ہیں، ارواح تو کافروں کی بھی زندہ ہیں۔

(فیض الباری، ۳، ۳۲۵، سعودی تفسیر: ۹۷ پر فیض الباری کا حوالہ دیا گیا)

قارئین ہی فیصلہ کریں، کہ ان بزرگوں کے پیچھے چلنا چاہیے، یا کہ ان گمراہ لوگوں کے پیچھے، جن کے بدعت وشرک کے فتووں سے ایسی پاکباز ہستیاں بھی محفوظ نہ رہ سکیں؟۔

نجدیوں کے اکابرین کا مسلک:

نواب صدیق نے لکھا ہے: کہ بیشک آپ اپنی وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں، جیسے حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اِسے امام بیہقی نے صحیح کہا ہے۔ (السراج الوھاج، ج ۱۔ الشمامۃ العنبریہ، ص ۵۱)

قاضی شوکانی نے "نیل الاوطار" ج ۳، ج ۵، تحفۃ الذاکرین: ۳۸۔ محمد حسین بٹالوی نے "فتاویٰ نذیریہ" ج ۱، ۲۔ فتاویٰ علمائے اہل حدیث، ج ۹۔ وحید الزماں، مترجم سنن ابن ماجہ، ج ۱۔ شمس الحق، عون المعبود، ج ۱۔ عطاء اللہ حنیف، التعلیقات السلفیہ، ج ۱۔ حافظ محمد گوندلوی، الاعتصام ۲ شمارہ نمبر ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے اہل حدیث، ج ۹۔

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی نے (بحوالہ اتحاف النبلاء: ۴۱۵) بھی لکھا ہے: کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

کیا اس عقیدے کی بنا پر یہ ہمارے اکابرین وہابیہ بھی گمراہ ہیں یا کہ صرف ہم ہی؟۔۔۔ نجدی انصاف کریں!۔

تو زندہ ہے واللہ زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

(تفصیل کے لیے "واللہ آپ زندہ ہیں" از علامہ محمد عباس رضوی، ملاحظہ کریں)

باب:۲۷

صالحین کو اختیار تو کجا، شفاعت کے مفہوم سے بھی بے خبر ہیں:

نجدی مفسر نے لکھا: ”یعنی شفاعت کا اختیار تو کجا، انہیں تو شفاعت کے معنی و مفہوم کا بھی پتہ نہیں، کہ وہ پتھر ہیں یا بے خبر، (اگلے صفحے پر رسول اللہ ﷺ، حضرت علی، عبدالقادر جیلانی کو صراحتا مردہ کہا)۔ (ص:۱۳۰۴)

مزید لکھا: ”آخرت میں پیروں، گدی نشینوں کی بے بسی اور بے وفائی پر مشرکین حسرت کریں گے“۔ (ص:۶۶)

مزیدان مقامات پر شفات صالحین کا انکار کیا۔ (ص:۳۳،۳۰۰،۵۶۶،۱۱۱۴،۱۲۱۲)

دوسری طرف ان مقامات پر لکھا کہ: شفاعت صالحین ہوگی۔ (ص:۸۸۹،۱۲۰۵، ۱۲۰۶) جو واضح تضاد ہے۔

اوران مقامات پر مسلمانوں کے عقیدۂ شفاعت کو مشرکوں کے عقیدۂ شفاعت کے ساتھ ملایا۔ (ص:۱۲۹۰،۱۳۲۵)

اسماعیل دہلوی نے بھی جھوٹ لکھا: مشرکین مکہ بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، ان کا شرک یہی تھا، پکارنا، نذرونیاز کرنا، وکیل وشفارشی سمجھنا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، وہ ابوجہل جیسا مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

دہلوی نے لکھا: ”اسی (اللہ) کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام“ (قیامت کو پتہ چلے گا!)۔ (تقویۃ الایمان:۴۸)

سعودی نجدی صالح بن فوزان افتراء علی اللہ کا ارتکاب کرتے لکھتا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی کہ فرشتوں، نبیوں یا بتوں سے شفاعت طلب کی

جائے"۔(حقیقت توحید: ص۴۶، دعوۃ وارشاد ریاض)

مزید لکھا:"شفاعت اللہ تعالٰی سے طلب کی جاتی ہے، مردوں سے نہیں"۔(ایضاً: ص۴۵)

اسی لیے حسین احمد مدنی دیوبندی نے لکھا تھا:"وھابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر) پہنچاتے ہیں"۔(الشہاب الثاقب:۸۲)

دیوبندیوں (تبلیغی وغیرہ) کا بھی یہی عقیدہ ہے، کیونکہ یہ بھی شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کے مقلد ہیں،"تقویۃ الایمان" پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔

سعودیہ سے شائع ہونیوالی ایک کتاب میں"ابن تیمیہ" کے (مجموع الفتاوی: ۱۲/۱۴تا۱۵) حوالے سے لکھا ہے:"کہ صالحین کو پکارنے والے مشرک ہیں، کیونکہ یہ ان کی عبادت ہے، ان کو صالحین کی دوستی اور محبت، شفاعت کے متعلق کام نہیں آئے گی، ایسے لوگوں کا غیر اللہ (صالحین) کو اپنا دوست بنانا شرک ہے، وہ مشرک ہیں۔ان کی شفاعت کرنا تو دور کی بات ہے، وہ ان سے الگ ہو جائیں گے"۔

(ملخص، اسلام میں شفاعت کا مفہوم:۱۳۳،۱۳۱،۱۵۴،۱۵۵)

محمد بن عبدالوھاب نجدی نے مسلمانوں کے عقیدۂ شفاعت کے متعلق اپنی بد عقیدگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:"تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اِن (عامۃ المسلمین) کا توحید ربوبیت کا اقرار کرنا انکو اسلام میں داخل نہیں کرتا اور جو ملائکہ اور انبیاء کا قصد کرتے ہیں، اور اُنکی شفاعت کا ارادہ کرتے ہیں اور اِس سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں، یہی وہ چیز جس نے اُنکی جانوں و مالوں کو (وھابیوں، نجدیوں پر) حلال کر دیا ہے، اب تم نے اِس توحید (وھابیہ) کو جان لیا ہو گا کہ جس کی رسولوں نے دعوت دی ہے، (یا انبیائے کرام

پر شیخ نجدی کا کھلا بہتان اور غلو ہے)، خواہ اس کا انکار کرنے سے مشرکوں نے انکار کیا ہو"۔
(کشف الشبہات: ص ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ)

اِسی شیخ نجدی کی اندھی تقلید میں امام الوھابیہ اسمٰعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں بھی اسی طرح لکھا، (تقویۃ الایمان کی عبارت گزر چکی)

سعودی مفسر نے خود ہی لکھا: "یعنی شفاعت کی نفی اہل کفر وشرک کے لیے ہے، اور اثبات ان کے لیے جو گنہگار مومن وموحد ہوں گے، اس طرح دونوں قسم کی آیات میں کوئی تعارض بھی نہیں رہتا۔ (ص:۳۵۸)

معلوم ہوا کہ نجدی برادری کا عقیدۂ شفاعت کی وجہ سے مسلمانوں کو ابوجہل جیسا مشرک، واجب القتل کہنا، تعارض، تحریف اور غلو ہے۔

اسمٰعیل دہلوی نے شفاعت بالوجاہت کا معنیٰ یہ کیا کہ، کسی کے رعب سے اُسکی سفارش مان لینا۔ شفاعتِ محبت کا معنیٰ یہ کیا کہ، کسی کی محبت سے لاچار ہو کر اُسکی سفارش مان لینا۔ اور اِسی طرح شفاعت باذن اللہ کا بھی معتزلہ کی پیروی میں معنیٰ بگاڑ دیا۔ (تقویۃ الایمان)

جبکہ "شفاعت بالوجاہت" کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو خود اپنی بارگاہ میں جو قرب اور مقام عطا فرمایا ہے اُسکی وجہ سے اُنکی عزت افزائی کرتے ہوئے، گنہگاروں کے حق میں اُنکی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین"، وہ دنیا وآخرت میں ذی عزت ہے، اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔ (آل عمران: ۴۵۔ نجدی مفسر نے اس آیت کی تفسیر نہیں کی، جو اس کی بدباطنی پر دال ہے)

مفسرین کرام نے اخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول کیا ہے۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت۔ (بیضاوی مع عنایت القاضی: ۳/۵۱)

؎ آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ ہاں شفاعت بالوجاہت کیجئے

اسی طرح "شفاعت بالمحبت" کا صحیح معنی یہ ہے کہ محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی رضا جوئی، دلداری اور اس کی خوشی کا لحاظ رکھا جائے، اس میں یہ امر [illegible] ہوتا کہ اگر محبوب کی فرمائش نہ مانی گئی تو وہ ناراض ہو جائیگا۔ اور یہ حال اسی شخص سے پوچھا جا سکتا ہے جو محبت کو جانتا ہو، اور یہ حقیقت عقلاً و نقلاً ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ولسوف یعطیک ربک فترضی" تجھے تیرا رب بہت جلد (انعام) دیگا اور تو راضی (وخوش) ہو جائیگا۔ (الضحیٰ ۵)۔ (ملخص تبیان القرآن: ۲/۲۴۲-۲۷۸)

؎ حق تمہیں فرما چکا اپنا حبیب اب شفاعت بالوجاہت کیجئے!

ثابت ہوا کہ یہ نجدی تو خوارج اور معتزلہ سے بھی نمبر لے گئے جو صرف اہلِ کبائر کے لیے شفاعت کے منکر تھے، جبکہ انہوں نے تو مسلمانوں کے عقیدۂ شفاعت کو صالحین کی عبادت اور شرک قرار دے کر سرے سے ہی انکار کر دیا۔ اور اس میں اپنے گھر سے خود ساختہ قیدیں اور شرطیں لگا کر مسلمانوں کے اس مقدس عقیدے کو اُن مشرکین کے عقیدۂ شفاعت کیساتھ ملا دیا جو خود اقرار کرتے تھے کہ: "ہم اُن کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیکی کے مرتبے تک ہماری رسائی کرا دیں۔ (زمر: ۳)

جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: "وان لہ عندنا لزلفیٰ

وحسن مآب"۔ "اور بے شک ان کے لیے ضرور ہمارا قرب، اور بہترین ٹھکانہ ہے"۔

(سورۃ ص:۴۰)

یعنی وہ بت اور دشمنان خدا ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہے۔

اِسی طرح مشرکوں کے متعلق فرمایا کہ: "اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کے عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں الخ"۔(یونس:۱۸) اِن دونوں آیات میں کس قدر وضاحت ہے کہ یہ مشرکین اپنے سفارشیوں کی عبادت کرتے تھے، جبکہ کوئی مسلمان بھی کسی نبی، ولی کی عبادت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اس ظلم کے باوجود بھی یہ لوگ منافقین کی طرح اِس فساد کو اصلاح کا نام دیتے ہیں، کہ چونکہ دورِ رسالت کی طرح آج بھی دنیا شرک سے بھر گئی ہے، آج لوگ کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی مشرک ہیں، رب تعالیٰ کی توحید کو بڑا خطرہ ہے، لہٰذا ہم نجدی لوگ دنیا سے شرک کو مٹا کر خدا تعالیٰ کی توحید کو قائم کر رہے ہیں۔

"لعنة الله المنافقين والكاذبين"

ہوسکتا ہے کہ نجدیوں کی رگ شر پھڑکے اور کہیں کہ ہم تو صرف فوت شدہ سے طلب شفاعت کو شرک کہتے ہیں۔

تو ہم کہتے مطالبہ کرتے ہیں، کہ پوری شریعتِ اسلامیہ میں سے کوئی ایک صحیح صریح نص لے آؤ، جس میں مسئلہ شفاعت میں شفیع کے متعلق زندگی اور موت کی قید لگائی گئی ہو، اور فوت شدہ کو شفیع جاننے کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہو۔

سعودی قرآن کے مترجم (جوناگڑھی) نے، "ام اتخذوا من دون الله

شفعاء"، (زمر:۴۳) کا ترجمہ یہ کیا: "کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا (اوروں کو) سفارشی مقرر کر رکھا ہے"۔

یعنی اِس ترجمے میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی سفارشی ثابت کیا گیا، جو کہ یقیناً خود گمراہی ہے۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کس کے ہاں سفارشی ہوگا؟ اس سے بڑا اور کون ہے؟ بلکہ اُسکی عطا سے اُسکے محبوب بندے اُسکے ہاں گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔ جب کسی زبان میں ترجمہ کیا جائے تو اُسکے محاورے کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہوتا ہے، تاکہ کوئی قرآن کا مفہوم غلط نہ سمجھ لیا جائے۔

اِسی لیے امامِ اہلسنت مجددِ دین وملت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کے خزانے ترجمے "کنز الایمان" میں اِس مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ یوں فرمایا: "کیا اُنہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں"۔

سبحان اللہ! ۔۔۔ یہ ہے قرآن فہمی جو صرف اہلسنت کا نصیب ہے۔

اس ترجمے میں کس طرح قرآن کے مفہوم اور مدعا کو واضح فرما دیا گیا کہ، "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ"۔ یعنی وہ کون ہے جو اُسکے ہاں سفارش کرے بغیر اُسکے حکم کے۔ (بقرۃ:۲۵۵)

آپ آج بھی شافع ہیں: (تضاد)

قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کے حیاتِ ظاہری میں شفیع ہونے کی صراحت کی ہے: "ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک الخ"، اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، آپ کے پاس آجاتے، اللہ سے معافی مانگتے، اور رسول بھی ان کی شفاعت

کرتے ،تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔(النساء:٦٤)

اور اس آیت کو سوائے نجدیوں کے پوری امت نے قیامت تک کے لیے عام سمجھا ہے، یہ بدعت ابن تیمیہ کی ایجاد کردہ ہے،اس کی مذموم تقلید میں شیخ نجدی پھر اس کے سارے متبعین کا یہی دین ہے۔اور کہتے ہیں: اس آیت کا حکم صرف ظاہری حیات طیبات تک ہی تھا، آپ ﷺ سے اب شفاعت طلب کرنا شرک اکبر ہے۔

(ابن تیمیہ، شیخ نجدی، اسماعیل دہلوی تینوں کی عبارات گزر چکی ہیں)

سعودی مفتی ابن باز مداخلت فی الدین کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"آپ کی زندگی میں شفاعت کا مطالبہ جائز تھا، اور قیامت کو بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ کی استطاعت میں تھی اور ہوگی"۔(یعنی شرک اس لیے ہے کہ اب شفاعت کرنا آپ کی استطاعت میں نہیں رہا)۔(مخلصاً، زیارت مدینہ منورہ: ص: ۲۰، پریذیڈنسی جنرل (سعودیہ)

سعودی نجدی مولوی صالح بن فوزان نے اسی آیت کے تحت سلف مفسرین کے نقل کردہ "امام عُتبی" کے واقعے، اور اس آیت کے مقید ہونے کے متعلق دلیل ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:"یہ قصہ اور کہانی ہے، آیت سے مراد زندگی میں آنا ہے، قبر کے پاس نہیں۔دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی قبر کے پاس آکر شفاعت کا سوال نہیں کیا"۔(یہ سفید جھوٹ ہے، بالفرض یہ کام کسی نے نہیں کیا، تو غالیو! شرک کس نے کہا؟)۔(حقیقت توحید ملخص: ٦٠،٥٩،٥٨، موقع وارشاد ریاض)

سعودی مفسر نے (بقرۃ:۲۰۷)، کے تحت لکھا:"لیکن یہ آیت عام ہے،۔۔۔،کیونکہ اس قسم کی تمام آیات کے بارے میں، جو کسی خاص شخص یا واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں یہ اصول ہے:(العبرة بعموم اللفظ، لا بخصوص السبب) یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار ہوگا، سبب نزول کے

خصوص کا اعتبار نہیں کیا جائے گا"۔(ص:۸۳، ۷۵۹)

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

مزید مفتی اعظم سعودی عرب ابن باز کا فتویٰ بھی پڑھ لیں:"قرآن کے ظاہر عموم سے اسوقت تک عدول نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل نہ ہو جسے اس طرف پھیرنا واجب ہو، رہا اس کے مخالف قیاس تو اسے فاسد سمجھا جائیگا"۔(فتاویٰ ابن باز، اردو:۲۳۵، دار السلام الریاض)

ہم پوچھتے ہیں کہ نجدیوں کے پاس (نساء:۶۴) کے عموم کو خاص کرنے کی کون سی خاص دلیل ہے؟

سعودی مفسر نے (النساء:۲۵) کو عام رکھا۔(ص:۱۱۲۲) مگر (النساء:۶۴) کو بغیر دلیل مقید کر کے بعد وصال آپ ﷺ کے وسیلہ کو شرک کہا۔(ص:۵۲۲، ۱۲۹۱)

حجرات:۲، کو بھی حکم کے اعتبار سے عام لکھا۔(ص:۱۴۵۶)

صالح بن فوزان نے لکھا:"ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت (بنی اسراء:۵۷) عام ہے"۔(حقیقت توحید، ص:۵۱)

سعودی مفسر نے ان مقامات پر آیات میں عموم ذکر کیا۔(ص:۱۱۹، ۱۱۱، ۱۲۰، ۱۵۳، ۲۱۶، ۲۸۱، ۳۳۸، ۳۳۰، ۳۶۷، ۴۷۶، ۴۹۵، ۵۰۶، ۶۰۵، ۶۴۷، ۷۵۹، ۷۹۰، ۸۰۸، ۸۳۰، ۹۲۹، ۹۸۱، ۹۸۶، ۱۰۷۹، ۱۱۰۰، ۱۱۷۴، ۱۱۷۷، ۱۱۸۷، ۱۱۹۸، ۱۲۲۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۴، ۱۳۳۱، ۱۳۵۶، ۱۳۸۵، ۱۵۰۰، ۱۵۰۸، ۱۵۴۸، ۱۵۸۹، ۱۶۱۲، ۱۶۳۸، ۱۷۱۹، ۱۷۴۶)

امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"علما نے اس آیت (النساء:۶۴) کا حکم تمام آنے والے امتیوں کے لیے عام سمجھا ہے"۔

(شفاء السقام: ۸۱، جواہر البحار ۶، شواہد الحق: ۶۱)

وہابیوں کے پاس (النساء: ۶۴)، کو خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں:

منکرین شفاعت نجدیوں کے پاس النساء: ۶۴ کو مقید کرنے کی کوئی دلیل نہیں اسی لیے انہیں، گھر سے قید لگانے کے لیے کئی جھوٹ گھڑنے پڑتے ہیں۔

سعودی مفتی نے یہ دلیل دی جو ابھی گزری: "کہ اب شفاعت کرنا آپ کی استطاعت میں نہیں رہا"۔

صالح بن فوزان (النساء: ۶۴) کے مقید ہونے کی دلیل پیش کرتا ہے: "اس آیت سے مراد زندگی میں آنا ہے، قبر کے پاس نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی قبر کے پاس آ کر شفاعت کا سوال نہیں کیا"۔

(حقیقت توحید: ۶۰، ۵۹، ۵۸، دعوۃ و ارشاد ریاض)

قارئین کرام! آپ اہل سنت کو بدعتی کہنے والوں اور ان سے ہر ہیئت کے متعلق نص کا مطالبہ کرنے والوں کی اپنی غربت اور غلو ملاحظہ کریں؟ کہ جس عقیدے کو شرک اکبر کہتے ہیں، اس کی ممانعت کے متعلق کتاب و سنت سے ایک دلیل بھی نہیں دیکھا سکے، سوائے قیاس فاسدہ، گمان خبیثہ کے۔

ورنہ۔۔۔ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

لیکن پھر بھی مسلمانوں کو عقیدۂ شفاعت کی وجہ سے مشرکین مکہ جیسا مشرک کہتے ہیں۔

ابھی ان کے مفتی کا فتویٰ بھی گزرا کہ: "رہا اس (یعنی عموم) کے مخالف قیاس

(النساء:۶۴) کے متعلق مسلک سلف کرام:

ابن کثیر اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں: "اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی گنہگاروں سے ارشاد فرماتا ہے: کہ جب ان سے کوئی غلطی ہو جائے، انہیں چاہیے کہ (وہ آج بھی) رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں الخ"۔۔۔مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے، ان شیخ ابو منصور صباغ بھی ہیں، انہوں نے اپنی مشہور کتاب "الشامل" میں عتبی سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: کہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کی، "السلام علیك یا رسول الله"، میں نے قرآن کریم کی ایک آیت سنی ہے، "ولو انهم اذ ظلموا۔۔۔۔" میں اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں اور آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں شفیع بناتا ہوں، پھر اس نے یہ اشعار کہے۔۔۔۔عتبی کہتے ہیں کہ یہ شعر کہنے کے بعد وہ لوٹ گیا، اور مجھے نیند آ گئی، میں نے خواب میں نبی پاک کی زیارت کی کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے عتبی! جاؤ اعرابی کو خوشخبری دے دو کہ اللہ تعالی نے اسے بخش دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:۲/۳۰۶، تفسیر قرطبی:۵/۲۶۵، الجامع الاحکام القرآن:۵/۲۶۵، البحر المحیط:۳/۲۹۴، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن:۱/۳۹۹، تفسیر نسفی:۳/۲۳۴، در منثور:۱/۵۷۰، شعب الایمان:۳/۴۹۵، المغنی، لابن قدامہ:۳/۵۵۷، امام عز الدین ہدایۃ السالک:۳/۱۳۸۴، ابن جوزی، مثیر الغرام الساکن:۲/۳۰۱، امام صالحی، سبل الہدی والرشاد:۱۲/۳۸۰، امام سمہودی، وفاء الوفاء:۴/۱۳۶۱، امام ابوالیمن ابن عساکر، اتحاف الزائر:۶۹/۶۸، امام ابن نجار، الدرۃ الثمینہ:۲۲۳، شواہد الحق:۶۱، مصباح الظلام:۵۳، علامہ محمد بن موسیٰ مراکشی، القربۃ:۱/۱۶، امام ابن بشکول، الیضاح:۴۵۴، معارف القرآن:۲/۴۵۹ مفتی شفیع دیوبندی، تسکین الصدور ص۳۶۵ سرفراز گکھڑوی دیوبندی)

۞...... مقتدی باللہ کے وزیر ابو شجاع محمد حسین کی دنیا سے رحلت کا وقت آیا، انہوں

نے بھی روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر یہی طریقہ اختیار کیا۔

(مصباح الظلام، (اردو ترجمہ پکارو یا رسول اللہ) :۵۶، امام محمد بن موسیٰ مراکشی)

۞ .... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قبر انور کی زیارت تمام قربتوں سے بڑھ کر اہم ترین قربت ہے ..... پھر آپ کی ذات سے توسل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے حق میں شفاعت طلب کرے"۔ (المجموع:۲۰۲/۸)

۞ .... امام ابن قدامہ فرماتے ہیں: "روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینے والا یہی آیت (نساء:۶۴) پڑھ کر آپ سے شفاعت طلب کرے"۔ (المغنی:۲۹۸/۳)

۞ .... امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "علما نے اس آیت (نساء:۶۴) کا حکم تمام آنے والے امتیوں کے لیے عام سمجھا ہے"۔

(شفاء السقام:۸۱، جواہر المنظم:۶۱، شواہد الحق:۹۳)

اور چونکہ یہ عقیدہ ان بدعتیوں کے دین میں شرکیہ ہے لہذا ہمارے ساتھ ان کے یہ امام ابن کثیر اور دیگر سلف ائمہ بھی مشرک ٹھہرے۔

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف

۞ .... رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ پانچ چیزیں عطا کیں جو سابقہ نبیوں میں سے کسی کو نہیں ملیں، (اُن میں سے ایک) "اعطیت الشفاعة" کہ مجھے شفاعت دے دی گئی۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

اِس فرمان مصطفےٰ کریم ﷺ میں موت و حیات کی کوئی قید نہیں، تو جب آپ ﷺ کو شفاعت دے دی گئی، تو پھر آپ سے طلب کرنا شرک کیسے ہو سکتا ہے؟

لطف کی بات ہے کہ آج بھی مسجد نبوی شریف کی دیوار قبلہ پہ جہاں شافع محشر

ساقی کوثر ﷺ کے اسماء مبارکہ لکھے ہوئے ہیں وہاں آپ کا نام "صاحب الشفاعتہ"، "شفاعت والے" بھی لکھا ہوا ہے۔

❁...... آپ ﷺ نے نابینے صحابی کو جو دعا سکھائی، اس میں یہ الفاظ ہیں: "اللھم فشفعه فی" یعنی اے اللہ! میری اس حاجت کی متعلق اپنے نبی ﷺ کی شفاعت قبول فرما لے۔

❁...... دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں بھی اس روایت کے راوی صحابی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہی دعا سکھائی، اور آپ سے نداء بالغیب، مافوق الاسباب نداء کے ساتھ استمداد اور استشفاء کیا۔ ("مساجد میں استغاثہ" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

نالے حشر دا شافع مندے نیں، نالے آکھن کجھ نہیں کرسکدا
ذرا ویکھو عقل بے عقلاں دی، اقرار وی اے انکار وی اے

"باب فاطمہ" رضی اللہ عنہ: (امام بوصیری پر فتویٰ کفر)

محبوب دو عالم ﷺ کے روضہ (حجرہ) پاک کا آپ کے قدموں کی طرف جو "باب فاطمہ" (رضی اللہ عنھا) ہے، اس کو سنہری تالہ لگا ہوا ہے جس پر آج (۲۰۱۰ء) بھی قصیدہ بردہ کا یہ شعر کندہ ہے: هو الحبيب الذى ترجى شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم

ترجمہ: اے اللہ! وہ جو تیرے محبوب ﷺ ہیں، جن سے شفاعت کی امید کی جاتی ہے، مصیبتوں اور بلاؤں کے وقت، جو اچانک آپڑتی ہیں۔

یہ شعر قصر نجدیت پر صواعق محرقہ کی طرح ہے، کیونکہ یہ عقیدہ ان کے دین میں شرک اکبر سے کم نہیں ہے۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ بعد از وصال آپ ﷺ

کتابوں میں موجود ہے۔ (''شریعت یا جہالت'': ۲۰۱، ۲۰۰، پر بھی کچھ لکھا ہے، اس کتاب پر زکریا کاندھوی تبلیغی کی تصدیق موجود ہے) اور یہ یہود اور خوارج کا طریقہ استدلال ہے، جو اِن نامرادوں کو وِرثہ میں ملا ہے۔

یہود کی اسی بری عادت کی مذمت کی گئی: ''افتؤمنو ن ببعض الکتاب و تکفرون ببعض''، '' کہ کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟۔ (بقرۃ:۸۵)

اور خوارجیوں نے صرف ''ان الحکم الاللہ''؛ ''حکم صرف اللہ کا ہے''۔ (انعام: ۵۷، یوسف:۶۷، ۴۰) کو دلیل بنا کر حضرت علی شیر خدا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفر و شرک کا فتوی لگایا لیکن انہیں آیت، ''واذاحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل'' ۔ (نساء: ۵۸) نظر نہ آئی۔۔۔۔۔۔ گویا: ''میٹھا میٹھا ہپ۔۔۔ کڑوا کڑوا تھو!

تو جس طرح کلمہ شریف میں ''لا الہ''، الفاظ ہونے کے باوجود بھی، الوہیت خداوندی کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ اس سے غیر اللہ سے الوہیت کی نفی کرنا مقصود ہے۔ اور آگے ''الا اللہ'' بھی موجود ہے۔۔۔ اسی طرح اس آیت مقدسہ میں بھی، ''لا املک لنفسی ضرا ولا نفعًا'' سے رحمت دو عالم ﷺ کی نفع بخشی کی نفی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے مقصود کفار کے بطور مذاق و آزمائش مطالبات پر ان سامنے الوہیت اور ذاتی و حقیقی قدرت و اختیار کی نفی کرائی جا رہی ہے: کہ میں اللہ نہیں، رسول اللہ ہوں۔۔۔ میری قدرتیں اللہ تعالیٰ کی چاہت کے تابع ہیں۔ اور ساتھ ''الا ماشاءاللہ''؛ ''مگر جو اللہ چاہے'' ، کے الفاظ کی وضاحت بھی موجود ہے۔ اور جیسا کہ مفسرین کرام نے اس کو استثناء متصل مانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے؛ '' ولسوف یعطیک ربک فترضی

"اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (ضحیٰ:۵)

اور فرمایا: سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ (بقرۃ:۱۴۴) ۔ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

منکرین کی ایسی مت ماری گئی ہے، انہیں عداوت رسول کی شدت میں یہ بھی خیال نہیں رہتا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے نفع رسانی کی نفی کر کے، حقیقت میں خود کو کافروں کی صف میں شامل کر کے اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

کیونکہ وہ تو کفار ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ سے کامل نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ (سباء ۴۲، لقمان ۳۳، ممتحنہ ۳، مدثر ۴۸) جیسے خود لکھا: "اس لحاظ سے آپ ﷺ [illegible] ان (کافروں) کے حفظ وامان کا سبب تھا"۔ (سعودی تفسیر:۴۸۸)

مومنوں کو تو قیامت کے دن صدق وسچائی بھی نفع دے گی۔ (المائدہ:۱۱۹)

اور باپ بیٹے بھی نفع دیں گے۔ (النساء:۱۱، طور:۲۱ وغیرہ)

بچے کے جنازہ پر پڑھی جانے والی دعا میں بھی نفع کا ذکر ہے۔ حتیٰ کہ عام مخلوق بھی نفع دیتی ہے۔ (بقرۃ ۱۶۴، نحل ۵، حج ۲۸، حدید ۲۵)

نجدی مفسر نے خود لکھا کہ وہ بت ہیں جن سے نفع نہیں: "میں تمام بتوں اور معبودوں سے بیزار ہوں۔۔۔ان کے اندر یہ قدرت ہی نہیں کہ کسی کو مافوق اسباب کے طریقے سے نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ (ص:۲۱۶)

ورنہ ایک ایسا انسان جسکو رسول اللہ ﷺ کے طفیل دنیا میں ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہو، قبر وحشر میں آپ کے صدقے سے چھٹکارہ ونجات حاصل ہوگی، اور جنت کا مستحق ٹھہرے گا، کبھی بھی رنگ حرامیوں کی طرح منہ نہیں کھول سکتا کہ آپ ﷺ کے طفیل

کشائی پر قدرت نہیں یا آپ کسی کو کوئی نفع نہیں دے سکتے۔

اور قرآن پاک نے شفاعت کو نفع فرمایا ہے: "ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له "۔(سبا:۲۳)

لہٰذا آقائے دوعالم ﷺ کی نفع رسانی کا منکر درحقیقت آپ کی شفاعت اور رسالت کا منکر ہے، جو کہ زندیق ہے۔

اسی لیے، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۳ھ) فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں آپ ﷺ کو عطا کی ہیں، جس نے یہ گمان کیا کہ آپ عام لوگوں کی طرح ہیں، کسی چیز کے مالک نہیں، آپ سے کوئی نفع نہیں، نہ ظاہری نہ باطنی تو وہ کافر ہے، اس کے لیے دنیا آخرت میں خسارہ ہے"۔(تفسیر صاوی:۱/۱۵۸)

محقق العصر علامہ غلام رسول سعیدی نے اس مقام پر بڑی خوبصورت بات فرمائی: "رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی سے کون انکار کر سکتا ہے، کہ انسان محمد رسول اللہ ﷺ کہے تو جنت کا مستحق ہو جاتا ہے، بلکہ اُس وقت تک کوئی شخص جنت کا مستحق نہیں ہو گا، جب تک محمد رسول اللہ ﷺ۔ اللہ اکبر!

جنکے نام کی نفع رسانی کا یہ عالم ہے، اُنکی ذات کی نفع رسانی کا عالم کیا ہوگا!
اور میں تو یہ کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی کا انکار کرتا ہے وہ آپکا نام نہ لے، اور ہمیں جنت میں جا کر دکھلا دے!"۔(تبیان القرآن:۳/۳۶۷)

آج لے اُنکی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

تضاد ملاحظہ کریں، کہ کئی جگہ آپ ﷺ کی نفع رسانی تسلیم بھی کی۔ لکھا: "جو

پڑھا کریں۔ کہ یہ نفع موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے حاصل ہوا۔

ان لوگوں کی بے دینی وحماقت دیکھیے کہ شیطان مردود کے لیے تو گمراہ کرنے کی قدرت مانتے ہیں۔ (ملاحظہ کریں، سعودی تفسیر: ۱۷۵۷)

مگر رسول اللہ کے لیے ہدایت دینے کی قدرت نہیں مانتے۔

جیسے دیوبندی نجدی زمین کا محیط علم شیطان کے لیے تو نص سے ثابت شدہ مانتے ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا ہی علم ثابت کرنا، شرک سمجھتے ہیں۔

(ملخص، براہین قاطعہ: ۵۱)

منکرین پر سوال:

اگر نجدی یہ کہیں ظاہری حیات میں بھی نفع دیتے تھے اور قیامت کو بھی نفع دیں گے، جبکہ ہماری مراد وصال رسول ﷺ سے لے کر قیامت تک ہے۔ جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: آپ ﷺ کی زندگی میں بھی آپ سے شفاعت طلب کرنا جائز تھی اور قیامت کو بھی جائز ہوگی، کیونکہ آپ کی استطاعت میں تھی اور ہوگی، (یعنی اب اس لیے شرک ہے کہ آپ کی استطاعت میں نہیں)۔

(زیارت مدینہ منورہ، ص ۲۰، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل، الریاض)

ہم کہتے ہیں: کہ یہ آیت (یونس، ۴۹) تو آپ پر ظاہری حیات طیبہ میں نازل ہوئی تھی، نہ کہ وصال کہ بعد، اور نہ ہی اس میں کسی زمانے کی قید ہے، جبکہ یہ لوگ مطلقاً آپ ﷺ سے نفع پہنچانے کی قدرت کی نفی کرتے ہیں۔ (ص: ۵۷۸)

اصل میں ان وھابیوں کی شیطانی توحید کی یہی حقیقت و مجبوری ہے کہ کفار و دشمنان خدا کے متعلقہ آیات کو بنیاد بنا کر اللہ والوں کو بے بس، بے نفع ثابت کرنا، ورنہ

ان کی توحید، شرک کا شکار ہو جاتی ہے۔۔۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔۔۔ اور کافری کیا ہے؟

سچ فرمایا تھا عالم ماکان و مایکون ﷺ نے: "یتلون کتاب الله رطبا لا یجاوز حناجرهم"، وہ (گمراہ ٹولہ) کتاب اللہ کی تلاوت سے زبان تر رکھے گا، لیکن قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا (یعنی فیضان سے محروم رہیں گے)۔ (بخاری، کتاب المغازی)

؎ مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں، ہست حُبِّ رحمۃ للعالمین

صحابہ کرام وصالِ رسولِ کریم ﷺ کے بعد بھی آپکو نفع رساں، مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے تھے۔ ("یا محمد یا رسول اللہ"، "فوت شدہ کا وسیلہ" عنوانات ملاحظہ کریں)

نجدی مردہ مولویوں اور کتابوں کا نفع رساں ہونا:

ایک نجدی نے لکھا: "فاضل مؤلف (کی) اس کوشش کو نفع مند بنادیں"۔

(حقیقت توحید:۸)

ایک کتاب کا نام ہی "مفید مجموعہ"، (یعنی فائدہ پہنچانے والا) مجموعہ رکھا۔ (الریاض)

ایک جگہ لکھا: "جو (کتابچہ) ائمہ مساجد۔۔۔ ہر عام خاندان۔۔۔ طالب علم کے لیے، مفید ثابت ہو"۔ (اہم دروس:۳، مطابع المجتبیٰ الریاض، مترجم عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز (نجدی))

صالحین کے متعلق تو لکھا: "فوت شدہ اولیاء نفع نہیں پہنچا سکتے"۔ (ص:۲۸)

جبکہ اپنے مفتی کے متعلق لکھا: "شیخ عبدالعزیز بن باز، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، اور ان کے اجر و ثواب کو عظیم بنائے، اور ان کی ذات سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے"۔

(ایضاً، اہم دروس:۵، عبدالعزیز بن باز (نجدی))

اس مفتی کے مرنے کے بعد بھی اس کی تصانیف سے پوری دنیا کی نجدی نفع حاصل کر

رہے، جو کہ اس کی ذات ہی سے نفع ہے۔

تقویۃ الایمان کے متعلق لکھا: ”کہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے“۔ (تقویۃ الایمان: ۵، مکتبہ خلیل)

قاضی شوکانی کی دورنگی، اور عداوت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ ضرر دے سکتا ہے نہ نفع، اگر رسول اللہ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(بخاری: ۱۵۹۷، مسلم: ۱۲۷۰، ابوداود: ۱۸۷۳، ترمذی: ۸۶۰، نسائی: ۲۹۳۷، ابن ماجہ: ۲۹۴۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن حجر اسود اس حال میں آئے گا، کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھ رہا ہوگا، اور اس کی ایک زبان ہوگی جس سے کلام کرے گا، اور یہ ان لوگوں کے حق میں گواہی دے گا جو اس کی حق کے ساتھ تعظیم کریں گے۔

(ترمذی: ۹۶۱، ابن ماجہ: ۲۹۴۴، مسند احمد: ۱/۲۴۷، دارمی: ۱۸۴۶)

قاضی شوکانی نے اپنی تفسیر میں (جو سعودی تفسیر کا بنیادی ماخذ ہے)، (یونس: ۴۹) کے تحت رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی کی مطلقاً نفی کر دی۔ (فتح القدیر: ۲/۶۳۱)

اور دوسری طرف حضرت ابن عباس کی روایت کی وجہ سے ”کہ حجر اسود قیامت کو نفع دیگا“۔ حجر اسود کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے حضرت عمر کے قول کہ ”حجر اسود تو ایک پتھر ہے، ضرر اور نفع نہیں دے سکتا“۔ میں بالذات کی قید لگائی، کہ عمر فاروق کا مقصد یہ تھا کہ حجر اسود بالذات (ذاتی طور پر) نفع اور ضرر نہیں دے سکتا، مگر چونکہ قیامت کو

اللہ چاہے گا، لہٰذا وہ پتھر نفع دے گا۔ (نیل الاوطار ج ۱۲:۳:۶)

ایک جگہ میت کے لیے ایصال ثواب کا، چاہے تلاوت قرآن ہو، نفع بخش ہونا لکھا۔ (ایضاً ۳:۴/۹۹)

ہم پوچھتے ہیں، کہ اگر حجر اسود قیامت کو اپنی تعظیم کرنے والوں کو نفع دے گا، ایصال ثواب نفع بخش ہو سکتا ہے، تو کیا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر جنت کا حقدار بننا، نفع نہیں ہے؟ ۔۔۔ کیا قیامت کو آپ کا شفاعت کرنا نفع نہیں؟

یقیناً ہے، تو پھر آپ کے لیے اس آیت میں بالذات کی قید کیوں لگائی گئی، اور آپ کی نفع رسانی کا مطلقاً انکار کیوں کیا گیا؟

دال میں کچھ ضرور کالا کالا ہے۔ جس کو قرآن نے "فی قلوبھم مرض" کہ ان کے دلوں میں مرض ہے، کہا ہے۔

نور الٰہ کیا ہے؟ محبت حبیب کی
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے

اگر دل میں محبوب خدا کی عزت و عظمت کا کچھ بھی لحاظ ہوتا، تو امام الوہابیہ قاضی شوکانی کبھی بھی یہ دورخی اختیار نہ کرتے۔

میں کہتا ہوں اصل میں معاملہ کچھ اور ہے، اور وہ یہ ہے کہ حجر اسود صرف اس کی گواہی دے گا، جو دنیا میں اس کی تعظیم کرے گا۔ اور کیونکہ ان لوگوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم نہیں کی، بلکہ حتی المقدور بے ادبیاں کرتے رہے، جس سے ان کو یقین ہو گیا ہے کہ اب ہمیں آپ کی شفاعت نصیب نہیں ہو سکتی، جو کہ یقیناً نفع ہے۔

اس وجہ سے یہ منکر کہتے ہیں: "کیا آپ ﷺ نافع اور ضرر دینے کی قدرت نہیں

رکھتے"۔ اور اس سے مراد "اہلسنت" نہیں ہوتے، بلکہ صرف "وہابی" ہوتے ہیں۔ یعنی اب نجدیوں کو بے ادبیاں کرنے کی وجہ سے آپ ﷺ سے کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔

؎ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے، قیامت میں اگر مان گیا

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۲۹

فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ شیطانی فلسفہ، مشرکوں کا فعل ہے؟:

الآیۃ: "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" اور اس کی طرف وسیلہ اختیار کرو۔ (مائدہ:۳۵)

کے تحت لکھا: "جاہلوں نے اِس حقیقی وسیلہ (اعمال صالحہ) کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون لوگوں کو اپنا وسیلہ سمجھ لیا ہے، جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں۔ (ص:۳۰۰)

مزید لکھا: "سنت یہ ہے کہ کسی کا وسیلہ اختیار نہ کیا جائے"۔ (ص:۲۰)

صالحین کے وسیلے کو شیطانی فلسفہ کہا۔ (ص:۵۶۸)

بزرگوں کے وسیلہ کو مشرکین کا طریقہ کہا۔ (ص:۵۶۶، ۷۴۶، ۱۲۹۱، ۱۳۲۵)

فوت شدہ صالحین کو بے علم اور بے نفع کہا۔ (ص:۷۴۸، ۱۲۲۲، ۱۲۲۴)

اللہ تعالیٰ اور قبور صالحین کا مقابلہ کروایا۔ (ص:۷۴۷)

ایک جگہ لکھا: امت شرک میں پھنسی ہوئی ہے، اللہ کی طرف رجوع کی بجائے، فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (ص:۵۶۹)

لکھا: اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں نے کسی فوت شدہ بزرگ، ولی یا نبی کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو۔ (ص:۹۵۷)

نجدیوں کا اہل سنت پر بہتان:

اہلسنت کا موقف یہ ہے، کہ ارکانِ اسلام، اطاعتِ خداوندی اور اعمال سے کنارہ کش اور بے پرواہ ہو کر حاجاتِ دنیوی اور نجات اخروی کے لیے، صرف صالحین کے وسیلے کو کافی جان لینا، لائق تحسین نہیں، اور خود کو دھوکے میں رکھنا ہے، اور وہ بندہ قابل سزا ہے۔

لہٰذا وحابی مولوی عوام کو گمراہ کرنے کے لیے ایک چال چلتے ہیں، کہ اہلسنت خدا تعالیٰ کے قرب، دعا کی قبولیت اور طلب حاجات میں صرف صالحین کے وسیلے کو ضروری سمجھتے ہیں، کہ اسکے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے، اور عوام کو بے عملی پر اکساتے ہیں۔۔۔ جبکہ یہ اہلسنت پر صریح بہتان ہے۔

محقق العصر علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ اِسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"جس چیز سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (صحاح جوہری: ۱۸۴۱/۵) ایمان، اعمال صالحہ، فرائض کی ادائیگی، اتباع سنت، اور محرمات و مکروہات سے بچنا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کا عہد کرتا ہے، جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے، اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے، اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؟ شاہ ولی اللہ دہلوی "قول جمیل" میں لکھتے ہیں؛ کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ ("وکونوا مع الصادقین" (توبہ: ۱۱۹) بھی اس مفہوم کی تائید اور اس آیت کی تفسیر کرتی ہے) اور اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں: اہل سلوک اس آیت کو راہِ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں، اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے

ہیں، اسی بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے، اور اللہ تعالی نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے، اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔(صراط مستقیم:۵۰)"۔(انوار بیان القرآن:۱۷۹)

اہلسنت کے ہاں وسیلے کی قسمیں:

ہمارے ہاں وسیلہ کی تین صورتیں ہیں۔۱: خدا تعالی کے اسماء وصفات کا وسیلہ

۲: اپنے نیک اعمال کا وسیلہ۔

۳: صالحین کی ذوات کا وسیلہ، عام اس سے کہ وہ ظاہری حیات کیساتھ زندہ ہوں یا فوت شدہ۔(ملخصا "اسلامی عقائد":۱۶۹، مترجم علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

پہلی دو صورتیں تو منکرین کے ہاں بھی جائز ہیں، انکو جلن صرف تیسری صورت سے ہے۔لہٰذا اس نجدی کا یہ لکھنا: "جاہلوں نے اس حقیقی وسیلے کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون لوگوں کا اپنا وسیلہ سمجھ لیا ہے"۔

یہ اہلسنت کی جہالت نہیں، بلکہ خود ان لوگوں کی، مسلک اہلسنت سے جہالت کا ثبوت ہے۔

نجدی شریعت اور محمدی شریعت:

نجدی مفسر نے لکھا: "فوت شدہ صالحین کے وسیلے کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں۔

(ص:۳۰۰)

ہم کہتے ہیں ہاں! شیخ نجدی کے دین میں واقعتاً اسکی کچھ بنیاد نہیں۔

اس مسنون وسیلے کو شیطانی فلسفہ کہنا، خود شیطانی فلسفہ ہے۔۔۔مشرکانہ فعل کہنا، بیہودانہ فکر، بے دینی اور غلو فی الدین ہے۔

یہ لکھنا کہ: "سنت یہ ہے، کہ کسی کا وسیلہ اختیار نہ کیا جائے"۔ (ص: ۷۰)

اسکے متعلق بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ ہاں! شیخ نجدی، قاتل المسلمین کی سنت یہی ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے خود اپنا وسیلہ اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

(جس کی "مسجد میں استغاثہ" عنوان کے تحت وضاحت کر دی گئی)

یہ لکھنا کہ: "اللہ تعالی نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں نے کسی فوت شدہ بزرگ، ولی یا نبی کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو" (ص: [illegible])

ہم کہتے ہیں کہ منع اور نفی کہاں فرمائی؟ ۔۔۔ پھر وسائل یعنی مقربین کو بے نفع اور بے علم کہنا، ان کی بے ادبی اور دریدہ شفاعت کا انکار [illegible] کے یہ سارے بکواسات، منہج صحابہ و سلف سے انحراف اور اتباع [illegible] ہے۔

درحقیقت۔۔۔ "هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین"۔

عمر فاروق کو بدعتی کہنے والوں کا آپ پر بہتان، اور آپکی پناہ لینا

اگر ہم ان ائمہ سے مقلدین یا تمام نہاد غیر مقلدین سے مطالبہ کریں، کہ جس وسیلے کی تم نے اتنی مذمت کی ہے، مشرکوں کا فعل اور شیطانی فلسفہ قرار دیے ہو۔ وہ کونسی آیت یا حدیث ہے، جسمیں اسکی اتنی شدید برائی اور ممانعت آئی ہے۔۔۔ کیوں کہ شریعت تمہاری خواہش و مرضی کا نام نہیں!

لہذا کسی فعل خاص کو شرک و حرام ثابت کرنے کے لیے محض تاویلات رکیکہ اور توجیہات بعیدہ۔ (جیسے خود لکھا ص: ۷۰) اور گمان فاسدہ سے کام نہیں چلتا، بلکہ صریح نص کی ضرورت ہوتی ہے، جو انشاء اللہ، تم کبھی بھی پیش نہیں کر سکتے۔

اور پھر طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں امام [illegible] کی پیروی کر کے

(شرفیہ، فتاویٰ ثنائیہ، ج ا، ص ۲۱۶)

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بدعتی اور قرآن وسنت کا مخالف کہنے والوں کو۔

(طریق محمدی، ص ۷۸، ۱۹۱، الاستفاد الرجیع، ص ۹۲)

(ذاکر نائیک نے بھی عمر فاروق کو دبے لفظوں میں قرآن وسنت کا مخالف ثابت کیا۔ (سی، ڈی)

اور غیر اللہ کی پناہ کو شرک کہنے والوں کو۔ (کشف الشبہات، از شیخ نجدی) جب وصال یافتہ بزرگوں کے وسیلے کو شرک کہنے کے لیے کوئی بھی دلیل نہ ملی۔ تو پھر انہیں وصال یافتہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دامن میں ہی پناہ لینی پڑی۔ اور انہوں نے اپنا یہ عقیدۂ فاسدہ عمرِ فاروقِ جیسی مقدس ہستی پر تھوپ دیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ پر یہ بہتان باندھا، کہ آپ رضی اللہ عنہ وصالِ مصطفےٰ کے بعد آپ ﷺ کا وسیلہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

منکرین کہتے ہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے وصالِ رسول ﷺ کے بعد آپ کے چچا حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا۔ (بخاری، کتاب الاستسقاء) جس سے ثابت ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ اب آپ ﷺ کا وسیلہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

فوت شدہ بزرگوں کے وسیلے وشفاعت کو شرک کہنے کی کوئی دلیل نہیں:

ہم سے ہر معمول اہلسنت کی خاص ہیئت کے متعلق صریح دلیل کا مطالبہ کرنے والے، ذرا خود ہی انصاف سے کام لیں، کہ اِس حدیث شریف میں وہ کون سا لفظ ہے؟ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمر فاروق بعد وفات آپ ﷺ کے وسیلے کو صرف ناجائز ہی نہیں، بلکہ معاذ اللہ! شرک سمجھتے تھے۔ یقیناً کوئی نہیں! تو یہ ان لوگوں کا اپنا گمانِ باطل

ہے۔ یا پھر اپنے کو اہلِ حدیث کی بجائے، اہلِ قیاس کہلوایا کریں۔

لہٰذا وہ اپنا دعوی سچ ثابت کرنے کو، کوئی ایک صریح نص پیش کریں، جس میں ان کے دعوے کے مطابق کم از کم ایک لفظ ہی ہو۔ (یہی بات وحید الزماں وغیرہ کے حوالے سے آرہی ہے)

۲: اِس حدیث پاک میں "کنا نتوسل" کے الفاظ ہیں، جو ماضی استمراری ہے، جو اِس فعل کے گزشتہ زمانہ میں ہمیشہ جاری رہنے پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کا صاف یہ مطلب بنتا ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات مقدسہ میں اور بعد وصال مصطفی ﷺ سے لے کر آج تک بھی ہم، صرف تمہارے نبی ﷺ کے وسیلے سے ہی دعا کرتے آرہے ہیں۔ لیکن آج ہم بالواسطہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تیرے نبی ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ تیرے نبی ﷺ کے چچا ہیں۔ لہٰذا یہ دوہرا وسیلہ ٹھہرا۔ (اشرفعلی تھانوی نے بھی یہی شرح کی ہے۔ (نشر الطیب: ۳۰۲)

مسلکِ سیدنا فاروق اعظم:

۳: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کا وسیلہ پکڑنے کے بعد جو خطبہ دیا۔ فرمایا: "اے لوگو! حضور نبی کریم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایسے ہی سمجھتے تھے، جیسے بیٹا باپ کو۔ آپ ﷺ ان کی تعظیم و توقیر کرتے تھے، اور اِن کی قسموں کو پورا کرتے تھے: "فاقتدوا ایها الناس، برسول الله ﷺ فی عمه العباس، واتخذوه وسيلة الى الله فيما نزل بكم"۔

ترجمہ: "اے لوگو! تم بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو، اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ، تا کہ وہ تم پر بارش

برسائے"۔ (مستدرک للحاکم:۳/۳۷۷، الاستیعاب:۳/۹۸، جامع الصغیر:۱/۳۰۵، سیر اعلام النبلا:۲/۹۲، فتح الباری:۲/۴۹۷، مواھب الدنیہ:۴/۲۷۷، شفاء السقام:۱۲۸، تحفۃ الاحوزی:۹/۳۲۸، فیض القدیر:۲۱۵۵، السنۃ للخلال:۱/۹۱، کرامات اولیاللا لکائی:۱/۱۳۵، الدعاء للطبرانی:۲/۳۳۰، ۲۰۷)

اس روایت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خود اپنے مقصد اور عقیدے کی وضاحت فرمادی، کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرنے کی غرض سے حضرت عباس کو وسیلہ ٹھہرا کر ان کی تعظیم کرنا چاہتے تھے، نہ کہ وہ بعد وصال رسول خدا ﷺ کے وسیلے کو دہابیوں کی طرح شرک سمجھتے تھے۔۔۔ھذا بھتان عظیم!

ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خود بھی دعا کی: اے اللہ! اس قوم نے تیرے نبی کے ساتھ میرے تعلق کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ (فتح الباری:۲/۴۹۷، عمدۃ القاری:۷/۳۲)

حافظ ابن عبدالبر کی روایت میں، حضرت عمر کے اگلے الفاظ یہ ہیں: "(اے اللہ!) حضرت عباس کے متعلق اپنے نبی کی رعایت فرما، جیسے تو نے ان دو بچوں کے (خزانے کی) ان کے باپ کی نیکی کی طفیل حفاظت فرمائی"۔ (استیعاب:۳/۹۹)

منکرین اب تو تعصب اور ضد چھوڑ کر، وضاحت اور اتباع حق کی غرض سے ذرا غور کریں، کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس وسیلہ کی وجہ اور سبب ارشاد فرمادیا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قبر النبی ﷺ کے پاس روتا دیکھا، (جو یقیناً غمگسار عالم ﷺ کو داستان غم سنا رہے تھے)، مگر ان پر شرک کا فتوی نہیں لگایا۔ (ابن ماجہ: کتاب الفتن، مستدرک للحاکم:۱/۳۲، طبرانی کبیر:۲۰/۱۵۳)

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ دعا مانگنا: اے اللہ مجھے اپنے رستے میں شہادت اور اپنے نبی کے شہر میں مدفن عطا فرما۔ (بخاری، تاریخ الخلفاء)

قاضی شوکانی نے کہا: کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ، امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا موقف یہ ہے، کہ (مکہ معظمہ سے) مدینہ منورہ افضل ہے۔ (نیل الاوطار: ۵/۹۹)

ایسے ہی جب بوقت وصال پہلوئے حبیب ﷺ میں دفن ہونے کی [illegible] صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مل گئی تو فرمایا: اس مقام سے زیادہ میرے [illegible] جگہ (مدفن کے لیے) اہم نہیں تھی۔ (بخاری: کتاب الجنائز)

اس سے بھی وضاحت ہوتی ہے، کہ آپ بعد وصال بھی [illegible] کے وسیلے سے برکت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

یہ بھی فاروق اعظم کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کے صاحبزادے عبد اللہ رضی اللہ عنہما جب بھی کہیں سفر کا ارادہ کرتے تو پہلے مسجد نبوی میں جا کر نوافل ادا کرتے پھر قبر انور پر حاضر ہو کر یوں سلام عرض کرتے "السلام علیک یا رسول اللہ" (ایک روایت میں ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ قبر انور پر رکھ کر سلام عرض کرتے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۹۹۲؛ شفاء ۲/۵۸۹)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۸، مصنف عبد الرزاق ۳/۵۷۶، سنن کبریٰ للبیہقی ۵/۲۴۵، طبقات الکبری لابن سعد ۴/۱۵۶)

بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت آدم علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روایت کرنے سے بھی عمر فاروق کے عقیدے کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

وحید الزماں، قاضی شوکانی وغیرہ کا فیصلہ (اجماع امت)

وحید الزماں حیدر آبادی جو کہ غیر مقلدین حضرات کے مجتہد اور مترجم ہیں، فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ اختیار کرنے کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "کہ جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلے کا جواز ثابت ہے، تو اسکو زندوں کیساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کی تھی، وہ نبی ﷺ کے وسیلے سے ممانعت پر دلیل نہیں، انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے اِس لیے دعا کی، تا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لوگوں کیساتھ دعا میں شریک کریں۔ اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔۔۔۔۔ کاش میری عقل اِن منکرین (غیر مقلدین، دیو بندی حضرات) کے پاس ہوتی، کہ جب کتاب و سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمالِ صالحہ کا وسیلہ جائز ہے، تو صالحین کا وسیلہ (ظاہری حیات اور باطنی حیات میں) بھی، اِسی پر قیاس کیا جائے۔

امام حاکم اور امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اُس دعا کو روایت کیا ہے: "اے اللہ میں تجھ سے بحق محمد ﷺ سوال کرتا ہوں (اسکی مزید وضاحت آگے آرہی ہے)۔

علامہ سبکی نے کہا: کہ آپ ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے: کہ نبی ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آہ و زاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، (گویا کہ

بھی ثابت ہو جائے، تو اُس پر بھی ان کو بلا توقف شرک کا فتویٰ لگا دینا چاہیے۔ اور اس کی تصانیف کی اشاعت وغیرہ بھی بند کر دینی چاہیے۔ اور اعلانیہ طور پر اس سے برأت کا اظہار کر دینا چاہیے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں، کہ یہ لوگ کبھی بھی ایسا نہیں کرتے۔ تو یقیناً یہ انکی منافقت، اہلسنت سے بے جا عداوت، تفرقہ پسندی اور فتنہ بازی ہے۔

اجماع کا مخالف، اور وسیلے کا پہلا منکر کون؟:

ابھی آپ نے وحید الزماں کی زبانی "علامہ قسطلانی" کے حوالے سے اِس مسئلہ پر اجماعِ سلف ملاحظہ کر چکے، اور یہ بھی کہ اِس اجماع کو توڑنے والا پہلا شخص وہابیوں کے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ ہیں۔ ("ابن تیمیہ کا تعارف" عنوان ملاحظہ کریں)

فاروقی دور میں صحابی کا قبرِ رسول پر حاضر ہوکر استغاثہ کرنا: (اجماعِ صحابہ)

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کے مقصد کی وضاحت، مستدرکِ للحاکم، اور وحید الزماں کے حوالے سے آپ ابھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب مزید ایسی روایت ملاحظہ فرمائیں جسمیں، اہلسنت کے موقف کو انتہائی صراحت کیساتھ فاروقِ اعظم اور باقی صحابہ کرام کی تائید حاصل ہوتی ہے اور آپکا مسلک بھی واضح ہو جاتا ہے۔

آپ کے وزیرِ خزانہ مالک الدار راوی ہیں کہ آپ کے دورِ خلافت میں جب قحط پڑا تو ایک شخص (صحابی بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ: فتح الباری) قبرِ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ" استسقِ الله لامتك فانهم قد هلكوا"، اے

اللہ کے رسول! اللہ تعالی سے اپنی امت کے لیے بارش طلب کریں، کیوں کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی خواب میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور (علوم غیب میں سے ایک علم و رسول اللہ ﷺ (مکان ۳۲) کی خبر دیتے ہوئے) فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، انہیں خوشخبری دو کہ بارش آ رہی ہے۔ اور اس سے کہو کہ تم سے کام لیا کرو۔ (یہ رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت کے اعمال پر شاہد ہونے کی دلیل ہے)

جب بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سارا واقعہ پیش کیا تو (آپ نے نہ تردید کی اور نہ ہی شرک کا فتوی لگایا بلکہ) رو پڑے اور کہا: اے میرے رب میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں، جس سے [illegible] ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۳۵۶۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۶۴۔ دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۴۷ فتح الباری، ج ۲ ص ۴۹۵ امام عسقلانی نے سند کو صحیح کہا۔ البدایہ [illegible] ابن کثیر نے بھی [illegible] کے دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۴۷) حوالے سے ذکر کر کے اسکو صحیح قرار دیا۔ کتاب [illegible] ابن عساکر نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے ص ۹۰۔ [illegible] الصراط المستقیم [illegible])

ابن کثیر اور ابن حجر جیسے دو عظیم محدثین کی تصحیح کے بعد، اب نہ کسی تردید و حیلہ بہانہ کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی تفرقہ باز اور جدید لوگوں کے اعتراض کی کوئی حیثیت ہے۔

۳۔ نیز حافظ ابن کثیر نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (۱۸ ہجری میں) جب عام قحط پڑ گیا، تو حضرت بلال بن حارث کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ بکری ذبح کریں۔۔۔۔ انہوں نے کہا انمیں کچھ (گوشت) نہیں ہے۔ گھر والوں کے اصرار پر جب انہوں نے بکری کو ذبح کیا تو اسکی ہڈیاں سرخ

تھیں، (گوشت کا نام بھی نہیں تھا) تو انہوں نے (بے چینی کے عالم میں) پکارا: یا محمداہ!۔

خواب میں عزیز ورحیم نبی ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر کو میرا اسلام کہو، اور کہنا کہ میرا عہد تمہارے ساتھ پورا ہونے والا ہے، اس کی گرہ سخت ہے۔ اے عمر! تم سمجھداری سے کام لو، اے عمر! تم سمجھداری سے کام لو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز استسقاء پڑھی۔ (البدایہ: ۵/۱۶۷، الکامل فی التاریخ: ۲/۱۸۹، المنتظم لابن الجوزی: ۴/۱۵۷)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت میں یہ تصریح ہے، کہ قحط کے ایام میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر، آپ ﷺ کو "یا رسول اللہ" کے الفاظ سے پکارا۔ آپ ﷺ نے انکو بارش کی خوشخبری دی۔ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے وہاں موجود صحابہ میں، رسول اللہ ﷺ کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا، تمام صحابہ نے تائید کی اور اس پر عمل کیا۔

جبکہ سعودی مفسر لکھتا ہے: "امت شرک میں پھنسی ہوئی ہے، کہ مصائب میں اللہ کی طرف رجوع کی بجائے فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں"۔ (ص: ۵۶۹)

مزید لکھا: "اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا: کہ میں نے کسی فوت شدہ بزرگ، ولی یا نبی کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو"۔ (ص: ۹۵۷)

اور لکھا: آج کا مسلمان ۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان مشرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان "مشرک مسلمانوں" نے شرک کو پتھر کی مورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے، کہ صرف وہی مشرک ہیں۔ جب کہ یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں جو پتھر کے پجاری اپنی مورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص: ۲۳)

صحابہ کرام کے متعلق کیا فتوی ہے؟ ہم نے تو یہ دین انہیں سے سیکھا ہے۔

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا، کہ وصال کے بعد رسول اللہ ﷺ سے استمداد اور استغاثہ پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔ اور یہ بھی کہ آپ ﷺ صرف جنت میں ہی زندہ نہیں، جیسے منکرین چکر دیتے ہیں، بلکہ حقیقی حیات کے ساتھ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور اپنی امت کے احوال پر مطلع ہیں۔ اسی کو حاضر و ناظر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس صحیح روایت میں مصائب و آلام میں وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے جواز کی قوی اصل ہے۔

بعد وصال مصطفی ﷺ پریشانیوں اور مشکلات میں آپ ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر، یا دور سے آپ ﷺ کو پکارنے کے متعلق صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں کے متعدد واقعات ہیں۔ بقول امام محمد بن موسی المراکشی (۶۸۳ھ) "اگر اس قسم کے واقعات جمع کیے جائیں تو ان کا احاطہ کرنے میں قلمیں گھس جائیں گی، دواتیں خشک ہو جائیں گی، رجسٹر اور کاپیاں ختم ہو جائیں گی۔" (مصباح الظلام اردو: ۱۳۲)

جن سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس عقیدے اور طریقے کا صحابہ کرام سے لے آج تک مسلمانوں میں عام رواج اور اتفاق ہے۔ ایک بڑا رقت انگیز اور نجدیت سوز واقعہ ملاحظہ کریں۔ ایک دن گورنر مدینہ مروان، قبر النبی ﷺ پر آیا، اور دیکھا کہ ایک شخص اپنا چہرہ روضہ مقدسہ پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے اس شخص سے کہا، تمہیں کچھ معلوم بھی ہے یہ کیا کر رہے ہو؟

جب اس آدمی نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا، بلکہ میزبان رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: "جئت رسول

اللہ ﷺ ولم آتِ الحجرَ (ولا الحَجَر)"، "میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا ہوں کسی پتھر، یا کسی بے جان چیز کے پاس تو نہیں آیا!"۔ (مستدرک ۵۱۵/۴، مسند احمد ۴۲۲/۵۔ مجمع الزوائد ۵/۴۔ اس رویت کو امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا۔ جبکہ حافظ ہیثمی نے کہا: کہ اسے کسی نے بھی ضعیف قرار نہیں دیا)

سعودی تفسیر کی عبارت پھر ملاحظہ کریں: "امت کے شرک میں پھنسے ہوئے ہیں ،اللہ کی طرف رجوع کی بجائے، فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں"۔ (ص:۵۶۹)

تو کیا صحابہ کرام بھی شرک میں پھنسے ہوئے تھے؟ استغفر اللہ!

یہ بے ادب اور گستاخ لوگ قبر النبی ﷺ اور دیگر صالحین کی قبور سے برکت حاصل کرنے کو شرک وعبادت، اور قبور صالحین کو "بت" یعنی پتھر کی مانند، اور زائرین کو پجاری کہتے ہیں۔

ایک نجدی لکھتا ہے: "آج کے دور میں کچھ دوسرے بت بھی سامنے آگئے ہیں، جنہیں عموماً قبر، مزار، مشہد، دربار اور درگاہ وغیرہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔۔۔"۔

(اسلام میں شفاعت کا مفہوم: ۱۳۶، دعوۃ وارشاد الریاض)

یہ وہابیوں کی کذب بیانی ہے کہ صحابہ کرام نے کبھی بھی قبر الرسول ﷺ پر حاضر ہو کر آپ سے توسل واستمداد نہیں کی۔ (ایضا: ۱۳۹، حقیقت توحید: ۶۰)

ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا: "شفاعت طلب کرنے کے لیے، کسی قبر کا قصد کرنا، عبادت وشرک ہے"۔ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم ملخصا: ۱۵۴، مجموع الفتویٰ ۳۱۲/۱۴)

صحابہ کرام کے بعد بھی مسلمانوں کا معمول تھا، کہ وہ جب مغموم و پریشان ہوتے، تو عزیز وحریص ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر آپ کو درد غم سنا کر دل کو تسکین

دے لیتے۔ اور اس دور میں شرک کی تہمت لگانے والی اس خارجی پارٹی کا نام ونشان تک بھی نہ تھا۔

حضرت محمد بن منکدر جو تابعی ہیں اور امام مالک اور امام اعظم رضی اللہ عنہم جیسی شخصیات کے استاذ ہیں۔وہ روضہ رسول پر چہرہ رکھ لیتے۔جب وجہ پوچھی گئی،تو فرمایا: جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے: "استنعت بقبر النبی ﷺ" تو میں قبر رسول ﷺ سے مشکل کشائی چاہتا ہوں۔(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۵۹/۶، بیروت)

امام القراء امام ابوبکر بن المقری فرماتے ہیں: کہ میں امام طبرانی اور ابوالشیخ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے دربار انور پر حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی، آپ ایک علوی کو خواب میں اور کہا میرے مہمانوں کی تواضع کرو۔

(ایضاً: ۴۰۰/۱۶، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ۱۵۱/۳، تاج الدین سبکی)

خطیب بغدادی نے جید سند کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مشہور قول نقل کیا ہے: "عراق میں قیام کے دنوں جب بھی کوئی مشکل آتی، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہو کر آپ کے وسیلے سے دعاء کرتا تو مشکل حل ہو جاتی۔(تاریخ: ۱۲۳/۱)

ثمرقند کے قاضی نے ایک صالح کے مشورے سے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضری ہو کر ان کے وسیلے سے بارش مانگی، تو فوراً بارش برس پڑی۔(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۳۴/۱۔ارشاد الساری: ۲۷/۱)

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قسطنطنیہ کی سرحد پر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، قحط میں اہل روم اس قبر پر بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔(عمدۃ القاری: ۱۹۸/۱۴)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے متعلق کہتے ہیں: "معلوم الی الیوم معظم یستسقون به، فیسقون"، "آج تک ان کی قبر مشہور و باقی ہے (چونکہ اس وقت قبریں مٹانے والی نجدی کمپنی ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی) اور اس کی تعظیم بھی کی جاتی ہے، اور قحط میں جب ان کے وسیلے سے بارش مانگی جاتی ہے، تو بارش برس پڑتی ہے"۔ (الاستیعاب، اوسط الغابہ: ۱/۶۵۳، ابن اثیر جزری، م ۶۳۰ھ)

یہ ہے وہ دین جو صحابہ سے تابعین نے ان سے ساری امت نے سمجھا ہے، مگر یہ سب کچھ شیخ نجدی کے دین میں شرک اکبر ہے۔ ہمارے لیے پوری امت کو مشرک ماننے سے، ان مٹھی بھر نجدیوں کو گمراہ و بے دین مان لینا آسان ہے۔

ایک دردمند مبلغ و مصلح کا حسین انداز:

حضرت محمد بن اسحاق ثقفی فرماتے ہیں: میں نے ابو اسحاق قُرشی کو بیان کرتے سنا: کہ یہاں مدینہ پاک میں ایک آدمی تھا، جب بھی وہ کوئی ایسی برائی دیکھتا جسے وہ اپنے ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ رکھتا تھا، "اتی القبر"، تو وہ حریص نبی ﷺ کی قبر انور کے پاس آتا، اور یوں عرض کرتا:

ـ ایا قبرالنبی وصاحبیه الا یا غوثنا لو تعلمونا

"اے صاحب قبر!، اور آپ کے دونوں رفقاء!، اور اے ہمارے "فریاد رس" کاش آپ ہماری حالت زار پر نظر کرم فرمائیں"۔ (شعب الایمان للبیھقی: ۳/۴۹۵، حاشیہ مصباح الظلام اردو: ۱۴۴)۔ (مزید روایات، "مسجد میں استغاثہ"، "شفاعت" اور "اغثنی یارسول اللہ" کے عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں)

نجدی پانچ نمازیں پڑھ کر بھی مشرک کیوں نہیں؟:

اللہ تعالیٰ نے تو نبی کریم ﷺ کو شب معراج پچاس (۵۰) نمازیں عطا فرمائیں تھیں۔ پھر اپنی حکمت کاملہ سے، ایک وصال یافتہ نبی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے پینتالیس (۴۵) معاف کر دیں، اور پانچ (۵) باقی رہنے دیں۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ: ۳۴۹، مسلم: ۱۶۳، نسائی: ۱۳۹۹)

چونکہ ان نجدیوں کے دین میں فوت شدہ کا وسیلہ اور امداد شرک اکبر ہے۔

جیسے یہ بھی لکھا: "فوت شدہ اشخاص نفع نہیں پہنچا سکتے"۔ (ص: ۲۴۷)

لہٰذا یہ لوگ پانچ نمازیں پڑھ کر مشرک ٹھہرے تجدید ایمان و نکاح کریں [illegible]

پچاس نمازیں پڑھا کر کے توحیدی ہونے کا مظاہرہ کریں۔

ایک ہی دن میں چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ ان شاء اللہ!

یا پھر فوت شدہ کا وسیلہ اور امداد و نفع بخشی کو تسلیم کریں۔

اگر کہیں کہ یہ معجزہ ہے تو ہم کہتے ہیں، کہ کیا معجزہ کی صورت میں شرک توحید بن جاتا ہے؟۔۔۔ دلیل پیش کریں؟

امام علی رضا کے مزار سے استعانت:

ابوبکر محمد بن مؤمل کہتے ہیں: امام بخاری کے استاد امام المحدثین ابو بکر بن خذیمہ رحمۃ اللہ علیہما نے اہل بیت کے آٹھویں امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مزار پر محدثین کی ایک پوری جماعت کے ساتھ حاضری دی، اور ہم نے آپ کو قبر انور کی اتنی قدر تعظیم کرتے اور عاجزی کرتے دیکھا کہ ہم حیران رہ گئے۔ (تہذیب التہذیب ۴/۲۵۶)

امام محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: میں نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی قبر کی

بہت دفعہ زیارت کی، طوس میں قیام کے وقت مجھ پر جب بھی کوئی مشکل پیش آتی، میں امام علی رضا کی قبر کی حاضری دیتا، اور دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی اور مشکل حل ہو جاتی۔ اور میں نے اس کا بار ہا مرتبہ تجربہ کیا ہے، اور ہر بار مشکل حل ہو جاتی۔

(کتاب الثقات: ۵/۳۲۶)

دیو بندیوں کے مجدد اور حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے بھی، "جمال الاولیا، ارواح ثلاثہ، امداد المشتاق"، میں اس قسم کے کئی واقعات لکھے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے حضرت (شاہ جی نور محمد) کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا: کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگری فرمایئے؟

(قبر شریف سے) حکم ہوا، کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔ (امداد المشتاق: ۱۲۳)

("وہابیوں کے اکابرین کے تصرفات" عنوان بھی ملاحظہ کریں)

آدم علیہ السلام، وسیلہ مصطفےٰ ﷺ اور سیدنا عمر فاروق:

نجدی مفسر نے لکھا: "حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفےٰ ﷺ اختیار کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے، اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا۔ (ملخص، ص: ۲۰)

اس روایت کو بے سند، موضوع، قرآن اور خدا تعالیٰ کے بتلائے ہوئے

طریقے کے خلاف کہنا، خود باطل، مردود، بے سند، موضوع اور خدا تعالیٰ پر بہتانِ وھابیہ، کذابیہ ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حضرتِ آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطاء ہوگئی، تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تجھ سے بحق محمد ﷺ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا، حالانکہ میں نے ابھی اُنکو پیدا نہیں کیا؟

حضرتِ آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، لکھا ہوا تھا۔ سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے، وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے آدم! تو نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور کیوں کہ تم نے اُنکے وسیلے سے سوال کیا ہے۔ اِس لیے میں نے تم کو بخش دیا، کہ اگر محمد ﷺ کو پیدا نہ کرنا ہوتا، تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (دلائل النبوۃ، ج۵، ۴۸۹)

امام ذہبی نے اس حدیث کو موضوع لکھا۔ (تلخیص المستدرک: ۶/۶۱۵) مگر یہ صحیح نہیں، (منکرین کو تو بہانہ چاہیے) کیونکہ اس کی سند میں کوئی وضاع راوی نہیں، اور امام ذہبی نے اس کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی۔ اسی لیے امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، اور ابن کثیر نے البدایہ اور قصص الانبیاء میں اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ کہ اس میں ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم

ہے، جو ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے خود بھی اسے ضعیف ہی لکھا ہے، وضاح نہیں قرار دیا۔ اور فضائل میں ضعیف احادیث کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور قوی دلیل یہ ہے کہ امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے اس حدیث سے وسیلہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۵۱/۲)

ہر چند کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو کئی ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن بعض ائمہ حدیث نے اس کی تعدیل اور تحسین بھی کی ہے۔ حافظ جمال الدین یوسف مزی اس کے متعلق لکھتے ہیں: امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ امام ابو حاتم کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم، ابن ابی الرجال سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور ابو احمد بن عدی نے کہا: اس کی احادیث حسن ہیں، لوگوں نے ان کو حاصل کیا ہے۔ اور بعض نے اس کو صادق قرار دیا ہے۔ اور ان راویوں میں سے ہے جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (تہذیب الکمال: ۱۹۶/۱۱، تہذیب التہذیب: ۱۶۲/۶)

نیز امام جوزی نے الوفاء میں اس حدیث کو جس سند سے ذکر کیا ہے، اس میں یہ مذکورہ بالا راوی نہیں ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی اسی سند کے ساتھ اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس راوی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے، وہ اعتراض اصلاً ساقط ہو گیا۔

ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں (دوسری آگے آرہی ہے) حدیثوں کو روایت کیا۔۔۔ اور لکھا: کہ یہ دونوں حدیثیں آحادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ۹۶/۲)

لیکن ابن تیمیہ کے پیرو اور مقلد کہتے ہیں: "حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفےٰ ﷺ اختیار کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے، اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا۔ (ملخص، ص ۲۰)۔ (مزید: معجم اوسط ۶۵۹۷، معجم الصغیر، ج ۸۲/۲۔ مستدرک للحاکم ۶۷۲/۲۔ مزید تخریج اور شواہد کے لیے "رفع المنارۃ" از شیخ محمد سعید ممدوح ص ۱۹۵، الوفاء باحوال المصطفےٰ ﷺ ۳۳/۱، امتاع الاسماع ۱۸۷/۳، امام مقریزی، سبل الہدی

والرشاد ا/۸۶، امام صالحی مجمع الزوائد: ۲۵۳/۸، خصائص کبریٰ، ج ا، ص ۶؛ المواہب اللدنیہ مع الزرقانی، ج ا، ص ۴۴)

امام محمد بن موسیٰ المراکشی فرماتے: کہ امام ثمرقندی اور امام مکی وغیرہما نے بھی آدم علیہ السلام کی بھی دعا ذکر کی ہے۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: کہ جن علماء نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "فتلقیٰ ادم من ربہ کلمات" کی تاویل کی ہے ان کی یہی تاویل ہے۔۔۔ پھر تھوڑا آگے چل کے امام ابن موسیٰ نے اپنا: (ابوالحسن علی بن [illegible] علی، اور امام زکی الدین عبدالعظیم بن ابی الاصبع) کا لکھا ہوا قصیدہ نقل کیا، جس میں اسی روایت کے مضمون کو اشعار میں بیان کیا گیا ہے، کہ صرف آدم علیہ السلام کو ہی نہیں [illegible] انبیاء کرام کو امتحانات میں باعث تخلیق کائنات ﷺ کے وسیلے سے [illegible] حاصل ہوئیں۔ (مصباح الظلام، اردو)

ناصرالدین البانی (غیر مقلد) نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل: ۱۰۶)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: اور صحیح الاسناد لکھا ہے۔ (مستدرک للحاکم: ۶۱۵/۲)

علامہ خفاجی نے بھی (شرح الشفاء، میں بحوالہ حاکم)، تصحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ (نشر الطیب: ۱۱)

وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے کا بطور دلیل ذکر کیا ہے۔ (ہدیۃ المہدی: ۴۷)

امام حاکم نیشاپوری نے ایک اور حدیث اسی مضمون کے مطابق روایت کی ہے

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لاؤ، اور جو تمہاری اُمت میں سے اُنکا زمانہ پائے، اُسکو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو۔ کیوں کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو ہلنے لگا، پھر میں نے اُس پر: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا، تو وہ ساکن ہو گیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، مگر امام بخاری و مسلم نے اِسکو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک:۶۱۵/۲)

علامہ زرقانی اِسکی شرح میں امامِ حاکم اور ابو الشیخ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ الصدر روایت بیان کی ہے۔ اور لکھتے ہیں: امامِ حاکم نے اِس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ سبکی نے شفاء السقام اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں، اِس تصحیح کی تائید کی ہے۔ اور کہا ہے: کہ اِس قسم کی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جا سکتی، اسلیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

اور امام دیلمی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے: کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ النار کو۔ (شرح المواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۴۴)۔ (تفصیل ''تبیان القرآن: ۲۹۷/۱۔ ''پکارو یا رسول اللہ!''، مترجم علامہ شرف قادری، کا مطالعہ کریں)

مفسرین کرام کی تصریح:

صاحب تفسیر روح المعانی، صاحب تفسیر عزیزی اور صاحب تفسیر در منثور نے آیت، ''فتلقیٰ ادم من ربه کلمت فتاب علیه''، (بقرۃ:۳۷) کے تحت لکھا ہے: کہ جب

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام پر کلمے کا اطلاق ہوا (النساء:۱۷۱)، تو جو روحِ اعظم اور حبیبِ اکرم ہیں، اُن پر کلمات کا اطلاق کیا جانا چاہیے، کیوں کہ تمام انبیائے کرام اِسی نورِ اعظم کے انوار اور اِسی باغ کے پھول ہیں۔

ابھی قاضی عیاض مالکی کا قول گزر چکا "کہ مفسرین کی یہ تاویل صحیح ہے"۔

اِس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اِس روایت کو محبتِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی سینوں کا بے سند اور موضوع اور قرآن کے خلاف کہنا، بدعقیدگی اور بغضِ مصطفیٰ ﷺ کی انتہا کی علامت ہے۔

اور علماءِ اسلام کا اس روایت کو ذکر کرنا، خوش عقیدگی اور حبِ مصطفیٰ ﷺ کی علامت ہے۔ اور کیا یہ سارے ائمہ اسلام، قرآنی تعلیم سے ناآشنا اور جاہل تھے؟

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں ہست حبِ رحمۃ للعالمین

یہود کا، ہمارے نبی کے وسیلے سے دعاء کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح کی دعائیں کرتے تھے۔ (بقرۃ:۸۹)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی، اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح طلب کرنے کی دعاء کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کردیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے، اس کا انہوں نے انکار کردیا۔ ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور بشر بن البراء بن معرور نے

ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ۔ جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعاء کرتے تھے۔ اور تم ہم کو خبر دیتے تھے کہ وہ نبی ﷺ مبعوث ہونے والے ہیں۔ اور تم اس نبی ﷺ کی وہی صفات بیان کرتے تھے، جو آپ ﷺ میں موجود ہیں۔ اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں۔ اور یہ وہ نبی نہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔ (جامع البیان ۱/۳۲۵، تفسیر ابن کثیر، زیر آیت، تفسیر کبیر ۳/۳۰۰، تفسیر کشاف ۱/۲۹۶، روح المعانی: ۱/۲۹۸، روح البیان: ۱/۱۷۹، الدر المنثور: ۱/۸۸)

حافظ سیوطی نے امام ابو نعیم کی دلائل النبوۃ کے حوالے سے یہی روایت نقل کی، جس میں یہود کی دعا کا بھی ذکر ہے۔ "اے اللہ! ہم نبی امی ﷺ کے وسیلے سے تجھ سے نصرت طلب کرتے ہیں، تو ہماری مدد فرما۔ تو ان کی مدد کی جاتی"۔ (الدر المنثور، ۱/۸۸)

علامہ محمود آلوسی نے یہ الفاظ نقل کیے: "اللّٰھم انّا نسئلك بحق نبیك الخ"۔ (روح المعانی: ۱/۲۹۸)

یہ بھی خیال رہے کہ عالم ارواح اور عالم برزخ کے حالت میں کافی مناسبت ہے۔ جیسے ارشاد ہوا: "وکنتم امواتاً فاحیاکم ج ثم یمیتکم ثم یحییکم"۔ (بقرہ: ۲۸)

اس آیت میں عالم ارواح کی حالت کو بھی "موت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہذا اگر مصطفیٰ کریم ﷺ کے عالم ارواح میں ہوتے ہوئے، آپ کا وسیلہ جائز تھا، تو عالم برزخ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے کیونکر نا جائز ہو سکتا ہے۔

وہابیوں جیسی بے تمیز قوم سے یہ بھی توقع ہے، وہ کہ دیں کہ پھر تو تم لوگ یہودیوں کی سنت ادا کرتے ہو۔ جیسے میلاد شریف کو حدیث تو یہ (بخاری، کتاب النکاح) کی

وجہ سے، سنت بولہبی کہتے ہیں۔ معاذ اللہ!۔

قارئین! بتائیں کہ کیا یہ کہنا غلو اور افتراء علی اللہ نہیں ہے، کہ وسیلے سے دعا کرنا قرآن کے خلاف ہے؟

بنی اسرئیل کے گنہگار کا مشہور واقعہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے، جس نے تورات میں نام محمد ﷺ کو دیکھ کر ادبا اور محبتا چوم لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سو سالہ گناہ معاف کر دیے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا، کہ اس کی تجہیز و تکفین کریں۔ (الحاوی للفتاوی، للسیوطی)

"بحقِّ فُلاں" دعا کرنا، (تضاد و بدعت وہابیہ)

سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: "رسول اللہ ﷺ سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں، جو کسی بھی مخلوق کے حق یا منزلت سے توسل کے جواز یا اس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہو (حدیث پاک آرہی ہے)۔ لہٰذا کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسا توسل اختراع کرے جو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا۔۔۔ جو بدعات لوگوں نے پیدا کر رکھی ہیں، ان سے بچیں،۔۔۔ محبت رسول ﷺ سے توسل کرنا جائز ہے"۔

(فتاویٰ ابن باز، ص ۲۹، دار السلام الریاض)

اسی ابن باز نے لکھا: کسی کی طفیل، مقام و مرتبہ اور جاہ و منزلت سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا، بدعت، انتہائی ناجائز و برا فعل ہے۔ (ملخصا، زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، از ابن باز، الریاض)

صالح بن فوزان سعودی نجدی لکھتا ہے: "ناجائز وسیلہ یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی ذات، یا عظمت، یا حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔۔۔ قطع نظر اس

سے کہ جس کے واسطے سے سوال کیا جا رہا ہو، وہ زندہ ہو یا مردہ۔ اس طرح سوال کرنا بدعت، حرام اور شرک کے وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہے"۔ (حقیقت توحید: ۴۸، ۵۵، ۵۶)

دوسری طرف ان کے اماموں اور اکابرین کی بھی سن لیں، اور ان کی بے اصولی اور تضاد ملاحظہ کریں۔۔۔ ابن تیمیہ اور قاضی شوکانی نے لکھا: کہ صالحین کی حرمت اور وجاہت کے وسیلے سے دعا کرنا جائز ہے۔ (ملخصا، فتاوی ابن تیمیہ: ۱/۲۱۱، تحفۃ الذاکرین: ۶۹)

ہندوستان میں تفرقہ بازی کی بنیاد بننے والی پہلی کتاب: "تقویۃ الایمان"، از اسماعیل دہلوی۔ (مطبع مرکنٹائل دہلی، ۱۳۳۱ھ، ۱۹۲۰ء) کے آخری ورق (ص: ۲۲۳) پر، چھپی ہوئی نظم کا آخری شعر اس طرح ہے:

الٰہی بحق رسول کریم ﷺ گناہوں سے ہو پاک، عبدالرحیم

اس کتاب کو نام نہاد اہل حدیثوں نے شائع کیا ہے، ٹائل پر لکھا ہوا ہے۔

(حسب فرمائش شیخ حافظ حمید اللہ صاحب، منا ئشل سیکٹری اہلحدیث کانفرنس دہلی"؛ "اور حقوق الوالدین تصنیف: نواب صدیق حسن")

اب نا جانے یہ وہابی حضرات اپنے ان بڑوں کو بھی ہماری طرح ہی "مشرک و بدعتی" کہیں گے۔ یا دوہری شریعت اور پالیسی کا سہارا لے کر، صالحین کی حرمت کے منکرین، اپنے مولویوں کی حرمت کو بچانے کے لیے اپنا مخصوص ڈائیلاگ بولیں گے:

"کہ یہ ان کا اپنا موقف اور اجتہاد ہے، ہم تو غیر مقلد ہیں، ہمارے لیے کسی عالم کا قول حجت نہیں"، وغیرہ وغیرہ۔

اور وہی خاص موقع ہوتا ہے، جب ان کو اپنے ہی آئینے میں اپنی اصلی تصویر نظر آ رہی ہوتی ہے، اس وقت مزید "دبانا" چاہیے: کہ اپنے اس بڑے پر بھی وہی

''شرک وبدعت'' کا فتویٰ لگاؤ، جو ہمارے لیے گھڑا ہوا ہے۔ لیکن یہ آزمائی ہوئی بات ہے، کہ مرتے مرجائیں گے، مگر اپنے کسی گروپر کبھی فتویٰ نہیں لگائیں گے۔

یہی ان کی دورخی، دوغلا پالیسی اور منافقت ہے، جس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔ جبکہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور باقی افراد ''اہلسنت'' کے لیے ان کے ہاں کوئی رعایت وگنجائش نہیں، فوراً مشرک وبدعتی کہہ دیتے ہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام ॥ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

بحق فلاں، اور احادیث مبارکہ:

۱: ابھی آدم علیہ السلام کی دعا گزری جس میں ''بحق نبیك'' کے الفاظ ہیں۔

۲: آگے خود نبی اکرم ﷺ کی دعا آرہی ہے، جو آپ ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کی قبر میں لیٹ کر مانگی تھی، جس میں، ''بحق نبیك'' کے الفاظ ہیں۔

۳: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کے ارادے سے اپنے گھر سے چلے، اور یہ دعا مانگے: ''اللّٰھمّ، انی اسئلك بحق السائلین علیك، واسئلك بحق ممشای ھٰذا الخ''،

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے سائلین کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اور (نماز کی طرف اٹھنے والے) قدموں کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں''۔۔۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں''۔ (ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، مسند احمد ۲۱/۳، مسند ابن الجعد، ۲۹۹/۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵/۶، عمل الیوم واللیلہ، ۳۰/۱، الترغیب والترہیب، ۱۳۵/۱، زادالمعاد: ۱۶/۲، ابن قیم)

ان احادیث میں بصراحت "بحق" کے لفظ کے ساتھ وسیلہ پکڑا گیا ہے، جو کہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ٹھہری۔ مگر شیخ نجدی کی "توحید وسنت" کے ٹھیکے دار، نجدی مولوی اس کو بھی بدعت اور شرک کا ذریعہ اور خلاف شرع کہتے ہیں۔ جس سے یہ یقین ہوتا ہے، کہ یہ لوگ خود کو امتی نہیں بلکہ شارع (پیغمبر) سمجھتے ہیں۔

یہ بھی واضح ہوا کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں اور شیخ نجدی کی شریعت وذہنیت میں کتنا فرق اور دوری ہے، کہ جو چیز شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت اور سنت ہے ،اس کو یہ لوگ بدعت اور شرک گردانتے ہیں۔

؎ تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف!

دوم: اس روایت میں، بغیر "حیات وممات" کی کسی قید کے، "سائلین خدا" کا وسیلہ اختیار کرنے کا ذکر ہے، صالحین کرام کا بعد وفات بھی اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات و سؤال کرنا ثابت ہے، جیسے آیت: "ولو انھم اذظلموا الخ"۔ (سورۃ النساء: ۶۴، مزید: آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰، یٰسین: ۲۶، ۲۷)

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہونے والی روایت، جو ابھی گزری ہے، دوبارہ ملاحظہ فرمالیں، اس میں بھی آپ ﷺ کا بعد وصال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا مذکور ہے۔ امام عتبی کی روایت، جس میں اعرابی نے آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کیا، اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کرنا مذکور ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا بعد وصال، اپنی امت کے احوال کو ملاحظہ فرمانا، برے اعمال دیکھ کر اللہ پاک کی بارگاہ میں امت کے لیے شفاعت واستغفار کرنا۔ (الطبقات

الکبریٰ ۱۹۴/۲، البدایہ ۲۵۷/۳، مسند احمد:۳۶۶۶، المطالب العالیہ ۲۲/۴، کنزالعمال ۲۰۷/۱۱، الجامع الصغیر ۵۸۲/۱، مسند البزار:۸۳۵، حافظ ہیثمی نے کہا کہ مسند البزار کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ۲۲/۹)

حدیث قدسی: "و ان سالنی، لاعطینہ" اگر وہ (خدا کا محبوب بندہ) مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطاء کرتا ہوں۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب تواضع)

تو کیا بعد وصال محبوبان خدا سے ولایت ومحبوبیت سلب کر لی جاتی ہے؟

عام فوت شدہ رشتہ داروں کے سامنے بھی زندہ رشتہ داروں کے اعمال بھی پیش کیے جاتے ہیں، جس پر وہ بھی زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: روم ۵۲، وغیرہ)

رسول اللہ کا خود اپنے وسیلے سے دعا فرمانا: (انبیائے پر بہتان)

اس نجدی نے انبیائے کرام پر یہ تہمت لگائی کہ "اُنہوں نے کبھی بھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا"۔ (ص:۲۰)

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں، کہ حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، اور رسول اللہ ﷺ لحد کھودنے سے فارغ ہو گئے، تو آپ اُنکی لحد میں لیٹ گئے۔ اور یہ دعا کی: "اللہ ہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے، اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی، "بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی "اے اللہ! اپنے نبی ﷺ اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے، میری ماں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرمائیے، انکو حجت القاء فرما، انکی قبر کو وسیع کر، بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ پھر آپ نے اُنکی نماز جنازہ پڑھی، آپ ﷺ نے حضرت عباس اور

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما نے انکو قبر میں اتارا۔

اِس میں ''روح بن صلاح'' نام کا ایک راوی ہے، جس کی ابن حبان اور امام حاکم نے توثیق کی ہے، باقی حدیثِ صحیح کے راوی ہیں۔ (طبرانی معجم کبیر: ۲۴/۳۵۱ اور اوسط: ۱/۶۷، مزید: مجمع الزوائد: ۹/۲۵۷، حلیۃ الاولیاء: ۳/۱۲۱، علامہ سمہودی، وفاء الوفاء: ۳/۸۹۸)

ناصر الدین البانی (غیر مقلد) نے بھی اِس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل: ۱۰۲)

مذکورۃ الصدر روایت سے یہ حقیقت بھی روشن ہوگئی، کہ منکرین کا یہ کہنا: ''کسی کا وسیلہ اختیار نہ کرنا سنتِ انبیاء ہے''۔ (ص: ۲۰) دھوکا، کذب بیانی اور انبیاء پر افتراء ہے۔

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ بھی نکلا، کہ آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا بابِ آدمیت، حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوا، اور ان شاء اللہ! دخول جنت تک جاری رہے گا۔

رہے گا یونہی، ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہوجائیں، جل جانے والے

آپ کے وسیلے اور مدد کا انکار، بے ادبی ہے:

شارح بخاری (فتح الباری)، علامہ حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''بعض علما نے ابن تیمیہ کو زندقہ (بے دینی اور گمراہی) کی طرف منسوب کیا، کیونکہ وہ کہتا تھا: ''کہ نبی ﷺ سے مدد نہیں مانگنی چاہیے''، اس قول میں نبی ﷺ کی تنقیص، اور آپ ﷺ کی تعظیم کا انکار ہے''۔

(الدرر الکامنہ: ۱/۱۵۵، مطبوعہ دار الجیل بیروت)

آج وہابیوں کے سارے فرقے، ابن تیمیہ اور شیخ نجدی کی اندھی تقلید

میں، آپ ﷺ سے طلب مدد کو شرک اکبر کہتے ہیں۔ اس عظیم محدث، حافظ اور شارح کے عقیدے اور فتوے کے مطابق یہ لوگ گستاخ اور بے ادب ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۳۰

کیا قبور صالحین پر گنبد، عرس وغیرہ، انکی عبادت اور شرک ہے؟

سعودی مفسر نے لکھا: "ان (صالحین) کے مرنے (خاک بدھن) کے بعد انکی قبور پر گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں کو غسل دینا، چادر چڑھانا، انکی قبروں کے پاس تعظیماً ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، یہ کاروبار لات ومنات کو فروغ دینا ہے، اور یہ محبت یا تعظیم نہیں، بلکہ انکی عبادت ہے، وہ شرک اور ظلم عظیم ہے اور یہ فتنہ عبادت قبور ہے۔ (ص:۳۰)

ایک نجدی لکھتا ہے: "قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی"۔ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی مسائی: ۳۱، الریاض)

یہ ان خارجیوں کا غلو اور زیادتی ہے، کہ جس چیز کو چاہتے ہیں شرک بنا ڈالتے ہیں، اور جس کو چاہیں ایمان۔ انہیں کسی دلیل وثبوت کی کوئی حاجت نہیں ہوتی، سوائے گمانِ فاسدہ اور تفسیر بالرائے کے۔

نجدیوں کا صالحین کے مزارات کے متعلقہ تعظیمی امور کو عبادت قرار دے کر مسلمانوں کو، لات ومنات کے پوجاریوں، مشرکینِ مکہ اور مزاراتِ اولیاء کو مشرکین کے بتوں، لات ومنات کے ساتھ ملا دینا، شعائر اللہ یعنی صالحین اور مزارات صالحین کی توہین وگستاخی ہے۔

جب عام مسلمان کی قبر کی توہین کرنا، اس پر چلنا اور بیٹھنا آگ میں اور تلوار پر چلنے سے سخت تر ہے۔(مسلم، ابن ماجہ) تو قبور صالحین، جو جنت کے باغات اور شعائر اللہ ہوتے ہیں۔(ترمذی کتاب صفۃ قیامۃ) ان کو بتوں سے ملانا، جو کہ دوزخ کا ایندھن ہیں (الانبیا: ۹۸)، قطعاً توہین اور بے ادبی ہے۔

علامہ اسماعیل حقی (م ۱۱۲۷ھ) لکھتے ہیں: ''بعض فریب خوردہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب لوگ کسی ولی سے اعتقاد رکھیں گے، ان کی قبر کی تعظیم کریں گے، اور اس سے برکت و مدد حاصل کریں گے تو ہمیں خطرہ ہے کہ لوگ کہیں یہ اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ اللہ کے ساتھ اولیا بھی مؤثر فی الوجود ہیں، نتیجۃً لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔ پس ہم انہیں اس سے روکیں گے، اولیا کی قبور کو گرائیں گے، ان پر بنی ہوئی عمارت ہٹائیں گے، ان سے غلاف اور پردے اتاریں گے اور بہ ظاہر اولیا کی توہین کے مرتکب ہوں گے تاکہ جاہل عوام کو پتا چلے جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ یہ اولیا بھی مؤثر فی الوجود ہوتے تو اس توہین کو روک دیتے۔

سو جان لیجیے! یہ فعل (توہین قبور وغیرہ جائز جان کر کرنا) صریح کفر ہے۔۔۔اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے فرعون نے کہا تھا: کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ (اپنی مدد کے لیے) اپنے رب کو بلالیں، بےشک مجھے تو ڈر ہے اس بات کا کہ کہیں وہ تمہارے دین کو تبدیل نہ کر دیں، اور ملک میں فساد نہ پھیلا دیں۔(الغافر: ۲۶) اور یہ فعل (توہین قبور وغیرہ) محض ایک امر موہوم کی بنا پر کیونکر درست ہو سکتا ہے، جب کہ اس میں عوام الناس کے متعلق گمراہی کی بدگمانی بھی ہے؟۔(روح البیان، ۹/۴۳)

علامہ احمد بن محمد صادی مالکی (۱۲۲۳ھ) ''وابتغوا الیه الوسیلة''۔(مائدہ: ۳۵)

کے تحت لکھتے ہیں: "کھلی گمراہی اور کھلا خسارہ ہے ان لوگوں کے لیے جو مسلمانوں کو زیارت اولیا کی بنیاد پر محض یہ گمان کر کے کافر قرار دیتے ہیں" کہ زیارت اولیا "من عبادۃ غیر اللہ" "غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے"، ہرگز نہیں! بلکہ یہ تو "محبۃ فی اللہ" "اللہ کا مظاہرہ ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا: کہ سنو! اس کا ایمان نہیں جس کے اندر محبت نہیں۔ (تفسیر صاوی: ۲/۲۹۷)

("نبی کریم کو عبادت قبور کا خوف نہیں تھا" عنوان ملاحظہ کریں)

وہابی علماء کی حاضری مزارات:

ابن تیمیہ کی قبر پر اس کے عقیدت مند کئی دن تک ڈیرے جمائے رہے۔ (البدایہ: ۱۴/۵۲۲)

غیر مقلدین کے امام العصر ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں: سفر حج میں دیگر بلاد اسلامیہ (جن کو شیخ نجدی اور اب تک کے نجدی بلاد شرکیہ کہتے ہیں) کا بھی سفر کیا۔۔۔ مصر میں نماز جمعہ جامع امام شافعی میں پڑھ کر امام شافعی کی قبر پر فاتحہ پڑھی، یوں مغرب کی نماز شیخ عبدالوہاب شعرانی صاحب کی جامع مسجد میں پڑھی اور آپکی قبر کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھی۔ (تاریخ اہل حدیث: ۲۷۱)

مزید لکھا: عبدالوہاب شعرانی مصر کے اولیا میں سے تھے۔۔۔ مجھ نابکار کو ان سے بہت عقیدت ہے۔۔۔ مصر میں ان کی مسجد میں نماز مغرب ادا کی، اور ان کے مزار مقدس پر فاتحہ پڑھی۔ (ایضا، ص ۸۲، حاشیہ)

مزید لکھا: شیخ عبدالوہاب شعرانی کے مرقد منور کی زیارت کی۔ (ایضا: ۷۹)

وحید الزماں نے لکھا: امام شافعی امام ابوحنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتے رہے، وہاں دعا مانگتے آپ کی دعا قبول ہوتی۔ (ھدیۃ المھدی، ۲۲/۱)

جمعیت اہل حدیث کے امیر ساجد میر نے امام بخاری کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ (ہفت روزہ تصویر پاکستان، ص۱۹ مارچ ۱۹۹۳ء)

وہابی علما کی ان عبارات سے دو باتیں یہ بھی معلوم ہوئیں، مزارات اولیا کے پاس مساجد بنانا اور وہاں نماز ادا کرنا، اور فوت شدہ کی قبر کے پاس تلاوت کرنا جائز اس کا نفع میت کو پہنچتا ہے۔

لکھا: قاضی شوکانی نے کہا اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے والے لوگ مسلمان تھے۔ (ص:۸۰۵) اور یہ خود اس فعل کو شرکیہ کہتے ہیں، اب اپنے امام شوکانی کے متعلق کیا فتوی ہے؟

قاضی سلمان منصور پوری، امام ربانی علیہ الرحمۃ کے روضہ پر گئے، حضرت شیخ نے ان کے دل کے خیال پر مطلع ہوکر، بیداری ہی میں ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور بات بھی کی۔ (کرامات اہل حدیث:۱۹)

علاوہ ازیں اپنے ایک بار اپنے عقیدت مند سے پوچھا کہ یہاں کوئی قبر ہے۔ (ایضا) ـــ قریب ایک قبر آئی جس پر آپ ٹھہر گئے اور کہا دیکھو شاہ جی اس صالح مرد کی قبر سے کس قدر خوشبو آرہی ہے۔ (ایضا، ص۱۸)

نواب صدیق حسن نے لکھا: کہ مجرب ہے کہ نیکوں کی قبر پر دعا قبول ہوتی ہے۔ (نزل الابرار، ص۴۵)

اب منکرین میں تھوڑا سا بھی عدل وحیا کا مادہ ہے، تو اپنے ان وڈیروں پر بھی

شرک کا فتویٰ جڑیں۔۔۔اور یہ بھی بتائیں کہ یہ سارے وہابی مولوی ان مزارات کی عبادت کرنے گئے تھے؟

کوئی فعل خود عبادت نہیں ہوتا:

ہر عبادت، تعظیم ضرور ہوتی ہے، مگر ہر تعظیم کا عبادت ہونا ضروری نہیں، جیسے "سجدہ" فعل واحد ہے، فرشتے جب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں تو عبادت بھی ہوتا ہے اور تعظیم بھی، لیکن جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو فقط تعظیم تھا۔(اسی وجہ سے منکرین کو بھی سجدہ تعظیمی اور تعبدی کی تقسیم کرنا پڑی۔(ص ۱۸، ۶۷۱، ۷۱۶، ۸۱۵، ۱۲۸۷)

تو جب نماز کا اہم رکن "سجدہ" بھی خود عبادت نہیں، حالانکہ اس میں عبادت کی روح و معنیٰ باقی تمام افعال اور ارکان سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔تو پھر منکرین کا گنبد، عرس، غسل قبر، چادر چڑھانا، احتراماً ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو عبادت کہنا، غلو فی الدین اور عبادت و تعظیم کو غلط ملط کرنا ہے۔ "ان الوھابیۃ قوم لا یعقلون"

کبھی تو غیر اللہ کی تعظیم فرض اور بے ادبی کفر ہوتی ہے، جیسے بارگاہ رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام۔

؎ شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

منکرین کی دورنگی و منافقت:

اگر مزارات اولیاء کی تعظیم کی غرض سے، یہ سارے امور شرک اور بدعت ہیں، تو پھر ہم منکرین سے پوچھتے ہیں کہ "صفا و مروہ" پر بلند اور قیمتی گنبد بنانا، کعبہ شریفہ پر

قیمتی غلاف چڑھانا، اس کو سال میں دو مرتبہ دن مقرر کر کے (۱۵شعبان اور ۱۵محرم) کو عرق گلاب اور عطر سے غسل دینا، حرم کعبہ اور مسجد نبوی کے مینار اور زینت کا سارا انتظام۔ کیا یہ سب کچھ ان مقامات کی عبادت کے لیے ہے، تعظیم کے لیے، یا کہ یہ سب فضول خرچی ہے؟

اگر منکرین کہیں کہ قرآن پاک نے "صفا و مروہ" کو "شعائر اللہ"، اللہ کی نشانیوں میں سے فرمایا ہے۔ (بقرۃ:۱۵۸) اور فرمایا کہ "ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب" جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے، تو یہ اس کا دلی تقویٰ ہے۔ (حج:۳۲) اس لیے ہم ان مقامات کی تعظیم کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تمہارے نزدیک جو کام رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، اور ہم سے بھی ہر فعل کے متعلق نص کا مطالبہ کیا جاتا ہے، لہذا اپنے اصول کے مطابق ان سارے امور کو سنت نبوی سے ثابت کرو۔

دوم: "صفا و مروہ" کو تو "شعائر اللہ" میں سے فرمایا گیا ہے، مگر کعبہ شریف کو تو نہیں! باوجود اس کے کعبہ شریف کے غلاف پر رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہی آیت (حج:۳۲) لکھی ہوئی ہے، (اپریل ۲۰۱۰ء) یعنی کعبہ معظمہ کو بھی شعائر اللہ میں شمار کیا گیا۔

اگر کعبہ معظمہ اور قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہو سکتے ہیں، (حج:۳۶) تو اولیا کرام اور ان کے مزارات شعار اللہ کیوں نہیں ہو سکتے؟، کیونکہ جو چیز اللہ کی ذات و صفات کی علامت ہو وہ شعائر اللہ میں داخل ہے، ولی وہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آئے، اس کی مجلس اور اس کی یاد، یاد خدا کا سبب ہو۔ یقیناً مزارات اولیا بھی یاد خدا اور

عظمت خدا کے اظہار کا سبب ہوتے ہیں۔

جب صفا مروہ پہاڑیاں جن پر اللہ کی ولیہ کے صرف قدم لگے، اور ریت، اینٹوں اور پتھروں سے بنا ہوا کعبہ شریف اور مساجد شعائر اللہ میں سے ہو سکتے ہیں، تو وہ مزار جس میں اللہ کا ولی اپنے مکمل جسد پاک کے ساتھ تشریف فرما ہوتا ہے، اللہ کی نشانیوں میں سے کیونکہ نہیں ہو سکتا؟

علامہ بدرالدین عینی امام قیروانی کے حوالے سے لکھتے ہیں: کہ سرور کائنات ﷺ کی قبر انور، حلقہ جات ذکر، مساجد اور قبور صالحین "بکل مکان فاضل یطاع اللہ فیہ" یہ سب فضیلت والے مکان ہیں، کیونکہ ان میں اللہ تعالی کی اطاعت کی جاتی ہے۔

(شرح عمدۃ القاری:۱۴/۱۲۸)

لہذا جن دلائل سے ان لوگوں نے صفا و مروہ، اور عمارت حرمین و کعبہ شریف کو اللہ کی نشانیوں میں شمار کر کے ان کے لیے تعظیمی امور اختیار کیے ہیں، ہماری طرف سے بھی انہی دلائل سے مزارات اولیاء کا "شعائر اللہ" ہونا، اور انکے لیے تعظیمی امور کا جائز ہونا سمجھ لیں۔ ما هو جوابکم فهو جوابنا

اور اگر کہیں کہ صفا و مروہ وغیرہ کا سارا انتظام مخلوق خدا کی سہولت و آسانی کے لیے ہے، جو شرعی احکام کی بجا آوری کے لیے آتے ہیں۔ تو ہم یہاں پر بھی ان سے ان کے اصول کے مطابق نص کا مطالبہ کریں گے؟

اور ہم کہیں گے کہ مزارات صالحین کی حاضری، وہاں فاتحہ خوانی، اپنی حاجات میں ان کو وسیلہ بنانا، یہ امور شرع شریف سے ثابت ہیں، اور صحابہ سے لیکر آج تک کے مسلمانوں کے عمل مسلسل سے ثابت ہیں۔ (تفصیل "فوت شدہ کا وسیلہ" عنوان ملاحظہ کریں)

قبور صالحین پر بھی عمارت اسی مقصد کے بنائی جاتی ہے، کہ ان کی قبور کی عظمت اور منفرد مقام ہر کس و ناکس پر واضح رہے، کیونکہ جس طرح جنتی جہنمی برابر نہیں ہو سکتے، جس طرح عام مومن اور صالح مومن برابر نہیں ہو سکتے، بالکل ایسے ہی ان کی قبریں بھی برابر نہیں ہو سکتیں، کیونکہ ان کے مزار جنت کے باغات ہوتے ہیں۔

دوم: دھوپ، چھاؤں اور رات دن کے اوقات میں زائرین کو سہولت رہے۔

الحاصل: جب قرآن کریم میں "شعائر اللہ" کی تعظیم کے مطلق حکم کی وجہ سے، ان کے لیے کعبہ شریف کو عرق گلاب سے غسل دینا اور انتہائی قیمتی غلاف چڑھانا۔ ایسے ہی "صفا، مروہ" کی تعظیم اور عوام کے سہولت کے لیے اس پر عظیم الشان گنبد اور عمارت بنانا جائز ہے، فضول خرچی نہیں۔ بالکل اسی طرح مزارات اولیاء کی تعظیم اور زائرین کی سہولت کے لیے گنبد و عمارت بنانا، چادر چڑھانا، غسل دینا اور بنانا جائز ہے۔ (تفصیل "کشف النور" کا اردو ترجمہ "فیضان مزارات اولیاء" مکتبۃ المدینہ)

سعودی مفسر نے لکھا: "مزارات کو غسل دینا کعبہ کو غسل دینے کی نقل ہے"۔ (ص:۱۰۶)

ایک مولوی نے لکھا: "کعبہ کو سالانہ غسل دینا، عبادت ہے"۔ (تلاش حق:۱۶۸)

ان کے اصول سے یہ دونوں باتیں، ان کی بدعتیں ٹھہریں، جن کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ (انشاء اللہ!)

وقت کی تغیر پزیری:

خالق ارض وسماوات نے عالم کی فطرت میں تغیر رکھ دیا ہے، زمانے کی انقلاب سے کئی ایک مسائل میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے، جیسے زمانہ نبی ﷺ کے بعد قرآن پاک کتابی صورت میں جمع ہونا، اس پر اعراب لگنا، سپاروں میں منقسم ہونا، نماز

تراویح کی جماعت کا باقاعدہ آغاز، جمعہ کی پہلی آذان، تراشے ہوئے پتھروں سے دیواریں اور ستون بنا کر مسجد نبوی کی توسیع، مسجدوں کے مینار ومحراب، اسی طرح کتب تفاسیر وحدیث وشروح حدیث (جن کے مخالف کو گمراہ اور کافر سمجھا جاتا ہے۔ (ص: ۱۱۲،۲۵۶)) علم حدیث، قرآن کریم کی غیر عربی زبانوں میں تفسیریں، بدمذاہب کے رد میں کتب، تبلیغ کے جدید ذرائع، ٹی وی، سی ڈی، رسائل، انٹرنیٹ وغیرہ، جہاد کے جدید آلات وہتھیار، مساجد کے اندر، اور سپیکر پر اذان، گھڑیوں کے مطابق وقت مقرر کر کے نمازوں کی ادائیگی، مناظرے، حج کی ادائیگی کے لیے سفر جہاز، زکوۃ کی ادائیگی بذریعہ نوٹ، ٹیلی فون پر نکاح۔

◆ ...... رسول اللہ ﷺ نے مساجد کو منقش، پختہ اور اونچا بنانے کی، یہود و نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے مذمت فرمائی۔ (ابن ماجہ وغیرہ، سعودی تفسیر: ۹۷۹)

باوجود اس کے قرآن وسنت کی پیروی کے دعویدار، صالحین کے مزارات سے انتہائی بیزار، نجدی لوگ اپنی مساجد کو پختہ، بلند اور مزین تعمیر کرتے ہیں، قیمتی قالین، اے سی، مسجد حرام اور مسجد نبوی پر بڑے قیمتی مینار تعمیر کیے گئے، ان کی زینت پر بہت زیادہ خرچ کیا گیا، اور اس سارے اہتمام اور خرچ پر اجر کی امید بھی رکھتے ہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ انہیں اگر کوئی شے بدعت اور شرک نظر آتی ہے، تو وہ صرف اور صرف قبور صالحین پر بنے ہوئے گنبد اور قبے ہیں، جو ان کی صالحین دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (عنوان "بدعت" بھی ملاحظہ ہو)

مزاراتِ صالحین اور اجماع امت:

ائمہ سلف نے مذکورہ بالا جدید امور کی طرح اولیائے کرام کی قبور کو عام قبروں سے ممتاز کرنے اور انکی عزت و وقار کو بحال رکھنے اور زائرین کی سہولت کے لیے، اُن پر گنبد و عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

❁ ...... ملا علی قاری لکھتے ہیں: بیشک ائمہ سلف نے قبور اولیاء و علماء مشہورین پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے، تا کہ لوگ انکی زیارت کرسکیں اور وہاں بیٹھ کر راحت پائیں۔

(مرقاۃ، ۶۹/۴)

❁ ...... علامہ طاہر پٹنی نے بھی سلف کرام کا یہی موقف نقل کیا ہے۔ (تکملہ مجمع بحار الانوار)

(اشعۃ اللمعات، ج ۱، عمدۃ القاری، ۱۸۳/۸، لوامع الانوار القدسیہ، ص ۵۹۳، تقریرات رافعی، ۱۲۳/۱، رد المحتار، ۳۱۹/۵، کشف النور، وغیرہ پر بھی یہی کچھ لکھا گیا ہے)

❁ ...... بخاری شریف کتاب الجنائز میں، حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم اور عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبور پر قبے اور خیمے بنانے کا الگ الگ روایتوں میں ذکر موجود ہے۔

❁ ...... اسی طرح دارمی شریف وغیرہ کی مشہور روایت کہ صحابہ کرام نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: کہ قبر نبی ﷺ کی طرف جاؤ "فاجعلوا منه کوی الی السماء" "اور وہاں سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف ایسے کھول دو، کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی "سقف" پردہ حائل نہ رہے الخ۔

اس روایت میں بھی صراحت ہے ام المومنین کے زیر نگرانی قبر اقدس پر خیمہ، قبہ (گنبد) جو بھی کہہ لیں، اس دور کے حالات کے مطابق بنایا گیا تھا۔

۞........اور کئی روایتوں میں ہے کہ کئی صحابی اور تابعین حضرات نے ام المومنین سے گزارش کی کہ آپ ہمیں رسول ﷺ کے روضہ مبارک کا دروازہ کھول دیں ہم زیارت کرنا چاہتے ہیں۔جیسے ایک بی بی کا بھی واقعہ ہے،اور قبر انور کے پاس اتنا روئیں کہ روح پرواز کر گئی۔(کتاب الزہد:۱/۳۶۹،امام احمد بن حنبل)

ولید بن عبدالملک کے حکم سے عمر بن عبدالعزیز نے بھی پہلا گنبد (صحابہ کے دور والا) مسمار کر کے "بنی البیت علی القبر" دوبارہ قبر انور پر گنبد بنایا۔(فتح الباری، ۳/۲۵۶)

کیا ان ہستیوں کے متعلق مخالفین یہ کہہ سکتے ہیں، کہ یہ سارے حضرات بھی قبر پرست، مردہ پرست، قبوری، اور مزارات کی عبادت کرنے والے اور مشرک تھے؟

معاذاللہ ثم معاذاللہ!

قبر النبی ﷺ کی طرح جنت البقیع، جنت المعلیٰ میں بھی صحابہ و اہل بیت کے قبور پر قبے بنے ہوئے تھے، صحابہ کرام سے لیکر اب تک علما و بزرگان دین کی قبور پر گنبد بنتے چلے آرہے ہیں، جس سے صحابہ کرام سے لیکر اب تک کے مسلمانوں کا عملی اجماع ثابت ہو گیا، کہ ضرورتاً قبر پر چھت اور عمارت بنانا جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی نجدی لوگ مسلک سلف سے منحرف ہیں۔

جن حدیثوں میں قبروں کو پختہ اور اس پر عمارت سے منع فرمایا ہے، وہ بلا ضرورت تعمیر پر محمول ہے۔

کیا صرف قبور کو ہی پختہ بنانا بدعت اور منع ہے؟:

منکرین صالحین دشمنی میں مزارات صالحین پر بنی عمارتوں کو بدعت اور ناجائز

ثابت کرنے کے لیے، صرف ان احادیث کو بڑی شدومد سے پیش کرتے ہیں، جن میں قبروں کو پختہ اور ان پر عمارت بنانے سے منع کیا گیا ہے، ان کے اس طرز عمل سے یوں معلوم ہوتا کہ جیسے نبی کریم ﷺ نے صرف قبروں کو ہی پختہ بنانے سے منع کیا تھا، اور باقی عمارتوں کے متعلق کھلی چھٹی دی ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

احادیث شریفہ ملاحظہ کریں۔

❁ ــــ قیامت کی ایک علامت یہ بتائی کہ چرواہے، بلند و بالا عمارتوں پر باہم فخر کریں گے۔ (بخاری: کتاب الایمان)

❁ ــــ فرمایا: ہر بلڈنگ اپنے مالک پر وبال ہے، سوائے اس کے جو اس قدر (بلند) ہو، اپنے دست پاک سے (سر انور کی طرف) اشارہ فرمایا۔ (الترغیب، طبرانی)

❁ ــــ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک چوبارہ بنایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا گرادیں۔ (طبرانی کبیر)

❁ ــــ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے حجر مبارک کی جگہ، اینٹوں کا مکان بنایا تو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ (الترغیب)

❁ ــــ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "خرج فرای قبة مشرفة فقال ماهذا؟" آپ ﷺ باہر نکلے تو ایک اونچا سا گنبد بنا ہوا دیکھا (جیسے آج صفا و مروہ پر بھی نجدیوں نے بنائے ہیں)، فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی: فلاں انصاری کا ہے۔ آپ خاموش ہو گئے اور یہ بات اپنے دل میں رکھی، جب وہ آدمی آیا، اور اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے رخ انور پھیر لیا۔ ــــ فرمایا: ہر عمارت اس کے مالک پر وبال ہے مگر جس کے بغیر گزارا نہ ہو۔ (ابوداؤد، ابواب السلام)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے صرف قبروں کو پختہ اوران پر عمارت بنانے سے ہی منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ہر پختہ، بلند عمارت، حتی کہ مساجد کو بھی پختہ بلند مزین بنانے کی مذمت فرمائی ہے۔ (حوالہ آرہا ہے) لیکن نجدی قوم انتہائی بددیانت ہے، کہ دنیا پرستی کے نشے میں ایسی روایات اور تعلیمات کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ اور صالحین دشمنی میں صرف قبور کے متعلق احادیث کو غلط طریقے سے پیش کرتے ہیں۔

اور سعودی حکومت کی عیش وعشرت اور دنیا پرستی کا یہ عالم ہے کہ تاریخی مساجد اور مقدس مقامات کو گرا کر وہاں پر اپنے محلات تعمیر کر دیے گئے، لیکن انہیں یہ احادیث دیکھائی نہ دیں۔

آخری روایت میں یہ وضاحت بھی فرمادی گئی کہ خاص کر وہ بلڈنگ بنانا ناجائز ہے، جو بلاضرورت اور دکھاوے کے لیے ہو، جبکہ ضرورت صحیح کے تحت بنانا جائز ہے۔ ہم کہتے ہیں یہی رخصت صالحین کی قبروں کو پختہ اوران پر عمارت بنانے کے متعلق بھی ہوگی، کہ ضرورۃً جائز ہے۔

اسی آخری روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے "بلند گنبد" دیکھ کر انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ قبور صالحین پر گنبد بنانے کو بدعت اور فضول خرچی قرار دینے والی سعودی نجدی حکومت نے اب خود "صفا مروہ" پر بلند وبالا گنبد تیار کروائے ہیں، جو ان کے اصول کے مطابق یقیناً بدعت ہیں۔

مساجد کو آراستہ کرنا بدعت کیوں نہیں؟:

آپ ﷺ نے عمارتوں کی طرح مساجد کو بھی بلند، پختہ اور مزین کرنے سے منع

فرمایا ہے۔

🌸 ـــــــ ارشاد فرمایا: مجھے مسجدوں کو بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: کہ تم ضرور مسجدوں کو اسی طرح آراستہ کرو گے، جیسے یہود و نصاری نے کی تھیں۔

(ابوداؤد، کتاب الصلوۃ)

🌸 ـــــــ مزید فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ لوگ مساجد کی ظاہری شان و شوکت پر فخر نہ کرلیں۔ (ایضا)

🌸 ـــــــ ارشاد فرمایا: تم اپنی مسجدوں کو ایسے ہی بلند و بالا بناؤ گے، جیسے نصاری اور یہود اپنے کنیساؤں اور گرجوں کو بناتے ہیں۔ (ابن ماجہ، ابواب المساجد والجماعت)

ان حدیثوں پر بھی نجدیوں کا کوئی عمل نہیں، بلکہ ان کے خلاف عمل پیرا ہیں، اور اپنی مساجد کو خوب بلند اور مزین تعمیر کرتے ہیں، جس سے وہ بدعتی ٹھہرے۔۔۔اور اس اعتراض کا ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں، کہ جب عام حیثیت کے لوگ بھی اپنے مکانات کو پختہ اور آراستہ بنارہے ہیں، تو اب وقت کا تقاضا ہے کہ مساجد کے وقار اور عزت کو قائم رکھنے کے لیے ان کو بھی پختہ اور خوب صورت بنایا جائے۔

ہم کہتے ہیں بالکل اسی طرح جب عوام عام قبروں کو بھی پختہ بنارہے ہیں، تو اب ضرورت ہے کہ صالحین کی قبور کو عام قبروں سے ممتاز کرنے کے لیے ان پر گنبد بنائے جائیں۔

گنبد خضراء کے متعلق نجدی عزائم:

یہاں پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب ان لوگوں کے نزدیک، مزار پر گنبد

بنانا، بدعت، حرام اور شرک کا سبب ہے، اور اس کو گرانا نجدی دین کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ جیسے شیخ نجدی نے زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مزاراتِ اقدس کا قبہ گرا کر اِس رکن کی بنیاد رکھی۔

ایک نجدی مولوی لکھتا ہے: "قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی۔ (امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوۃ اور علماء اہل مدینہ کی [illegible] مطبوعہ ریاض)

اسی لیے مشرکوں کی قبروں کی متعلق احادیث کو بنیاد بنا کر جنت البقیع اور جنت المعلی میں بنے ہوئے صحابہ کے بیسوں مزارات کو گرا گیا، بلکہ ان کی [illegible] کو بھی زمین کے برابر کر دیا۔ تو یہ لوگ گنبد خضراء کو کیسے برداشت کیے [illegible]

جواب یہ ہے، کہ بلاشبہ گنبد خضراء بھی ان بدعتیوں کے نزدیک بدعت، حرام اور سبب شرک ہی ہے۔ راقم کے ساتھ خود یہ واقعہ (اپریل ۲۰۱۰) کو پیش آیا کہ ہم دو ساتھی رات کو گنبد مقدس کے سامنے بیٹھے تھے، کہ ایک نجدی ملاؤں کا ٹولہ پاس سے گزرا، ہمیں دیکھ کر کہنے لگا: تم جو کچھ یہاں بیٹھ کر رہے ہو یہ شرک ہے! مسجد میں جا کر تلاوت کرو اور نفل پڑھو۔

یہ لوگ گنبد خضراء کو مشرکین کے بتوں کی طرح کا بت کہتے ہیں، معبود باطلہ میں شمار کرتے ہیں، کہ جیسے انکی عبادت کی جاتی ہے، ایسے ہی مسلمان اس گنبد خضراء کی عبادت کرتے ہیں، لہٰذا باقی بتوں کی طرح اسکو گرا دینا بھی واجب ہے (معاذ اللہ)۔

(ملاحظہ ہو، کتاب التوحید ص ۱۰ حاشیہ۔ شرح الصدور سعودی، ص ۲۵ حاشیہ، بحوالہ النصیحۃ الاخوان علمائے نجد ص ۲۷۔ الشاہدات المعصومیہ ص ۱۲، ۲۷۔ تفسیر ال[illegible] ص ۲۔ [illegible] البریلویہ ص ۱۵۔ التوحید ص ۵۷۔ اسلام

میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲۹۔ عرف الجادی۔ تحفہ وہابیہ۔ الروضۃ الندیہ۔ فتح المجید۔ ہدایۃ المستفید۔ ترجمان وہابیہ (ص ۳۶)

اِن ساری کتابوں میں انبیاء و اولیاء کرام کے مزارات کو بُت اور قابلِ مسمار لکھا گیا ہے۔ کیوں نہ لکھتے، جب ان کے مجدد الدعوۃ شیخ نجدی کے متعلق "شیخ احمد بن علی بصری شافعی" رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ شیخ نجدی کا کہنا تھا کہ اگر مجھے حجرۂ رسول ﷺ پر تصرف کا موقع ملا تو میں ضرور اُسے ڈھا دوں گا۔ (عربی سے ترجمہ فصل الخطاب، اوضح البراہین)

یہیں تک ہی نہیں بلکہ نجدیوں نے اپنے امام کے اِس خواب کو پورا کرنے کے لیے عملی کوشش بھی کی ۔۔۔ رشید رضا مصری لکھتے ہیں: ایک مرتبہ جب گنبد خضراء کو گرانے کے لیے اس پر دو نجدی کارندے چڑھے اور سونے کا ہلال اتارا، تو اوپر سے گر کر مر گئے، جس کی وجہ سے نجدیوں نے یہ خبیث ارادہ ترک کر دیا۔

(محمد رشید رضا، ایڈیٹر المنار، مصر، نجد و حجاز: ۱۱۲)

سعود بن عبد العزیز نے بھی (۱۸۰۳ء) میں قبہ مزار نبی ﷺ کو گرانے کا قصد کیا

۔ (ترجمان وہابیہ: ۳۶، از نواب صدیق حسن وہابی)

سردار حسنی لکھتے ہیں: کہ ایرانی حکومت نے ایک وفد تحقیق حالات کی غرض سے (۱۹۲۵ء) میں کے آواخر میں بھیجا، اس وفد نے آ کر بیان شائع کیا: کہ واقعی حضور اکرم ﷺ کے روضہ پاک پر پانچ گولیاں لگیں ہیں۔ (حیات سلطان بن سعود: ۱۵۷)

اب رہ گیا یہ سوال کہ پھر گنبد خضراء، ابتک سلامت کیسے ہے؟ اسکے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ سبز گنبد کا آج تک سلامت و قائم رہنے کا اول اور باطنی سبب تو اللہ تعالیٰ

کی غیبی حفاظت ہے۔

اور ظاہری سبب، نجدیوں کا عالم اسلام سے خائف ہونا ہے، کہ اگر یہ ذلیل قدم اُٹھایا، تو مسلمانانِ عالم کسی صورت میں بھی یہ بے حیائی برداشت نہ کرسکیں گے، اور یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی۔

گنبد خضرا! خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے، پیاس بجھا لیتے ہیں

قبریں اور مزار گرانا: (تضاد)

ابوالہیاج اسدی والی روایت جس میں ہے: "ولا قبرا مشرفا الا سویته" کہ بلند قبر کو برابر کردو۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

جنت البقیع میں ایک بلند بورڈ پر لکھی گئی ہے، اور اسی کو دلیل بنا کر سعودی حکومت نے جنت البقیع اور جنت المعلی کی قبور کو زمین کے برابر کردیا۔ شاید کچھ غیرت آگئی ہو کہ اب جنت البقیع میں قبور کو کوہان مانند بنایا جاتا ہے۔ جبکہ جنت المعلی کی قبور اب بھی اسی طرح بالکل زمین کے برابر ہیں۔

یہ کھلا تضاد ہے، اور پتہ نہیں ان کا اصلی دین کون سا ہے؟

میں نے یہی تعارض جنت البقیع میں ایک نجدی مطوے پر پیش کیا، کہ ادھر قبور کو زمین کے برابر کرنے والی روایت آویزاں کر رکھی ہے، جبکہ قبروں کو کوہان کی مانند بنایا گیا ہے؟ وہ اس تضاد کو رفع نہ کرسکا، کہنے لگا: "قبر کی کھدی ہوئی مٹی اوپر ڈال سکتے ہیں"۔

مندرجہ بالا روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جن

قبروں کو زمین کے برابر کرنے کے لیے بھیجا تھا وہ مشرکین کی قبور تھیں۔ مؤمنین کی قبریں تو آپ ﷺ کی موجودگی میں زمین کے برابر نہیں بلکہ کوہان کی مانند بنائی جاتی تھیں۔ پھر انہیں دوبارہ برابر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

❁ ــــ اسی لیے امام بخاری نے باب باندھا "باب هل تنبش قبور مشركى الجاهلية"، "کیا جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو گرایا جا سکتا ہے؟"۔ (بخاری: کتاب الصلوۃ)

❁ ــــ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: جن قبروں کو گرانے کا حکم دیا گیا، وہ مشرکوں کی قبریں تھیں، رہیں انبیاء اور ان کے متبعین کی قبریں، تو ان کو گرانا ان کی اہانت، یعنی گستاخی ہے۔ (ملخصا، فتح الباری ۲/۲۶۶)

صالحین کی اہانت کرنا اور پھر اس کو توحید و سنت کا نام دینا، نجدیوں کی فطرت، مشن اور بدعت سیئہ ہے۔

❁ ــــ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے متعلق سفیان التمار فرماتے ہیں: "انه راى قبر النبى مسنّمًا"، "میں نے قبر النبی ﷺ کو دیکھا، وہ کوہان کی طرح تھی (زمین کے برابر نہیں تھی)۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

❁ ــــ یعنی نبی کریم ﷺ کی قبر انور کو صحابہ کرام نے زمین کے برابر نہیں، بلکہ کوہان مانند بنایا تھا، اور یہی نبی کریم کی تعلیم تھی ـــ کیونکہ حضرت خارجہ فرماتے ہیں: کہ ہم میں سے بڑا کودنے والا وہ شخص ہوتا، جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو پھلانگ سکتا۔ (بخاری: کتاب الجنائز)

❁ ــــ اس روایت سے بھی پتہ چلا کہ حضرت عثمان کی قبر بھی زمین کے برابر نہیں بلکہ بلند تھی۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ یہ قبر نبی کریم ﷺ نے خود تیار کروائی تھی، جیسا کہ (ابوداؤد:

۲/۱۰۱) میں ہے۔

سعودی مفتی کا فتویٰ، کہ قبر کوہان مانند، بالشت اونچی ہونا سنت ہے (بدعت)

سعودی مفسر نے لکھا: "تسنیم کے معنی، بلندی کے ہیں۔ اونٹ کی کوہان، جو اس کے جسم سے بلند ہوتی ہے، اسے سنام کہتے ہیں۔ قبر کے اونچا کرنے کو بھی 'تسنیم القبور' کہا جاتا ہے۔" (ص: ۱۶۹۸)

اور سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: "قبر پر صرف اس لیے مٹی ڈالی جاتی ہے اور اسے تقریباً ایک بالشت اونچا رکھا جاتا ہے، کہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ قبر ہے۔ قبروں کے متعلق یہی وہ سنت ہے جس پر رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ عمل پیرا رہے۔

(فتاویٰ ابن باز، اردو: ۳۵ دارالسلام الریاض)

آپ نے نجدی مفتی کا فتویٰ ملاحظہ کیا کہ قبر کو بالکل زمین سے ملا دینا، خلاف سنت یعنی "بدعت" ہے۔۔۔ اور سنت یہ ہے کہ قبر ایک بالشت اونچی رہے، اس کا نشان واضح رہے۔ تاکہ زائرین کو معلوم ہو سکے کہ یہ قبر ہے، اور اس کا تقدس قائم رہے۔

۞ ...... اور رسول کائنات ﷺ کا یہ فرمان کہ "فزوروھا" کہ تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (مسلم، ۳۱۴/۱) بھی اس کی دلیل ہے کہ قبر زمین سے کچھ بلند ہونی چاہیے، جس پر زیارت کے الفاظ صادق آسکیں۔

الحمد للہ! خود ان کے گھر کی گواہیوں سے واضح ہو گیا، کہ سعودی نجدیوں کا ابو الہیاج والی روایت کو جنت البقیع میں آویزاں کرنا، تحریف فی الحدیث، بدعت، مؤمنین اور قبور مؤمنین کی توہین ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞

باب:۳۱

مزاراتِ اولیاء پر جہلاء کی غیر شرعی حرکات:

اولیاء اللہ کے مزارات پر جہلاء اور نقلی پیروں اور انکے مریدوں کی خلاف شرع حرکات مثلاً میلے، قوالیاں، ڈھول ڈھمکے، عورتوں مردوں کا مخلوط اجتماع، نماز ترک کرنا، سجدے طواف، داڑھیاں منڈنا، شراب و چرس پینا وغیرہ، امور سے مسلک اہلسنت اور علما اہل سنت بری الذمہ ہیں، اور وہ اِن غیر شرعی حرکات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ان نقلی پیروں کی ان بے ہودہ حرکات کی وجہ سے مسلک حق اہلسنت کا نا قابل اندازہ نقصان ہو رہا ہے۔

وھابی لوگ باخوبی جانتے ہوئے بھی کہ علمائے اہلسنت ان غیر شرعی حرکات کا ہر طرح سے مکمل کر رد کرتے ہیں۔ پھر بھی فریب اور بد دیانتی سے مزارات پر ہونے والی بیہودہ حرکات کو آلہ کار بنا کر مسلک اہلسنت کو بدنام کرتے ہیں۔ اور اپنے مسلک سے جاہل دنیاوی پڑھے لکھے سُنی حضرات کو یہ کہہ کر خوب گمراہ کر رہے ہیں: یہ ہے بریلویوں کا دین، اور یہ احمد رضا کے پیرکار ہیں۔

جبکہ امامِ اہلسنت مجدد دین وملت احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات گواہ ہیں، آپ نے ایسی تمام بدعات وخرافات کا خوب رد فرمایا ہے۔ جس کو خود غیر مقلدین کے علماء نے تسلیم کیا، اور یہاں تک مانا کہ آپ کی تعلیمات پر چلنے والا ہدایت یافتہ اور صراط مستقیم پر ہے۔ ملاحظہ ہو، کتاب "تعلیمات شاہ احمد رضا خاں بریلوی"، از غیر مقلد عالم محمد حنیف یزدانی۔ اس کتاب پر متعدد وہابی مولویوں کا تبصرہ اور تصدیق بھی موجود ہے۔ (الفضل ماشھدت به الاعداء)

(مزید: "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات"، "فاضل بریلوی اور امور بدعت" کتب ملاحظہ فرمائیں)

لہذا آپ رضی اللہ عنہ اس فتنے اور گندگی سے بالکل بری ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ مزارات پر حاضری کا طریقہ بیان فرماتے ہیں: "مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام"۔

(فتاوی رضویہ: ۵۲۲/۹، طبع جدید)

ہم یہاں ("جامعہ اشرفیہ" گجرات سے، ۱۸، اپریل، ۲۰۰۶ء) جاری ہونے والا ایک فتویٰ نقل کر رہے ہیں، جس میں حاضری مزارات کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

الجواب: ۱۔ مزارات کے گرد طواف کرنا، ناجائز، سجدہ تعظیمی کرنا بالاتفاق حرام اور بوسہ لینے سے بھی اجتناب چاہیے۔

۲: مزارات پر بجائے عرس کے میلے لگانا، ڈھول بجانا اور بھنگڑا ڈالنا سخت حرام نیز گھڑولیاں اور مورتیاں چڑھانا بھی (جیسے شاہ دولہ دربار پر چڑھائی جاتی ہیں) مشرکین کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے سخت ممنوع اور حرام ہیں۔ شریعت میں اِن افعال کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، اِن افعال سے بزرگوں کے ارواح کو ایذا پہنچتی ہے (جس کی وجہ سے مزارات کے فیوض و برکات کم ہوتے جا رہے ہیں) نیز عین قبر کے اوپر اگربتی، موم بتی اور چراغ جلانے سے بھی فقہائے کرام منع فرماتے ہیں۔

۳: مرد حضرات کی موجودگی میں بالخصوص جوان عورتوں کا، وہ بھی بے پردگی کی حالت میں، اور بغیر محرم کے مزارات کی حاضری دینا سخت ممنوع ہے، لہٰذا ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے اپنے گھروں سے ہی ایصالِ ثواب کریں۔

۴: مزارات پر حاضری دیتے وقت اگر ممکن ہو تو قدموں کی طرف سے جائیں ،اور منہ کے سامنے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر جتنی ممکن ہوں، آیات تلاوت کر کے صاحبِ مزار کی روح کو ایصالِ ثواب کر دیں،اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کریں۔فقط: واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ ﷺ

کتبہ، المفتی العاون محمد عبدالسلام ہاشمی

بدار الافتاء "الجامعة الاشرفية "علی مسجد گجرات۔

❀❀❀❀❀❀❀❀

باب:۳۲:

"جنت البقیع" میں نصب شدہ بورڈ کی گمراہ کن عبارات:

جنت البقیع میں (اپریل ۲۰۱۰ء) نیلے رنگ کا ایک بورڈ نصب ہے، جس پر لکھی گئیں، گمراہ کن عبارات میں سے چند یہ ہیں۔

۱: قبروالوں سے کچھ بھی طلب کرنا شرک ہے۔

۲: قبروالوں کے وسیلے وواسطے سے دعا کرنا بدعت ہے۔

۳: قبرستان میں قرآن کی تلاوت سنت رسول کے خلاف ہے۔

۴: قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے۔

پہلی اور دوسری عبارت کا رد "فوت شدہ سے مدد"۔"فوت شدہ کا وسیلہ" عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

۳: قبرستان میں قرآن مجید کی تلاوت سنت رسول کے خلاف ہے:

سعودی مفسر نے بھی "وان لیس للانسان الا ماسعی"۔(النجم ۳۹) کے تحت

لکھا: ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مردوں کے لیے قرآن خوانی کی ترغیب دی نہ کسی نص سے نہ اشارۃ النص سے رہنمائی فرمائی۔۔۔۔ رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں۔ اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے۔۔۔۔ البتہ دعا اور صدقہ وخیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ (ص:۱۳۹۸)

خطباء اہل سنت کی خدمت میں گزارش:

سعودی تفسیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے متعلق منکرین کا اصل اعتراض یہ نہیں کہ صدقہ وخیرات کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ بنیادی طور پر دو اعتراض ہیں،۔۔۔ ایک یہ کہ قرآن خوانی کا ثواب نہیں پہنچتا اور یہ جائز نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ تم نے جس ہیئت کے ساتھ قل، دسواں اور چالیسواں وغیرہ مقرر کر رکھے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے منقول نہیں۔

لہٰذا ایصال ثواب کی محافل میں صدقہ وخیرات کا ایصال ثواب ثابت کرنے پر سارا وقت اور زور لگانے کی بجائے، انہیں دو باتوں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

سعودی تفسیر جو کچھ لکھا یہ سفید جھوٹ ہے اور افتراء ہے۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ جس کام کے متعلق شریعت مطہرہ سے ممانعت اور انکار وارد نہ ہو، اس فعل کو خلاف سنت کہہ دینا، جہالت وحماقت ہے۔

خود لکھا: اپنے طور حرام کر لینا منع ہے۔ (سعودی تفسیر: ۳۱۶، ۴۰۰، ۳۹۷، ۳۹۶، ۵۸۰)

سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: ممانعت میں کوئی صحیح، صریح نص نہیں آئی۔

(فتاویٰ ابن باز: ۵۳، دارالسلام الریاض)

مزید لکھا: ''اس کی ممانعت کا ثبوت نہیں ملتا''۔ (ایضا: ۵۰)

ابن باز نے ایک اور جگہ لکھا: ''کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبر دار کر دیا ہے''۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل (وکالۃ رسالۃ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

لہذا ہم مطالبہ کرتے ہیں، کہ فوت شدگان کے لیے اور قبرستان میں قرآن خوانی کو خلاف سنت کہنے والے، وہ ''سنت'' پیش کریں، جس کے یہ عمل خلاف ہے۔ انشاء اللہ! کبھی نہ پیش کر سکو گے۔ عدم وجود یا عدم نقل کو سنت کہنا جہل مرکب ہے۔

تلاوت قرآن کا ایصال ثواب، احادیث مبارکہ:

✿ ــــ داماد رسول ﷺ، زوج بتول، مولائے کائنات، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا، اور اس نے اکیس (۲۱) (وفی روایۃ: ۱۱) مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑا، پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مردو کو بخش دیا، تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں، اتنی بار پڑھنے کا اس کو ثواب ملے گا۔

(دار قطنی جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲، فضائل سورۃ اخلاص للخلال: ۱۰۲/۱، التذکرۃ للقرطبی: ۱۲۸/۱، شرح الصدور: ۳۱۲، کنز العمال: ۱۵/۶۵۵، فردوس الاخبار: ۳۸/۴، تفسیر مظہری، روح البیان، رافعی فی تاریخ کذا قال العجلونی فی کشف الخفا: ۳۸۲/۲)

✿ ــــ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو، اور یٰسین پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہل قبرستان پر تخفیف کر دیتا ہے، اور اس کو مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(شرح الصدور: ۳۰۴، تذکرہ: ۸۰، فردوس الاخبار: ۱۰۸/۴، مظہری)

......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کو رکھو مت بلکہ جلدی لے چلو اور اس کے سرہانے سورہ فاتحہ پڑھو، اور اس کے پیروں کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیات پڑھو۔ (المعجم الکبیر:۱۳۶۱۳)

......عبدالرحمان بن العلاء بن اللجاج بیان کرتے ہیں: کہ مجھ سے میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے! جب میں فوت ہو جاؤں، تو میری لحد بنانا۔ اور مجھے قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھنا، پھر میری قبر پر مٹی ڈال دینا، اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اور ابن عمر بھی اس کی وصیت کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۲۲۰۔ سنن بیہقی: ۵۶،۵۷/۴۔ تاریخ یحیٰی بن معین: ۴/۴۴۹،۴/۲۱۵،۴/۵۰۱، واللفظ لہ بحوالہ القول المصور۔ کتاب العاقبہ للحافظ عبدالحق الاشبیلی: ۲۵۵۔ کتاب الروح ص ۱۳، از امام الوہابیہ ابن قیم۔ شعب الایمان: ۱۶۷)

......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کے پاس، سورہ یٰسین پڑھو۔

(یہ حدیث اپنے عموم کی وجہ سے قبرستان کے مردوں کو بھی شامل ہے)

(نواب صدیق، ابن قیم، سراج الوہاج: ۵۵/۲، علامہ سیوطی، علامہ قرطبی، علامہ مقدسی، محب طبری رحمۃ اللہ علیہم۔ شرح الصدور، ابوداؤد: ۳۱۰۵، ابن ماجہ: ۱۴۴۸، مسند احمد: ۲۶/۵، المستدرک: ۵۶۵)

......سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید، امام شعبی فرماتے ہیں: انصار صحابہ کرام کا معمول تھا، کہ وہ اپنے فوت شدہ لوگوں کی قبر جا کر قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶/۳، شرح الصدور: ۱۳۰، التذکرہ للقرطبی: ۸۰، کتاب الروح: ۶۶، الامر بالمعروف والنھی عن المنکر للخلال: ۱۲۳)

معلوم ہوا کہ نجدی ٹولے کا یہ کہنا: "قبرستان میں قرآن مجید کی تلاوت سنت رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مردوں کے لیے قرآن خوانی کی ترغیب نہیں دی۔ اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں"۔۔۔جھوٹ اور بہتان ہے، اور سلف کرام میں سے کسی نے بھی اس کو خلاف سنت نہیں کہا۔ اور جوں ہی کسی کو احادیث پہنچیں، اس نے انکار سے رجوع کرلیا۔

✿۔۔۔۔۔امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص اور فلق و ناس پڑھ کر ثواب قبرستان والوں کی روح کو پہنچاؤ، بے شک وہ انہیں پہنچے گا، پھر تم کہو کہ اے اللہ اس کو قبرستان والوں کے لیے فضیلت بنا۔

(المغنی:۱/۶۳۶، طبقات حنابلہ:۱۹۲، العاقبہ لعبد الحق:۲۵۵، شرح الصدور:۳۰۴، تذکرہ:۵۰)

✿۔۔۔۔۔زعفرانی کہتے ہیں میں نے امام شافعی سے سوال کیا کہ قبر پر قرآن پڑھنا کیسا ہے آپ نے فرمایا: "لا بــاس بــه"، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (الامر بالمعروف والنھی عن المنکر للخلال:۱۲۳، شرح الصدور:۳۰۳)

✿۔۔۔۔۔مشہور حدیث پاک ہے، کہ آپ ﷺ نے دو قبروں پر دو تر شاخیں گاڑیں۔ دریافت کرنے پر فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہونگیں، ان دونوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (بخاری:۲۱۶، باقی کتب صحاح)

علامہ قرطبی، علامہ سیوطی، علامہ نووی اور دیگر علماء:

نے اس مندرجہ بالا حدیث پاک سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے، تو تلاوت قرآن سے بطریق اولیٰ فائدہ پہنچنا چاہیے۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۱۲۱، ۱۲۶۔ الجامع الاحکام القرآن جز ۱۰/۲۴۰، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰۔ عمدۃ القاری جز

۳ص ۱۱۷، شرح الصدور، مسلم مع نووی: ۱؍۳۱۴، اور دیگر علماء) (سعودی تفسیر ص ۱۸، ۱۴۰، ۱۶۹، پر قرطبی۔ اور صفحہ ۹۱۴ پر فتح الباری، کا حوالہ دیا)

اسی لیے کئی اسلاف نے وصیت کی ان کی قبر پر سبز شاخ گاڑی جائے۔ (بخاری، شرح الصدور، طبقات الکبریٰ)

❁ ...... علامہ یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں: "استحب العلماء قرأة القرآن عند القبر"، علماء نے قبر کے پاس قرأت قرآن کو مستحب فرمایا ہے۔

(نووی بر مسلم: ۱؍۳۱۴، شرح الصدور)

❁ ......: "وان لیس للانسان الا ما سعی"، اور نہیں انسان کے لیے، مگر جو اس نے کوشش کی۔ (النجم: ۳۹)

اس آیت کو قرأت قرآن، کا ثواب نہ پہنچنے کی دلیل بنایا جاتا ہے، اس کے چند جواب ہیں۔ ۱: یہ آیت مطلق ہے، اس آیت کو صرف قرأت قرآن کا ثواب نہ پہنچنے کی ہی دلیل کیسے بنایا جاسکتا؟

۲: اور ابھی احادیث بھی گزریں، جن سے تلاوت قرآن کا نفع میت کے لیے ثابت ہوا۔

۳: جب باقی بدنی اعمال، نماز، روزہ، حج کا ثواب پہنچتا ہے۔ تو علمائے اسلام نے انہیں بدنی اعمال پر قیاس کر کے، قرأت قرآن کا ثواب پہنچنا بھی ثابت کیا ہے۔ ابن قیم اور نواب وحید الزماں نے بھی یہی کہا۔ (آگے آرہا ہے)

۴: اس آیت کو مفسرین اسلام نے اپنے ظاہر پر تسلیم نہیں کیا، اس کے کئی جواب دیے ہیں۔

⊛ ۔۔۔۔۔۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: یہ آیت، (الطور:۲۱) سے منسوخ ہے۔ (اس پر (النساء:۱۱) بھی دلالت کرتی ہے، راقم الحروف)

⊛ ۔۔۔۔۔۔ ربیع بن انس نے کہا: کہ یہ آیت کافروں کے متعلق ہے۔ (التذکرۃ:۱/۱۲۸/۱۲۷، شرح الصدور)

⊛ ۔۔۔۔۔۔ وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ: نے بھی اس آیت کے کئی جواب دیے، اور کہا کہ مومن کو، مومن سے مطلقاً، ہر نیکی کا نفع پہنچتا ہے۔ لکھا: "کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ نفع اس کی اپنی سعی سے ہو۔ کیونکہ مؤمنین کے کم سن بچے اپنے آباء کے ساتھ، بغیر اپنی سعی کے جنت میں داخل ہونگے"۔ (مجموعہ فتاویٰ:۲۴/۳۰۷)

⊛ ۔۔۔۔۔ نواب صدیق حسن نے بھی، ابن تیمیہ کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔ (فتح البیان:۶/۳۶۴)

⊛ ۔۔۔۔۔۔ نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے لکھا: "کہ اس آیت کے معنیٰ ہیں، کہ کسی کا ایمان دوسرے کو نفع نہیں دے سکتا، اگر وہ خود ایمان نہ لائے ۔۔۔ اور یہ آیت (طور: ۲۱) سے منسوخ ہے"۔ (ہدیۃ المہدی)

مزید لکھا: علما کی کثیر جماعت کا مؤقف ہے تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، چاہے وہ نماز ہو، روزہ ہو یا تلاوت ہو وغیرہ وغیرہ۔ (ایضاً:۱/۱۲)

⊛ ۔۔۔۔۔۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

جمہور سلف اور ائمہ مجتہدین تلاوت قرآن کا ثواب پہنچنے کے قائل ہیں۔ پھر علامہ المقدسی کے حوالے سے (النجم:۳۹) کے کئی جواب ذکر کیے۔ ایک یہ کہ قدیم سے مسلمانوں کا یہ معمول ہے، کہ وہ جمع ہو کر مُردوں کے لیے قرآن کی تلاوت کرتے

ہیں۔اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔اس سے "اجماع المسلمین" ثابت ہوتا ہے۔
۔۔ہمارے اصحاب نے جواز کا قول کیا۔۔۔امام شافعی نے کہا کوئی حرام نہیں۔۔۔اور
پورا قرآن ختم کرے تو افضل ہے۔۔۔امام احمد بن حنبل پہلے انکار کرتے تھے، بعد میں
جب احادیث پہنچیں تو رجوع کرلیا۔علامہ سیوطی نے اس کے علاوہ اور روایات و وا
قعات بھی نقل کیے۔(شرح الصدور)

یہ سعودی وہابی، خود کو حنبلی کہتے ہیں، مگر تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کے
منکر ہیں، اور اپنے امام کے مسلک سے منحرف ہیں۔

❁......ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ حافظ شمس الدین عبدالواحد فرماتے
ہیں؛ ہر شہر میں مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اکھٹے ہو کر اپنے فوت شدگان کے لیے
تلاوت کرتے ہیں، کبھی کسی نے انکار نہیں کیا، گویا اس پر اجماع ہے۔

(مظہری، زیر آیت: وان لیس الانسان الخ، تذکرۃ الموتی والقبور: ۴۹)

❁......امام ابن قدامہ نے مسلمانوں کا تسلسل بیان کرکے، اس پر اجماع نقل
کیا۔(المغنی مع الشرح الکبیر: ۲/۴۲۹)

❁......شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی اس کے قائل ہیں۔(فتاوی عزیزی: ۱/۷۱)

❁......شاہ ولی اللہ کے قل شریف پر اکیاسی (۸۱) قرآن ختم ہوئے۔

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز: ۸۰)

ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی وغیرہ کی تصریح:

❁......ابن تیمیہ نے لکھا: "اور قبروں پر دائماً تلاوت کرنا سلف میں معروف نہیں

تھا۔۔متاخرین نے اس کی اجازت دی ہیں۔جب ان کو یہ حدیث پہنچی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ۔۔اور بعض صحابہ نے وصیت کی تھی، کہ ان کے تدفین کے بعد، ان کی قبر پر سورہ بقرہ تلاوت کی جائے۔(دونوں گزر چکی)۔(ملخصا، مجموعۃ الفتاوٰی:۲۴/۱۷۵)

مزید لکھا: میت کو گھر والوں کی قرات، تسبیح وتکبیر اور تمام اذکار کا ثواب پہنچتا ہے۔(فتاوی ابن تیمیہ:۲۴/۳۲۴)

⚫۔۔۔۔ابن قیم: نے عبدالرحمان بن العلاء بن اللجاج کی مذکورہ بلا روایت کو نقل کیا۔ (الروح:۱۳)

مزید لکھا: سلف کی ایک جماعت نے وصیت کی وفات کے بعد ان کی قبروں کے پاس قرآن کی تلاوت کرنا۔عبدالحق نے فرمایا: روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ ان کی قبر کے پاس سورۃ بقرۃ کی تلاوت کی جائے۔(کتاب الروح:۶۴)

⚫۔۔۔۔قاضی شوکانی نے لکھا: کہ اہل سنت کے ہاں نماز، روزہ، حج وصدقہ ہو یا قرات، بلکہ ہر نیکی کا ثواب پہنچتا ہے، اور نفع دیتا ہے (پر رسول اللہ نفع نہیں دے سکتے ؟)۔ (نیل الاوطار:۴/۹۹)

معلوم ہوا اس کا منکر اہل سنت نہیں!۔۔۔جیسے وہابیہ ہیں۔

⚫۔۔۔۔اسماعیل دہلوی نے بھی تسلیم کیا۔(صراط مستقیم:۸۹)

⚫۔۔۔۔نواب صدیق حسن: نے بھی تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کو تسلیم کیا، اور ابن تیمیہ اور ابن قیم کی طرح لکھا۔مزید لکھا: ''کہ ہم نے اپنے مشائخ قرابتداروں کو دعاء، تلاوت قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا، اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا، اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے''۔

(سراج الوہاج، ج ۲، ص ۵۵)

⁂ ـــــ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں ایسے واقعات نقل کیے۔

(تفسیر ابن کثیر تحت، سورۃ روم: ۵۲)

⁂ ـــــ نواب وحید الزمن حیدرآبادی: نے لکھا "اہل حدیث میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہر عبادت بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ مثلاً تلاوت قرآن کا بھی ـــــ ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا: کہ قرآن کی تلاوت بغیر اجرت کے کر کے اسے میت کو ہدیہ کرنے سے ثواب پہنچتا ہے۔ اگرچہ یہ چیز سلف میں معروف نہیں تھی، لیکن دلیل کا یہ تقاضا ہے جائز ہو ۔کیونکہ جب باقی اعمال کا ثواب پہنچتا ہے، تو تلاوت قرآن کا ثواب پہنچنے میں کیا چیز مانع ہے؟ ـــــ ہماری تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ بعض علماء (وہابیہ) کا یہ کہنا باطل ہے کہ اعمال بدنیہ کا ایصال ثواب "بدعت" ہے۔ (ہدیۃ المہدی: ۱۰۷، ۱۰۸)

امام الوہابیہ شیخ نجدی، اور قرأت کا ایصال ثواب:

صالحین و مومنین کی قبور اور ان پر بنے ہوئے مزارات کو گرانے پر، اپنے دین کی بنیاد رکھنے والے شیخ نجدی نے بھی قرأت قرآن کے ایصال ثواب کو تسلیم کیا۔

⁂ ـــــ ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی نے (فوائد) میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا، کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو، اور سورۃ الفاتحہ، الخلاص، التکاثر پڑھے، پھر کہے: کہ میں جو پڑھا، اس کا ثواب اہل مقابر کو بخشا۔ تو اہل قبور اللہ کی بارگاہ میں اس کے شفیع ہونگے۔

⁂ ـــــ عبدالعزیز صاحب الخلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس سے مرفوعاً

روایت کی، کہ جو شخص مقابر میں داخل ہوا، اور اس نے سورۃ یٰسین پڑھی۔ تو اللہ تعالیٰ اہل قبور کا عذاب ہلکا کر دے گا، اور مردوں کی تعداد کے برابر اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (احکام تمنی الموت ملا شیخ نجدی، المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمۃ، باب المقبرۃ)

ابن تیمیہ کی موت پر ختم قرآن، اور چوم کر برکت حاصل کرنا:

علامہ ابن کثیر اپنے استاد، ابن تیمیہ کی موت کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، قبل غسل ختم (قرآن) پڑھے گئے۔ مردوں کی جماعت نے دیکھ کر اور چوم کر برکت پائی۔ پھر عورتوں کی جماعت آئی، اس نے بھی ایسا ہی کیا (کیا بات ہے!)۔

پھر غسل دیا گیا، عقیدت مندوں نے غسل کا بچا ہوا پانی پی لیا، اور پتے چبا لیے۔ پھر بعد غسل بھی بہت قرآن ختم کیے گئے۔ پھر کئی دن تک قبر کے پاس بھی یہی کچھ ہوتا رہا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۴/۵۵۳،۵۵۲)

وہابی علماء کے مزید حوالہ جات:

عبداللہ روپڑی: مرنے والے کو قرآن کا ثواب پہنچتا ہے۔

(فتاویٰ اہلحدیث: ۱/۱۳۵، ۶۷۶)

ابوالبرکات احمد: قرآن خوانی کے لیے طلباء اور مولویوں کو گھر بلانا، الگ الگ سپارے پڑھنا، ان کے لیے کھانا پکانا اور دعا کروانا۔۔۔ گھر والوں کا ان کو معاوضہ دینا، یہ خدمت ہے بدعت نہیں۔ (فتاویٰ برکاتیہ: ۱۹۳)

نذیر حسین دہلوی: متاخرین علماء اہل حدیث میں سے علامہ محمد بن اسماعیل امیر نے سبل السلام میں۔۔۔ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں اسی کو حق کہا ہے۔ (فتاویٰ

نذیریہ:۴۴۱)(مزید حوالہ جات: فتاوی ثنائیہ ۳۹/۲،فتاوی علمائے اہلحدیث:۳۳۶/۵،کتاب التعویذات:۸۷)

سعودی حکومت کا ریزہ خوار، پاکستانی وہابی مولوی توصیف راشدی، جو انتہائی درجے کا منہ پھٹ اور فتنہ عظیم ہے۔ بکتا ہے:''کہ قبروں پر بیٹھ کر قرآن پڑھنے والی ،بدترین مخلوق ہے قیامت کے دن''۔(عنوان تقریر''شہباز قلندر کے مزار کا حج'')

لعنۃ اللہ علی الکاذبین والظالمین والمفترین!

ظلم کی انتہا ہے، کہ جس کام کی نبی کریم ﷺ نے تعلیم دی، صحابہ کرام اور دیگر ائمہ اسلام (خود نجدیوں کے اکابرین) نے مستحب قرار دیا۔ اسی کام کو ان لوگوں نے خلاف سنت، اور عمل کرنے والوں کو بدترین مخلوق کہا۔ استغفر اللہ!

حالانکہ کافروں کے متعلقہ آیات کو مسلمانوں پر لگانے کی وجہ سے یہ ٹولہ خود بدترین مخلوق ہے۔

چونکہ خود ان کے اکابرین نے بھی جائز کہا ہے۔ لہذا انصاف کا تقاضا یہ ہے، کہ پہلے اپنے مولویوں کو بدترین مخلوق کہا جائے۔

ہاں کہو! کہ قبروں کے پاس تلاوت قرآن کو جائز لکھنے والے، ابن تیمیہ کی میت کے پاس، اور قبر پر ختم قرآن کرنے والے، اور ابن کثیر اس کو جائز سمجھ کر، بغیر تردید کے نقل کرنے والے، اور دوسرے اکابرین وہابیہ ابن قیم، نواب صدیق، وحید الزماں، قاضی شوکانی وغیرہ سب بدترین مخلوق ہیں۔

تا کہ ہوش ٹھکانے آجائیں!۔

قبر کے اندر بھی تلاوت قرآن:

نجدی مولوی زندوں کو قبر کے پاس قرأت قرآن سے منع کرتے ہیں، لیکن اللہ

تعالیٰ کو تو فوت شدگان کا قبروں کے اندر بھی یہ عمل پسند ہے، اور وہ بعض کو اس کی توفیق اور طاقت عطا فرماتا ہے۔

❁...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ ایک شخص نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا دیا۔ اس قبر سے ایک انسان کے سورۃ ملک پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ حتیٰ کہ اس نے اس کو ختم کر لیا۔ وہ آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس گیا، اور آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا: یہ سورۃ ملک المانعة اور المنجیة ہے۔ یعنی یہ عذاب قبر کو روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۰، شعب الایمان: ۲۵۱۰)

❁...... علامہ خلال نے "کتاب السنہ" میں اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا: کہ مومن کو قبر میں ایک مصحف دیا جاتا ہے، جس کو وہ دیکھ کر پڑھتا ہے۔ (شرح الصدور)۔ ("فیضان مزارات اولیاء" ترجمہ "کشف النور"، مکتبۃ المدینہ۔ ملاحظہ کریں)

❁...... حضرت عاصم سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی، تو اس میں سوراخ ہو گیا، جب اس میں دیکھا، تو ایک شیخ سبزے سے ڈھکے ہوئے، تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ (سبحان اللہ!)۔ (ایضاً)

ہم کن لوگوں کی اتباع کریں؟ ...... ان مٹھی بھر اور گمراہ نجدیوں کی، یا کہ ان سلف الصالحین کی، جن کے طریقے کو قرآن کریم نے صراط مستقیم کہا؟

۴: کیا قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے؟:

یہ "جنت البقیع" میں نصب شدہ بورڈ کی، چوتھی (۴) عبارت ہے۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ قبرستان سے مٹی اٹھانا، شرع شریف کی جس نص کے خلاف ہے، ہمارے نجدی حل کردہ نص پیش کریں۔ نہیں تو اس فتوے کو بھی اپنی بدعات

مذمومہ میں شامل کرلیں۔

قرآن پاک میں ہے: "فقبضتُ قبضۃً من اثر الرسول فنبذتُہا"، میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی (مٹی) بھر لی، اسے اس (بچھڑے کے منہ) میں ڈال دیا۔ (طٰہٰ:۹۶)

یہ سامری تھا، جس نے حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں سے، مٹی کی ایک مٹھی بھر لی، اور اسے بے جان بچھڑے کے منہ میں ڈال دیا، تو وہ ایک قسم کی آواز نکالنے لگ گیا۔

یہ ہے اللہ والوں کی سواری کے قدموں کے ساتھ لگنے والی مٹی کا اثر، تو خود ان کے اپنے قدموں سے مس ہونے والی مٹی کی برکت کا عالم کیا ہوگا؟

✿ ...... امام بخاری کی قبر کی مٹی سے مدتوں مشک کی مہک آتی رہی، اور عرصہ دراز تک لوگ دور دور سے آکر قبر کی مٹی بطور تبرک لے جاتے رہے۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ۲۳۳/۲، ہدی الساری: ۴۸۴، مع فتح الباری: ۱)

ان منکرین تبرکات کا امام بخاری سے کیا تعلق؟ اگر اس وقت یہ لوگ ہوتے، تو ان مسلمانوں کو مشرک اور قبر پرست، اور "قبر" کو بُت قرار دے کر بلڈوز کر دیتے!

✿ ...... امام محدث حافظ ضیاء مقدسی، (الحکایات المنثورۃ) میں فرماتے ہیں: کہ حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی کے پھوڑا نکل آیا، جب علاج معالجہ سے مایوس ہوگئے، تو شفاء کے حصول کے لیے "امام احمد بن حنبل" کی قبر سے مَلا، تو وہ پھوڑا درست ہوگیا۔

✿ ...... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سے شفا حاصل کی جاتی ہے۔ (اکمال فی اسماء الرجال: ۵۸۶)

ابن تیمیہ کی قبر کی مٹی سے شفاء، وتبرک حاصل کرنا:

پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے، کہ ابن تیمیہ کے مرنے کے بعد، اس کی زیارت کر کر کے، اور چوم کر برکت حاصل کی گئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۴/۵۵۳، ۵۵۴)

قبور صالحین کو بت اور شرک کے اڈے قرار دینے والوں کی، اپنے بڑوں کی قبور سے عقیدت اور ان کی مٹی کی تاثیر کا عقیدہ ملاحظہ کریں۔

۞...... ابوالعباس احمد بن علاؤالدین بیان کرتے ہیں: کہ علی بن عبدالکریم بغدادی کی لڑکی کو مرض رمد لاحق ہو گیا۔ اسے خیال آیا کہ ابن تیمیہ کی خاکِ تربت لڑکی کی آنکھوں میں ڈالے۔ چنانچہ وہ قبر پر گیا، وہاں ایک اور بغدادی اسی مقصد کے لیے خاک جمع کر رہا تھا۔ اس کی عقیدت اور بڑھ گئی، اس نے خاک لی، بچی کی آنکھ میں ڈالی، بچی دوسری صبح کو تندرست ہو کر اٹھی۔ (امام ابن تیمیہ: ۹۹، از برق۔ الرد الوافر لناصر الدین الدمشقی: ۱۳۵، ۱۳۶ اتھوڑے اختلاف سے)

۞...... مجدد الوہابیہ نواب صدیق بھوپالی، قاضی شوکانی سے اپنی شدت عقیدت کا یوں اظہار کرتے ہیں: ہمارے شیخ اور (مرنے کے بعد بھی) ہماری برکت، امام شوکانی۔۔۔ (السراج الوہاج: ۱/۴۸)

۞...... اس طرح کا ایک واقعہ مولوی یعقوب دیوبندی کی قبر کی مٹی سے شفا حاصل ہونا، اور پھر صاحب قبر کا شفاء کو روکنے اور عطاء کرنے پر قادر ہونا، دیوبند کے مجدد اشرف علی تھانوی نے بھی بیان کیا ہے۔ (ارواح ثلاثہ: ۳۰۲)

۞...... جبکہ دوسری طرف سعودی مفتی ابن باز کہتا ہے: نبی کریم ﷺ سے، بیماری سے شفاء کا سؤال کرنا شرک ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ، ص ۱۷، وکالۃ رئاسۃ عامہ)

۞...... جبکہ عیسیٰ علیہ السلام خود آفر کرتے: آؤ! میں تمہیں شفا دوں۔ (آل عمران:۴۹)

۞...... حضرت یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے لیے، خود اپنی قمیص بھیجی کہ اس کو آنکھوں پر ڈال دینے سے شفاء حاصل ہوگئی۔ (یوسف:۹۳)

صحابہ کرام ہر طرح کی بیماریوں سے شفاء کے لیے دافع البلاء والوباء ﷺ کی خدمت میں التجاء کرتے، اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے شفاء عطا فرما دیتا۔

گویا جو بات شریعت محمدیہ سے ثابت ہو، وہ ان کے دھرم میں شرک ہے؟۔

۞۞۞۞۞۞۞

باب:۳۳

کیا آثار و تبرکات صالحین کو مٹا دینا، منشاء توحید ہے؟

سعودی مفسر نے صالحین کے تبرکات و آثار کے متعلق لکھا: ''کہ آثار صالحین کو مٹا دینا توہین نہیں، جیسا کہ اہل بدعت، قبر پرست باور کراتے ہیں، بلکہ منشاء توحید ہے۔ (استغفر اللہ!)... اس لیے کہ وہ شرک کا ذریعہ بن گیا تھا''۔ (ملخصا:۸۷۳)

جیسے ایک نجدی مولوی لکھتا ہے: ''قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی۔ (امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوۃ اور علماء اہل حدیث کی مساعی:۳۱، مطبوعہ ریاض)

ہم کہتے ہیں کہ بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی امت کے صالحین کے آثار و تبرکات شرک کا ذریعہ نہیں، بلکہ حصول رحمت و مقاصد کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اور ان کا ادب کر کے لوگ مشرک نہیں، بلکہ اللہ کے مقرب اور بامراد بنتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نسبتوں کا ادب دل و روح کی طہارت و پاکیزگی اور پرہیزگاری کا

سبب ہے۔(حج:۳۲) ان کی بے ادبی نری خواری اور دنیا و آخرت کا خسارہ، اور منافقت وحماقت کی علامت ہے۔

❁......علامہ نووی، قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہر زمانے میں مسلمان، قبر نبوی ﷺ کی زیارت اور "آثار صحابہ" سے "برکت" لینے کے لیے، مدینہ شریف کا سفر اختیار کرتے رہے ہیں۔(نووی بر مسلم:۱/۸۴)

❁......حافظ عراقی، اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارکہ کو بطور تبرک بوسہ دینے کو جائز قرار دیا ہے۔وہ فرماتے ہیں: کہ جب ابن تیمیہ نے دیکھا تو تعجب کیا، حلانکہ اس میں تعجب والی کون سی بات ہے؟۔۔۔ہمیں تو یہاں تک روایت پہنچی کہ امام ابن حنبل نے وہ پانی بطور تبرک پیا، جس میں امام شافعی کی قمیص دھوئی گئی۔(فتح المتعال)

❁......حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا؛"اذھبوا بقمیصی ھٰذا"۔(یوسف :۹۳) میری قمیص لے جاؤ۔

❁......امام نسفی لکھتے ہیں؛ اس (اصحاب کہف کی مسجد) میں مسلمان نماز پڑھتے ہیں، اور ان کی جگہ (مزار) سے برکت حاصل کرتے ہیں۔(مدارک بر حاشیہ خازن:۳/۲۰۶)

❁......خود سعودی مفسر نے لکھا کہ امام شوکانی نے کہا اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے کا ارادہ کرنے والے مسلمان تھے۔(ص:۸۰۵، تحت، الکہف:۲۱)

ظاہر ہے کہ وہ مسلمان ان صالحین کے قرب سے برکت لینا چاہتے تھے۔

مدینہ طیبہ، طور سینہ، قبر موسیٰ اور مولد عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سفر:

۞......علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: "انہ علیہ السلام نزل عند قبرہ فصلّٰی رکعتین"۔ شب اسرائی کے دولہا ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے مزار اقدس کے پاس دو رکعات نماز پڑھی۔ (روح البیان: ۲/۲۹۵، مسلم: ۶/۲۳۴)

۞......سفر معراج کے دوران جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے چار (۴) جگہ عرض کیا، کہ براق سے اتریے اور نماز پڑھیے!، پھر جبریل ؑ سوال کرتے رہے: کہ کیا آپ جانتے ہیں، آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟۔۔۔ پھر خود ہی پہلی دفعہ عرض کی: "صلیت بطیبة" جہاں آپ نے نماز پڑھی، یہ آپ کا دار ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔

تھوڑے سفر کے بعد عرض کی "صلیت بطور سیناء" یہ طور سینہ ہے جہاں آپ نے نماز پڑھی۔

پھر عرض کی: "صلیت بیت الحم حیث وُلد عیسیٰ" یہ بیت الحم ہے، جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا۔ (نسائی: ۱/۸۰، طبرانی کبیر: ۷/۲۸۳، مجمع الزوائد: ۱/۲۱۳، مسند شامیین: ۱/۱۹۴، مسند بزار: ۸/۴۱۰، ابن کثیر: ۳/۷)

معلوم ہوا کہ مزارات صالحین اور مقدس مقامات کی طرف، وہاں نماز ادا کرکے یا صرف حاضری دیکر، برکت کے حصول کے لیے خصوصی اہتمام اور ارادے سے سفر اختیار کرنا، آپ علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام کی سنت، اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔

سعودی مفتی ابن باز اور محمد بن صالح جھوٹ لکھتے ہیں: جہاں نبی کریم ﷺ بیٹھے یا نماز پڑھی، صحابہ کرام برکت کے لیے کبھی بھی وہاں نہیں گئے۔ (تحفۃ المسلم: ۶۷، سعودیہ)

حالانکہ متعدد احادیث میں مذکور ہے، کہ صحابہ کرام ایسی جگہیں تلاش کر کے برکت حاصل کرتے۔ (بخاری: ۱/۶۰، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۲۱۷)

خاندانی برکت:

❁ ...... صحابی رسول ﷺ اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ، اور یہ جملہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ جب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے کی وجہ سے آیت تیمم نازل ہوئی۔ تو اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: "ماھی باوّل برکتم یا ال ابی بکر"، "اے آلِ ابوبکر یہ کوئی تماری پہلی برکت تو نہیں!"۔

اور یہ جملہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہے: "لقد بارك الله للناس فيكم يا ال ابی بکر ماانتم الا برکة لهم" ۔ (بخاری، کتاب التفسیر، مائدہ) "اے آلِ ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تم میں لوگوں کے لیے برکت رکھ دی ہے، تم ان کے لیے برکت ہی برکت ہو!"۔

سبحان الله العظيم!

آج سوائے سُنی کے یہ جملہ کس کی زبان پر جچتا اور سجتا ہے؟

اسی طرح حضرت عمر کا، حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو وسیلہ بنانا، بھی خاندانی برکت حاصل کرنے کے لیے تھا۔

منکرین اور خشک مزاج لوگ کہتے ہیں: خاندانوں میں کیا پڑا ہے؟ ...آلِ رسول ﷺ ہونا کچھ باعثِ شرف نہیں، صرف عمل ہی باعثِ فضیلت ہے۔

عملوا الصالحات کی اہمیت کا کوئی منکر نہیں، یہ دعویٰ کرنے والا خود بھی کبھی یہ پسند نہیں کرے گا، کہ اپنی بیٹی کا رشتہ کسی نیک سیرت "مسلم شیخ" (مسلی) کو دے دے۔

وسیلہ بننے والی ذات کا بھی کمال ہوتا ہے: (ایک وسوسے کا رد)

یہ بھی پتہ چلا کہ جس شخصیت کے توسل سے کوئی نعمت ملے، کوئی نفع حاصل ہو، اس کا بھی کچھ مقام اور کمال ضرور ہوتا ہے۔

❁......... نبی کریم ﷺ نے انصار صحابہ کرام سے فرمایا: تم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تمہیں ہدایت نہیں دی؟ ... تم بکھرے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے وسیلہ سے جمع نہیں کیا؟ ... تم محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے غنی نہیں کیا؟، انہوں نے عرض کی ہم پر اللہ و رسول ﷺ کا بڑا فضل ہے۔ (بخاری، ۲/۶۲۰)

❁......... حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی نے فرمایا: "ان اللہ یغنیکم او نعشکم بالاسلام و بمحمد ﷺ"، "اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام اور محمد ﷺ کے ذریعے سے غنی اور بلند کر دیا ہے"۔ (بخاری: کتاب الاعتصام)

جیسے نجدی مفسر نے لکھا: "یہ اس شخص کا تعارف ہے، جسکے ذریعے سے یہ کام ظاہری طور پر انجام پایا"۔ (ص: ۱۰۵۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ھل جزاء الاحسان الا الاحسان"۔ (الرحمان: ۶۰)

❁......... سرور کائنات ﷺ کا فرمان ذیشان ہے: "من لم یشکر النّاس لم یشکر اللہ"، "جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی نہیں ہو سکتا"۔

(ترمذی: ۱۹۵۴، ابوداؤد: ۴۸۱۱، الادب المفرد: ۲۱۸)

یہاں بندگان خدا کی شکر گزاری کو پہلے ذکر کیا گیا، اگر کسی کا کمال ہی کوئی نہیں، تو پھر شکر کیسا؟۔

معلوم ہوا کہ بندوں کے کمالات اللہ تعالیٰ کے ہی عطاء کردہ ہوتے ہیں، مگر

باوجود اس کے، ان کے کمالات تسلیم کرنا، ان کی تحسین کرنا یہ احسان کا بدلا ہے، اور یہ تعریف وتوصیف درحقیقت اس عطاء کرنے والے کی ہی بالواسطہ حمد وثنا ہوتی ہے۔

جیسے منکرین شان رسالت، دجل سے کام لیتے ہوئے یہ کہہ کر کمالات نبوت وولایت کا انکار کردیتے ہیں، کہ جی یہ تو معجزہ اور کرامت تھی، کون سا ان کا کوئی ذاتی کمال ہے۔ (ص ۶۶۹، ۶۷۰، ۱۰۵۲)

اور دوسری طرف منافقت کی حد یہ ہے، کہ اپنے ملاؤں کے کمالات دکھلا کر عوام کو گمراہ کرنے لیے، ان کی سیرت اور سوانح حیات پر کئی کئی جلدوں میں کتابیں لکھ ماریں۔ بلکہ ان کی کرامات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ جیسے عبدالمجید سوہدروی غیر مقلد نے "کرامات اہل حدیث" کے نام سے کتاب لکھی۔

اور شیخ نجدی کی شان بیان کرنے کے لیے، اس کی شرک کے فتووں اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کی تحریک کا آپ ﷺ کی نبوت وتبلیغ سے مقابلہ کروایا۔ کہ جو کام رسول اللہ نے کیا تھا، وہی ہمارے شیخ نجدی نے کر دیکھایا۔ (ص:۱۴۹۴)

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجیے!

کرامات اولیاء کے انکار کی وجہ:

نجدی حضرات اصل میں کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ بالخصوص قرون ثلاثہ کے بعد کے اولیاء کرام کی کرامات کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں، جس کے لیے سعودی چیچے توصیف راشدی وہابی کے بیانات سنے جا سکتے ہیں۔ صرف معتزلی ہونے کے الزام سے بچنے کے لیے، بظاہر اقرار کرتے ہیں۔ وہ بھی

اس طرح کہ معجزہ وکرامت نبی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔

۞......اس انکار کی حقیقی وجہ سیدنا علامہ دلجی علیہ الرحمۃ "شرح مقاصد المقاصد" میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: کرامات کا انکار بدعتی لوگ ہی کرتے ہیں، اور ان کا انکار کوئی عجیب بات نہیں، کیونکہ عبادت وریاضت بجالانے اور گناہوں سے اجتناب کی کوشش کے باوجود نہ انہیں کوئی کرامت حاصل ہوئی، اور نہ ہی ان کے بڑوں کو یہ دولت ملی تو (حسد کی وجہ سے) بدعتی لوگ اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کرنے کی آفت میں مبتلا ہو گئے، ان کے گوشت نوچنا اور کھال کھینچنی شروع کردی۔ یہ لوگ اس بات سے جاہل ہیں کہ ولایت کے معاملہ کا مدار عقیدہ کی درستی، باطن کی صفائی، طریقت کی پیروی اور حقیقت کے انتخاب پر ہے، (اور یہ نعمت کسی گمراہ فرقے والے بدعقیدہ شخص کو حاصل نہیں ہوسکتی)۔ (جامع کرامات اولیاء: ۲۹/۱، علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ)

سیدنا فاروق اعظم کا تبرکات کے متعلق عقیدہ:

آپ رضی اللہ عنہ نے، مقام (آثار) ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کی چاہت کی، تو اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمادیا: "واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى "، اور ابراہیم کے کھڑے ہونے (پاؤں) کی جگہ کو جائے نماز بنالو"۔ (بقرہ: ۱۲۵۔ بخاری: ۵۸/۱)

اب لگاؤ فتویٰ! عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور قرآن کریم پر، جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی یادگار کو ہمیشہ کے لیے محفوظ ہی نہیں کیا، بلکہ عین حالت نماز میں اس کی تعظیم کا بھی حکم دیا۔

واللہ! اگر تمہارے بس میں ہوتا تو اسے بھی کئی آثار اسلام کی طرح، ضرور

اکھاڑ پھینکتے۔ مگر اللہ عزّ وجلّ نے قرآن میں اس کا ذکر کر کے اس کی حرمت کو تا قیامت باقی کر دیا۔

وہابیوں پر سوال، نماز میں تعظیم تبرکات، حضرت عمر پر بہتان:

عین نماز کی حالت میں مقام ابراہیم کی تعظیم کرنے سے آدمی مشرک کیوں نہیں ہوتا؟۔۔۔اور اگر وہی مسلمان کسی اور جگہ، اسی عقیدے کے ساتھ، کسی اور تبرک یا قبر کی تعظیم کرے۔ تو وہ "آثار و قبر" شرک کا سبب، اور وہ بندہ مشرک کیوں ٹھہرتا ہے؟۔

اور جب مقام ابراہیم کی تعظیم سے نماز میں شرک و فساد نہیں آتا، تو نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے شرک و فساد کب ہوگا۔ جیسے اسماعیل دہلوی کی مشہور بدعت ہے۔ (صراط مستقیم)

پھر قرآن، سنت اور عمل صحابہ و سلف سے تبرکات کی فضیلت و اہمیت کے بیان و ثبوت کو نظر انداز کر کے، بغیر کسی واضح دلیل کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے یہ کہنا: کہ آپ نے بیعت رضوان والا درخت اس لیے کٹوایا تھا، کہ آپ تبرکات کو شرک کا سبب سمجھتے تھے، آپ پر بہتان اور محض بدگمانی ہے۔

❁۔۔۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے، سعید بن میتب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ فرماتے تھے: میں نے اس درخت کو دیکھا پھر ایک سال بعد وہاں گیا، تو اس درخت کو نہیں پہچان سکا۔ (بخاری: ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، مسلم: ۱۸۵۹)

معلوم ہوا اس درخت کو کاٹا نہیں گیا تھا، بلکہ صحابہ پر مشتبہ ہو گیا تھا۔

❁۔۔۔ حضرت عمر کے اس درخت کو کاٹنے کے متعلق جو روایت پیش کی جاتی

ہے۔(الطبقات الکبری،۳/۷۶) اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ابن سعد کے شیخ ،عبدالوہاب بن عطا حدیث صحیح کے روای نہیں ہیں،ان پر کافی تنقید اور جرح کی گئی ہے۔

جس روای کے متعلق کہا گیا ہو کہ وہ قوی نہیں،شدید وہمی ہے،روایت میں خطاء کرتا ہے،ضعیف الحدیث اور مضطرب تھا،جھوٹ بولتا تھا،متروک الحدیث تھا۔اس کی رویت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔۔۔پھر بخاری و مسلم کے مقابل ابن سعد کی یہ روایت کب معتبر ہو سکتی ہے؟۔(تبیان القرآن:۱۱/۲۵۱)

لہذا بخاری بخاری کا ورد کرنے والوں کو بخاری سے اعراض کرتے حیا کرنی چاہیے۔

تبرکات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزاج آپ پڑھ چکے،کہ آپ کی تمنا پر مقام ابراہیم کو جائے نماز بنایا گیا۔یہ آپ کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور پوتے سالم رضی اللہ عنہما مکہ جاتے ہوئے ان جگہوں کو تلاش کر کر کے نماز پڑھتے جہاں محبوب علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز پڑھی ہوتی۔(بخاری:۴۸۳)

سچ ہے:

بے عشق نبی جو بھی پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو، نہیں آتی بخاری!

تبرکات اور سعودی تفسیر:(تضاد)

سعودی تفسیر میں ان مقامات پر تبرکات و برکات کا ذکر کیا گیا۔

۱:"ان یاتیکم التابوت"۔(بقرۃ:۲۴۸) کے تحت لکھا:انبیاء و صالحین کے تبرکات یقیناً باذن اللہ اہمیت و افادیت رکھتے ہیں۔(ص:۱۰۵)

دوسری جگہ لکھا: کہ یہ شرک کا سبب ہوتے ہیں، ان کو مٹانا تقاضائے توحید ہے۔(ص:۸۷۳)

۲:"فیہ رجال"۔(توبہ:۱۰۸) کے تحت لکھا: صالحین کی معیت میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔(ص:۵۵۰)

جیسے:"لنتخذن علیھم مسجدا"۔(کہف:۲۱) کے تحت لکھا: قاضی شوکانی نے اس رائے کو ترجیح دی کہ اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے والے مسلمان تھے۔(ص:۸۰۵)

یقیناً ان کا مقصد برکت حاصل کرنا تھی۔یہی رائے ان تفسیروں میں ہے۔

(مدارک برحاشیہ خازن:۳/۲۰۶، تفسیر مظہری:۶/۲۳، تفسیر کبیر:۲۱/۱۰۵، معارف القرآن:۴/۴۰۵، تدبر القرآن: ۴/۵۷۵، جواہر القرآن:۲/۶۵۶)

۳:"البلد امنا"۔(ابراہیم:۳۵) کے تحت لکھا: ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے آج بھی مکہ شریف میں امن قائم ہے۔(ص:۷۰۶)

۴:"بٰرکنا حولہ"۔(بنی اسرائیل:۱) کے تحت لکھا: بیت المقدس کا ماحول۔۔۔اور انبیا کا مسکن ومدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لیے اسے بابرکت فرمایا گیا ہے۔(ص:۷۶۵)

۵:"فا خلع نعلیك"۔(طٰہٰ:۱۲) کے تحت لکھا: یہ حکم وادی کی تعظیم کے لیے تھا، یا اس لیے کہ وادی کی پاکیزگی(وبرکت) کے اثرات ننگے پیر ہونے کی صورت میں موسیٰ علیہ السلام کے اندر زیادہ جذب ہوسکیں۔(ص:۸۵۵)

لکھا:"اور بنی اسرائیل کو بابرکت زمین کا وارث بنادیا"۔(ص:۱۳۲۲)

۶:عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:"وجعلنی مبارکاً این ما کنت"۔(مریم:۳۱) کے تحت لکھا:۔۔۔یا لوگوں کے لیے نافع،(ہوں)۔(ص:۸۳۹)۔۔۔جیسے فرمایا: میں اندھوں اور کوڑھی کو شفاء دیتا ہوں۔(آل عمران:۴۹)

لیکن سعودی مفتی ابن باز کہتا ہے: نبی کریم ﷺ سے، بیماری سے شفا کا سوال کرنا

شرک ہے۔(زیارت مدینہ منورہ:۱۷، وکالۃ رئاسۃ عامہ،الریاض)

۷:"الی الرسول "،(طٰہٰ:۹۶) کے تحت لکھا: جس سے ظاہری طور پر روحانی برکات کا مشاہدہ بھی کیا گیا۔(ص:۸۷۳)

شکر ہے خارجیوں نے بزرگوں کی روحانی برکات کو مان لیا۔

۸:"وبارك فيها"۔(حم السجدۃ:۱۰) کے تحت لکھا: یہ زمین کی برکت ہے کثرت خیر کا نام ہی برکت ہے۔(ص:۱۳۳۴)

"انا اعطينك الكوثر"، کے تحت لکھا:"ابن کثیر نے "خیر کثیر" کے مفہوم کو ترجیح دی ہے۔۔۔اور آپ کا رفع و دوام ذکر،اور آخرت کا اجر و ثواب،سب ہی چیزیں "خیر کثیر" میں آجاتی ہیں"۔(ص:۱۷۴۹)

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو برکتوں کے خزانے عطا فرمادیے ہیں۔

۹:"واتبعتهم ذريتهم"۔(طور:۲۱) کے تحت لکھا: یہ تو اللہ تعالیٰ کا وہ احسان ہے جو اولاد پر آباء کے عملوں کی برکت سے ہوگا، جیسے اولاد کی دعا سے والدین کا درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔(مسند احمد:۵۰۹/۲)۔(ص:۱۴۸۵)

۱۰:"ليلة مباركة"۔(الدخان:۳) کے تحت لکھا:اس(رات) کے بابرکت ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، کہ ایک تو اس میں قرآن کا نزول ہوا۔دوسرے،اس میں فرشتوں اور روح الامین کا نزول ہوتا ہے۔(ص:۱۳۹۶)

باب:۳۴

سعودی نجدیوں کا اسلامی یادگاریں اور تبرکات مٹانا:

۞..... سعودی مفتیوں نے لکھا ہے: غارِ ثور، غارِ حراء اور دیگر اسلامی یادگاروں کی تعظیم اور احترام کرنا شرک کا سبب ہے۔ (فتاویٰ علماء البلد الحرام:۸/۱۰۲۷)

۞..... ایک نجدی لکھتا ہے:" قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی"۔ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی مساعی:۲۱۰، الریاض)

۞..... کویت کے سابق وزیر اوقاف سید یوسف بن سید ہاشم رفاعی نے لکھا ہے کہ "مدینہ یونیورسٹی" میں ایک بے باک نجدی، "مقبل بن ہادی الوداعی" نامی شخص نے "حول القبة المبنية على قبر الرسول" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، جسمیں اس نے "قبر مبارک" کو بدعت کبیرہ قرار دے کر اسے ملیامیٹ کر دینے کا مطالبہ کیا، جس پر نجدی سعودی مولویوں نے اسے پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری کی ہے۔

(نصیحۃ لاخوان علماء نجد:۲۷)

۞..... سعودیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس پر سلام کرنا منع ہے۔ (ہدیۃ المستفید:۱/۷۰۴)

انہیں اعتقادات کی بنا پر ۱۹۲۵ء میں حرمین کریمین پر ظلماً و جبراً قبضہ کرنے کے بعد ان نجدی لٹیروں (سعودی عوام میں یہ بات مشہور ہے، کہ شاہ عبدالعزیز بہت بڑا ڈاکو تھا) نے باوجود اسلامی ممالک سے معاہدہ کرنے کے، وقفے وقفے سے تمام آثارِ اسلامیہ کو منہدم کر دیا۔ حتی کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مقدس کو بھی ۱۹۹۸ء میں بلڈوز کر دیا گیا۔

انہیں مظالم اور بیہودگیوں کے متعلق شورش کاشمیری اپنے جذبات ودکھ کا اظہار اس طرح کیا: ''سعودی عرب نے عہد رسالت کے آثار، صحابہ کرام کے مظاہر اور اہل بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیئے تھیں، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو کر دی گئی ہیں۔

کہیں کوئی کتبہ یا نشان نہیں۔۔۔ حکومت کے نزدیک ان آثار ونقوش اور مظاہر ومقابر کا رکھنا بدعت ہے، عقیدہ کے منافی ہے، سنت رسول کے خلاف ہے۔۔۔ لیکن عصر حاضر کی ہر جدت، جدہ ہی نہیں پورے حجاز میں ہے، بلکہ پھیل رہی ہے۔ کیا قرآن وسنت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا؟''۔ (شب جائے کہ من بودم ۴۲)

وفد خلافت کمیٹی کے ارکان لکھتے ہیں: ''بہر حال حالات وواقعات کچھ بھی ہوں، سلطان عبد العزیز کے تمام حتمی اور واجب الایفاء وعدوں کے باوجود مدینہ منورہ کے تمام قبے گرا دیئے گئے''۔ (رپوٹ خلافت کمیٹی: ۸۸)

اس وفد نے مسلمانان ہند کو یہ بھی خبر دی: ''مکہ میں جنت المعلیٰ کے مزارات شہید کر دیئے گئے۔ مولد النبی ﷺ (جائے ولادت بھی) توڑ دیا گیا ہے''۔ (ایضاً ص ۴۲)

شورش کاشمیری لکھتے ہیں: ''جنت البقیع جو خاندان رسالت کے دو تہائی افراد کا مدفن ہے، شروع اسلام کے درخشندہ چہروں کی آخری آرام گاہ اور ان گنت شہدائے اسلام، صلحائے امت اور اکابرین دین کے سفر آخرت کی منزل ہے، ایک ایسی اہانت کا شکار ہے کہ دیکھتے ہی خون کھول اٹھتا ہے''۔ (شب جائے کہ من بودم)

شبیر عثمانی دیو بندی کی گواہی، کہ نجدیوں کا فتویٰ شرک جھوٹا ہے:

جب حرمین شریف میں مزار گرائے گئے اور طائف کے مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔۔۔ مصنف لکھتا ہے: ''مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: جب ہم جمیعت العلماء کی طرف سے مکہ معظمہ گئے، سلطان ابن سعود سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے کہا: آپ نے اہل طائف کو مباح الدم (واجب القتل) کیوں قرار دیا ہے؟، جواب میں ابن سعود نے کہا: وہ قبروں کو ایسے سجدہ کرتے ہیں جیسے صنم کو کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا: جب آپ کے ہاں ہر سجدہ عبادت ہے، تو پھر ہر ساجد۔۔۔ عابد ہوگا، اور ہر مسجود۔۔۔ معبود ہوگا۔۔۔ تو کیا کسی زمانے میں ایک منٹ کے لیے بھی غیر اللہ کی عبادت جائز رکھی گئی ہے؟۔ حالانکہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے سجدہ کیا۔ اس پر سلطان خاموش ہو گئے اور کہا: میں عالم نہیں ہوں، نہ آپ کی تصدیق کرتا ہوں، نہ تکذیب، علما سے بات کروں گا۔ (''ارشاد القاری'' ملخصاً، مضمون ''تحقیق شرک'')[1]

نہ علماء سے بات ہوئی، نہ تحقیق کی، نہ ظلم بند ہوا، جو دھاندلی کی وہ آج تک جاری ہے۔ اور ظلم یہ ہوا کہ جو علماء دیو بند سعودی حکمرانوں سے بات کرنے گئے تھے، وہ بھی بک گئے۔ اور دوبارہ کبھی ان کے خلاف حق بیانی کی جرأت نہ کر سکے۔ اور رفتہ رفتہ انہیں کی بولی بولنے لگ گئے، اور آج مکمل انہیں کے مقلدین اور پیروکار ہیں۔

الحمدللہ! وہ صرف طائفہ منصورہ اہل سنت ہے، جو نہ کبھی بکے، اور نہ بکیں گے، اور ہمیشہ اہل باطل کے پول کھولتے رہیں گے۔

(تفصیل ''والیان نجد و حجاز کا تاریخی جائزہ'' اوبی بک، کا مطالعہ کریں)

اور جو اعتراض شبیر عثمانی نے ابن سعود پر کیا، وہی اعتراض ان کے امام دہلوی پر بھی وارد ہوتا ہے۔ اس نے بھی سجدہ تعظیمی سے شرک ثابت کیا ہے، لہذا اس کا خود دفاع کریں!۔ ("تقویۃ الایمان سے عبادت کی تعریف" عنوان ملاحظہ کریں)

❁❁❁❁❁❁❁

باب:۳۵

آج کے مسلمان بھی مشرکین مکہ کی طرح کے مشرک ہیں:

نجدی مفسر نے لکھا: "آج کے مُشرک بھی مشرکینِ مکہ کی طرح، توحید الوہیت کے منکر ہیں اور بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (ص:۶۷۴،۵۷۲،۹۵۶)

صرف اتنا نہیں بلکہ یہ لوگ عالم اسلام کو مشرکین مکہ سے بھی بدتر مشرک سمجھتے ہیں۔ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے حقیقی بھائی، "شیخ نجدی" کو اس کی گمراہی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تو عالم اسلام کو مشرکین مکہ سے بڑا مشرک کہتا ہے۔ (الصواعق الالہیہ)

سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ بدتر شرک ان (عامۃ المسلمین) کا ہے۔ (حراسۃ التوحید: ۴۰، دار ابن اثیر سعودیہ)

غلو اور ظلم کی انتہا کی، لکھا: یہی کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔ (۔۔۔عام نصیحت، مفید مجموعہ: ۹ مطابع الحمیضی الریاض)

ایک اور سعودی نجدی لکھتا ہے: "ہمارے زمانے کے مشرک (اہلسنت) پہلے مشرکین سے زیادہ بڑے مشرک ہیں"۔ (چار بنیادی اصول، مفید مجموعہ ص ۱۴، مطابع الحمیضی الریاض)۔ (مزید شرک کے فتوے "امت کی اکثریت مشرک ہے" کے تحت ملاحظہ کریں)

دیکھیے کس بے باکی اور بے حیائی سے کھلے لفظوں اُمت محمدیہ کو مشرکینِ مکہ سے بھی بدتر مشرک کہا گیا ہے۔ (معاذ اللہ!) اِنکا قصور کیا ہے؟۔۔۔ یہی کہ وہ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کو قربِ الٰہی کا ذریعہ و وسیلہ اور اپنا شفیع سمجھتے ہیں۔ اور یہ امور اِن نجدیوں کے باطل دین میں اِن مقدس ہستیوں کی عبادت اور شرک فی الالوہیت سمجھے جاتے ہیں۔

یہ ہے اِن لوگوں کے دین کی حقیقت، کہ جس مسلمان نے کسی نبی، ولی کو وسیلہ بنایا، شفیع ٹھہرایا، مزار پر حاضری دی، اُسکے لیے ایصالِ ثواب کیا، تو گویا اُس آدمی نے اُس ہستی کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا، اور اس کی عبادت کی۔

یعنی یہ سارے معاملات تو اللہ سے کرنے چاہیے تھے، شفیع و وسیلہ اللہ تعالیٰ ہی کو بنانا چاہیے تھا، ایصالِ ثواب بھی اللہ تعالیٰ کو ہی کرنا چاہیے تھا، چونکہ اِن نجدیوں کے نزدیک یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خاص تھے۔ مگر اِس بندے نے یہ سارے کام غیر اُللہ کے لیے کیے، جس کی وجہ سے دین نجدی کے اصولوں کے مطابق وہ مشرک ٹھہرا۔ (معاذ اللہ!)

ان بدعقیوں کی حماقت اور جہالت دیکھیے! حالانکہ شرک کی حقیقت برابری پر ہے، تو جب یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں ہی نہیں، وہ اِن معاملات سے پاک اور بلند ہے تو پھر اِن امور کو اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دے کر، صالحین کے لیے کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو مُشرک قرار دینا، بہت بڑی زیادتی اور بے دینی ہے۔

("کیا فوت شدہ سے استمداد شرک ہے" عنوان ملاحظہ کریں)

شرک کیا ہے؟، اور مشرکین مکہ کا شرک؟ (تضاد و کذب)

:"الاشراك هو اثبات الشريك في الالوهية، بمعنى واجب الوجود كما للمجوس، او بمعنى استحقاق العبادة كما للعبد الاصنام"۔

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا، جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے۔ یا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو لائق عبادت جاننا، جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے"۔

(شرح عقائد:۵۶)

یعنی شرک ہوتا ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک کرنے سے۔اور شریک کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ایک کسی کو واجب الوجود (جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو) جاننے سے۔دوسرا کسی کو لائق عبادت جاننا۔

معلوم ہوا کہ بت پرستوں کا شرک "بتوں" کو لائق عبادت جاننا تھا، نہ کہ محض وسیلہ و شفیع جاننا۔اور وہ اس عقیدے سے کہ یہ اللہ کے مقابل ہماری دعوں کی شفاعت کریں گے، اور ہمیں اللہ کے قریب کردینگے۔جیسا کہ (یونس:۱۸، زمر:۳) کے تحت سعودی مفسر نے بھی لکھا۔(ص:۱۲۹۱)

اور دوسری جگہ جھوٹ اور تضاد بیانی کی:"مشرکین مکہ بتوں کو "الہ" نہیں سمجھتے تھے، قرب و وسیلہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔(ص:۵۶۶، ۱۳۲۵)

مزید تضاد بیانی ملاحظہ کریں، لکھا:"آج کے مشرک بھی مشرکین مکہ کی طرح، توحید الوہیت کے منکر ہیں اور بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں۔(ملخص ص۴، ۲۷۲، ۶، ۵)

ہم کہتے ہیں اہل سنت کسی ہستی کو نہ ہی لائق عبادت جانتے ہیں، اور نہ اللہ تعالیٰ کے مقابل شفیع جانتے ہیں۔۔۔اور اگر تمہارے نزدیک کسی کو قرب کا ذریعہ اور شفیع

جاننا ہی اس کی عبادت اور شرک ہے۔ جیسے لکھا: "مشرکین مکہ بتوں کو "الٰہ" نہیں سمجھتے تھے، قرب ووسیلہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (ص:۱۳۲۵)

تو کیا تم قیامت کو بھی صالحین کو قرب کا ذریعہ یا شفیع نہیں جانتے؟۔۔۔اور کیا اس وقت انہیں قرب کا ذریعہ اور شفیع جاننا ان کی عبادت نہیں ہوگی؟۔۔۔آخر کیوں؟ ۔۔۔اور دلیل کیا ہے؟۔

لہذا جن آیات میں شفاعت کی نفی کی گئی ان سے مشرکوں کے اسی عقیدے کا رد مقصود ہے۔ کہ کوئی اللہ تعالی کے مقابل (برابری میں آکر) شفاعت نہیں کرسکتا، اور نہ ہی اللہ نے بتوں کو شفیع بنایا ہے، اور نہ ہی کفار کے لیے شفاعت ہوسکتی ہے۔

ملاحظہ کریں: (یونس:۱۸، زمر:۴۳،۳، مدثر:۴۸، زخرف:۸۶، بقرۃ:۲۵۵، طہٰ:۱۰۹، وغیرہ)

عامۃ المسلمین صالحین کے مزارات پر جاکر، یا کہیں سے بھی محض ان کی صالحیت کی بنا پر، ان کے وسیلے سے دعائیں کرتے ہیں، اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور ان کو لائق عبادت نہیں سمجھتے، لائق محبت ووسیلہ سمجھتے ہیں۔۔۔مگر مخالفین ہٹ دھرمی اور فتنہ وانتشار کے لیے کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ کا بھی یہی شرک تھا، وہ بتوں کو الٰہ نہیں سمجھتے تھے فقط قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

جبکہ یہ مسلمین دشمنی اور مشرکین دوستی، یعنی: "یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان"، "مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور کافروں کو دوست رکھیں گے"، کا اظہار ہے۔ (بخاری کتاب التوحید)

ان کے امام دہلوی کی بھی سن لیں: ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا شرک تھا۔ (تقویۃ الایمان:۲۹)۔۔۔جبکہ یہ سفید جھوٹ، اور تحریف قرآنی ہے۔

کیونکہ پورے قرآن پاک میں سے سارے نجدی مل کر بھی یہ کہیں نہیں دیکھا سکتے، کہ کسی بزرگ ہستی کو اس کی صالحیت کی بنا پر، فقط وسیلہ وشفیع سمجھنا ہی اس کو معبود مان لینا ہے۔ اور نہ ہی مشرکین مکہ کا یہ شرک ثابت کر سکتے ہیں، کہ وہ صالحین سے، ان کو خدا کا محتاج وبندہ جان کر، فقط ان کی صالحیت کی بنا پر ان سے مدد طلب کرتے تھے۔

بلکہ قرآن کریم نے تو ان کا یہ شرک بتایا ہے، کہ وہ بتوں، ملائکہ، جنات، ستاروں، حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور جنابہ مریم کو قرب کا وسیلہ بنانے کے لیے، یا ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا، جز یا ساجھی جانتے ہوئے ان کی عبادت کرتے تھے۔ اور اسی شرک کا ان مقامات پر رد کیا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۵۶، مائدہ: ۱۱۶، ۷۳، الزخرف: ۱۹، ۱۶، الانعام: ۱۰۰، صافات: ۱۵۸، اخلاص، توبہ: ۳۰، ۳۱، یونس: ۱۸، انبیا: ۲۲، ق: ۱۵ وغیرہ)

اور الحمد للہ! اہل سنت کسی ہستی کو بھی نہ اللہ تعالیٰ کا جزء جانتے ہیں، نہ کسی کی صفت کو مستقل بالذات مانتے ہیں، اور نہ ہی لائق عبادت جانتے ہیں۔ اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا محتاج جان کر اس سے کسی قسم کی مدد مانگنے یا کوئی سوال کرنے کو مخالفین کسی قیمت پر بھی شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ (''نور من نور اللہ'' کا جواب عنوان ''نور'' کے تحت ملاحظہ کریں)

❀❀❀❀❀❀❀

باب: ۳۶

''وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون''، کا مفہوم

اسماعیل دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ کیا: ''اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں''۔ (تقویۃ الایمان: ۲۶، سورۃ یوسف: ۱۰۶)

یہ ترجمہ یقیناً قرآن پاک میں معنوی خیانت وبددیانتی کی اعلیٰ مثال، اور صحابہ

کرام جیسے نفوس قدسیہ اور معیار ایمان لوگوں کے ایمان پر حملہ اور شرک کی تہمت ہے۔

کیونکہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا، اس وقت تو تمام کلمہ گو صحابہ ہی تھے، اور وہی اکثر مسلمان تھے۔ اگرچہ کچھ کلمہ گو منافق تھے، مگر کلمہ گو مشرک ایک بھی نہیں تھا۔ اور نہ منافقین اور صحابہ سے الگ، کلمہ گو حضرات کی کوئی ایسی جماعت تھی، کہ جو صالحین کے مزارات پر جاتی تھی، کہ ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

اب اس ترجمہ کا مصداق نجدی حضرات کن لوگوں کو ٹھہرائیں گے: ''اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں''؟۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی!

یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آیت تو اس وقت اترے اور اس کا مصداق پندرہویں صدی کی امت ہو۔۔۔ سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں گمراہوں کے متعلق کہ قرآن سنوار کے پڑھیں گے، مگر فیضان قرآن سے ان کے سینے خالی رہیں گے۔

اصل مقصد عامۃ المسلمین کو مشرک ثابت کرنا تھا، چونکہ امت کی اکثریت جن عقائد پر ہے، وہ عقائد نجدی دین میں شرک اکبر ہیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس آیت کا سہارا ڈھونڈتے، اور اس میں معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مفسر کی بے شرمی ملاحظہ کریں، لکھا: آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان مشرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان مشرک مسلمانوں نے شرک کو پتھر کی مورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا۔۔۔ (ص:۲۳) استغفر اللہ!

حالانکہ مشرک نجس و خبیث ہوتا ہے۔ (توبہ:۲۸) اور مومن طیب و پاک۔۔۔ تو کیا طیب و خبیث برابر ہو سکتے ہیں؟۔۔۔ پاکی و پلیدی یکجا ہو سکتیں ہیں؟۔

ایک جگہ یہاں تک جرأت کی اور لکھ مارا: "ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے"۔ (ص:۳۸۵)

لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

(مزید عنوان: "امت کی اکثریت مشرک نہیں ہو سکتی" ملاحظہ فرمائیں)

لہذا اس آیت میں لغوی ایمان مراد ہے، یعنی چند باتوں کو مان لینا، (جیسے آیۃ: "افتؤمنون ببعض الکتاب" ۔ (بقرۃ:۸۵) میں، تورات کے بعض احکام تسلیم کرنے کو بھی ، بعض پر ایمان لانا کہا گیا۔ آگے مفسرین کے حوالے سے بھی آرہا ہے) اصطلاحی ایمان کا ذکر نہیں، کہ کوئی پہلے مکمل طور ایمان لایا ہو، اور پھر دعویٰ ایمان بھی کرے، اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرے۔۔۔ نزول قرآن کے دور میں تو ایسا ایک فرد بھی نہیں تھا۔ اور مزید یہ کہ قرآن نے یہاں اکثریت کی بات کی ہے، اِکّے دُکّے کی نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا: "و ما کان اکثر هم مؤمنین"، "ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں"۔ (الشعراء:۱۰۳) اس آیت کے تحت لکھا: "مشرکین مکہ کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں"۔ (ملخص، ص:۱۰۲۷) لہذا خود تسلیم کر لیا کہ (یوسف:۱۰۶) میں اصطلاحی نہیں ، بلکہ لغوی ایمان مراد ہے۔

(یوسف:۱۰۶) کے متعلق مفسرین کی تصریح:

امام ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں: جمہور (علماء مفسرین اہل سنت) اس بات پر متفق ہیں، کہ یہ آیت ان مشرکین (مکہ) کے متعلق ہے جو اللہ تعالی کے خالق ہونے کا اقرار کرتے۔ (جیسے، عنکبوت:۶۱، وغیرہ میں ہے) اور جب پریشانی ہوتی تو اسے پکارتے اور اس کے ساتھ دوسروں (بتوں وغیرہ) کو بھی شریک کرتے۔

(تفسیر مدارک بر حاشیہ خازن ۳۰/۳۹، طبری: ۱۳/۷۷)

۱: حافظ ابن کثیر نے پہلے، مذکورہ بالا تفسیر بیان کی۔

۲: پھر مشرکین کے تلبیہ کا ذکر کیا۔ (مسلم: کتاب الحج)

۳: پھر حسن بصری کا قول نقل کیا؛ کہ اس آیت سے مراد وہ منافق ہے، جو ریاء کرتا ہے، تو وہ اپنے ایسے عمل کے باعث مشرک ہے، جیسے: (النساء: ۱۴۲) میں ہے۔

۴: پھر لکھا؛ شرک کی ایک قسم شرک خفی بھی ہے، جس کا مرتکب عموماً اسے محسوس نہیں کرتا"۔

اس کے بعد چند روایات نقل کیں جن میں بعض افعال کو شرک کہا گیا۔ مثلاً غیر اللہ کی قسم، جادو، شرکیہ تعویز، بدشگونی، بعض صحابہ کا دم کے دھاگے کو شرک کہنا ---آخر میں ریاء کے متعلق احادیث نقل کیں کہ آپ ﷺ کو امت پر اس شرک خفی کا بہت خوف تھا۔ ("تفسیر ابن کثیر" زیر یوسف: ۱۰۶)

خود سعودی مفسر نے بھی یہی تفسیر نقل کی، لکھا؛ مشرکین یہ تو مانتے ہیں کہ خالق، مالک، رزاق، مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس کے باوجود دوسروں کو اس کی عبادت میں شریک کرتے ہیں، اور یوں اکثر مشرک ہیں۔ (ص: ۶۷۳، زیر یوسف: ۱۰۶)

نجدیوں پر سوال کہ کوئی مشرک محض بھی ہے؟:

کہ تمہارے امام اور گرو جی اسماعیل دہلوی نے ترجمہ کیا ہے: "اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں"۔ (تقویۃ الایمان: ۲۶)

چونکہ یہ آیت تو نازل ہوئی تھی مشرکین مکہ کے متعلق، جن کو تمہارے امام نے "مشرک" نہیں کہا، ---بلکہ "مشرک مسلمان" کہا ہے--- کیا یہ تحریف قرآن،

غلو فی الدین اور ظلم عظیم نہیں ہے؟

اسی آیت کے ترجمے اور تفسیر میں اسماعیل دہلوی، اور سعودی مفسر نے، ہم اہل سنت کو مشرکین مکہ کے ساتھ ملا ہے، لکھا: آج کے قبر پرستوں کا بھی یہی شرک ہے، کہ وہ قبروں میں مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے بھی ہیں، اور عبادت کے کئی مراسم بھی ان کے لیے بجالاتے ہیں۔ (ص:۶۷۴)

اب ہم بھی تمہاری اصطلاح میں ہوئے "مشرک مسلمان"۔۔۔جیسے اسی سعودی تفسیر میں واضح الفاظ میں لکھا گیا: "آج کا مسلمان۔۔۔سمجھتا ہے کہ مسلمان مشرک کس طرح ہوسکتا ہے؟ ان "مشرک مسلمانوں" نے شرک کو پتھر کی مورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا۔۔۔"۔ (ص:۲۳)

ہمارا سوال یہ ہے کہ جب ہم بھی ہوئے: "مشرک مسلمان"۔ اور مشرکین عرب بھی ہوئے: "مشرک مسلمان"۔

تو کیا کوئی اصلی و حقیقی مشرک بھی ہیں؟۔۔۔اور وہ کون سے ہیں؟۔

اور وہ کون سے مشرک ہیں، جن کو قرآن کریم نے، "مشرک مسلمان" نہیں، بلکہ فقط، اور مطلق "مشرک" فرمایا ہے؟؟؟۔

مثلاً فرمایا: "انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا"، "بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں، وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں"۔ (توبہ۔۲۸)

ع ادھر آ ستمگر! ہنر آزمائیں، تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب:۴۷

کیا آج امت کی اکثریت مشرک و بدعتی ہے؟

لکھا:"آج اُمت محمدیہ کی اکثریت شرک و بدعت کے ارتکاب کے سبب خیر اُمۃ کی بجائے شر امۃ بنی ہوئی ہے"۔(ص:۲۲)

مزید، صاف الفاظ میں اُمت کی اکثریت کو مشرک لکھا۔

(ص:۲۳،۵۴،۱۷۹،۳۶۰،۳۶۹،۱۱۳۲)

ایک جگہ لکھا:"ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے"۔(ص:۳۸۵)

سعودی مفتی ابن باز نے بھی اکثر امت کو مشرک لکھا ہے۔

(سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب:۲۵)

مزید لکھا؛ کہ بدتر شرک ان (اہلسنت) کا ہے۔

(حراسۃ التوحید:۴۰،دار ابن اثیر سعودیہ)

لکھا؛ یہی کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔

(۔۔۔عام نصیحت ،مفید مجموعہ:۹ مطابع الحمیضی الریاض)

ایک سعودی نجدی لکھتا ہے:"ہمارے زمانے کے مشرک (اہلسنت) پہلے مشرکین سے زیادہ بڑے مشرک ہیں"۔(چار بنیادی اصول ،مفید مجموعہ ص ۱۴،مطابع الحمیضی الریاض)

اسماعیل دہلوی نے بھی شیخ نجدی کی تقلید میں دانستہ طور پر قرآن میں معنوی تحریف اور خیانت کا ارتکاب کیا،(یوسف:۱۰۶) کا ترجمہ کیا؛"اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ ،مگر کہ شرک کرتے ہیں"۔(تقویۃ الایمان:۲۶،مکتبہ خلیل)

ایک نجدی نے لکھا: "(وہابیوں کے علاوہ) عام مسلمان عقیدہ توحید سے قطعاً نا آشنا ہیں"۔ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲۷، ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء الریاض)

امام کعبہ عبدالرحمان ابن السدیس نجدی نے بھی "حج کے موقع پر اپنی تقریر میں، عالمِ اسلام کی اکثریت کو مشرک کہا"۔ (المدینہ اخبار: ۲۰۰۷،۱،۱۳ء)

سعودی قرآن کے مترجم، جونا گڑھی نے تقلید کو شرک لکھا۔ (سراج محمدی: ۱۲)

جس سے امت مسلمہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کر کے مشرک ٹھہری، بلکہ خود شیخ نجدی اور سعودی وہابی بھی کیونکہ ان بھی حنبلی ہونے کا دعویٰ ہے۔

ایک جگہ لکھا: حنفی باپ مشرک ہے، اور مشرک کے لیے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ (سراج محمدی: ۴۷)۔ (مزید: "مشرکین مکہ کی طرح مشرک" عنوان ملاحظہ کریں)

فرقہ حروریہ خارجیہ کی شاخ اوّل "ارزقیہ" تھی، جس کا عقیدہ تھا کہ سوائے ان کے متبعین کے اور کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ (تلبیس ابلیس، امام جوزی)

یعنی وہ لوگ باوجود اپنی قلت، اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی کثرت کے، ان کو کافر کہتے۔ چونکہ یہ لوگ محمد بن عبدالوھاب نجدی، تمیمی کے دیئے ہوئے دین و ذہنیت کے پیروکار اور مقلد ہیں۔ اور یہی صورت ان کی ہے، کہ امت محمدیہ کی اکثریت، صحابہ کرام اور سلف کی اتباع میں نبی اکرم ﷺ اور صلحائے اُمت کو سفارشی اور وسیلہ جانتی ہے ، جس وجہ سے اِس تفسیر میں بھی کئی مرتبہ اس کو مشرک لکھا گیا۔

شیخ نجدی نے بھی لکھا: آج کے مسلمان انبیاء و اولیاء کو سفارشی اور وسیلہ جاننے کی وجہ سے مشرکین مکہ کی طرح مشرک ہیں اسی چیز نے اُنکی جانوں اور مالوں کو حلال کر دیا ہے۔ (ملخص، کشف الشبہات: ۹)

محمد بن یوسف سورتی غیر مقلد نے شیخ نجدی کے حوالے سے لکھا: "کہ انہوں نے سمجھا کہ آج: "لا الہ الا اللہ" کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں رہا"۔

(مقدمہ، کتاب التوحید، مترجم:۱۸)

انور شاہ کاشمیری بھی گواہی دے رہے ہیں: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری، ج ۱، ص ۱۷۱)

جبکہ الزام اہل سنت پر لگایا کہ وہ: "اپنے سوا مومن نہیں سمجھتے"۔ (ص:۱۶۹۹)

پھر اس شیخ نجدی نے "نجد و حجاز" کے تمام مسلمانوں کو اسی طرح مشرک جان کر ان سے عملاً بھی قتال کیا ان کے اموال لوٹے، جیسے دور رسالت مآب کے مشرک تھے۔ جن کے ساتھ آپ ﷺ نے جہاد کیا تھا۔ اور وہ سمجھا کہ پوری روئے زمین پر اسی طرح دوبارہ شرک پھیل گیا ہے۔ (ملاحظہ کریں: عنوانات: "سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب" از ابن باز، ص ۲۴،۴، ۲۹، ۳۶، ۳۲ وغیرہ، "جزیرۂ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہو گی"، اور "شبیر احمد عثمانی کی گواہی")

جبکہ رسول اللہ فرمایا: کہ شیطان مایوس ہو گیا کہ جزیرۂ عرب میں اسکی عبادت کی جائے۔۔۔ ایک جگہ فرمایا: شیطان مایوس ہو گیا کہ (پوری روئے زمین پر کہیں بھی) نمازی اس کی بندگی کریں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۹۵/۴، البدایہ: ٦٦/١)

معلوم ہوا کہ بالخصوص حرمین طیبین کے مسلمانوں پر اہل نجد کا شرک کا فتوی جھوٹ اور مکر تھا۔

خود لکھا: "حدیث میں مسلمان سے قتال کو کفر کہا گیا ہے۔ یہ کفر اس وقت ہو گا جب بلا وجہ مسلمان سے قتال کیا جائے"۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۵۸)

اب بتاؤ کہ شیخ نجدی اور عبدالعزیز نے حجاز و طائف کے مسلمانوں سے بلاوجہ قتال کیا، یا کہ بالوجہ؟

شیخ نجدی رسول اللہ کے مقابلے میں:

سعودی مفسر لکھتا ہے:"قرون اولی کے بہت بعد ایک مرتبہ پھر (دور رسالت کی طرح) عرب میں شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے، جس کے لیے اللہ تعالی نے مجدد والدعوة شیخ محمد بن عبدالوہاب کو توفیق دی۔۔۔ان مظاہر شرک کا خاتمہ فرمایا، اور اسی دعوت کی تجدید ایک مرتبہ پھر سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز نے کی۔" (ص:۱۲۹۴)

ایک جگہ لکھا:"ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے"۔(ص:۳۸۵)

ہم کہتے ہیں کہ اگر امت محمدیہ میں بھی پہلی امتوں کی طرح شرک پھیل جانا تھا، اور آپ ﷺ کے بعد توحید کو ثابت کرنے کے لیے شیخ نجدی اور سلطان عبدالعزیز اور ان کی ذریت کی ضرورت پڑنی تھی، تو پھر اللہ تعالی نے سلسلہ نبوت کیوں بند کیا؟۔۔۔ آپ کی ختم نبوت کا کیا معنی ٹھہرا؟۔۔۔دین اسلام کو کامل واکمل اور غالب کہنے کا کیا مطلب؟۔۔۔گزشتہ انبیاء سے آپ ﷺ کی رسالت کی کیا خصوصیت رہی؟۔۔۔کیا اس طرح شیخ نجدی کو آپ ﷺ کی ختم نبوت کا شریک ٹھہرانا نہیں؟ آپ کی ختم نبوت اور دین اسلام کو ناقص و نامکمل ثابت کرنا نہیں؟۔۔۔اور کیا رسول اللہ ﷺ نے اس امت میں دوبارہ اسی طرح شرک پھیل جانے کی کہیں کوئی خبر دی ہے؟۔

جیسے کہ سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی

ہے،اور ہر برائی سے خبردار کردیا ہے۔ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين!

بلکہ آپ ﷺ نے تو اپنے بعد ہونے والے دجالوں کی خبر دی، جو ختم نبوت میں ڈاکہ ڈالتے ہوئے،خود کو بھی نبی گمان کریں گے۔

اسی لیے پیر سید مہر علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شیخ نجدی کو اس امت کے ان دجالوں میں سے ایک قرار دیا، جو خود کو نبی گمان کرتا تھا۔ (سیف چشتیائی: ۱۰۰، قدیمی)

اس بات کا یہ بھی بین ثبوت ہے کہ ان وہابیوں کے "توحید و شرک" کے سارے اصول "شریعت محمدیہ" سے متعارض و متضاد ہیں، جن کو یہ لوگ کسی صورت بھی سلف کرام سے ثابت نہیں کرسکتے، گویا شیخ نجدی نے ایک نیا دین متعارف کروایا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ شیخ نجدی کی سیرت پڑھ کے دیکھیں، یوں محسوس ہوتا کہ کسی نبی اللہ کی سیرت پڑھ رہے ہیں، کہ پوری قوم مشرک اور مخالف ہے،اور وہ تن تنہا ہو،قوم جان کی دشمن ہو جائے، پھر اسے کبھی کسی شہر کی طرف ہجرت کرنی پڑے اور کبھی کسی شہر کی طرف۔

لہٰذا سعودی مفسر نے اس عبارت: "قرون اُولی کے بہت بعد ایک مرتبہ پھر (دور رسالت کی طرح) عرب میں شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے"۔ (ص:۱۴۹۴) میں "قرون اولی کے بہت بعد" کے الفاظ سے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی۔ کیوں جن عقائد کو شرکیہ قرار دیکر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا، وہ عقائد تو صحابہ کرام سے تسلسل کے ساتھ عرب و عجم کے مسلمانوں میں جاری ہیں۔ (جن کو اس کتاب میں بیان کردیا گیا ہے)

لہٰذا یہ جملہ اس طرح ہی صادق آتا ہے کہ "نجد سے شیطان کا سینگ قرون اولی کے بہت بعد ظاہر ہوا، جس نے مسلمانوں کے مسلمہ اور اجماعی عقائد کو شرکیہ قرار

دے کر خارجی دین کو مستحکم کیا"۔(از راقم الحروف)

اور خود لکھا؛ صحیح حدیث میں ہے: "اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔ (صحیح ترمذی للالبانی جلد۲:۱۷۵۹)"۔ (ص:۲۵۶)

یہ بھی کہ: "ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی"۔

(سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب: ۲۵، بخاری کتاب الاعتصام)

نجدیوں پر چند سوالات:

مذکورہ احادیث کو بھی ذہن میں رکھیں، اور اس تاریخی حقیقت کو بھی کہ شیخ نجدی کی سیرت کی ہر کتاب اور تاریخ کی کتابوں میں یہ بات واضح اور صریح ہے، کہ (قرن الشیطان) شیخ نجدی اپنے اس منصوبے میں تنہا اور اکیلا تھا۔ اسی لیے اس نے پہلے بدمعاشی کے لیے عیینہ کے امیر عثمان بن حمد بن معمر کو لالچ دے کر ہمنوا بنایا۔ پھر وہاں سے درعیہ پہنچا اور اس کے حاکم "ابن مسعود" جو کہ مشہور لٹیرہ تھا، کی بیوی کو وسیع سلطنت کا لالچ دے کر ورغلایا۔ اس عورت نے پھر اپنے خاوند کو قائل کیا۔ اپنی بیٹی کا نکاح ابن سعود سے کیا۔ پھر اس حاکم درعیہ اور اس کی نسل کی طاقت کی بنیاد پر شیخ نجدی اور اس کی نسل نے، پورے جزیرہ عرب کو اپنے خود ساختہ توحید و شرک کے اصولوں کے مطابق مشرک گمان کرتے ہوئے، اپنے جدید دین کو امت مسلمہ پر لاگو کیا۔ (سعودی تفسیر:۱۴۹۴، سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب، از ابن باز، مکتبہ دارالسلام الریاض سعودیہ، ۱۴۱۳ھ، تاج المکلل، از نواب صدیق)

ہمارے نجدیوں پر یہ سوالات ہیں۔

ا: جب امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، تو پھر تمام عرب و عجم کے کلمہ گو لوگ شرک پر کیسے جمع ہو گئے، جن کے خلاف ابن عبدالوہاب کو جہاد کرنا پڑا؟۔

۲: جب ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، تو پھر جس وقت شیخ نجدی ظاہر ہوا، اس وقت ہمیشہ حق پر غالب رہنے والی جماعت کہاں تھی؟۔

۳: یا پھر کیا یہ شیخ نجدی اس وقت اکیلا ہی مؤمن اور پوری ایک جماعت تھا؟

میں نے جب یہی سوال ایک غیر مقلد پر کیا تو وہ جواباً کہنے لگا! "ان ابراھیم کان امۃ"۔(نحل:۱۲۰) کیا حضرت ابرہیم علیہ السلام اکیلے کو پوری امت نہیں کہا گیا؟

میں نے کہا؛ تم نے خود یہ مان لیا کہ شیخ نجدی کے دور میں اس کے علاوہ اور کوئی ایک بھی خالص مؤمن نہیں تھا، اور وہ اپنے مشن اکیلا تھا۔۔۔اور دوسرا یہ بھی واضح ہو گیا کہ تم اس کو اللہ کے خلیل نبی، ابراہیم علیہ السلام کے جیسا سمجھتے ہو۔

۴: کیا اس کو اس دور کے علماء اسلام نے مجدد مانا؟

۵: اور وہ کون سی دعوت ہے، جس کا اسے مجدد کہا جاتا ہے۔جس کی باقی علماء کو خبر نہ ہوئی، اور وہ اس سے جاہل رہے۔اور جس کے سبب سے عامۃ المسلمین اس کی جان کی پیاسے ہو گئے؟

بلکہ جب تک نجدیوں کا حرمین پر قبضہ نہیں ہوا، اس وقت تک یہ ہندستانی وہابی بھی بظاہران نجدی وہابیوں کے خلاف نظر آتے تھے۔اس لیے تو ''وہابی'' نام کی جگہ انگریز سے اہلحدیث نام رکھوایا۔(سیرت ثنائی، ترجمان وہابیہ، شہاب ثاقب وغیرہ کتب ملاحظہ کریں)

نجدی اپنی قلت کا دکھ پیٹتے ہیں:

دو اڑھائی سو سال سے سُنی مسلمانوں کو وھابی بنانے کے لیے مفت کتابیں تقسیم کرنے، پاکستان اور دیگر ممالک میں مساجد بناتے پر بے حساب خرچ کرنے کے با

وجود بھی، آج تک یہ نجدی اپنی تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور چونکہ اِنکی یہ قلت خود اِنکی گمراہی اور بے دینی کی بین دلیل ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑی جماعت کو جنتی جماعت فرمایا ہے۔ (جیسا کہ آئندہ آرہا ہے) انہوں نے اپنی اِس قلت کا دکھ پیٹتے ہوئے، خارجیوں اور شیخ نجدی کی پیروی میں، مشرکوں اور بتوں کے متعلقہ آیات کو کمال بے حیائی سے اُمت مسلمہ کی اکثریت اہلسنت وجماعت پر تھوپ دیا۔ تا کہ اِس سے پہلے کہ کوئی اِنکے سوادِ اعظم سے کٹ جانے اور قلیل ہونے کی وجہ سے اِنکو گمراہ فرقہ کہے، "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کی طرح انہوں نے پہلے سے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا، کہ جی آج اکثر امت مشرک ہے، یعنی اگر کوئی مسلمان ہیں تو وہ صرف مٹھی بھر نجدی ہی ہیں۔ ؏ جو چاہے تیرا حسن، کرشمہ ساز کرے!

امت کی اکثریت (سوادِ اعظم) کبھی گمراہ نہیں ہوسکتی:

یہ اِس امت کا خاصہ ہے کہ اِسکا اکثر حصہ کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا، جس کی گارنٹی خود اللہ کے رسول ﷺ نے دی ہے۔ حدیث پاک گزر چکی ہے: "اللہ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا، اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔ (صحیح ترمذی للالبانی جلد نمبر ۱۷۵۹) (کتاب الفتن، باب ماجاء فی لذوم الجماعۃ"۔ (ص:۲۵۶)

یہ حدیث پاک، مستدرک للحاکم: ۲۰۱/۱، اور فیض القدیر، ۲۷/۲ پر بھی موجود ہے۔

۲۔ ابن ماجہ شریف میں ابواب الفتن، میں ایک باب کا نام ہی "باب السواد الاعظم" رکھا گیا، جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان امتی لا تجتمع علی ضلالۃ، فاذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم" ، میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم رکھو

(یہ روایت مزید، معجم الکبیر: ۱۳/ ۲۴۷، مستدرک حاکم: ۱/ ۱۹۹ وغیرہ پر بھی موجود ہے)

۳۔ جنتی جماعت کی علامت بیان فرمائی: "ما انا علیہ واصحابی" کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔ (ترمذی ۲/ ۹۳، وغیرہ)

جبکہ اس سعودی تفسیر میں جن باتوں کو شرک کہا گیا وہ صحابہ کرام اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔۔۔ بعض احادیث میں "اہل سنت و جماعت" کے الفاظ صراحتا بھی وارد ہوئے ہیں۔ (احیاء العلوم، ۳/ ۲۲۵، وغیرہ)

خود لکھا: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت (آل عمران ۱۰۶) سے اہل سنت اور اہل بدعت وافتراق مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر و فتح القدیر) جس سے معلوم ہوا کہ اسلام وہی ہے جس پر اہل سنت والجماعت عمل پیرا ہیں، اہل بدعت واہل افتراق اس نعمت اسلام سے محروم ہیں جو ذریعہ نجات ہے۔ (ص: ۱۶۵)

یقیناً وہی جماعت سوادِ اعظم اور اہل سنت ہوگی، جس کا سلسلہ عقائد صحابہ کرام سے لے کر قیامت تک رہے گا۔۔۔ نہ کہ جو ابن تیمیہ اور بانی شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی سے شروع ہوا ہو۔

اِس بات کا خود ا لمخالفین کے اکابرین نے بھی اقرار کیا ہے، کہ: "آج سے اسی ۸۰ سال پہلے سب لوگ اِسی عقیدے پر تھے، جن کو آج بریلوی حنفی کہا جاتا ہے"۔

(شمع توحید، ص ۱۴۰، از ثناء اللہ امرتسری)

احسان الٰہی ظہیر نے بھی تسلیم کیا: "بریلوی جماعت افکار و عقائد کے لحاظ سے پرانی ہے"۔ "یہی عقائد پوری دنیا کے مسلمانوں کے ہیں"۔ (ملخصا، البریلویہ: ۷، عربی۔ ۱۰: ، اردو، از احسان الٰہی ظہیر)

اس طرح انہوں نے اپنے بقول ہی اس اُمت کی اکثریت کو مشرک کہہ کر اپنے نجدی دین کے سراپا ضلالت ہونے کو مان لیا۔

ناظرین کرام! توجہ فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کس قدر تسلی تھی کہ میری بعد امت کی بڑی جماعت (اکثریت) کے ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

اِن واضح ارشادات مصطفےٰ ﷺ کے باوجود بھی یہ کہنا کہ امت کی اکثریت مشرک ہوگئی، یقیناً مخبر صادق ﷺ کی اِن بچی خبروں کی تکذیب کرنا ہے۔

مسلمانوں کو بار بار مُشرک اور مردہ پرست لکھا گیا

اِس ایک جلد کی مختصر سی سعودی تفسیر میں مسلمانوں کو تقریباً ۴۸ دفعہ مشرک لکھا گیا۔ ملاحظہ ہو (ص ۴، ۵ پر دو دفعہ، ۶، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۴۰، ۵۴، ۶۵، ۶۶، ۶۹، ۱۱۹، ۱۳۴، ۱۷۹، ۲۲۳، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۷۶، ۲۸۴، ۲۹۴، ۳۲۰، ۳۳۱، ۳۶۰، ۳۶۹، ۳۷۹، ۴۰۰، ۴۳۱، ۴۷۳، ۵۶۹، ۵۷۴، ۵۷۸، ۶۷۴، ۷۳۹، ۷۵۱، ۷۶۰، ۷۸۴، ۹۵۷، ۱۰۲۶، ۱۰۹۹، ۱۱۳۴، ۱۲۲۲، ۱۳۰۵، ۱۳۳۳، ۱۳۳۵، ۱۳۵۷، ۱۳۶۹، ۱۶۳۱)

تیرہ ۱۳ دفعہ قبر پرست، مردہ پرست، صنم پرست لکھا گیا۔ ملاحظہ ہو: (ص ۴۰، ۱۱۹، ۵۷۱، ۶۷۴، ۷۶۰، ۷۸۴، ۸۷۳، ۸۹۱، ۸۹۵، ۹۳۶، ۹۵۷، ۱۰۰۴، ۱۲۱۴)

اکثر امت مُشرک ہو جانے کی کوئی خبر رسول اللہ نے نہیں دی:

عالِم غیب نبی ﷺ خدا کے عطا کردہ وسیع علمِ غیب سے قیامت تک ظہور پذیر ہونے والے تمام چھوٹے بڑے فتنوں کی اطلاع دے دی تھی۔ (مسلم، کتاب الفتن، وغیرہ)

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے بھی لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے،

اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل (وکالۃ رسالۃ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

اگر اُمت کی اکثریت (سوادِ اعظم) نے مشرک ہو جانا تھا جو کہ عظیم فتنہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ اسکی خبر ضرور دیتے۔ جس طرح کہ فتنہ وھابیت (رافضیت وغیرہ) اور اُنکی علامات کثیر احادیث میں موجود ہیں۔

لہٰذا نجدیوں کا یہ کہنا کہ آج امت کی اکثریت مُشرک ہو گئی ہے، بلا دلیل، ظلمِ عظیم اور غلو فی الدین ہے۔ اگر وہ اپنے دعوے کو سچ سمجھتے ہیں تو پھر سارے ملکر صرف ایک آیت یا ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں، جس میں یہ ہو کہ کسی دور میں بھی امت کی اکثریت مُشرک ہو جائیگی۔ اور وہ بھی صالحین کو شفیع و وسیلہ جاننے کے سبب۔

لعنة الله على الكاذبين!

اللہ کی قسم مجھے تم پر اب شرک کا کوئی خوف نہیں ہے: (تضادات وہابیہ)

نبی غیب داں ﷺ نے اللہ تعالٰی کی قسم اٹھا کر یہ یقین دلایا: وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔ بیشک اللہ کی قسم مجھے تم پر اسکا کوئی خوف نہیں رہا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، ہاں اسکا خوف ضرور ہے کہ تم دنیا کی حرص کا شکار ہو جاؤ گے۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

نگاہِ نبوت ﷺ امت پر شرک کی تہمت لگانے والے اِس خارجی گروہ کو خوب دیکھ رہی تھی، (اسی لیے تو انکی تمام علامتیں بھی بیان فرما دیں) اسی لیے تاکیداً قسم اٹھائی۔

جب ان شرک کے سوداگروں سے اس حدیث پاک کا کوئی مدلل جواب نہیں بن پڑتا تو اپنے حواریوں کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے، بلا دلیل، محض دجل سے کام لیتے

ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خطاب صرف صحابہ سے فرمایا تھا، کہ نہ کہ بعد والی اُمت سے۔۔۔حالانکہ اس سے "خیر القرون" کے مسلمانوں میں بھی شرک ماننا پڑے گا، جو وہابی بھی گوارہ نہیں کریں گے، جو کہ تضاد ہے۔

دوسرا تضاد یہ ہے کہ وہ امت کی اکثریت کو قبر پرستی کی تہمت سے مشرک ثابت کرنے کے لیے، وہ احادیث پیش کرتے ہیں، جن میں قرب قیامت کے اور بتوں کی عبادت کا ذکر ہے۔ (وضاحت آرہی ہے)

اب ان کے پاس صحابہ کے بعد تابعین کے دور سے لیکر، قرب قیامت تک کے دور کے، شرک سے پاک ہونے کی کیا گارنٹی اور دلیل ہے؟۔

تیسرا تضاد یہ ہے کہ حدیث کے اگلے جملے "ہاں یہ خوف ہے کہ دنیا کے حریص بن جاؤ گے"، کو بھی صحابہ کرام کے ساتھ خاص ماننا پڑے گا، کہ صحابہ بھی دنیا کے حرص کا شکار تھے۔ نجدی یہ بھی گوارہ نہیں کریں گے۔

ایسی متعدد احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جن میں بظاہر مخاطب تو صحابہ کرام ہیں، مگر حالات بعد میں آنے والی اُمت کے بیان کیے جارہے ہیں۔

مثلا ایک وہ حدیث پاک کہ تم اپنے سے پہلوں یعنی یہود و نصاری کی پیروی کرو گے۔ (بخاری، مسلم)

اسی انداز سے فرمایا "وہ زمانہ قریب ہے کہ جب کافر متحد ہو کر تمہیں قتل کرنے کو تم پر ٹوٹ پڑیں گے، جیسے کچھ آدمی ایک پلیٹ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کیا اُس وقت ہم قلیل ہونگے؟۔۔۔فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت کثیر ہو گے، لیکن تم اس وقت سیلاب کی جھاگ کی طرح (بے ہیبت) ہو گے، اللہ تعالی

تمہارے دشمنوں سے تمہارا رعب نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں "وہن" ڈال دے گا۔ ایک صحابی نے پوچھا "وہن" کیا چیز ہے؟ قال: حب الحیوۃ، و کراھیۃ الموت"۔ "فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت"۔ (مسند احمد: ۲۵۷/۷، مشکوٰۃ: ۵۳۶۹)

اس حدیث پاک میں: "تم اس وقت کثیر ہوں گے"، میں بظاہر تو صحابہ کرام ہی مخاطب تھے، مگر مراد صرف بعد کی امت ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام پر ایسا وقت نہیں آیا، کہ وہ موت سے نفرت کرتے ہوں اور دنیا سے محبت۔ جس کی وجہ سے کفار نے ان پر غلبہ پا لیا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر موقع پر فتح وغلبہ عطا فرمایا۔

بالکل اسی طرح مذکورہ بالا بخاری شریف کی حدیث میں فرمانِ رسول اللہ ﷺ کہ "مجھے تم پر شرک کرنے کا خوف نہیں رہا، مگر حرص دنیا کا ضرور خوف ہے"۔۔۔ سے صرف صحابہ کرام ہی مراد نہیں، بلکہ بعد میں آنیوالی بڑی جماعت اور اکثریت بھی مراد ہے۔ ورنہ نجدیوں کے پاس اِس دعوے "کہ امت کی اکثریت مُشرک ہوگئی"، کی کوئی ایک بھی دلیل نہیں، سوائے شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی وغیرہما کی اندھی تقلید کے۔

آپ کو اُمت پر بت اور پتھر کی عبادت کا کوئی خوف نہیں تھا:

آئے اَب مندرجہ ذیل میں چند ایسی احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جن میں "امتی من بعدی" کے الفاظ کے ساتھ صحابہ کرام سے بعد والی اُمت کے بھی شرک اکبر سے محفوظ رہنے کی گارنٹی دے دی گئی۔۔۔ گویا یہ احادیث، حدیث بخاری "ان تشرکوا بعدی" کی شرح کرتی ہیں۔

ا۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

کے چہرہ اقدس پر غم کے آثار دیکھے، تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کس چیز نے آپ کو غمناک کر دیا ہے؟ فرمایا: "امر اتخوفه علی امتی من بعدی"، مجھے اپنی امت پر اپنے بعد ایک امر کا خوف ہے۔ عرض کیا وہ کیا ہے؟ قال: الشرك وشهوة خفية، فرمایا: کہ وہ شرک اور خفیہ شہوت ہے۔ میں نے عرض کیا: "اتشرك امتك من بعدك؟"، کیا آپ کی امت بھی آپ کے بعد شرک کرے گی؟۔

فرمایا ہاں! مگر اے شداد! خبردار ہو جا: "لا یعبدون شمسا ولا قمرا ولا وثنا ولا حجرا ولكن یراؤون الناس باعمالهم"، "کہ وہ نہ تو سورج کی عبادت کریں گے، نہ چاند کی، نہ پتھر کی، اور نہ ہی بت کی، لیکن وہ اعمال میں لوگوں کے لیے ریاکاری کریں گے۔ میں عرض کی: کہ ریاء شرک ہے؟، فرمایا: ہاں!۔ پھر عرض کی: کہ شہوت خفیہ کیا ہے؟ فرمایا: تم میں سے کوئی صبح کے وقت تو روزہ سے ہو، مگر وہ دنیا کے کسی چسکے کی خاطر روزہ توڑ دے۔ (مستدرک للحاکم: ۳۷۰/۵، امام حاکم صحیح کی، ابن ماجہ، ابواب الزهد باب الریا والسمعہ: ۴۲۰۵، مسند احمد: ۸۳۵/۵، شعب الایمان: ۳۳۳/۵، حلیۃ الاولیاء: ۲۶۷/۱، الترغیب ۱۰/۱، الصواعق الالٰہیہ، از علامہ سلیمان بن عبدالوہاب)

اِس حدیث پاک کے خاص کر "اُمتی من بعدی" کے الفاظ نے بخاری شریف کی حدیث پاک کی شرح کر دی: "اللہ کی قسم مجھے تم پر یہ خوف نہیں رہا کہ تم میرے بعد شرک نہیں کرو گے"، کہ اس سے صرف صحابہ ہی مراد نہیں، بلکہ ان کے بعد قیامت تک کی امت کی بڑی جماعت (اہل سنت) بھی مراد ہے۔

اس فرمان عالی شان کہ: "میری امت بتوں اور پتھروں کی پوجا نہیں کرے گی"۔۔۔۔ سے دوسرے فرمان حق بیان کہ: "قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ میری

اُمت کے کچھ قبائل مشرکوں سے جاملیں گے، اور بتوں کی عبادت کریں گے"۔(ترمذی ،ابواب الفتن) کی بھی وضاحت ہوگئی، کہ امت کی اکثریت کسی صورت اور کسی دور میں بھی بتوں کی عبادت میں مبتلا نہیں ہوسکتی۔ ہاں انتہائی قرب قیامت کچھ قبائل بت پرستی کریں گے۔(وضاحت آرہی)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کوقبرانور پر سر رکھے دیکھ کر مروان نے جب کہا تم کون ہو اور یہ کیا کر رہے ہو؟ تو آپ نے اس سے فرمایا تھا: کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس (قبرانور پر) آیا ہوں، "ولم ات الحجر (وفی روایۃ ولا الحجر)" "کسی پتھر یا بے جان چیز کے پاس تو نہیں آیا"۔(مستدرک للحاکم؛۴/۵۶۰، وغیرہ)

وھابی جن احادیث کی بناء پر اکثر امت کو مشرک کہتے ہیں: (تضادات)

نجدی مولوی اپنی کتابوں میں بڑی ڈھٹائی اور عیاری سے سرخیاں جماتے ہیں: "کیا اُمتِ مسلمہ شرک میں مبتلا ہوسکتی ہے؟"، یا پھر: "کیا کلمہ پڑھنے والا مُشرک ہوسکتا ہے؟"، پھر اس عنوان کے تحت چند احادیث لاتے ہیں۔

۱: قیامت قائم نہ ہوگی، حتیٰ کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کے گرد ہلیں گے۔(بخاری، کتاب الفتن)

۲: قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ میری اُمت کے کچھ قبائل مشرکوں سے جاملیں گے، اور بتوں کی عبادت کریں گے۔(ترمذی، ابواب الفتن)

۳: تم ضرور یہود و نصاریٰ کی پیروی کرو گے۔(ملخصاً، بخاری، کتاب الاعتصام)

منکرین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ آج امت کی اکثریت مشرک ہوگی۔ چاہیے تو یہ تھا

کہ کوئی ایسی ایک ہی نص پیش کرتے، جس سے ان کے دعویٰ ثابت ہوتا۔ لیکن وہ چوری وسینہ زوری سے ان مذکورہ بالا احادیث کو پیش کر کہتے ہیں: دیکھو رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: کہ قربِ قیامت میری اُمت شرک کرے گی"۔

یقیناً یہ دھوکا، جھوٹ اور "تضاد" ہے، کیونکہ پہلی دو حدیثوں میں یہ وضاحت بھی ہے کہ مخصوص قبیلے اور اقوام مراد ہیں نہ کہ اکثر امت۔

تیسری حدیث کہ متعلق ہم یہ بھی پوچھتے ہیں کہ اگر، "ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی" صرف صحابہ سے مخصوص ہے، تو پھر اس حدیث پاک کو بھی صرف صحابہ سے مخصوص کرو!

ثابت ہوا کہ جیسے اِس حدیث میں خاص کر خیر القرون کے بعد والے لوگ مراد ہیں، ایسے ہی "ان تشرکوا بعدی" میں بھی صحابہ کے بعد والی امت بھی مراد ہے۔

باقی رہا یہ دھوکا کہ چونکہ یہود و نصاریٰ نے شرک بھی کیا تھا، جسکا مطلب یہ ہوا کہ تم بھی انکی طرح شرک کرو گے۔۔۔ تو اسکا پہلا جواب یہ ہے کہ یہود و نصاری تو تمام کافر و مشرک ہو گئے تھے، آیتیں بیچ دیں، کتابوں میں تحریفیں کر دی، تو کیا اس امت کی بھی یہی حالت ہے؟

دوسرا جواب ہے کہ اس تیسری حدیث کی شرح پہلی دو حدیثیں کر رہی ہیں کہ انتہائی قرب قیامت (وضاحت آرہی ہے) کچھ قبیلے مشرک ہو جائیں گے نہ کے اکثر امت، جیسے نجدیہ کا گمان فاسد ہے۔

اور شارحین حدیث نے یہاں پہ یہ وضاحت کی ہے کہ: "فی المعاصی والمخالفات لا فی الکفر" "عملی خرابیوں اور تفرقہ بازیوں میں ان کی طرح ہو گی، لیکن

کفر وشرک کے معاملات میں نہیں (یعنی ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی)"۔

(الدیباج: ۶ صحیح مسلم، علامہ سیوطی۔ الرشادالساری: ۱۰/۳۲۸، علامہ قسطلانی)

فتنہ وانتشار کرنا یہود و نصاریٰ کی بری عادت تھی، جوامت کے گمراہ فرقوں میں سے نجدی برادری نے اپنا رکھی ہے، اور امت کی اکثریت کو مشرک کہتی ہے۔

اور یہ بھی قابل غور بات ہے کہ ان حدیثوں میں (انتہائی) قرب قیامت بتوں کی عبادت کرنے اور مشرکین سے مل جانے کا ذکر ہے، نہ کہ قبور یا اہل قبور کی عبادت کا، لیکن یہ اہل اسلام دشمن لوگ ان احادیث کو مزارات اولیاء پر لگا کر مسلمانوں کی اکثریت کو مشرکین مکہ کی طرح مشرک کہتے ہیں۔ یہی وجہ کہ وہابیت کی پوری تاریخ میں ایک بھی ایسا واقعہ اور کارنامہ ایسا نہیں ہے، اور نہ ہی قیامت تک ہوگا (انشاء اللہ!) کہ جس میں اس خارجی ٹولے نے بت پرستوں کے خلاف بھی کوئی کاروائی کی ہو۔۔۔ ان بدعتی لوگوں کی ساری جنگ صالحین امت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ ہے۔۔۔ سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے: "یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان"، مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور مشرکوں کو چھوڑے رہیں گے۔

(بخاری، کتاب التوحید)۔ ("تاریخ نجد وحجاز" ملاحظہ کریں)

رسول اللہ کو امت پر اہل قبور کی عبادت کا بھی کوئی خوف نہیں تھا:

یہ بھی ان لوگوں کا دجل، فریب اور افتراء ہے، کیونکہ احادیث میں تو انتہائی قرب قیامت کچھ قبائل کا بتوں کی عبادت کرنے کا ذکر ہے، اس سے پہلے تو بتوں کی عبادت بھی نہ کرنے امت کے متعلق گارنٹی دی ہے۔۔۔ مگر یہ بدعتی لوگ مکاری سے

ان حدیثوں کو مزارات صالحین کو وسیلہ بنانے کی وجہ سے عامۃ المسلمین پر لگا کر ان کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

ہمارا دعوی ہے کہ اس سبب سے امت کی اکثریت کے کسی دور میں بھی مشرک ہو جانے کے متعلق یہ لوگ کوئی دلیل بھی پیش نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کو امت پر مقابر کی پوجا کا کوئی خوف نہیں تھا، اسی لیے تو فرمایا: "نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها"، میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا، پس اب تم زیارت کیا کرو۔ (مسلم: کتاب الجنائز، نسائی)

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ممانعت، پھر اجازت کی وجہ بیان فرماتے ہیں: "آغاز اسلام میں لوگوں کا بتوں کی عبادت کے دور کا قریب ہونا اور قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا تھا، لیکن جب دین اسلام مستحکم ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو گیا، "وأمنت عبادة القبور والصلاة اليها نسخ النهى عن زيارتها" "اور قبروں کی عبادت اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اندیشہ جاتا رہا، تو زیارت قبور کی نہی کو منسوخ کر دیا گیا"، کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی، اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔" (عمدۃ القاری: ۷/۷۰)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی شرح فرمائی ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ۱/۷۱۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی سے سرکار دو عالم ﷺ کی قبر انور اور آپ ﷺ کے منبر شریف کو چومنے کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح مکہ کے شافعی علماء میں

سے ایک جید عالم حضرت ابو صیف یمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قرآن پاک، احادیث مبارکہ کے اجزاء اور قبور صالحین تک کو چومنے کا جواز منقول ہے، اور اللہ تعالی جسے توفیق عطا فرمائے"۔ (فتح الباری، ۳/۴۷۵)

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قبر رسول ﷺ پر چہرہ رکھ کر بیٹھنا بھی منقول ہے۔ (مستدرک للحاکم: ۴/۵۶۰)

اسی طرح استاذ المحدثین محمد بن منکدر کے متعلق بھی منقول ہے کہ اپنا چہرہ قبر النبی پر رکھ لیتے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۶/۱۵۹)

کیا منکرین کے نزدیک صحابی رسول، ابن حنبل اور ابن حجر اور اس طرح روایات کو نقل کرنے والے ائمہ کرام بھی قبر پرست اور مشرک ہیں؟ نہیں تو کیوں نہیں۔ (مزید "فوت شدہ کا وسیلہ" عنوان دیکھیں)

واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا زیارت قبور کی اجازت دینا اس بات کا قطعی ثبوت ہے، کہ آپ کو امت پر اب عبادت قبور کوئی خطرہ خوف نہیں رہا تھا۔۔۔ جب کہ خارجی ٹولے نے اپنا پیٹ پالنے کے لیے، بلا دلیل اس امت کی اکثریت کے شرک کا سبب عبادت قبور کو قرار دے رکھا ہے۔

سعودی مفسر نے لکھا: آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان مشرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان "مشرک مسلمانوں" نے شرک کو پتھر کی مورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے کہ صرف وہی مشرک ہیں۔ جب کہ یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں جو پتھر کے پجاری اپنی مورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص: ۲۳)

اگر کوئی کلمہ گو کسی قبر سے غیر شرعی معاملہ کرتا ہے، تو اس کا ذمہ دار مسلک اہل

سنت اور علما اہل سنت نہیں ہیں۔اور کیا کسی کے ماتھے پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ "سنی" ہے؟ ۔۔۔نبی اللہ کے گھر بھی کافر پیدا ہو سکتا ہے۔۔۔اور کیا نجدی عوام کی غیر شرعی حرکات کے ذمہ دار، نجدی مولوی ہیں؟ ؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی!

کیا کوئی منکر علماء اہل سنت کی کوئی تقریر یا تحریر دکھا سکتا ہے۔ جس میں مزارات پر غیر شرعی حرکات کی اجازت دے گئی ہو۔۔۔قبور صالحین کے ساتھ غیر شرعی رویہ اختیار کرنے والے ہمارے نزدیک یا تو جاہل وفاسق ہیں، ("موسیٰ علیہ السلام کی احتیاط" عنوان ملاحظہ کریں) یا پھر مشرک۔

جہلا فساق کی بدکاریوں کا الزام اہل سنت کو دینا ناانصافی اور متعصبی ہے۔قبور صالحین پر برکت کے حصول کے لیے حاضرین کو "قبر پرست" "مردہ پرست" کہنا، خود ظلم وجہالت وشقاوت ہے۔

اور اگر اصحاب قبور کا وسیلہ ان کی عبادت ہے تو پھر صحابہ کرام سمیت پوری امت محمدیہ مشرک ہے، سوائے امت نجدی کے، کیونکہ تسلسل کے ساتھ امت میں یہ سلسلہ جاری ہے، جس کا پہلا منکر ابن تیمیہ ہے۔("ابن تیمیہ کا تعارف" عنوان مطالعہ کریں)

رہا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خدشہ کہ کہیں آپ ﷺ کی قبر انور کو مسجد نہ بنا لیا جائے۔(بخاری کتاب الجنائز)

تو اس سے امت کا اس فعل میں مبتلا ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور کیا کوئی صحابی یا تابعی اس فعل کا مرتکب ہوا؟۔۔۔کیونکہ آپ نے تو دور صحابہ میں یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا۔

اور یہ بھی ممکن ہے آپ تک یہ حدیث پاک نہ پہنچی ہو" کہ مجھے تم (امت) پر شرک کا اب کوئی خوف نہیں رہا"، وغیرہ۔

''میری قبر کو بت نہ بنانا''، اور کیا قبر اور بت ایک جیسے ہیں:

یہ بے ادب اور بے لحاظ لوگ قبر النبی ﷺ اور قبور صالحین کو بت اور برابر قرار دیتے ہیں اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی تھی: "اللھم لاتجعل قبری وثنا، یعبد"، ''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے''۔

(مسند احمد:۲/۲۴۷، موطا امام مالک:۱۵۹)

یعنی ان لوگوں کی عقل ایسی الٹی ہے کہ آپ ﷺ کی دعا کا مطلب بھی الٹا سمجھ لیا۔ کہ بجائے آپ کی یہ دعا قبول ہونے کے الٹ ہوگیا، اور آپ کی قبر بت بن گئی، جس کی پوجا کی جاتی ہے۔ (استغفر اللہ!) ان الوھابیة قوم لایعقلون!

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں اجتہاد کرنے والوں کی فہم وفراست کا یہ معیار ہے۔ حالانکہ اس فرمان پاک کا صاف یہ مطلب بنتا ہے کہ چونکہ نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث پاک خود اس بات کی گارنٹی اور ثبوت ہے کہ کسی دور میں بھی آپ کی قبر مقدس کے ساتھ بت والا معاملہ نہیں ہوسکتا۔

اور اسی طرح وہ حدیث پاک کہ شیطان مایوس ہوگیا کہ جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت ہو (شیخ سلیمان کے حوالے سے آرہی ہے)، اور مزید یہ حدیث طیبہ کہ: شیطان مایوس ہوگیا کہ اب (پوری دنیا میں کہیں بھی) نمازی اس کی بندگی کریں۔

(البدایہ، ابن کثیر:۱/۲۶)

پتا چلا کہ نجدی گروہ کا اہل حرمین کو نبی اکرم ﷺ سے طلب شفاعت کی وجہ سے مشرک ومباح الدم قرار دیکر ان سے قتل وقتال کر کے، قبضہ کرنا جھوٹ اور سارا ڈرامہ تھا۔

قبورِ صالحین کو بت اور بتوں جیسا کہنا یقیناً گستاخی و بے دینی ہے۔

کہاں: "مابین قبری ومنبری روضة من الریاض الجنة" (نسائی: کتاب المساجد، مسند احمد: ۶۴/۳، تاریخ کبیر بخاری: ۳۹۲/۱، مجمع الزوائد: ۸/۳، مشارق الانوار: ۱۰۵/۱، قاضی عیاض، شرح نووی مسلم: ۱۶۱/۹، عمدۃ القاری: ۲۶۱/۷، تلخیص الحبیر: ۲۳۰/۳، امام بخاری و مسلم نے باب باندھا "باب فضل مابین قبری ومنبری الخ": بخاری، کتاب التطوع، مسلم کتاب الحج)

اور "من زار قبری وجبت له شفاعتی"، (سنن دارقطنی: ۲۷۸/۲، شعب الایمان للبیہقی: ۴۹۰/۳، مجمع الزوائد: ۲/۴، شہاب ثاقب) اس طرح ہر ولی کی قبر بھی جنتی باغ ہوتی ہے ۔۔۔۔ اور کہاں جہنم کا ایندھن اور بے وقعت بت۔ (الانبیاء: ۹۸)

نجدی قربِ قیامت کے اس خاص وقت کا تعین کریں (دہلوی کی دھاندلی)

نجدی مذکورہ بالا تین حدیثوں میں سے حدیث کے الفاظ "حتی لا تقوم الساعة" سے قربِ قیامت سے آج ہی کا زمانہ مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ ان احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انتہائی قریب قیامت کا زمانہ مراد ہے۔

پیشوائے وہابیہ اسمٰعیل دہلوی نے برصغیر میں وہابیت کے فروغ اور فرقہ واریت کے لیے جو جھوٹ اور بدعتیں گھڑیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ جس کو مسلم شریف کی روایت (آگے آرہی ہے) کے تحت گھڑا۔ اور آج سے (۱۵۰) سال پہلے ہی یہ لکھ مارا:

"سو پیغمبر خدا کے فرمان کے موافق ہوا (یعنی وہ قرب قیامت والی باؤ چل گئی، اور جس کے دل میں ذرہ بھی ایمان تھا وہ فوت ہوگیا) یعنی مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی اماموں شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں، اسطرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے، اور (مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں، اور انکی رسموں پر چلتے ہیں۔

(تقویۃ الایمان:۵۱،۵۰) (لعنۃ اللہ علی الکاذبین!)

دہلوی کو یہ فیض شیخ نجدی سے ملا، محمد بن یوسف سورتی غیر مقلد نے شیخ نجدی کے حوالے سے لکھا، کہ وہ سمجھتا تھا: ''آج'' لا الہ الا اللہ'' کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں رہا''۔

(مقدمہ، کتاب التوحید، مترجم، ص ۱۸)

گویا کہ ساری دنیا کے کلمہ گو سمیت نجدیوں کے، کافر و مشرک ہی ہیں!

جبکہ ''۱۵۰'' سال گزرنے کے بعد بھی، ابھی تک قریب قریب قیامت کے کوئی آثار نہیں ہیں، اور علامات کبریٰ بھی باقی ہیں۔ حالانکہ سید عالم ﷺ نے اپنے دور پاک میں بھی یہ فرمایا تھا: ''میں اور قیامت دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ (مسلم، کتاب الفتن، وغیرہ) یعنی قیامت انتہائی قریب ہے، حالانکہ (۱۴) صدیاں گزر گئیں اور ابھی قیامت نہیں آئی۔

اب ہم نجدیوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے تو مذکورہ بالا احادیث (مسلمان بتوں کی پوجا کریں گے) کا مصداق آج سے ''۲۰۰'' سال پہلے کے زمانہ کو ٹھہرا کر اس وقت بھی امت کی اکثریت کو مشرک جان کر اُنکا مال و خون مباح قرار دے کر اُنکا قتل عام کر چکے ہو۔ (کشف الشبہات:۹، ''تاریخ نجد و حجاز'')

لہٰذا تم پر لازم و ضروری ہے کہ اِن احادیث میں '' حتی لا تقوم الساعۃ'' وغیرہ کے وقت و حالات کا تعین کسی صحیح صریح حدیث پاک سے کرو۔

حالانکہ آج کے اِس پر فتن دور میں بھی، الحمدللہ! اسلام کا نقش باقی ہے، قرآن سلامت ہے، مساجد میں اذانیں ہو رہی ہیں، لوگ باوجود بے عملی کے آپ ﷺ کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہے، تقویٰ شعار لوگ بھی موجود ہیں۔

حالات کے تعین والی احادیث کیوں چھپاتے ہیں؟:

مذکورہ بالا احادیث کو اُمت کی اکثریت اور آج کے زمانے کے مسلمانوں پر منطبق کر کے ان کو مُشرک کہنا، نجدیوں کا رسول اللہ ﷺ پر صریح بہتان، غلو فی الدین اور اسلام دشمنی ہے۔

چوری اور بددیانتی یہ ہے، اسماعیل دہلوی اور اس کے مقلدین، قبیلہ دوس کی عورتوں کے ذکر والی حدیث (تقویۃ الایمان: ۹۱، مکتبہ خلیل) جو مسلم شریف سے پیش کرتے ہیں، اس سے اگلی حدیث مسلم (جس کی شرح میں دہلوی نے مذکورہ جھوٹ بولے) کو کبھی مکمل چھپا کر اور کبھی آدھا مضمون چھپا کر، (جس طرح دہلوی نے کیا) یہود کی سنت، "وتکتموا الحق"، "کہ تم حق نہ چھپاؤ"، ادا کرتے ہیں۔

اسی حدیث مسلم میں حریص امت ﷺ نے حالات و اوقات کا تعین اور علامات بیان فرما دیں۔۔۔ کہ کب جا کر کچھ قبائل وغیرہ آباء کے دین کی طرف دوبارہ لوٹ آئیں گے۔۔۔ بتوں کی پوجا اور شرک کریں گے۔

۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتیں ہے: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ دن اور رات (کا یہ سلسلہ) اُس وقت تک ختم نہیں ہوگا، جب تک لات وعزیٰ کی عبادت نہ کی جائے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے: "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق الخ"، "وہ ذات جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ اُسکو تمام دینوں پر غالب کر دے، خواہ مشرکین کو یہ نا گوار گزرے"۔ (توبہ: ۳۳) تو میں یہ گمان

کرتی تھی، کہ یہ دین مکمل ہو گیا (اور اب کفر و شرک نہ ہوگا)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے، وہ واقع ہوگا، "ثم یبعث اللہ ریحا طیبة"، اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جس کی وجہ سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ فوت ہو جائیگا، اور جسکے دل میں بالکل خیر نہیں ہوگی وہ باقی ہوگا، اور وہ لوگ اپنے آبائی دین کے طرف لوٹ جائیں گے، (پھر جا کر یہ صرف نام کے مسلمان حقیقت میں بے ایمان شرک کریں گے)۔ (مسلم شریف، کتاب الفتن)

اِس حدیث پاک میں "لا یذھب اللیل والنھار"، کہ دن رات کا یہ سلسلہ اُس وقت تک ختم نہیں ہوگا، جبکہ لات وعزیٰ کی پرستش نہ کی جائے"، سے انتہائی قرب قیامت کے وقت کی طرف اشارہ ہے۔

"ثم یبعث اللہ ریحا طیبة"، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا"، یہ علامت بیان کر کے سیدِ عالم ﷺ نے وقت اور حالات کا خوب تعین فرما دیا۔

مزید یہ کہ اسماعیل دہلوی نے مذکورہ بالا حدیث کے بعد جو حدیث نقل کی ہے، اس میں بھی مزید دو علامتیں موجود تھیں، جن سے اس نے دانستہ طور پر آنکھیں بند کر لیں، اور بد دیانتی کی۔۔۔۔ملاحظہ کریں۔

۲: ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: دجال نکلے گا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا، وہ دجال کو ڈھونڈ کر ہلاک کر دیں گے: "ثم یرسل اللہ ریحا باردة من قبل الشام"، "پھر اللہ تعالیٰ شام سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا"، جو روئے زمین کے ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لے گی، جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان یا خیر ہوگی۔

پھر برے لوگ باقی رہ جائیں گے، جو چڑیوں کی طرح جلد باز، بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے، وہ نہ کسی نیک بات کو اچھا سمجھیں نہ بری کو برا، ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا، اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟۔۔۔وہ کہیں گے تم کیا حکم دیتے ہو؟ "فیامرھم بعبادۃ الاوثان"،" وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا"۔۔۔وہ اسی میں مصروف کار ہوں گے، ان کا رزق اچھا ہوگا، اور ان کی زندگی عیش وعشرت سے ہوگی، پھر صور پھونک دیا جائے گا۔ (مسلم: کتاب فتن، باب ذکر دجال)

نجدیوں پر سوالات:

ہم ان غالیوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ "ریح طیبۃ" چل چکی ہے؟۔۔۔اور جو لوگ باقی زندہ ہیں یہ سارے بے ایمان ہیں؟۔۔۔کہ جن کے دلوں میں ذرہ بھی خیر نہیں رہی؟۔۔۔تو پھر صرف نجدی ہی ایماندار کیسے رہ گئے؟۔۔۔اور کیا دجال کا خروج بھی ہو چکا؟۔۔۔اور عیسیٰ علیہ السلام آ کر تشریف لے گئے؟

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے تو وہ قرب قیامت والی ریح آج سے تقریبا (۱۸۰) پہلے چلادی۔۔۔اور لکھ مارا: "سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا الخ"۔ (تقویۃ الایمان: ۹۶، مکتبہ خلیل) یعنی وہ ہوا چل گئی، اور وہ شرک پھیل گیا، اور اب سارے کلمہ گو، حقیقت میں بے ایمان ہی ہیں۔ استغفر اللہ!

غیر مقلدو!۔۔۔دیوبندیو! تمہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہیے، کہ جس کتاب کے تمام مضامین کی تم تصدیق کرتے ہو۔۔۔کتاب وسنت کے مطابق کہتے ہو۔۔۔بڑے فخر و دعوے سے اور دین کی خدمت سمجھ کر بار بار چھاپتے ہو۔ اس کتاب

میں صالحین کی توہین کرنے اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے، کس قدر قصداً بڑے بڑے جھوٹ بولے گئے، جن کو تم قیامت تک سچ ثابت نہیں کر سکتے۔ (مزید: "تقویۃ الایمان اور اسماعیل دہلوی"، "دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں فرق ہے؟" عنوانات ملاحظہ کریں)

اور کاش تم لوگ دہلوی کے فہم و تدبر کے متعلق گھر کے گواہ اس کے چچا عبدالقادر کی اس گواہی اور تحقیق کو یاد رکھتے: "بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا"۔ (ارواح ثلاثہ: ۹۸، از اشرف علی تھانوی)

امت کی اکثریت کو مشرک کہنا، ختم نبوت اور تکمیل دین کا انکار کرنا ہے:

جب عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے لات و عزیٰ کی عبادت کی خبر سنی، تو حیران ہو گئیں، اسی لیے آپ نے (توبہ: ۳۳) سے استدلال کیا۔ (حدیث پاک گزر چکی)

گویا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ مکمل اور غالب دین ہے، اور آپ آخری نبی ہیں، اگر آپکے وصال کے بعد دوبارہ یہ اُمت دوبارہ مُشرک ہو جائے گی، تو پھر یہ دین مکمل اور غالب کیسے ہوا؟۔۔۔ ام المؤمنین کے استدلال سے بھی معلوم ہوا "ان تشرکوا بعدی" صرف صحابہ کے ساتھ خاص نہیں۔۔۔ اور رسولِ کائنات ﷺ نے بھی جواباً حالات کی وضاحت فرمادی: کہ یہ شرک اُس وقت ہوگا، جب ایک بھی آدمی ایسا نہیں رہے گا، جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو۔

لہٰذا سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے کے انداز سے اور رسول اللہ ﷺ کے جواب سے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ بات ثابت اور واضح ہو گئی کہ "ثم یبعث اللہ ریحا طیبۃ"، اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تک اُمت کی

ایسی اکثریت، کہ جو "شرک فی النبوۃ" برداشت نہ کرتی ہو۔۔۔اُس پر "شرک فی الالوھیت" کی تہمت لگا کر اُسکو مُشرک کہنا۔۔۔دین محمدی ﷺ اور رسالت محمدی ﷺ کو نامکمل اور ادھورا جاننا اور ختمِ نبوت کا انکار کرنا ہے۔۔۔کہ گویا آپ کی تبلیغ رسالت کا نتیجہ بھی پہلے نبیوں کی طرح نامکمل ہی رہا۔

سعودی تفسیر (ص:۱۳۹۴) اور شیخ نجدی کی سیرت کی کتابوں میں بھی باور کرایا گیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کا اثر ختم ہو گیا تھا، پوری دنیا میں ہر سو پھر سے شرک پھیل گیا تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ نجدی کو بھیج کر وہی کام لیا، جو رسول اللہ سے لیا تھا۔ (استغفراللہ!)

اور شیخ نجدی نے پورا پورا رسول اللہ ﷺ جیسا انقلاب برپا کیا۔۔۔گویا شیخ نجدی کو خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا شریک بنایا گیا، جو کہ ختم نبوت میں ڈاکہ ڈالنا ہے۔

مجھے بتا تو سہی۔۔۔۔۔اور کافری کیا ہے؟؟؟

جبکہ سرور کائنات ﷺ کی خبر یہ ہے: میری امت کا امر ہمیشہ مستقیم رہے گا حتی کہ قیامت آجائے گی۔ (بخاری:۷۳۱۲)

قرآن کی بقا، امت کے ایمان کی بقا کی دلیل ہے:

حدیث پاک: کہ ہر نبی کو وہ معجزہ دیا گیا کہ جس کی مثل (عقل رکھنے والے) لوگ اُس پر ایمان لائیں، اور جو معجزات میں سے مجھے عطا کیا گیا، وہ وحی (قرآن) ہے، جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ (اسی قرآن وجہ سے بھی)، "اکثر ھم تابعا یوم القیامۃ"، کہ روزِ قیامت میری اُمت کی تعداد سب سے زیادہ

ہوگی۔(بخاری، کتاب فضائل القرآن)

یعنی جب تک قرآن باقی رہے گا میری اُمت بڑھتی رہے گی، نہ کہ بقول وہابیہ کے مُشرک ہوتی رہے گی۔لہٰذا قرآن کی سلامتی، اُمت کے ایمان کی سلامتی کی دلیل ہے۔اور اگر مومن صرف یہ نجدی ہی ہوں، باقی اہلسنت (سوادِ اعظم) مُشرک ہی ہوں، تو اِن چند نجدیوں پر بڑی اُمت وجماعت کا اطلاق کیسے درست ہوسکتا ہے، اور صرف یہی چند ٹولے اُمت کی اسی (۸۰) صفیں کیسے پوری کر سکتے ہیں۔

(ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ، ابن ماجہ: کتاب الزھد)

ایسا وقت تب آئے گا جب قرآن اُٹھ جائے گا:

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ دانائے غیوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام ایسے ہی پرانا ہوجائیگا، جیسے کپڑے کی رنگت پرانی ہوجاتی ہے، حتیٰ کے یہ جاننے والے بھی باقی نہ رہیں گے، کہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ کیا چیز ہے۔

اور کتاب اللہ ایک ہی رات میں ایسی غائب ہوجائے گی کہ اِس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔اور مسلمانوں کے چند گروہ باقی رہ جائیں گے، جنکے بوڑھے اور بوڑھیاں یہ کہیں گی: کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا تھا، "لا الـــــہ الا اللہ"۔اور ہم بھی آج یہ کہتے ہیں۔

صلہ بن زفر رحمۃ اللہ علیہ (حضرت حذیفہ سے روایت کرنے والے تابعی) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کہ جب وہ نماز، روزہ اور قربانی سے منہ پھیرتے رہے (حتیٰ کے اُنھیں بھول ہی گے)، تو اُنھیں پھر بھی یہ کلمہ کچھ فائدہ دے گا؟

حضرت صلہ نے یہ سوال تین مرتبہ کیا اور ہر بار حضرت حذیفہ منہ پھیرتے رہے، تیسری مرتبہ صلہ کی طرف منہ کر کے حضرت حذیفہ نے (یہ فتویٰ دیا): "یا صِلَةُ تُنْجِیھم من النّار، ثلاثا"، اے صلہ! یہ کلمہ بھی اُنکو دوزخ (میں ہمیشہ جلنے) سے ضرور نجات دے گا، یہ جملہ تاکیداً تین مرتبہ کہا۔۔۔(سبحان اللہ!)۔

(ابن ماجہ، ابواب الفتن، مستدرک للحاکم: ج۵: ۸۵۰۸، یہ حدیث صحیح ہے)

اِس حدیثِ پاک میں یہ وضاحت اور ترتیب ہے، کہ پہلے اعمال ختم ہوں گے۔۔۔ پھر اچانک مکمل قرآن اُٹھ جائیگا۔۔۔باقی چند گروہ مسلمانوں کے رہ جائیں گے، جنہیں صرف کلمہ یاد ہوگا۔۔۔ لہٰذا یقیناً یہی وہ دور اور زمانہ ہے کہ جب "تبقی طوائف من الناس" کہ اُمتیوں کے چند باقی رہ جانے والے انہی گروہوں میں سے، کچھ قبائل اور گروہ اپنے مشرک باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اور لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کی عبادت کریں گے۔

لیکن دہلوی نے پہلے ہی لکھ دیا! کہ (مسلمان) کافروں کے بتوں کو مانتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان: ۹۸، مکتبہ خلیل) لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

حالانکہ اس دور کے مسلمانوں کے ایمان کی تو، "اعجب ایمانا" فرما کر محبوب علیہ السلام نے خود تحسین فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ: ۲۲۸۸۔ "ایمان رجیکٹ کر دیا" عنوان ملاحظہ کریں)

مگر نجدیوں نے اُلٹی چال چلی۔۔۔ اور ترتیب اُلٹی کر دی کہ اُمت مشرک پہلے ہوگئی۔۔۔ ایمان دنیا سے چلا گیا۔۔۔ قرآن اور اعمال باقی رہ گئے۔

حالانکہ اِن توحید کے جھوٹے ٹھیکیداروں کے پاس کوئی ایک بھی دلیل موجود نہیں۔

الحاصل اب اگر کوئی شخص بھی دیانتداری کے ساتھ فہم حق کے لیے اِن مذکورہ

احادیث میں غور وفکر کرے گا، اور ان میں تطبیق دے گا۔۔۔ تو انشاء اللہ! یہ کہے بغیر نہ رہ سکے گا کہ آج نجدی جن حدیثوں کو بنیاد بنا کر کے عامۃ المسلمین کو مشرک ٹھہراتے ہیں ۔۔۔ یہ انکار رسول اللہ ﷺ پر صاف بہتان اور امت پر ظلم ہے۔۔۔ اور یہ بھی مانے گا کہ دنیا میں اس نجدی ٹولے سے بڑی جھوٹی اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ کو اُمت پر کن امور کا خوف تھا؟:

۱: پچھلے صفحات میں آپ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک ملاحظہ کی، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی اُمت پر ریا کاری اور خفیہ شہوت کا خوف ہے۔

۲: محمود بن لبید راوی رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر جن چیزوں کا زیادہ خوف ہے، اُن میں سے زیادہ خوفناک شے شرک اصغر ہے۔۔۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ریا کاری!۔ (شعب الایمان: ج۵:۶۸۳۱، ابن ابی الدنیا، اور امام احمد نے جید اسناد سے روایت کیا)

۳: بخاری شریف کتاب الجنائز کی حدیث پاک کئی بار گزر چکی ہے کہ مجھے تم پر اس چیز کا تو کوئی خوف نہیں رہا کہ میرے بعد شرک کرو گے، "ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا"، اور لیکن اس چیز کا خوف ضرور ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(یہی مضمون آگے جاری ہے)

آپ کو امت پر شرک کرنے کا نہیں، بلکہ تہمت شرک کا خوف تھا:

۴: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: "ان ما اتخوف علیکم رجل"، بیشک مجھے تم پر ایسے شخص کا خوف ہے، جو قرآن پڑھے گا (یعنی بظاہر عالم دین ہوگا)۔ یہاں تک کہ جب اُس پر قرآن کی رونق آنے لگے، اور اُس نے اسلام کی چادر اوڑھ لی ہوگی، تو اُسکی حالت بدل جائے گی، جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، تب وہ اُس چادر اسلام سے نکل جائیگا اور اُسے پس پُشت ڈال دے گا۔ "وسعیٰ علیٰ جارہ بالسیف، ورماہ بالشرک" اور وہ اپنے علاقے کے لوگوں پر شرک کی تہمت لگائے گا، اور اُن پر تلوار سے حملہ آور ہوگا۔

راوی نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ اُن دونوں میں مُشرک ہونے کا دراصل حقدار کون ہوگا؟، جس پر شرک کی تہمت لگائی گئی۔۔۔ یا شرک کی تہمت لگانے والا؟

"قال بل الرامی"، آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا حقیقت میں خود مُشرک ہوگا!۔ (حافظ ابن کثیر نے کہا: کہ یہ اسناد خوب عمدہ اور کھری ہیں)۔

(تفسیر ابن کثیر، مسند ابی یعلیٰ، تحت اعراف ۱۷۵، ج ۲۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۔ مسند بزار، ج ۷۔ تاریخ کبیر امام بخاری، ج ۴۔ معجم الکبیر طبرانی، ج ۲۰۔ مسند شامیین طبرانی، ج ۲۔ سنہ ابن ابی عاصم، ج ۱۔ مجمع الزوائد ہیثمی، ج ۱۔ جامع الاحادیث کبیر سیوطی، ج ۳۔ جامع المسانید والسنن ابن کثیر، ج ۳۔ کشف الستار ہیثمی، ج ۱۔ شرح مشکل الآثار طحاوی، ج ۲)

خلاصہ احادیث: مذکورہ بالا چاروں احادیث کو خوب ذہن نشین کر کے غور کریں، کہ دانائے غیوب ﷺ جنکی صفت وشان حریص علیکم ہے، جو سب سے زیادہ اپنی اُمت کی بھلائی چاہنے والے، غم کھانے والے ہیں، اُنکو اپنی اُمت پر کن کن امور کا خوف واندیشہ تھا، اور آپکی تعلیمات کیا ہیں؟۔

اور دوسری طرف ان نجدیوں، خارجیوں کی ذہنیت، سوچ، تعلیم اور مشن کو بھی دیکھیے!۔۔۔ اور خود فیصلہ کریں کہ دین اسلام اور نجدی دھرم میں کتنا تضاد وتعارض ہے۔

رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں: کہ مجھے امت کے شرک کرنے کا نہیں، بلکہ ظلماً شرک کی تہمت لگائے جانے کا خوف ہے۔

اور یہ قرن الشیطان کہے: کہ امت کی اکثریت مشرک ہوگئی۔

عمل بالحدیث کے دعوے دار، اگر اس حدیث پاک میں غور وتدبر کرتے، تو ان کو اس حدیث پاک میں اپنی اصلی صورت نظر آجاتی، اور وہ وہابیت سے تائب ہوجاتے۔ وکان امر اللہ قدرا مقدورا!

جبکہ یہ لوگ جان بوجھ کر (ولاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون) پر عمل کرتے ہو اس روایت کو چھپاتے ہیں، کہ کہیں ہمارے دین باطل کا پول نہ کھل جائے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ جن برائیوں کا رسول اللہ ﷺ کو امت پر خوف تھا، (مثلاً ریا کاری، خفیہ شہوت، عورت، حرص دنیا اور اُمت پر تہمت شرک) یہ لوگ ان کے خلاف جہاد و تبلیغ کرتے۔ مگر ان کا بڑے سے لیکر چھوٹا، خود ان گناہوں میں مبتلا ہے۔

بلکہ شیخ نجدی نے اپنے گھناؤنے مشن کی تکمیل کے لیے، ابن سعود کی بیوی کو۔ اور ابن سعود کی بیوی نے ابن سعود کو، وسیع سلطنت کا لالچ دے کر ہی گمراہ کیا، اور مزید اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر کے اپنا حامی اور ساتھی بنایا تھا۔

اور دنیا کے لالچ کے لیے ہی نجدیوں نے حرمین شریفین کے مسلمانوں پر شرک کا جھوٹا فتوی لگا کر، ان کو تہ تیغ کر کے قبضہ جمایا تھا۔ (نواب صدیق نے بھی یہی لکھا، آگے آرہا ہے)

یہ بھی دیکھ لیجیے کہ دانائے غیوب ﷺ کی خبر کے مطابق، آج یہ فتنے (ریا، حرص

دنیا، خفیہ شہوت، تہمت شرک) زوروں پر ہیں۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین!)

مسلمانوں کو مشرک کہنے والا، خود مشرک ہوگا:

مذکورہ بالا چوتھی حدیثِ پاک میں رسول اللہ ﷺ نے شرک کے جس فتوی سے خوف کا اظہار کیا، اس کا ایک بہت بڑا ثبوت "سعودی تفسیر" ہے۔

اگر مزید تحقیق درکار ہو تو، وھابی حضرات کے کسی بھی کتب خانے پر چلے جایئے، آپ کو آدھی سے زیادہ کتابیں وہی نظر آئیں گی، جو صرف مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اور ایسی تمام کتابوں کے بنیادی ماخذ، "کتاب التوحید"، "کشف الشبہات" اور "تقویۃ الایمان" ہیں۔

ان کتابوں میں بلا دلیل، محض قرآنی آیات کی خود ساختہ تفسیریں اور معنوی تحریفیں کر کے، ان ان امور کو شرک بنایا گیا کہ جن کو اس قرن الشیطان سے پہلے (سوائے ابن تیمیہ یا اس کے ہمنواؤں کے) کسی نے بھی شرک نہیں کہا۔

پوری اسلامی تاریخ چھان ماریئے آپ کو محمد بن عبدالوھاب نجدی کے علاوہ اس امت میں وہ پہلا شخص اور کوئی بھی نہیں ملے گا، جو اِس حدیثِ پاک کا مصداق ہو ۔۔۔ جس نے مسلمانوں کے متواتر عقائد کو شرکیہ قرار دے کر اُن کا قتلِ عام کیا ہو۔

انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے بھی لکھا: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری: ۱/۱۷۱، سعودی تفسیر: ۹۷، پر اسی کتاب کا حوالہ دیا گیا)

اور شیخ نجدی کے بعد دوسرا مصداق اسمٰعیل دہلوی ہے، جس نے شیخ نجدی

کی ''کتاب التوحید'' کا ''تقویۃ الایمان'' کی صورت میں ہندوستان میں دوسرا ایڈیشن پیش کیا۔ اور یہ کتاب لکھ کر خود اقرار بھی کیا کہ میں نے (قصداً اور ظلماً) شرک اصغر کو'' شرک اکبر'' لکھ دیا ہے۔ جو یقیناً تفریق اُمت کا سبب بنے گا، مگر اُمید ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ملخصاً، اکمل البیان: ۱۴۰، ارواح ثلاثہ از اشرفعلی تھانوی: ۸۲)۔ (تقویۃ الایمان کے شرک کے فتووں کی جھلک عنوان ''تقویۃ الایمان کی بدعات'' ملاحظہ کریں)

نجدی خود مشرک ہیں:

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اس بات پر نص ہے کہ ''اس امت کو مشرک کہنے والا خود مشرک ہوگا''، جیسے کسی مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

(بخاری: ۲/۱۰۹۰، مسلم: ۱/۵۷ وغیرہ)

وہابیہ کا ایک (۱) شرک تو یہ ہے کہ جو باتیں انہیں محبوب خدا ﷺ کے متعلق شرک اکبر نظر آتی ہیں، وہی باتیں اپنے مولویوں اور وڈیروں کے متعلق عین توحید دیکھائی دیتی ہیں۔

ان کے شرک کی دوسری (۲) صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ والوں کے لیے کئی ایسی صفات ثابت کرنے کو شرک کہتے ہیں، جو اللہ تعالی کی صفات ہی نہیں، مثلاً فوت شدہ سے، دور والے سے مدد مانگنا وغیرہ۔۔۔ جس سے یہ لوگ اللہ سبحانہ وتعالی کے لیے ''فوت ہونا''، ''دور و نزدیک ہونا'' صفات ثابت کرتے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالی کے لیے مخلوق کی صفات خاصہ ثابت کرنا بھی ایسا ہی شرک ہے، جیسا اللہ تعالی کی صفات خاصہ مخلوق کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔

اور شرک کا معنی تو برابری کے ہیں، تو جب فوت ہونا، دور و نزدیک ہونا، اللہ

قدوس کی صفات ہی نہیں۔۔۔تو پھر فوت شدہ، اور دور والے سے استمداد، اللہ تعالیٰ سے برابری کیسے ہوئی؟۔۔۔اور اگر برابری نہ ہوئی تو پھر شرک کیسے ہوا؟۔

(ملاحظہ کریں: "شرک کیا ہے؟ اور مشرک کون؟" ،از علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، اویسی بک)

ان کے شرک کی ایک تیسری (۳) صورت، انہیں کے اصول کے مطابق یہ بھی بنتی ہے، کہ جن عقائد کی وجہ سے یہ لوگ ہمیں مشرک کہتے ہیں، وہ سارے عقائد خود ان کے گھر، انہیں کی کتابوں سے بلا انکار و تردید ثابت ہیں۔

("اختلاف ختم ہو سکتا ہے" ،از علامہ ابو الحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، اویسی بک، ملاحظہ کریں)

وہابیوں کے شرک کی چوتھی (۴) صورت یہ ہے، کہ چونکہ ان کے دھرم میں فوت شدہ کا وسیلہ اور مدد شرک اکبر ہے، لہٰذا نجدی پانچ نمازیں پڑھ کر مشرک ٹھہرے۔ کیونکہ پچاس سے پانچ نمازیں، ایک وصال یافتہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ اور مدد سے ہوئیں۔

اگر نجدی کہیں کہ وہ تو ایک معجزہ کی صورت تھی۔۔۔تو ہم پوچھتے ہیں کہ: کیا معجزہ کی صورت میں شرک جائز ہو جاتا ہے؟۔۔۔اور دوم، وہابیوں سے پہلے سلف کرام میں سے کس نے معجزہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس وسیلے اور مدد کا انکار کیا؟۔

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف۔

وحید الزماں کی گواہی، کہ مسئلہ شرک میں غالی اور خارجی کون؟:

نام نہاد غیر مقلدین کے مجتہد اور مترجم وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں:

"ہمارے بعض متاخرین نے شرک کے مسئلہ میں بہت غلو و تشدد کیا اور دائرہ

اسلام کو بہت تنگ کردیا، مکروہ وحرام امور کو بھی شرک قرار دے دیا۔ اگر اس شدت سے اُنکا مقصد شرکِ اصغر یا اِن امور کا سدِ باب مقصد ہے تو اللہ اُنکو معاف کرے۔ وگرنہ وہ دین میں سخت غالی اور تشدد کرنے والے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا تغلوا فی دینکم"، کہ دین میں زیادتی نہ کرو۔ دین میں تشدد "خارجیوں" کی نشانی ہے جو دین سے خارج اور عہد شکن ہیں"۔

حاشیہ میں لکھا ہے: "اور وہ "محمد بن عبدالوحاب نجدی" ہے، جس نے ان امور کو شرک اکبر قرار دیا (جو شرک نہیں تھے)، اور اس کی اتباع میں "اسمٰعیل دہلوی"، نے تقویۃ الایمان میں بھی وہی کاروائی کی ہے، اس پر شیخ نجدی کے (سگے) بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے رد کیا"۔

(ہدیۃ المہدی: ۲۶، عربی)

"الفضل ما شهدت به الاعداء"،

لیجیے جناب! خود اُن کے گھر کے مستند آدمی نے دوٹوک فیصلہ کر دیا، کہ واقعتاً یہی دونوں حضرات ہیں، جنہوں نے مسئلہ شرک کے متعلق انتہائی غلو سے کام لیا، جو کہ خارجیوں کی نشانی ہے۔ پوری تاریخ اسلامی میں اِن دو کے علاوہ اور کوئی نہ ملے گا، جس نے مسئلہ شرک میں اتنا تشدد اور زیادتی کی ہو۔

لہٰذا واضح ہو گیا کہ مذکورہ بالا حدیث میں "شرک کی تہمت لگانے والے آدمی" کا مصداق، یہی دو حضرات ہیں، اور ان کے متبعین۔

سعودی مفتی کی گواہی، اس حدیث کا مصداق کون؟:

مذکورہ بالا حدیث پاک میں، "رجل قرا ء القرآن"، "ایک ایسا آدمی ہوگا جو قرآن پڑھے گا"، کی دو علامتیں بیان فرمائیں ہیں۔ ا: جارہ بالسیف۔

۲: رماہ بالشرك، ”تلوار سے حملہ کرنا اور شرک کی تہمت لگانا“۔

یعنی قرآن کی آڑ لے کر کافروں کے متعلق آیات مسلمانوں پر چسپاں کر کے شرک کی تہمت لگا کر قتل کرے گا۔ اصلی مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کرنے کی یہ علامت ”بخاری کتاب التوحید“ میں بھی ہے کہ: ”یقتلون اهل اسلام ویدعون اهل الاوثان“، مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑے رہیں گے۔

یعنی یہود ونصاری سے یارانہ ہوگا، اور اہل ایمان سے دشمنی۔

یہ دونوں علامتیں سعودی مفتی بن باز نے اپنے رسالے میں شیخ نجدی کے حوالے بڑی صراحت سے لکھی ہیں: ”کہ شیخ نجدی نے مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر ان سے ”جہاد بالسیف“ کیا، اور اس طرح خطہ عرب سے شرک کو مٹایا۔

(ملاحظہ ہو ”سیرت محمد بن عبدالوہاب“: ۳۱،۳، ہو حوۃ وارشاد الریاض)

نجدیوں کا یہ جہاد بالمسلمین شیخ نجدی کے مرنے کے بعد بھی وقفے وقفے سے جاری رہا۔ جس کی انتہا ”قبضہ حرمین شریفین ۱۹۲۰ء“ پر ہوئی۔ (نجدیوں کے جہاد باطل اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ گٹھ جوڑ کی تفصیل: ”والیان نجد وحجاز“، اویسی بک۔ اور ”تاریخ نجد وحجاز“ میں ملاحظہ فرمائیں)

مزید علامتیں ”نجدی اور تمیمی“ ہونا:

نبی اکرم ﷺ نے اس فتنہ عظیم کے ابھرنے کی جگہ اور نسل وخاندان کے متعلق بھی نشاندہی فرمادی۔

۱: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شام اور یمن کے لیے برکت کی دعا کی، مگر باوجود کچھ لوگوں کے عرض کرنے کے بھی نجد کے لیے دعا نہیں فرمائی۔ تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے، اور وہاں سے شیطان کا گروہ

نکلے گا۔ (بخاری، کتاب الفتن)

۲: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، کہ ذوالخویصرہ تمیمی آیا، اور کہنے لگا: اعدل یا محمد! اے محمد انصاف کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے غضبناک ہوکر فرمایا: کم بخت اگر میں انصاف نہیں کرنے والا، تو میرے سوا اور کون ہے الخ۔ (بخاری، کتاب استتابہ المرتدین)

۳: ایک روایت میں ہے: کہ اس شخص کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی، جو قرآن پڑھیں گے، مگر حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ (بخاری، کتاب التوحید)

مذکورہ بالا پہلی حدیث شریف میں جگہ کی نشاندہی ہے، کہ "نجد" سے شیطانی گروہ نکلے گا۔ دوسری حدیث میں خاندان "بنوتمیم" کی نشاندہی ہے۔

اور تیسری میں اس آدمی کی نسل (بنوتمیم) سے، وہ شیطانی گروہ نکلنے کی صراحت ہے۔

شیخ الاسلام سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی (م ۱۳۰۴) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پر یہی وضاحت فرمائی ہے۔ (الدرر السنیہ: ۵۱)

سعودی مفتی ابن باز کے اس مذکورہ رسالے (سیرتِ شیخ محمد بن عبدالوہاب: ۶) پر لکھا ہے: "امام شیخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب بن سلیمان بن علی التمیمی الحنبلی النجدی"۔

اس حدیث کا مصداق اگر شیخ نجدی نہیں تو اور کون ہے؟:

قارئین! احادیث مبارکہ میں بیان کی گئیں ساری علامات، کہ قرآن پڑھے گا۔۔۔ شرک کی تہمت لگائے گا۔۔۔ تلوار سے حملہ کرے گا۔۔۔ اور یہ قرن الشیطان

خاندان بنو تمیم۔۔۔اور علاقہ نجد سے برآمد ہوگا۔ یہ ساری علامتیں خود انہی کے مفتی اعظم کے رسالے کی روشنی میں محمد بن عبدالوھاب نجدی پر صادق آتی ہیں۔

ہم دنیائے وہابیت سے مطالبہ کرتے ہیں، اگر حدیث حذیفہ کا مصداق شیخ نجدی نہیں تو اور کون شخص ہے؟۔۔۔جس نے شیخ نجدی سے بھی پہلے اور اس سے بھی بڑی ''شرک مٹاؤ'' مہم، اور تحریک چلائی ہو؟۔

اور یہ بھی ثابت کریں ان متنازعہ امور (فوت شدہ کا وسیلہ وشفاعت واستمداد) کو شیخ نجدی سے پہلے بھی کسی نے شرکیہ قرار دیا ہو؟۔

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی شیخ نجدی کی تحریک کے بارے میں فرماتے ہیں: شیخ نجدی نے جو اپنے خانہ ساز عقائد کی عالم اسلام کو دعوت دی اور اُس دعوت کے انکار کو وجہِ کفر قرار دے کر تمام مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا، اور جہاں جہاں اُسکا بس چلا، اُس نے اپنے مزموم مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ شیخ نجدی کی اس تکفیرِ عام، اور بیہمانہ قتل وغارت گری کے خلاف اُس وقت سے لے کر آج تک کے علماء اُس کی تحریک کے بطلان پر کتابیں لکھتے چلے آرہے ہیں۔

ہم قارئین کرام کے سامنے اِن بے شمار کتابوں میں سے چند کتابوں سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ پہلے شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب (۱۲۰۶ھ) کے بھائی ''علامہ سلیمان بن عبدالوہاب'' (متوفی ۱۲۰۸ھ) کی شہرہ آفاق کتاب ''الصواعق الٰہیۃ'' سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

(اس کتاب کا ذکر وحیدالزماں غیر مقلد نے بھی کیا۔ ہدیۃ المہدی)

شیخ نجدی کارد اس کے بھائی، شیخ سلیمان سے: (توحید و رسالت کی گواہی کی اہمیت)

لکھتے ہیں: ''تمہارے عقائد اور تکفیر کے صحیح نہ ہونے پر دلیل یہ ہے، توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن نماز ہے۔ اسکے باوجود جو شخص ریا کاری کے طور پر نماز پڑھتا ہے اُسکے بارے میں فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ بلکہ فرمائے گا: میں دوسرے شرکاء کی نسبت اپنے شرک سے زیادہ بے پرواہ ہوں، جس شخص نے اپنے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرلیا، میں اُسکے عمل اور شرک کو چھوڑ دیتا ہوں اور قیامت کے دن ریا کار سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا! جا کر اپنا اجر اُس شخص سے طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں فقہائے اسلام نے یہ کہا ہے کہ اُسکا عمل باطل ہے، یہ نہیں کہا کہ اُسکو قتل کرنا اور اُسکا مال لوٹنا جائز ہے۔ جبکہ تم اِس بہت ہلکی اور معمولی بات کو کفر قرار دیتے ہو''۔

سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد: (عبادت کی حقیقت، مسلک سلف کا باغی، نئے دین کا بانی، چیلنج)

مزید لکھتے ہیں: ''اِسی طرح نماز کے تمام ارکان میں سب سے اہم رکن سجدہ ہے، اور نذر و نیاز اور غیر اللہ پکارنے کی نسبت سجدہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ حالانکہ فقہائے اسلام نے سجدہ کے احکام میں بھی فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سورج، چاند، ستارے یا بُت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص اِنکے علاوہ کسی اور کو (تعظیمی) سجدہ کرے وہ کفر نہیں، بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔

لیکن تم فقہائے اسلام اور اُنکی عبارات کی تقلید نہیں کرتے، بلکہ جو کچھ تم نے (گمان فاسد سے) بطور خود سمجھا ہے، اُسی میں حق کو منحصر سمجھتے ہو، اور (ایک نئے دین کی بنیاد رکھ کر) اُسکو ضروریاتِ دین قرار دے کر اُسکے منکر کو کافر قرار دیتے ہو۔ اور جن مشتبہ عبارات سے تم استدلال کرتے ہو، وہ محض تمہاری مغالطہ آفرینی ہے۔

ہمارا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے خود ساختہ مذہب (دین وشریعت) کی تائید میں فقہائے اسلام میں سے کسی مسلم فقیہ سے نص صریح پیش کرو۔ اور اگر تم ایسی کسی عبارت کے پیش کرنے کی بجائے محض سب وشتم اور تکفیر پر اکتفا کرتے ہو، تو ہم تمہارے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں"۔

تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث: (ہر پکارنا عبادت نہیں، مسلک حلف)

لکھتے ہیں: "مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اِس لیے بھی صحیح نہیں، کہ غیر اُللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں۔ حتیٰ کہ اِس کے مرتکب مسلمان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے۔ کیوں کہ صحیح حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو"۔ (تاریخ بغداد: ۳۰۳/۹) اور حاکم نے اپنی صحیح میں، ابو عوانہ اور بزار نے سند صحیح کیساتھ حضرت عبداُللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے، تو وہ تین بار کہے: "یا عباد اللہ احبسوا" اے اللہ کے بندو! مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو۔ تو اللہ کے کچھ بندے ہیں جو اُسکو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (مسند البزار: ۳۱۲۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۵۵۸)

اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے: "یاعباد الله اعینونی" اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (المعجم الکبیر:۱۰۵۱۸)

اِس حدیث کو فقہائے اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے، اور اِسکی عام اشاعت کی ہے، اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اِسکا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ امام نووی نے (کتاب الاذکار:۸۰۷) میں اِسکا ذکر کیا ہے (خود آزمائش بھی کی)۔ اور (امام الوہابیہ) ابن القیم نے اپنی کتاب "الکلم الطیب" میں اِسکا ذکر کیا۔ اور ابنِ مفلح نے "کتاب الآداب" میں اور ابنِ مفلح نے اِس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا: کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ فرماتے تھے میں نے پانچ بار حج کیے ہیں، ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور راستہ بھول گیا، میں نے کہا: اے اللہ کے بندو! مجھے راستہ دکھاؤ، میں یونہی کہہ رہا تھا حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ گیا"۔

تم بغیر کسی نص کے، محض قیاس فاسد سے تکفیر کرتے ہو: (مسلک سلف)

لکھتے ہیں: "اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو پکارتا ہے، تم اُسکی تکفیر کرتے ہو۔ بلکہ تم محض اپنے قیاسِ فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اُس شخص کا شرک اُن مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے، جو بحر و بر میں عبادت کی غرض سے غیر اُللہ کو پکارتے تھے۔ اور اُسکے رسول ﷺ کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اِس حدیث اور اُسکے تقاضے پر علماء اور آئمہ کے عمل کو اُس شخص کے لیے اصل قرار نہیں دیتے ؟ جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اُس کو شرکِ اکبر قرار دیتے ہو۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) جبکہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، تو اِس "مضبوط

اصل" کی بناء پر کافر نہیں کہا جائے گا، اور (تمہارے امام) ابنِ تیمیہ نے بھی اِسی بات کو ترجیح دی ہے۔ (جبکہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے وہ کسی بدعت کا مرتکب بھی نہیں ہے، کیوں کہ اُسکا یہ فعل ایک مظبوط اصل یعنی حدیث صحیح جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے"۔ (الصواعق الٰہیہ: ۳۵،۳۴، مکتبہ ایشیق استنبول)

تکفیر مسلمین کے ردّ پر دوسری حدیث: (عقائدِ اہلسنت پر اجماع)

مزید رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تم نے جو مسلمانوں کی تکفیر کی بنیاد پر اپنے مذہب (اور نئے دین) کو قائم کیا، اُسکے باطل ہونے پر صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، کہ جس کو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کیساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اُسکو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے اور یہ اُمت ہمیشہ صحیح دین پر قائم رہے گی، یہاں تک کہ قیامت آجائیگی۔ (صحیح البخاری: ۷۱) اس حدیث کی ہمارے مطلوب پر اسطرح دلالت ہے کہ اِس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک اُمت کے دین پر مستقیم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ حقیقت واقعی ہے کہ جن امور کو تم وجہ کفر قرار دیتے ہو، "یہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک تمام دنیائے اسلام میں مروّج اور معمول ہیں"، پس اگر اولیائے اللہ کے مقابر بڑے بڑے بُت ہوتے اور اُن سے استمداد اور اِستغاثہ کرنے والے کافر ہوتے، تو تمام اُمت صحیح دین پر قائم نہ ہوتی، بلکہ اسکے برعکس ساری اُمت کافر اور تمام بلادِ اسلام، بلادِ کفر بن جاتے، علی الاعلان بتوں کی پوجا جاری ہو جاتی، یا بتوں کی عبادت پر اسلام کے احکام جاری ہوتے، پھر حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اِس

اُمت کی دینِ صحیح پر استقامت کی حدیث کس طرح صحیح ہو سکتی ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے"۔ (الصواعق الٰہیہ: ۳۰)

تکفیر مسلمین کے ردّ پر تیسری حدیث: (فتنہ مشرق (نجد) سے ظاہر ہوگا)

لکھتے ہیں: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کفر کا گڑھ مشرق کی طرف ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲، صحیح المسلم: ۵۱) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے شام اور یمن کے لیے دعائے برکت فرمائی باوجود تین مرتبہ عرض کرنے کے، آپ ﷺ نے نجد کے لیے دعا نہیں فرمائی، بلکہ فرمایا: وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی یہ احادیث شیخ نجدی کی دعوت اور تکفیرِ مسلمین کے رد پر کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہیں"۔

حرمین اور یمن کے مسلمانوں کا صدیوں سے معمول: (نجد میں پہلا بڑا فتنہ؟)

لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ کے بعد جو سرزمینِ نجد میں جو پہلا فتنہ واقع ہوا، وہ شیخ نجدی کا فتنہ ہے، جس نے مسلمانوں کے درمیان صدیوں سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ بلکہ شیخ نجد نے اُنکو کافر بنا دیا جو اُن مسلمانوں کو کافر نہ کہے۔ حالانکہ مکہ اور مدینہ اور یمن کے علاقوں میں صدیوں سے یہ معمولات رائج ہیں بلکہ ہم کو تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اولیاء کا وسیلہ اُنکی قبروں سے توسل اور استمداد اور اولیاء اللہ کا پکارنا یہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ یمن اور حرمین شریفین میں کیے جاتے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قدر عظیم فتنہ سرزمینِ نجد میں واقع ہوا، وہ کسی

دور میں بھی اور جگہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور اے شیخ نجدی! تمہارا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں پر تمہاری اتباع واجب ہے۔ اور جو شخص تمہارے مذہب (اور خود ساختہ دین) کی اتباع کرے اور وہ مذہب کے اظہار اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی طاقت نہ رکھے ،اُس پر واجب ہے کہ وہ تمہارے شہر کی طرف ہجرت کرے، اور یہ کہ تم بھی طائفۃ منصورۃ ہو"۔

رسول اللہ نے اکثر امت مشرک ہو جانے کی خبر کیوں نہ دی؟:

علامہ سلیمان مزید لکھتے ہیں: "اور یہ اِس حدیث کے خلاف ہے، کیوں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمادیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اُمت پر گزرنے والے تمام واقعات کو بتا دیا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوتا کہ سرزمینِ مسیلمہ یعنی شہرِ نجد آخر کار دارالایمان بنے گا، اور طائفہ منصورۃ اِسی شہر میں ہوگا، حرمین شریفین اور یمن بلادِ کفر بنا جائیں گے جن میں بُت پرستی ہوگی۔۔۔ تو رسول اللہ ﷺ خصوصاً نجد کے لیے ضرور دعا فرماتے، اور حرمین شریفین اور اہلِ یمن کے لیے دعائے ضرر فرماتے۔۔۔ لیکن جب ایسا نہیں ہوا، بلکہ اِسکے برعکس رسول اللہ ﷺ نے بالخصوص نجد کے بارے میں خبر دی کہ وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور اُس شہر میں اور اُس شہر سے فتنے نمودار ہونگے اور نجد کے لیے دعا کرنے سے انکار فرمادیا، اور یہ بات تمہارے زعم کے بالکل برعکس ہے، تمہارے نزدیک جن لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی وہ کفار ہیں، اور جس علاقے کے لوگوں کے لیے دعا سے اِنکار فرمایا اور خبر دی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری:

۱۰۲۷) تمہارے عقیدے کے مطابق وہ علاقہ دارالایمان ہے (جو اصل میں دارالشیطان ہے) اور اُسکی طرف ہجرت واجب ہے"۔

تکفیرِ مسلمین کے ردّ پر چوتھی حدیث (تم نیا دین لائے ہو! ان تشرکوا بعدی)

لکھتے ہیں: "تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت ہے جس کو بخاری اور مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے اِس بات کا خوف نہیں کہ تم سب (مسلمان) میرے بعد شرک کرنے لگو گے، لیکن مجھے اِس بات کا خوف ہے کہ تم کو مال دنیاوی بہ کثرت حاصل ہوگا اور تم مالِ دنیاوی کی محبت میں مستغرق ہو جاؤ گے اور مال و دولت کی وجہ سے تم لوگ آپس میں لڑو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے، جس طرح اِس سے پہلی اُمتیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۴) عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ آخری وعظ سنا تھا۔ (آج سعودی عرب میں سیال تیل کے چشموں اور سونے کی کانوں سے روپیہ کی ریل پیل حضور ﷺ کی اِس فرمان کی تصدیق ہے کہ اِس وقت مرکزِ فتنہ سعودی عربیہ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

یہ حدیث شریف بھی تمہارے مذہب کے بطلان پر اِسی طرح دلالت کرتی ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی اُمت پر جس قدر احوال گزرنے تھے، حضور ﷺ نے وہ تمام احوال بیان فرما دیئے، اور اِس حدیثِ صحیح میں حضور ﷺ نے یہ بھی بتا دیا ہے، کہ آپ ﷺ کی اُمت بت پرستی سے محفوظ رہے گی، اور نہ حضور ﷺ کو اپنی امت سے بت پرستی کا خطرہ تھا اور نہ اِس بات کی آپ ﷺ نے خبر دی ہے۔ اور جس چیز کا خطرہ تھا اور جس چیز سے رسول اللہ نے ڈرایا، وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہے۔ (اور مملکتِ

مسعودی عربیہ آج اِسی فتنہ میں مبتلا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور یہ حدیث تمہارے مذہب کے برعکس ہے، کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام اُمت نے بت پرستی کی اور تمام اسلامی ممالک بت پرستی سے بھر گئے اور اگر تمام دنیا میں کسی جگہ میں اسلام کی کوئی رمق ہے، تو وہ نجد ہے، یہاں تک کہ تمہارے خیال میں روم، یمن اور مغرب کے تمام علاقے (حرمین شریفین وغیرہ) بت پرستی سے بھرے ہوئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ جو شخص اِن لوگوں کو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے، پس تمہارے عقیدے کے مطابق تمام بلادِ اسلام کے مسلمان کافر ہیں، سوا نجد شہر کے۔ اور جو نیا دین تم لائے ہو اُسکی عمر صرف دس سال ہے۔ (الصواعق الٰہیہ: ۴۵،۴۴)

(گویا اِس سے پہلے گیارہ سو سال تک کے مسلمان العیاذ باللہ کافر تھے۔ سعیدی غفرلہٗ)

تکفیر المسلمین کے رد پر، پانچویں حدیث۔ (جزیرہ عرب میں شرک نہیں ہو سکتا)

لکھتے ہیں: ''تمہارے مذہب کی بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اسکی پرستش کی جائے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۲) اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی کی جائے، لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۷) اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابنِ ماجہ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر

شرک کا خوف کرتا ہوں، میں نے عرض کیا: حضور! کیا آپ ﷺ کے بعد کی امت شرک کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی، لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵، مسند احمد: ۱۲۴/۴)

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا، اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، اس کی خبر دے دی، رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور حضرت شداد کی روایت میں آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی نہیں ہو گی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گردونواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کی قبور مبارک ہیں، اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں۔ حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمینِ عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جنکی سلامتی و ایمان اور کفر سے برأت کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو انکو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے، لہٰذا تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہے۔ (الصواعق الٰہیہ: ۳۶، ۳۵)

چھٹی حدیث، (مکہ شریف میں شرک نہیں ہو سکتا، اہل مکہ نجدیوں پر لعنت کرتے ہیں)

علامہ سلیمان لکھتے ہیں: "اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسکو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کیساتھ ذکر کیا اور اِسکو صحیح قرار

دیا اور امام نسائی اور ابنِ ماجہ نے عمرو بن آس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے شہر میں اُسکی پرستش کی جائے، البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اُسکی پیروی ہوتی رہے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵) اور حاکم نے سندِ صحیح کیساتھ بیان کیا کہ حضرتِ ابنِ عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اِس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اُسکی پرستش کی جائے لیکن اُسکے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے، ان چیزوں میں ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے، پس اِس بات سے اعتراض کرنا ---- اِن احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر کسی طرح دلالت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ کے لیے بُت پرستی نہ ہونے کی خبر دی اور حضور ﷺ کبھی خلافِ واقع خبر نہیں دیتے۔ نیز اِس میں حضور ﷺ نے اُمت کو بشارت دی ہے اور حضور ﷺ کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی، البتہ اِس حدیث میں بُت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے۔

اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرکِ اکبر رکھتے ہو جو اُنکے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ، شفاعت طلب کرنا اور اُنکی قبروں سے فیض طلب کرنا، سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو اِن تمام امور پر تمام اہلِ مکہ اُنکے عوام، امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں، اِسکے باوجود یہ تمام لوگ اب تمہارے دشمن ہیں۔ تم کو سب و شتم کرتے ہیں اور تمہاری اِس بدعقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ کے علماء اور شرفاء اِن تمام امور پر احکامِ اسلام جاری

کرتے ہیں، جنکو تم شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ یہ احادیث تمہارے زعمِ فاسد کا رد کرتی ہے اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہے"۔ (الصواعق الٰہیہ: ۴۷)

ناظرین کرام! گھر کے آدمی نے اپنے ہی گھر سے اٹھنے والے ایک فتنہ عظیم کا، جس مضبوط اور جامع انداز میں ردّ کیا، کوئی بھی انصاف طلب، اور غیر متعصب شخص اس کا انکار نہیں کرے گا۔ اور قیامت تک شیخ نجدی کے متبعین اپنے شیخ الاسلام اور مجدد الدعوۃ اور اس کے جدید دین کے اصولوں کی اس طرح صریح دلائل سے کبھی صفائی پیش نہیں کر سکتے۔ انشاء اللہ!

علامہ ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)، اور نجدی تحریک (حرمین پر قبضہ)

لکھتے ہیں: "ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوھاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے اور وہ اپنے کو حنبلی المذہب کہتے تھے، لیکن اُنکا اعتقاد یہ تھا، کہ مسلمان صرف وہ ہیں جو اُنکے موافق ہیں اور جو عقائد میں اِنکے مخالف ہیں وہ مسلمان ہی نہیں ہیں، بلکہ مشرک ہیں۔ اِس بناء پر اُنہوں نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کے قتل کو جائز رکھا"۔ (ردّالمختار: ۶/ ۳۱۷)

نواب صدیق غیر مقلد اور شیخ نجدی (اہل حرمین کی نفرت)

"جب محمد بن عبدالوہاب نے وہابی مشن ظاہر کیا اور قرامطہ اس سے دور ہونے لگے، تو اس نے بن سعود کے دامن میں پناہ لی۔ بن سعود نے اس کی دعوت وہابیت کو قبول کیا، اور اس کی تائید و حمایت پر کمر بستہ ہو گئے۔ ابن سعود کو ابن عبدالوہاب نجدی نے یہ فریب اور لالچ دی، کہ وہ اسے بلاد نجدی کا حکمراں بنا دے گا، یہ واقعہ

۱۷۶۰ء کا ہے۔اور محمد بن سعود کی شادی ابنِ عبدالوہاب نجدی کی لڑکی سے ہوئی"۔

(التاج المکلل عربی سے ترجمہ:۳۰۰)

نواب صاحب مزید اپنے فرقے یعنی غیر مقلدوں کو وہابیت سے بری کرنے کے لیے ایک طویل گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "ہندوستان سے لوگ تجارت اور حرمین شریفین کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، اور حرمین کے لوگ شیخ نجدی کے نام سے بھی ناراض ہوتے ہیں۔ کیوں کہ شیخ نجدی اُنکے لیے مزید تکالیف اور مصائب کا سبب بنا تھا۔پس جو شخص بھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ہو کر آتا ہے، وہ اپنے دل میں محمد بن عبدالوہاب کے خلاف سخت غم و غصے کو لے کر آتا ہے"۔

(موائد العوائد من عیون الاخبار والفوائد ص ۳۸)

حسین احمد دیوبندی کی شیخ نجدی اور دین نجدی کے متعلق تصریحات:

:"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی، ابتدأ تیرہویں صدی، نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اسلیے اُس نے اہلسنت و جماعت سے قتل و قتال کیا، اُنکو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، اُنکے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، اُنکے قتل کرنے باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہلِ حرمین کو خصوصاً اور اہلِ حجاز کو عموماً تکالیفِ شاقہ پہنچائیں۔

سلف الصالحین اور انکے اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے ، بہت سے لوگوں کو بوجہ اُسکی تکلیفِ شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اُسکے اور اُسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

الحاصل وہ ایک ظالم و باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اُسکے اور اسکے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے، اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس، نہ ہنود سے۔ (الشہاب الثاقب:۴۲)

چند عقائدِ وھابیہ کی نشاندہی:

۱: ''محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہلِ عالم وتمام مسلمانانِ دیار، مشرک وکافر ہے اور اُن سے قتل وقتال کرنا، اُنکے اموال کو اُن سے چھین لینا، حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اُسکے ترجمہ میں اِن دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

۲: نجدی اور اُسکے اتباع کا ابتک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اِسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے، بعدازاں وہ اور دیگر مومنین (بلکہ کفار بھی) موت میں برابر ہیں۔

۳: زیارت رسول مقبول ﷺ وحضوری وآستانہ شریفہ وملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت، حرام (بلکہ شرک) وغیرہ لکھتا ہے، اِس طرف اِس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے۔۔۔ بعض اِن میں کے سفرِ زیارت کو (معاذاللہ!) ''زناء'' کے درجے کو پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجدِ نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذاتِ اقدس نبوی ﷺ کو نہیں پڑھتے نہ اُس طرف متوجہ ہوکر دعا وغیرہ مانگتے ہیں (بلکہ حرام وشرک کہتے ہیں)۔

۴: وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں، اور ائمہ اربعہ اور اُنکے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ، خبیثہ استعمال کرتے ہیں، اور اِسکی وجہ سے مسائل

میں وہ گروہِ اہلسنت و جماعت کے مخالف ہو گئے۔ چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں (اور اب دیو بندی بھی انہی کے پیرو ہیں)، وہابیہ نجد عرب اگر چہ بوقتِ اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا کرتے ہیں، لیکن عمل درآمد اُنکا ہرگز جملہ مسائل میں امامِ احمد بن حنبل کے مذہب پر نہیں۔

۵: مسئلہ ندائے رسول ﷺ میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں۔۔۔ چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ "الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ" کو سخت منع کرتے ہیں، اور اہلِ حرمین پر سخت نفریں اس ندا اور خطاء پر کرتے ہیں، اور اُنکا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلماتِ ناشائستہ استعمال کرتے ہیں (یہی عقیدہ طریقہ آج تمام دیوبندیوں کا بھی ہے) وہابیہ نجدیہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں، کہ یارسول اللہ ﷺ میں استعانت لغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے۔

۶: وہابیہ خبیثیہ کثرتِ صلوۃ وسلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام۔۔۔ بعض اشعار کو قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(جیسے محمد بن جمیل زینو نجدی نے رسالہ "ارکانِ اسلام و ایمان": ۱۶۲، ۱۶۶، ۱۷۴، مکتبہ دعوۃ وارشاد، پر امام بوصیری کو جھوٹا اور مشرک کہا۔ معاذ اللہ!)

۷: وہابیہ امر شفاعت اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر) کے پہنچا دیتے ہیں۔ (آج بھی عقیدہ، تقویۃ الایمان کی تقلید میں تمام دیوبندیوں کا ہے) حالانکہ اکابر ظاہرا و باہرا تحقیق اور ثبوتِ شفاعت کے حضرت رسالت مآب ﷺ کے لیے قائل ہیں۔۔۔ اور زائر کو حکم کرتے ہیں کہ بوقتِ حضوری بارگاہِ مصطفوی اسکا سوال کرے۔

صاحبان! آپ حضرات کے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے، جن

میں وہابیہ نے علمائے حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے جبکہ انہوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے، ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں، بارہا اُن سے مباحثے ہوئے، ان سب امور میں ہمارے اکابر انکے سخت مخالف ہیں"۔ (ملخص، الشہاب الثاقب: ۴۳ تا ۶۸)

دیوبندیوں کی گمراہی، ان کے گھر کی گواہی:

افسوس اور حیرت کی بات یہ ہے حسین احمد مدنی نے تو وہابیہ کے ان عقائد کو بیان کر کے ان کو گمراہ ثابت کیا، اور ان عقائد سے برأت کا اظہار کیا تھا۔ جبکہ انہیں کے حضرت رشید احمد گنگوہی پہلے لکھ چکے تھے: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتاوی رشیدیہ: ۲۹۷، رحمانیہ)

اور ظلم کی بات یہ ہے کہ آج یہ سارے عقائد دیوبندیوں نے بھی اپنا رکھے ہیں، جس سے ان کا وہابی اور گمراہ ہونا واضح ہے۔

منظور نعمانی دیوبندی نے بھی شیخ نجدی کو حق کا امام، بے گناہ اور اپنا پیشوا ثابت کرنے کو مکمل ایک کتاب لکھ ماری۔

("شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ"، ناشر: الفرقان بکڈپو، لکھنو)

شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی کی تصریح: (شیخ نجدی، پلید اور جاہل تھا)

لکھتے ہیں: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔ (فیض الباری: ۱/۱۷۱)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کا شیخ نجدی کے متعلق نظریہ:

لکھا: "پس اگر ان پیشین گوئیوں کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے، تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں، جنہوں نے اپنے کو نبی سمجھا"۔ (سیفِ چشتیائی: ۱۰۰، ۱۰۵)

مزید لکھتے ہیں: "مرزائے قادیانی کے سلسلہ ابحاث میں محمد بن عبدالوہاب اور اُسکے ہم خیال مطلق العنان لامذہب افراد کا بھی ذکر ضروری تھا، کیوں کہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ (ایضا، ص ۱۰۳)

شیخ نجدی کے مزید عقائد فاسدہ:

شیخ نجدی کے سگے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب، علامہ شامی، نواب صدیق غیر مقلد، حسین احمد دیوبندی، انور شاہ دیوبندی نے شیخ نجدی اور اس کے متبعین فرقہ وہابیہ کے جن عقائد کا تذکرہ کیا، وہ بھی اصل میں شیخ نجدی ہی کے عقائد ہیں۔ ان کے علاوہ مزید شیخ نجدی کے عقائد ملاحظہ کریں۔ شیخ نجدی، پوری امت کو مشرک ثابت کرتا ہوا، لکھتا ہے:

"تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان (عامۃ المسلمین) کا توحیدِ ربوبیت کا اقرار کرنا، انکو اسلام میں داخل نہیں کرتا، جو ملائکہ، انبیاء کا قصد کرتے ہیں، اور اُنکی شفاعت کا ارادہ کرتے ہیں، اور اُن سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے، جس نے ان (اہلسنت) کی جانوں اور مالوں کا حلال کر دیا، اور اب تم نے اس توحید کو جان لیا ہو گا، جسکی رسولوں علیہم السلام نے دعوت دی ہے، خواہ اسکا اقرار کرنے سے مشرکوں نے انکار

کیا ہو۔ (کشف الشبہات: ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ)

• محمد بن یوسف السورتی وہابی نے لکھا ہے:

شیخ (محمد بن عبدالوہاب نجدی) نے سمجھا کہ آج "لا الہ الا اللہ" کی حمایت کرنے والا کوئی بھی نہیں۔ (یعنی پوری دنیا کا فرد بے ایمان ہے۔ معاذ اللہ!)۔

(مقدمہ کتاب التوحید: ۱۸)

شیخ نجدی نے سیدنا عبدالمطلب اور آپکے اباء واجداد کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔

(ایضا: ۹۱)

لکھا: صحابہ کرام پر شرک کی نوعیت مخفی رہی (یعنی انہیں شرک کی سمجھ نہیں آئی)۔ (قرۃ عیون الموحدین: ۱۷۸، ۱۷۷، کتاب التوحید مترجم: ۶۴)

محمد بن عبدالوہاب نے مسئلہ توحید کے متعلق لکھا ہے: "اس مسئلہ کو بہت سے صحابہ نہیں جانتے تھے"۔ (کتاب التوحید: ۴۸ مترجم)

شیخ احمد بن علی بصری شافعی لکھتے ہیں: "شیخ نجدی کا یہ کہنا تھا: اگر مجھے حجرہ رسول ﷺ پر قبضہ وتصرف کا موقع ملے تو میں اُسے ضرور ڈھادوں گا"۔

(عربی سے ترجمہ فصل الخطاب)

نبی ﷺ علی المرتضی اور شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہما کو بت کہا۔ (سیف چشتیائی: ۱۰۳)

❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۴۸

اگر یہ امور شرک تھے تو رسول اللہ نے واضح تعلیم کیوں نہ فرمائی؟:

بقول وہابیہ، اگر وصال یافتہ صالحین کو وسیلہ اور شفیع جاننا، اُن سے استمداد کرنا ،اُمت کی اکثریت کے شرک کا سبب اور بنیاد تھا، تو اِسکے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خدشے کا اظہار اور واضح تعلیم کیوں نہ فرمائی؟

جب دانائے غیوب ﷺ نے قیامت کے حالات وعلامات، اور تمام اہم فتنوں کے متعلق خبر دے دی تھی، جن میں آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی اُمت نے مبتلا ہونا تھا ۔مثلاً حرص دنیا، ریا کاری، خفیہ شہوت، مسلمانوں پر شرک کی تہمت کا لگایا جانا قرآن میں غلط تاویلیں کرنا، فتنہ "رافضیت" (کنز العمال: ۱۱/۵۴۰) "فتنہ نجدیت" اسی طرح آپ ﷺ نے عملی بداعمالیوں میں یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلنے کی خبر دے دی۔ مگر نجدی دین کے، جس خودساختہ عقیدۂ توحید کی، آج نجدیوں کو فکر لاحق ہے، جسکے دفاع کے لیے وہ مسلمانوں کے اجماعی عقائد کی مخالفت اور صالحین کی توہین اور تذلیل کرتے پھرتے ہیں ۔اور اپنے گمان فاسدہ میں وہ ربّ تعالیٰ کی توحید کو بڑے خطرے میں محسوس کر کے، اس کی پناہ گاہ بنے بیٹھے ہیں۔

اگر فی الحقیقت کوئی ایسی بات ہوتی، تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو ضرور مطلع فرما دیتا، اور آپ ﷺ اسکے متعلق ضرور ہدایات ارشاد فرما دیتے۔

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل (وکالۃ رسالۃ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

اور کیا بدعت کے مسئلے کی طرح اس مسئلے کے متعلق یہ خیال نہیں رہتا کہ دین

مکمل ہو گیا ہے؟ اور ہر ہر مسئلے اور جزی کو (بقول وہابیہ کے) بیان کر دیا گیا۔
مگر ہمارا دعویٰ ہے! کہ سارے جہان کے نجدی ملکر بھی رسول اللہ ﷺ کی زبانی، اُمت کے اِسطرح کے فتنے میں مبتلا ہونے کی کوئی خبر نہیں دیکھا سکتے۔
اب یا تو یہ لوگ آپ ﷺ کی تعلیمات اور دینِ اسلام کو نامکمل کہیں، یا پھر خود اپنی اِس تحریک اور مشن کو مردود اور باطل تسلیم کریں۔

❁❁❁❁❁❁❁

باب:۳۹

حج و عمرے کے ویزے کیوں جاری کیے جاتے ہیں؟:

جب ان نجدیوں کے نزدیک عامۃ المسلمین (اہلسنّت) انبیاء و اولیاء کو وسیلہ و شفیع جاننے کی وجہ سے مشرکین مکہ سے بڑے مشرک ہیں۔ جنکو اِس مختصری سعودی تفسیر میں کم از کم پچاس (۵۰) دفعہ مشرک لکھا گیا۔ تو پھر اِنکے حج و عمرے کیوں جاری کرتے ہیں؟

کیوں کہ قرآنِ مجید میں ہے: اے ایمان والو! بیشک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں، "فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا" وہ اِس سال کے بعد مسجدِ حرام کے پاس بھی نہ آنے پائیں۔ اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے، تو اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا، اپنے فضل سے اگر چاہے۔ اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔ (توبہ:۲۸)
اب یہ لوگ یا تو اپنے شرک کے فتووٗں کو خود بھی باطل اور سیاسی سمجھتے ہیں، یا پھر مال دنیا کے لالچ اور مفلسی کے خوف سے، (جیسا کہ اِس آیت میں ذکر ہوا) یا اپنی

حکومت کو بچانے کے لیے، اپنے فتووں کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہتے۔

کہ اگر امت مسلمہ پر شرک کے لگائے گئے فتووں پر عمل کرتے ہوئے، اُنکے حج وعمرے بند کیے گئے، تو عالمِ اسلام میں تھرتھلی مچ جائے گی، ایک سیلاب امڈ پڑے گا، جس کا سامنا کرنا بڑا مشکل اور مہنگا پڑے گا، جس کا نتیجہ ہوگا: "کہ نہ رہے گا بانس، اور نہ بجے گی بانسری"۔۔۔۔نہ رہیں ہم اور نہ رہے گی ہماری حکومت۔

جیسا کہ (۱۸۰۳ء) میں سعود بن عبدالعزیز نے حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کے بعد حکم دیا، کہ بیت اللہ کا حج سوائے وھابیوں کے کسی اور کو نہ کرنے دیا جائے، جس کی وجہ سے کئی برس تک لوگ (اہل سنت) حج سے محروم رہے۔

(ترجمانِ وھابیہ: ۳۲ نواب صدیق وہابی)

لہٰذا ان خارجیوں کی یہ سوچی سمجھی سازش اور منصوبہ ہے، کہ ہمارا بھلا اسی میں ہے، کہ امت مسلمہ کی اکثریت کے حج وعمرے کے لیے ویزے جاری کر کے مال دنیا بھی حاصل کرتے رہو۔اور قرآن پاک کے آڑ میں، "سعودی تفسیر" اور دیگر کتابیں مفت تقسیم کر کے دنیا بھر میں نجدی دین کی اشاعت وترویج بھی کرتے رہو۔

اس سیاست ومکر کا فائدہ یہ ہوگا، کہ نجدی دین اور حکومت بھی مضبوط ہوتی رہیگی۔اور بیرونی ممالک سے حاضریٔ حرمین شریفین اور محنت ومزدوری کے لیے آئے ہوئے، بھولے بھالے کم علم مسلمانوں کو شرک کے فتووں کے "بھاؤ پلّے" سے ڈرا کر نہایت آسانی سے وھابی بھی بناتے رہیں گے۔یعنی۔۔۔۔ایک تیر۔۔۔اور کئی شکار!

ایک پاکستانی وہابی مولوی توصیف الرحمٰن راشدی (جو اس وقت دعوۃ اسلامک سنٹر ریاض ایگزٹ ۱۶، میں مقیم ہے) سے موبائل پر بات ہوئی، (جس کی ریکارڈنگ محفوظ ہے) اس

پر آخری سوال یہی تھا: کہ اگر "یارسول اللہ ﷺ مدد" پکارنے والے تمہارے نزدیک واقعہ مشرک ہیں۔ تو پھر حکومت سعودیہ ان کے حج وعمرے کیوں جاری کرتی ہے؟۔۔۔تو وہ کوئی مدلل جواب نہ دے سکا۔

کہنے لگا: جب تک پوری امت ملکر کسی گروہ کو کافر قرار نہ دے، حکومت اس وقت تک پابندی نہیں لگا سکتی۔

اسے کہا گیا: یعنی یہ ان کی سیاسی مجبوری ہے؟ کہنے لگا: یوں ہی سمجھ لیجئے!۔

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۴۰

بزرگوں کے نام کا صدقہ حرام، اور کرنے والے مشرک ہیں؟:

سعودی مفسر نے "ما اهل به لغير الله"۔ (بقرۃ: ۱۷۳) کے تحت لکھا: "بزرگوں کے ایصال ثواب کی اشیاء چاول، مٹھائی وغیرہ وار جانور اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیے جائیں پھر بھی حرام ہیں۔ کرنے والے مشرک ومرتد ہیں۔ (ملخصاص ۶۹، ۱۱۹، ۳۹۸، ۷۶۰)

ان مقامات پر مسلمانوں اور مشرکوں، بت کدوں اور مزارات اولیاء کو ایک جیسا ذکر کیا گیا، کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (ملخصا: ۴۰، ۲۸۴، ۷۶۱)

نجدیوں کا سارا دھندا مسلمانوں پر "بدگمانی" سے چلتا ہے:

حاشیہ بیضاوی، درمختار اور علامہ شامی پر بہتان باندھا کہ انہوں نے اس صورت کو، کہ بزرگوں کے ایصال ثواب کے لیے جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا

جائے، بھی حرام کہا ہے اور فاعل کو مرتد۔ (صفحہ:۶۰۔۷)

جبکہ علامہ شامی نے (رد المحتار،۵۔۱۹۷) پر صراحت فرمائی ہے، ہم کسی مسلمان کیساتھ بدگمانی نہیں کرتے، کہ وہ اِس ذبح کیساتھ غیر اللہ کا "تقرب علیٰ وجہ العبادۃ" حاصل کریگا، اور تکفیر کا مدار اسی پر ہے، اور یہ صورت مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

فقہائے کرام تو فرمائیں کہ ہم کسی مسلمان سے بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ کسی بزرگ کے نام کا جانور ذبح کر کے اُسکی عبادت کرنا چاہتا ہے،" بلکہ یہ صورت مسلمان کے حال سے بہت دور ہے"۔

جبکہ مخالفین کے شرک و بدعت کے فتوں کا سارا کاروبار عامۃ المسلمین پر بدگمانی سے چلتا ہے۔ یہ خارجی لوگ اپنی سینہ زوری اور بے حیائی سے مسلمانوں کو جو کہ ہر طرح سے برات کا اظہار کرتے ہیں کہ واللہ اکسی بزرگ کی عبادت کرنا تو در کنار، ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ان مشرکین مکہ کیساتھ ملاتے ہیں، جو کہ "غیر اللہ" کی عبادت کا خود اقرار واعتراف کرتے تھے، "ما نعبد ھم اِلا لیقربوا الیٰ اللہ زلفیٰ "۔ (زمر:۳) "ہم اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں، تا کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کروے"۔

کتاب اللہ پر بہتان اور اندھی تقلید:

زیرِ بحث آیات اور فقہائے کرام نے تو فقط جانوروں کے حلال وحرام کی صورتیں بیان کی ہیں، جبکہ ان مبتدعین نے غلو کرتے ہوئے کھانے کی باقی اشیاء، فروٹ، چاول، بلکہ مزارات پر صندوقچی میں ڈالے جانیوالی رقم کو بھی حرام کہہ دیا۔ (سعودی تفسیر ملخصا:۶۹)

اِن نجدیوں کا بزرگوں کے ایصال ثواب کے جانورں والی معروف صورت (جو کہ اہلسنت کا معمول ہے) کو بھی حرام ثابت کرنے کے لیے فقہائے کرام پر بہتان باندھنا۔ (ص:۷۶۰)

جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ان توحید وسنت کے ٹھیکداروں کے پاس، اپنے موقف پر قرآن وسنت سے ایک بھی صریح نص موجود نہیں، ورنہ یہاں پر اس کو لازماً پیش کرتے، انہیں فقہاء پر تہمت لگانے کے سہارا کی ضرورت نہ پڑتی۔

سچ ہے! کہ یہ لوگ صرف صالحین دشمنی، ہوائے نفس، گمان فاسد اور اپنے گمراہ پیشواؤں کی اندھی تقلید میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہے اِن عمل بالقرآن والحدیث کے دعوے داروں اور مسلمانوں کو بات بات پر مشرک وبدعتی قرار دینے والوں کی اپنی مفلسی دلائل۔

نجدی مفسر نے اسی مسئلہ کے متعلق بڑی عیاری سے اہل سنت پر الزام تراشی کی، لکھا: ''اِسکے مفہوم میں تاویلات رکیکہ اور توجیہات بعیدہ، سے کام لے کر شرک کے لیے چور دروازہ تلاش کیا جاتا ہے''۔ (ص:۷۶۰)

اب تو یہ نجدی ملاں اور اُنکے اندھے مقلدین آنکھیں کھولیں اور اس حقیقت کو بغور دیکھیں، کہ'' تاویلات رکیکہ اور توجیہات بعیدہ سے کام لے کر اُمت مسلمہ کو مشرک ثابت کرنے، اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کے لیے چور دروازے کون تلاش کرتا ہے؟۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی!

اجماع امت اور مخالفین:

تمام مفسرین کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ "ما اھل بہ لغیر اللہ" کا معنی ہے'' وہ

جانور جن کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح جائے"، اور یہ اُن مشرکین کے رد میں نازل ہوئی جو جانوروں کو بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے۔

جیسے خود بھی لکھا: "کہ وہ ذبح کے وقت، صرف بتوں کا نام لیتے، اللہ کا نہ لیتے"۔ (ص:۳۹۳)

امام ابو بکر الجصاص فرماتے ہیں: "ولا خلاف بین المسلمین"، مسلمانوں کا اِس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے، جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ (احکام القرآن، ج۱، ص۱۲۵)

چند سلفی تفاسیر کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ (تفسیر کبیر، ۱۱/۱۳۲، انوار التنزیل، ۳۸/۱، معالم التنزیل، ۸/۲، ابی سعود، ۱۹۱/۱، جلالین، ۲۳، بیضاوی، ۱۲۷، ابن جریر، ۵۰/۲، در منثور، ۱۶۸/۱، ابن ابی حاتم، ۲۸۳/۱، البحر المحیط، ۳۸۸/۱، خازن، ۱۱۲/۱، ۲۶۱، روح المعانی، ۵۷/۲، قرطبی، ۲۲۳/۲، روح البیان، ۱/ ۲۷۷)

اہل لغت کے نزدیک بھی یہی مفہوم ہے۔ (لسان العرب، ۱۲۰/۱۵، المنجد، ۱۱۳۳)

لطف کی بات تو یہ ہے کہ بالخصوص جن دو مفسرین ابن کثیر اور قاضی شوکانی کی تفسیروں، (ابن کثیر، ۲۰۵/۱ اور فتح القدیر) کو اس سعودی تفسیر کا بنیادی ماٴخذ بنایا گیا، ان کا موقف بھی باقی مفسرین کے ساتھ ہے۔

اب اگر مخالفین امت میں کچھ بھی انصاف ہے، تو باقی مسلمانوں کی طرح اِن دو مفسرین کو بھی مُشرک کہہ کر اِن سے بھی ہاتھ صاف کر لیں اور ٹھنڈے ٹھنڈے کھڈن!۔

غیر مقلدین کے مجتہد اور وحید الزماں نے بھی بزرگوں کے ایصال ثواب کی اشیاء کو حلال و طیب لکھا اور اِس پر اکابرین کا اجماع بیان کیا۔ (ہدیۃ المہدی:۳۸)

نواب صدیق حسن نے بھی اس آیت کا یہی معنی کیا۔ (تفسیر فتح البیان، ۲۲۲/۱)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امر تسری نے لکھا: گیارہویں، بارہویں ایصال ثواب کی نیت سے درست ہے۔ (فتاوی ثنائیہ، ۷۱/۲)

صادق سیالکوٹی نے بھی یہی لکھا۔ (ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی، ۳۷)

اور خود لکھا: "بعض علما نے سبیل المومنین (النساء: ۱۱۵) سے مراد اجماع امت لیا، یعنی اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے۔ اجماع امت کا مطلب ہے، کسی مسئلے میں امت کے تمام علماو فقہا کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق، یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں، اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔۔۔۔۔تاہم ایسے جو بھی مسائل ہیں، ان کا انکار بھی صحابہ کے اجماع کے انکار کی طرح، کفر ہے۔ اس لیے کہ صحیح حدیث میں ہے" اللہ تعالی میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔ (صحیح ترمذی للالبانی جلد۲: ۱۷۵۹)"۔ (ص: ۲۵۶)

اب بتائیں کہ اس مسئلے میں اجماع امت کا خلاف کر کے منکرین کی کیا حیثیت رہ گئی؟۔ (سعودی تفسیر کو سلفی تفاسیر کا خلاصہ کہنے کا جھوٹ بھی بولا۔ ("سعودی تفسیر" عنوان ملاحظہ کریں)

شاہ ولی اللہ اور عبدالعزیز محدث دہلوی کا مسلک:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا: "وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا"۔ "اور جانور جس پر ذبح کے وقت سوائے اللہ تعالی کے آواز بلند کی جائے"۔

(ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ، ۳۰ لاہور، فوز الکبیر میں بھی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ پر بھی یہ بہتان باندھا۔(ص:۶۹) کہ گویا اس مسئلہ میں آپکا موقف بھی اِن وہابیہ کے ساتھ ہے۔جبکہ شاہ صاحب نے خود (فتاویٰ عزیزی،۱ر۴۱،۷۸،۲۱۷، تحفہ اثناء عشریہ،ص ۳۹۶،اور زبدۃ النصائح ،ص۱۳۲) میں وضاحت فرمائی ہے،اور آپ کا مسلک بھی جمہور مفسرین کیساتھ ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:''اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔۔۔۔اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے''۔(فتاویٰ عزیزی،۱ر۵۰)

مزید لکھا:''وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پہنچایا جائے، اور اس پر فاتحہ،قل، درود شریف پڑھا جائے تو وہ تبرک ہو جاتا ہے،اس کا کھانا بہت اچھا ہے''۔(ایضاً،۱ر۷۸)

یہ سب کچھ لکھ کر شاہ صاحب بھی ان لوگوں کے نزدیک مشرک ٹھہرے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ''تفسیر عزیزی''،میں جو کچھ بھی آپ کی طرف منسوب کیا گیا،آپ اس سے بری ہیں،وہ کسی عدو کا الحاق کردہ،اور آپ کے خلاف سازش ہے ۔جیسا کہ (تفسیر رؤفی،بوارق محمدیہ) میں ذکر کیا گیا۔

اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ جملہ مفسرین اور اپنے باپ اور استاد شاہ ولی اللہ کے خلاف لکھیں۔اگر کتب احادیث میں تحریف ہو سکتی ہے،تو کتب تفاسیر میں کیوں نہیں ہو سکتی؟

نجدیوں نے ہر چیز حرام کر دی: (تحریف قرآن، ذاکر نائیک)

حضرت شاہ ولی اللہ کا آیت، "وما اهل به لغير الله"، (بقرۃ:۱۷۳) کا ترجمہ ابھی گزرا: "اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت سوائے اللہ تعالی کے آواز بلند کی جائے"۔

جس سے معلوم ہوا کی ایسی مجمل المفہوم آیت کا ترجمہ بالکل لفظی نہیں کرنا چاہیے، بلکہ تفسیری کیا جاتا ہے، تا کہ صرف ترجمہ پڑھنے والا بھی مدعائے قرآنی کو سمجھ سکے۔

اسماعیل دہلوی نے بھی غلط ترجمہ کیا: "کسی مخلوق کے نام کا جانور ٹھہرانا حرام ہے"۔ (تقویۃ الایمان:۳۶)

مگر سعودی قرآن کے مترجم جوناگڑھی نے اپنے عقیدۂ بد کے دفاع کی غرض سے ترجمہ کیا: "اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے"۔

اب قارئین غور کریں، "ہر وہ چیز" کے عموم سے کائنات کی کون سی چیز حلال رہ سکتی ہے؟

اصل میں نجدی "ہر وہ چیز" سے جانوروں کے علاوہ ایصال ثواب کی باقی اشیاء کو بھی حرام ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں صرف جانوروں اور ان کے متعلقہ اشیا کا ذکر ہے، لیکن یہ لوگ دین میں زیادتی کرتے ہوئے ایصال ثواب کی، بلکہ کائنات کی ہر چیز کو حرام کہتے ہیں۔

"ذاکر نائیک" خارجی یزیدی نے تو حد ہی کر دی، اپنی ایک تقریر میں انہی الفاظ قرآنیہ کا ترجمہ یوں کیا: "اور وہ "کھانا" جس کے اوپر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام

لیا جائے، حرام ہے"۔

مزید کہا: "چاہے وہ محمد ﷺ کا ہی نام ہو حرام ہے"۔۔۔استغفراللہ!

(موضوع تقریر "اسلام کے متعلق غلط فہمیاں")

یقیناً یہ قرآن کا ترجمہ نہیں، بلکہ تحریف قرآن ہے۔ کس قدر جھوٹ اور مکاری سے فاتحہ وختم کے کھانے کو حرام کرنے کے لیے، قرآن پاک کے الفاظ کو بدل دیا گیا۔
یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اِن لوگوں کے اس ترجمے اور تفسیر سے تو قربانی کے جانور بھی حلال نہیں رہ سکتے، کیوں کہ اُن پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا جاتا ہے۔
اور یہ وہابی تفسیر، اجماع امت اور نص قرآنی کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے مشرکین کی اس حرکت کا رد فرمایا، کہ وہ کچھ جانور بتوں کی عبادت کے لیے نامزد کر کے اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔۔۔فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں ٹھہرایا، تو بتوں کے لیے مخصوص کر کے، تمہارے حرام سمجھ لینے سے، یہ جانور حرام کیسے ہو جائیں گے۔ (مفہوم، مائدہ:۱۰۳۔ مزید، ص:۳۳۱،۴۱۶،۵۸۰)

ملاحظہ کیا آپ نے! کہ وہ جانور بتوں کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بھی حرام نہیں ہوئے تھے۔ انکا یہ فعل تو شرک ضرور تھا، مگر وہ جانور پھر بھی حلال ہی رہے۔ لہٰذا مشرکین کا ان جانوروں کو حرام کہنا "افتراء علی اللہ" تھا۔
آج وہابیوں کی حالت دیکھیے کہ یہ لوگ اللہ کا نام لے کر ذبح کیے گئے جانوروں کو بھی حرام کہہ کر مشرکین کی سنت ادا، بلکہ زندہ کر رہے ہیں۔
لکھا: ان جانوروں کو، چاہے ذبح کے وقت اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا جائے حرام ہی ہوں گے۔ (ص:۶۹)

ان دشمنانِ اہلِ اسلام کا دوسری طرف مؤقف یہ ہے: "اہلِ کتاب کا وہ ذبیحہ حلال ہوگا جس سے خون بہہ جائے"۔ (ص:۲۸۵)

سچ فرمایا تھا نبی کریم ﷺ نے: مسلمانوں کو قتل کریں گے، مشرکوں کو چھوڑے رہیں گے۔ (بخاری کتاب التوحید)

یعنی مسلمانوں کے دشمن اور کافروں کے دوست ہوں گے۔

اگر نام پکارنا جرم ہے، تو صدقہ کیسے کریں؟: (تضاد و بدعت)

ایک طرف تو یہ لکھا: "البتہ دعا اور صدقہ وخیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ (ص:۱۴۹۸)

جبکہ دوسری طرف ایصالِ ثواب کی اشیاء پر جس کے لیے صدقہ کیا جائے اس کا نام پکارنے کو حرام اور فاعل کو مشرک و مرتد کہہ دیا۔ (ص:۶۹، ۲۸۴، ۳۹۸، ۷۶۰)

یہ عجیب تضاد ہے، کہ ایک کام سُنت بھی ہے۔۔۔ اور شرک بھی؟

ہم ان غالیوں سے پوچھتے ہیں کہ صدقہ کیسے کرنا چاہیے؟ حالانکہ جو آدمی صدقہ وخیرات کرے گا، وہ اس چیز پر ضرورۃً اس آدمی کا نام بھی ذکر کرے گا، جس کے لیے یہ ایصالِ ثواب کر رہا ہے۔۔۔ اور شریعت مطہرہ نے اس بات کا ہمیں مکلف اور پابند نہیں کیا، کہ جس کے لیے صدقہ کیا جائے، صدقے پر اس کا نام ذکر نہیں کر سکتے ورنہ شرک وحرام ہوگا۔ یہ قید وشرط نجدیوں کی بدعت اور مداخلت فی الدین ہے، جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

گزشتہ سطور میں صحابی رسول ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عمل ملاحظہ فرما چکے ہیں، کہ انہوں نے کنویں پر اپنی والدہ کا نام ذکر کیا، اسکے علاوہ بھی متعدد مثالیں موجود

ہیں جو پیش کی جا سکتی ہیں۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ باقی مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی وھابیہ کا نظریہ دین اسلام اور اہل اسلام سے متضاد اور مختلف ہے، باوجود اسکے انکا خود کو سلفی کہلوانا محض دجل اور فریب ہے۔

گیارہویں کی بجائے اللہ کے نام کا صدقہ کیوں نہیں کرتے؟:

معترض جہالت سے یا صلحا کی عداوت سے کہتے ہیں: کہ تم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام کا صدقہ دیتے ہو، اللہ تعالی کے نام کا کیوں نہیں دیتے؟

سبحانہ وتعالی عما یشرکون!

اس کا الزامی جواب اور پھر سوال یہ ہے: کہ تم اپنے بیٹوں کا عقیقہ وولیمہ کرتے ہو، اللہ تعالی کا کیوں نہیں کرتے؟۔۔۔ یقیناً منکر جواباً یہی کہ گا: کہ کیسی بات کر رہے ہو، توبہ کرو! اللہ تعالی ان باتوں سے پاک ہے۔

تو پھر کہنا چاہیے کہ تم بھی توبہ کرو! اس لیے کہ جس طرح غوث پاک کے نام کا صدقہ کیا جاتا ہے، اس سے اللہ عزوجل پاک ہے۔ کیونکہ صدقہ پر غوث الاعظم کا نام آپ کی روح مقدسہ کو ثواب پہنچانے کے لیے لیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کی طرف سے کنواں اور باغ صدقہ کرتے ہوئے، اللہ تعالی کے نام کی بجائے، اپنی والدہ کا نام لیا، کہا: "ھذہ لام سعد"، یہ (پانی کا صدقہ) سعد کی ماں کے لیے ہے۔ (ابوداؤد: ۲/۲۳۴، سنن نسائی: ۲/۱۳۳، بخاری: ۱/۳۸۶)

ہم منکرین گیارہویں شریف سے پوچھتے ہیں! کیا غوث پاک کی طرح اللہ

تعالیٰ کی روح کو بھی ایصال ثواب کریں؟ معاذاللہ!

اور صحابی رسول ﷺ حضرت سعد پر کیا فتویٰ ہے؟۔۔۔جنہوں نے صدقہ پر اللہ تعالیٰ کا نام مشہور کرنے کی بجائے، اپنی ماں کا نام ذکر کیا، اور کیا یہ کنواں اور باغ "مااھل به لغیر الله" کے زمرے میں داخل ہو کر حرام نہیں ٹھہرا؟۔۔۔نہیں تو آخر کیوں؟

تحقیقی جواب یہ ہے: ہر صدقے کی طرف دو اہم نسبتیں ہوتی ہیں۔

(۱) پہلی نسبت "عبادت" کی، یعنی صدقہ کرتے وقت جو ثواب واجر کی امید اور دعا کی جاتی ہے، یہ اللہ جل شانہ کی عبادت ٹھہرتی ہے۔

(۲) دوسری نسبت "ایصال ثواب" کی ہے، جو اس آدمی کی طرف کی جاتی ہے جس کے لیے کیا جائے۔

چونکہ عبادت کی نسبت تو کسی صورت بھی نہیں بدل سکتی، وہ اللہ تعالیٰ معبود برحق کی طرف ہی رہتی ہے۔۔۔رہی ثواب کی نسبت، تو وہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ کبھی کسی آدمی کے لیے ایصال ثواب کیا جاتا ہے، اور کبھی کسی کے لیے۔۔۔اسی لیے صدقہ دیتے وقت یہ وضاحت بھی کر دی جاتی ہے، کہ یہ صدقہ کس کی طرف سے دیا جا رہا ہے۔

جس کی وجہ سے صدقے پر عبادت کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بجائے، ایصال ثواب کی نسبت سے اس آدمی کا نام ذکر کیا جاتا ہے، جس کے لیے صدقہ دیا جا رہا ہوتا ہے۔

جس طرح خود سرور کائنات ﷺ اپنی طرف سے اپنی آل اور امت کی طرف سے صدقہ دینے کی زبان اقدس سے وضاحت بھی فرمادی۔۔۔اور جیسے حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے کنویں پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بجائے، ایصال ثواب کی نسبت سے

اپنی والدہ کا نام لیا تھا۔

کیا صحابہ کرام نے کبھی گیارہویں کی تھی؟:

بعض دفعہ وہابی لوگ شرارت کے لیے، یا جہالت سے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ، یا صحابہ کرام نے گیارہویں کی تھی؟۔۔۔یہ کب سے شروع ہوئی؟۔الزامی جواب تو یہ ہے کہ جب کوئی وہابی واصل جہنم ہو جائے، اور اسکا جنازہ پڑھنے لگیں، تو ان سے پوچھا جائے کہ کیا اس وہابی کا جنازہ رسول اللہ ﷺ، یا کسی صحابی نے پڑھایا تھا؟۔یقیناً نہیں پڑھایا تھا۔۔۔تو لہٰذا اس وہابی کا جنازہ پڑھنا بدعت ٹھہرا۔

ماھو جوابھم فھو جوابنا!

لازمی طور پر منکرین کا یہی جواب ہوگا، کہ یہ وہابی آدمی اس زمانے تھا ہی نہیں، لیکن چونکہ مسلمان کا جنازہ پڑھنے کا مطلق شرعی حکم موجود ہے، اس لیے قیامت تک جو مسلمان بھی فوت ہوگا، اس کا جنازہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

اور اسی طرح وہابی کی سیرت النبی ﷺ کانفرنس، اہل حدیث کانفرنس، محفل حسن قرأت وغیرہ وغیرہ جتنے پروگرام کرتے ہیں، یہ کس صحابی نے؟، کس مقام پر؟، کب کب کیے؟۔

ہم بھی جواباً کہتے ہیں کہ جب ایصال ثواب مسلمہ مسئلہ ہے، اور چونکہ عرف وماحول میں گیارہویں شریف اس ایصال ثواب کو کہتے ہیں، جو غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے لیے کیا جائے۔(جس کو وہابیوں کے وڈیروں نے بھی جائز کہا، (آگے آرہا ہے)۔۔۔تو جب غوث اعظم پیدا ہی (۴۷۰ھ) میں ہوئے، تو پھر یہ

کہنا، کہ کیا صحابہ نے گیارہویں شریف کی، محض شرارت، فتنہ اور بے ادبی ہے۔

ویسے مطلق طور پر تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی آل اور تمام امت کی طرف سے قربانی کی ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الضحایا) جو کہ ایصال ثواب ہے۔ اور اس میں غوث پاک بھی آل رسول ﷺ اور امت رسول ﷺ ہونے کے ناتے شامل تھے!!!۔

اور "ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب"۔ (ابراہیم:۴۱) میں جو مسلمان عالم ارواح کے اندر ہیں، ان کے لیے بھی دعا بخشش کی جاتی ہے۔۔۔ تو اس طرح من جملہ طور پر شروع سے غوث پاک رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے بخشش بھی ہوتی رہی!!!۔

گیارہویں وغیرہ کو حرام کہنے والوں کی سزا:

حرام کو حلال جاننے والا مسلمان نہیں رہتا، مرتد ہو جاتا ہے، نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ وہابیوں کے آبا و اجداد سب اہلسنت تھے، جو گیارہویں شریف کو حلال سمجھتے تھے۔ نجدیوں کے فتوے کے مطابق وہ منقطع النکاح ٹھہرے، اور ایسی حالت کی اولاد حلالی نہیں ہوتی۔

لہٰذا گیارہویں شریف کو حرام کہنے والے کو دنیا میں یہ سزا ملی، کہ گویا وہ خود کو حرامی ثابت کر رہا ہے۔

ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں جائز ہے: (وہابی فتوے)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے ایصال ثواب کے لیے گیارہویں شریف کو جائز قرار دیا ہے۔ (فتاوی ثنائیہ:۳۰/۷)

اسی طرح صادق سیالکوٹی نے بھی۔ (ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی: ۳۷)

دیوبندیوں کے پیروامام رشید احمد گنگوہی نے بھی ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں شریف کو جائز کہا۔ (فتاوی رشیدیہ: ۱۶۴)

اسی طرح ختم بخاری کے متعلق کہا بدعت نہیں جائز ہے۔ (فتاوی رشیدیہ: ۱۴۷)

اب جو فتوی ہمارے لیے ہے، وہی ان اپنوں پر لگاؤ تو جانیں!!!۔

❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۴۱

کیا حدیث (نور) جابر رضی اللہ عنہ باطل ہے؟:

نجدی مفسر نے لکھا: "یہ حدیث کسی مستند مجموعہ حدیث میں نہیں، علاوہ ازیں صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے، ان اول ما خلق اللہ القلم، (ترمذی، ابوداؤد)، محدث البانی لکھتے ہیں کہ یہ باطل ہے"۔ (ص: ۲۹۲)

ایک اور جگہ لکھا: "کہ آپ ﷺ کی ایک صفت نور ہے، مگر اس سے "نور من نور اللہ"، ہونا ثابت نہیں ہوسکتا"۔ (ص: ۳۶۰، ۹۷۸)

محبوبِ خدا ﷺ کا فرمانِ محبت نشان ہے: "حبك للشئی یعمی ویصم"، کسی چیز سے تمہاری محبت، تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

(جامع المسانید خوارزمی، للامام ابی حنیفہ، ج ۱)

اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ اسی چیز کو اپنے انداز میں بیان فرماتے ہیں:

ع اعظم جتھے دل لگ جاوے اوتھے عیب نظر نہیں اوندا!

اسی طرح جب دل میں کسی کا بغض اور عداوت ہو تو اُسکی کوئی خوبی نظر نہیں

آتی ،صرف عیب نظر آتے ہیں، یہی حال اِس پارٹی کا ہے، کہ اِنکے دل اور آنکھیں محبوبانِ خدا کی دشمنی اور عداوت میں ایسے اندھے ہو چکے ہیں، کہ انھیں ایسی کوئی آیت یا حدیث دکھائی ہی نہیں دیتی، جسمیں اللہ والوں کی عظمتوں اور شانوں کا بیان ہو، بلکہ اِنکے دین میں کسی اللہ والے کے لیے کوئی کمال ماننا شرک ہے، اِنکے نزدیک اللہ کے مقبول بندے صرف اُن آیات کے ہی مصداق ہیں جو بتوں کی مذمت اور بے حیثیتی بیان کرنے کے لیے نازل ہوئیں۔

فاضلِ بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ے وہ حبیب پیارا تو عمر بھر، کرے فیض وجود ہی عمر بھر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر، تیرے دل میں کس سے بخار ہے؟

اِن لوگوں کی جو تحقیق حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے، اُسکا سبب وہی بخار ہے، جو ان کے دلوں میں محبوبِ دو عالم ﷺ کے متعلق ہے۔اِسی لیے انہیں یہ حدیث کسی مستند مجموعے میں نظر نہ آئی، اور صحیح حدیث کے خلاف نظر آئی، اور یہ بھی پتہ نہیں اِنکے نزدیک احادیث کے مستند مجموعے کون کون سے ہیں۔

محدث البانی کا حوالہ دیا گیا، حالانکہ وہ ہمارے حجت نہیں، ہمارے نزدیک تو وہ خود بھی باطل ہے۔۔۔اور تم تو غیر مقلد ہو!۔۔۔البانی، قرآن ہے۔۔۔یا حدیث؟

اِن بے مروتوں کو محدثین کی وہ جماعت بھی نظر نہ آئی ،جنہوں نے اِس حدیثِ (نور) جابر رضی اللہ عنہ کو روایت کیا، انہوں نے صرف اپنے البانی کو حجت بنا کر ،بلادلیل اِس حدیثِ نور کو موضوع اور باطل کہہ دیا۔

ع خدا جب دین لیتا ہے، حماقت آ ہی جاتی ہیں!

مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے ۱۰ گمشدہ ابواب کی بازیابی:

نامور حافظ الحدیث محدث جلیل امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے شاگرد، امام احمد بن حنبل کے اُستاد، اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق بن ہمام حمیری صنعانی یمنی کی حدیث شریف کے موضوع پر شہرہ آفاق کتاب "مصنف" ہندوستان کے دیوبندی عالم شیخ حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی لیکن شروع سے نامکمل اور ناقص تھی، اِسمیں دس ابواب کی کمی تھی، اور وہ دستیاب ہی نہیں ہو سکے، اِسکا اعتراف خود اُنہوں نے کیا۔

("مصنف عبدالرزاق" طبع بیروت: ۱/۳، حبیب الرحمن اعظمی، ملاحظہ کریں)

اور اِس نسخے میں "حدیثِ نور، اور نفی سایہ" نہیں تھیں، منکرینِ نورانیتِ مصطفےٰ ﷺ پھر بھی بڑی بے شرمی سے یہ کہتے پھرتے تھے: کہ "مصنف عبدالرزاق" کا حوالہ دیا جاتا ہے، حالانکہ اِس میں یہ "حدیثِ نور" نہیں ہے۔ منکرین کا یہ کہنا تو تب درست ہوتا، جب "مصنف" مکمل چھپی ہوتی۔

حضرت جابر بن عبداللہ بن انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ "حدیثِ نور" زمانہ ماضی کے جلیل القدر آئمہ اور موجودہ دور کے علماء میں مشہور و معروف تھی، عرب و عجم کے علماء نے اِسے بغیر کسی اعتراض کے اپنی کتابوں میں اِسکی سند بیان کیے بغیر "مصنف عبدالرزاق" کا حوالہ دیکر درج کیا، ان کے بارے میں یہ سوچنا بھی جرم تھا کہ اُنہوں نے جھوٹ بولا ہوگا۔ (غیر مقلد مولوی عبداللہ روپڑی نے بھی اِس حدیثِ پاک کی مصنف کی طرف نسبت کو صحیح تسلیم کیا۔ ("فتاویٰ اہلحدیث: ۱/۲۰۲"؛ "نورِ محمدی کی پیدائش: ۲۵"))

عظمت مصطفےٰ ﷺ، آپ کی نورانیت اور آپکے اوّل مخلوق ہونے اور آپ

کے بے سایہ ہونے کو بیان کرنے والی احادیث کا، حدیث شریف کے اہم ماخذ مصنف عبدالرزاق سے سے غائب کردینے کو کسی طور بھی اتفاقی حادثہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ غیر مسلم قوتوں کی بین الاقوامی سازش کا حصہ ہے۔

الحمدللہ! "۲۰۰۵ء/۱۴۲۵ھ" میں ڈاکٹر سید محمد امین میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف، اور مجاہد اسلام جناب حاجی محمد رفیق برکاتی (دوبئی) کی کوششوں سے مصنف عبد الرزاق کا یہ نادر و نایاب مخطوطہ دستیاب ہوگیا، جس میں "حدیثِ نور" اور نفی سایہ، اپنی سندوں کے ساتھ موجود ہیں۔

یہ مخطوطہ جو افغانستان کے ایک تاجر کتب سے دستیاب ہوا وہ ۹۳۳ھ میں شیخ اسحاق بن عبدالرحمن سلیمانی نے بغداد شریف میں لکھا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر عیسیٰ مانع سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامی دوبئی کے مقدمہ اور حواشی کیساتھ، بنام: "الجزء المفقود من الجزء الاوّل من المصنف"، پہلے بیروت سے پھر "مؤسسۃ الشرف" ، لاہور نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (جس کی تفصیل و تحقیق: "مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب"، مکتبہ قادریہ لاہور میں ملاحظہ فرمائیں)

حدیث نور (جابر)، مع سند:

"عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال: "سألت رسول الله ﷺ عن اوّل شئی خلقه الله تعالیٰ؟ فقال: "هو نور نبیك یا جابر! ثم خلق فیه کل خیر، و خلق بعده کل شیء"۔

ترجمہ: "جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا: جابر رضی اللہ عنہ!

وہ تیرے نبی ﷺ کا نور تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اُس میں ہر خیر اور بھلائی کو پیدا کیا اور اُسکے بعد ہر شے کو پیدا کیا۔ (الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف، طبع بیروت ولاہور: ٣٦)

نوٹ: ڈاکٹر عیسیٰ مانع (دوبئی) نے فرمایا: کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (الجزء المفقود: ٧)

حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے، مزید حوالہ جات:

ذیل میں ہم ان جلیل القدر ائمہ دین کی صرف کتابوں کے حوالے درج کر رہے ہیں، جنہوں نے اِس حدیثِ پاک کو پورے یقین کیساتھ اپنی کتابوں میں درج فرمایا۔

١: امام زرقانی، شرح زرقانی علی المواہب: ١/٥٦، تاریخ الخمیس: ١/٢٠۔

٢: تفسیر نیشاپوری: ٨/٦٦۔

٣: علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، جواہر البحار: ٣/٢٢٠۔

٤: علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی م ٩٢٣ھ، مواہب الدنیہ مع شرح زرقانی: ١/٥٥۔

٥: امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی م ١٠٤٤ھ، سیرت حلبیہ: ١/٣١۔

٦: علامہ اسمٰعیل بن محمد بن عجلونی م ١١٦٢ھ، کشف الخفاء: ١/٢٦٥۔

٧: علامہ عمر بن احمد الخرپوطی م ١٢٩٩ھ، شرح قصیدہ بردہ: ٧٣۔

٨: امام عبد الغنی نابلسی م ١١٤٣ھ، الحدیقۃ الندیہ: ٢/٣٧٥۔

٩: علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری، م ٩٦٦ھ، تاریخ الخمیس: ١/١٩۔

١٠: علامہ شرف الدین بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے، علامہ سلیمان الجمل (م ١٢٠٤ھ)، صاحب تفسیر الجمل "الفتوحات الاحمدیہ بالمنح المحمدیہ": ٦۔

١١: امام علامہ ابن الحاج، المدخل: ٢/٣٤۔

١٢: علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری الانوار فی مولد النبی محمد ﷺ: ٥۔

انہوں نے یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے، جس سے یہ پتہ چلا کہ یہ روایت صرف حضرت جابر سے ہی مروی نہیں۔

۱۳: علامہ سید محمود الوسی بغدادی م ۱۲۷۰، روح المعانی: ۱۰۵/۱۷۔

ایک اور جگہ حدیث "اوّل ما خلق اللہ نوری" بھی نقل کی ہے: ۷۱/۸۔

۱۴: علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م ۱۳۲۰ھ)، نے علامہ ابن حجر مکی کے رسالہ "النعمۃ الکبریٰ علی العالم" کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے، یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، جواہر البحار: ۳۵۴/۳۔

۱۵: علامہ محمد مہدی فاسی نے حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے، مطالع المسرات، شرح دلائل الخیرات: ۲۲۱۔

۱۶: علامہ احمد عبدالجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبدالرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے، السراج المنیر وبسیرۃ البشیر: ۳۱۔

۱۷: محدث جلیل حضرت ملا علی قاری م ۱۰۱۴ھ، نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا، المورد الروی فی المولود النبوی، تحقیق محمد بن علوی مالکی: ۴۰۔

۱۸: مکہ مکرمہ کے نامور فاضل سید محمد مالکی نے حاشیہ المورد الروی: ۴۰۔

۱۹: امام ابن حجر ہیتمی مکی م ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ: ۲۴۷۔

۲۰: مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی، الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: ۳۳۔

۲۱: شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ: ۲/۲۔

۲۲: علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین: ۲۸۔

فرض کیجیے کہ کسی محفل میں یہ تمام، علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں، اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں، اور اِسکی تصدیق اور توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرات کر سکے گا کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں

؟(حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ)

اوّلیتِ نورِ مصطفےٰ ﷺ کے متعلق، مخالفین کی گواہیاں:

اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے: جیسے کہ روایت "اول ما خلق اللہ نوری" اس پر دلالت کرتی ہے۔(اسمٰعیل دہلوی، یک روزہ، طبع ملتانی، ص ۱۱)

غیر مقلدین کے امام نواب وحید الزماں لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم سے دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نورِ محمدی آسمانوں، زمین، اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لیے مادۂ اوّلیہ ہے"۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں: کہ قلم اور عقل کی اوّلیت، اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں ۱۲ ق ن)۔(وحید الزمان، ہدیۃ المہدی طبع سیالکوٹ: ۵۶)

علماء دیوبند کے حکیم الامت نے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت، "بحوالہ امام عبد الرزاق" نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔(اشرف علی تھانوی، مولوی: نشر الطیب تاج کمپنی، لاہور: ۶)

فتاویٰ رشیدیہ، میں سوال ہوا: "اول ما خلق اللہ نوری، اور لولاک لما خلقت الافلاک ۔۔۔۔ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق نے "اول ما خلق اللہ نوری" کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔(رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۵۷)

وہابی مولویوں کے مزید حوالہ جات:

ثناء اللہ امرتسری نے دو ٹوک لکھا: ہمارے عقیدے کی تشریح یہ ہے کہ رسول

خدا، خدا کے پیدا کیے ہوئے نور ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ج ۲، ص ۷۹۳، ترک اسلام، ص ۱۳۔ حافظ محمد لکھوی تفسیر محمدی، ج ۲، ص ۲۹۷۔ صادق سیالکوٹی، جمال مصطفےٰ، ص ۲۱۸، ۲۶۷۔ فیض عالم صدیقی، صدیقہ کائنات، ص ۶۳۔ نواب صدیق بھوپالی، خطیرۃ القدس، ص ۲۷۶، ۳ مآثر صدیقی، ج ۲، ص ۲۹۔ عبدالستار دہلوی، اکرام محمدی، ص ۲۶۸۔ عبداللہ روپڑی، مظالم روپڑی، ص ۴۷۔ قاضی سلیمان منصور پوری، سید البشر، ج ۲، ص ۶۱، الجمال والکمال ص ۱۳۔ نور حسین گرجاکھی، فضائل مصطفےٰ، ص ۱۔ ابوبکر غزنوی، تقریظ بر رسالہ، بشریت اور رسالت، ص ۱۷)

"قد جا کم من اللہ نور و کتاب مبین" کی تفسیر:

اس آیت میں "نور" اور "کتاب" دونوں سے قرآن کریم مراد لینے کو امام فخر الدین رازی نے ضعیف کہا ہے۔ کیونکہ عطف، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت چاہتا ہے۔ (تفسیر کبیر، ۳۹۵/۳)

اور "نور" سے بھی قرآن مجید، معتزلی مفسرین نے مراد لیا ہے، اہلسنت نے نہیں۔ (تفسیر روح المعانی، ۹۷/۶)

اہلسنت مفسرین کرام نے "نور" سے نبی کریم ﷺ کی ہی ذات مقدسہ مراد لی ہے۔ (ابن عباس، تفسیر کبیر، قرطبی، جلالین، ابن جریر، روح المعانی، معالم التنزیل، مدارک، خازن، مظہری، صاوی، بیضاوی وغیرہم)

علامہ محمود آلوسی اور ملا علی قاری نے "نور اور کتاب" دونوں سے ہی آپ ﷺ کی ذات بابرکات مراد لی ہے۔ (روح المعانی، ۹۷/۶، شرح شفا، ۱۱۴/۱)

وہابی مولویوں کی تفسیر:

دیوبندی اور غیر مقلد اکابر مولویوں نے بھی اس آیت میں "نور" سے ذاتِ رسالت مآب مراد لی ہے، مگر آج کے وہابی مولوی انکاری ہیں۔ (اشرف علی تھانوی، مواعظ میلاد النبی، ص ۱۰۴، ۱۲،۱۱۔ شبیر عثمانی تفسیر عثمانی ص ۱۳۶۔ رشید گنگوہی، امداد السلوک، ص ۱۹۹۔ مفتی شفیع، معارف

القرآن، ج ۲، ص ۳۳۱۱۔ عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، ج ا، ص ۳۲۳۔ قاضی شوکانی، فتح القدیر، ۲۳/۲، جو اس سودی تفسیر کا ماخذ ہے۔ نواب صدیق، فتح البیان، ۳۶۸/۲۔ قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ العالمین، ج ۳، ص ۲۲۵۔ ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، ج ۲، ص ۹، ۱۱۔ وحید الزماں، تبویب القرآن: ۱۳۹۔ حافظ محمد لکھوی، تفسیر محمدی، ج ۲، ص ۲۳)

تعجب ہے! منکرین کی دورخی پر کہ اگر یہی باتیں ہم اہلسنت کریں، تو ان کے نزدیک، پکے مشرک ٹھہرتے ہیں، اور اگر یہی باتیں اِنکے اپنے مولویوں کریں، تو وہ پھر بھی انکے امام اور پیشوا ہی رہتے ہیں؟۔

جسم نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا (غیر مقلد مولوی)

نور محمد جوڑا سوتری۔ (شہباز شریعت، ۲۱۰/۱، یاد رہے کہ اِسکا حاشیہ حافظ محمد لکھوی نے لکھا ہے اور تائید کی)

نواب صدیق بھوپالی۔ (الشامۃ العنبریہ: ۵۱) محمد لکھوی۔ (تفسیر محمدی، ۱۳۵/۱)

(مزید حوالہ جات اور تفصیل کے لیے "نورانیت و حاکمیت" از علامہ کاشف اقبال مدنی حفظہ اللہ، (زاویہ پبلشرز) کا ضرور مطالعہ فرمائیں)

اوّل مخلوق، (نور، قلم اور عقل وغیرہ) کے متعلق احادیث میں تطبیق:

اللہ تعالیٰ نے سب پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟۔۔۔اِس سلسلے میں مختلف روایات ملتی ہیں، مثلاً نبی اکرم ﷺ کا نور۔۔۔عقل۔۔۔قلم۔

آیئے ذرا دیکھیں! کہ آئمہ محدثین اور ارباب مشاہدہ نے اِن روایات میں کس طرح تطبیق دی ہے؟

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حنبلی رضی اللہ عنہ جن کا نام ابن تیمیہ بھی احترام

سے لیتے ہیں فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے محمد مصطفےٰ ﷺ کی روح کو اپنے جمال کے نور سے پیدا کیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا اور سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ ﷺ، اِس حقیقت کو نور اسلیے کہا کہ وہ جلالی ظلمات سے پاک ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قد جاکم من الله نور و کتاب مبین"، عقل اسلیے کہا کہ وہ کلیات کا ادراک کرنے والی ہے، قلم اسلیے کہا کہ وہ علم کے نقل کرنے کا سبب ہے۔ (عبدالقادر جیلانی، سرالاسرار:۱۴)

محدثِ جلیل حضرت ملا علی قاری مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: معلوم ہو گیا کہ مطلقاً سب سے پہلے شے نورِ محمدی ﷺ ہے، پھر پانی، پھر عرش، اُسکے بعد قلم، نبی اکرم ﷺ کے ماسوا سب میں اوّلیت اضافی ہے۔ (المورد الروی، ص۴۴)

اِسی بات کو آپ نے (المرقات:۱/۱۳۶، ۱۲۲، ۱۹۴، ۱۶۷، اور موضوعاتِ کبیر:۸۶) پر بھی بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: لیکن اِس نور کا ظہور، اہلِ بصیرت کی آنکھ میں ہے، کیوں کہ (صرف) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، لیکن سینوں میں دل (بھی) اندھے ہو جاتے ہیں۔ (موضوعات کبیر، ص ۶۶)۔ (مزید، علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی م ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج ۱۵، ص ۱۰۹۔ علامہ نجم الدین رازی م ۶۵۴ھ، مرصاد العباد، ص ۳۰۔ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی احمد سرہندی مکتوبات، حصہ نہم، دفتر سوم، ۱۵۳۔ عارف باللہ علامہ عبدالوہاب شعرانی م ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۲۰۔ حضرت شیخ عبدالکریم جیلی م ۸۰۵ھ، جواہر البحار، ج ۳، ص ۲۲۰۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری، تاریخ خمیس، ج ۱، ص ۱۹۔ امام المناطقہ میر سید زاہد ہروی، حاشیہ ملا جلال، ص ۹۶)

غیر مقلد وحید الزماں حیدر آبادی نے بھی یہی تطبیق دی ہے۔ (ہدیۃ المہدی:۵۶)

اِن سارے آئمہ کرام نے یہی بات بیان فرمائی ہے کہ نورِ محمدی ﷺ کی

اوّلیت حقیقی ہے، باقی اشیاء میں اوّلیت اضافی ہے، یا ہر کوئی اپنی جنس کے افراد میں سے پہلے ہے، یا اِسی نور مقدس کو کئی ناموں سے موسوم کیا گیا، یعنی حقیقت ایک ہے صرف تعبیر میں فرق ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

؎ لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

(اقتباس، مصنف عبدالرزاق، اردو، ص ۱۴۸ تا ۱۵۴)

"نور نبیک من نورہ"، (نور من نور اللہ) کی تشریح:

جبکہ عام طور پر وہابی مولوی محض عوام المسلمین کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کے لیے، قصداً کہتے ہیں، اگر "نور من نور اللہ"، کو الفاظ کو صحیح مان لیا جائے تو پھر ذات الٰہی کے نور کو مادہ ماننا پڑے گا، کہ گویا آپ ﷺ ذات الٰہی کے جزو ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کر کے ایک حصہ تیار کیا۔ یعنی یہ لوگ یہاں پر لفظ "من" کو تبعیضیہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ "من"، کئی دوسرے معنوں کے لیے بھی آتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اِس جگہ لفظ "من، ابتدائیہ، اتصالیہ" ہے۔ جسکا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کسی چیز کے واسطے کے بغیر، آپ ﷺ کا نور پیدا کیا اور اِس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ارشاد ربانی ہے "وکلمتہ القٰھا الیٰ مریم وروح منہ"۔ (النساء: ۱۷۱)

علامہ سید محمود آلوسی اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: کلمہ "من" مجازاً، ابتداء غایت کے لیے ہے، تبعیضیہ نہیں ہے۔ جیسے کہ عیسائیوں نے گمان کیا، اور کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے دربار ایک ماہر طبیب عیسائی تھا، اُس نے ایک دن علامہ علی بن حسین

واقدی مروزی سے مناظرہ کیا، اور کہا کہ تمہاری کتاب (قرآن پاک) میں ایک آیت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کا جزو ہیں اور یہی آیت پیش کی: (وروح منه) علامہ واقدی نے یہ آیت پیش کی: "وسخرلکم ما فی السموت وما فی الرض جمیعا منه" اور تمہارے لیے وہ سب چیزیں مسخر کی جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اُس کی طرف سے ہیں۔ (الجاثیہ:۱۳)

کہنے لگے کہ، اگر تمہاری (ان نجدیوں کی بھی) بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ سب چیزیں اللہ کی جزو ہوں؟۔۔۔عیسائی لاجواب ہو گیا اور اسلام لے آیا۔ اس پر ہارون الرشید بہت خوش ہوا، اور علامہ واقدی کو گراں قدر انعام سے نوازا۔

(روح المعانی، ۲۳/۶)

عیسائی کو تو طبیب کی بات سمجھ گیا، اور اسلام لے آیا، لیکن ان منکرین اور معترضین کی عقل میں یہ بات نہیں آتی ہے، اور نہ ہی وہ سمجھنا چاہتے ہیں۔

"میں نہ مانوں" بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں: یعنی اس نور سے پیدا کیا، جو ذاتِ باری تعالیٰ کا عین ہیں۔ یہ مطلب نہیں، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا گیا۔ بلکہ آپ ﷺ کے نور کیساتھ کسی چیز کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ارادے کا تعلق ہوا۔ (شرح مواہب لدنیہ: ۵۵/۱)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: حاش للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا، گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ نورِ رسالت ﷺ یا کوئی اور چیز معاذ اللہ ذاتِ الٰہی کا جزو، یا عین یا نفس ہے، ایسا عقیدہ ضرور کفر وارتداد ہے۔ (مجموعہ رسائل (نور وسایہ): ۳۶)۔ (اقتباس،

مصنف عبدالرزاق: ۱۵۷ تا ۱۵۹)

اشرفعلی تھانوی نے بھی، "نور من نور الله"، الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ میں لکھا: (نا بایں معنی کہ نور الٰہی اُسکا مادہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے)۔ (نشر الطیب: ۶)

اس قدر وضاحت کے باوجود بھی وہابی مولوی یہ جھوٹ بولتے ہوئے ذرا حیا اور خوف خدا محسوس نہیں کرتے؛ کہ یہ سنی لوگ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا مانتے ہیں۔ لعنة الله على الكاذبين!

لطیفہ: احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے کہ ایک بریلوی نے اردو میں شعر کہا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفٰے ہو کر

(البریلویہ: ۱۰۵۔ ارکانِ اسلام محمد بن جمیل (نجدی) مکہ مکرمہ: ۱۴۹)

اللہ اکبر! اجلہ علماء اسلام کی ایک جماعت نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے عظمت مصطفٰے ﷺ کو ظاہر کرنے والی ایک حدیث بیان کی، تو اُسے یہ (نجدی) لوگ بے سند کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور اِسطرح انکار حدیث کا دروازہ کھولتے ہیں۔

دوسری طرف خود یہ شعر نقل کر دیا، اور یہ تک نہ سوچا کہ ہم کس منہ سے یہ شعر بریلویوں کے سر تھوپ رہے ہیں، نہ کوئی حوالہ نہ کوئی سند۔

ہمارے نزدیک یہ شعر اپنے ظاہری معنٰی کے اعتبار سے غلط ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، مکتبہ قادریہ لاہور: ۱۶۱)

ہمارے آقا و مولیٰ "نور" کے بھی قاسم ہیں:

ہمارے آقا و مولا ﷺ نور بھی تقسیم فرمانے والے ہیں، طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بارگاہ مصطفےٰ کریم ﷺ میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے۔ تو عرض کی: میری قوم کے لیے بھی دعا کریں، اور مجھے اُنکی طرف اپنا مبلغ بنا کر بھیجیں اور کوئی نشانی بھی دیں، کہ واقعتاً میں آپکا مبلغ ہوں۔

آپ ﷺ نے دعا کی: "اللھم نوّر لہ"۔ اے اللہ اس کو نور عطا فرما!۔

تو ان کی پیشانی سے نور کی لاٹ ظاہر ہو گئی۔ (سبحان اللہ!) صحابی نے عرض کی مجھے خوف ہے کہ میری قوم اِسکو مثلہ (چہرے کا بگاڑ) نہ سمجھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چھڑی ادھر کرو اس میں ڈال دیتا ہوں۔

صحابی کہتے ہیں کہ وہ چھڑی اندھیری راتوں میں نور کا کام دیتی تھی۔ اس وجہ سے وہ "ذی النور" (نور والے) مشہور ہو گئے"۔ (الاصابہ، ۲/۲۲۴)

حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ ان کا لقب "ذوالنور" تھا۔ (تفسیر ابن کثیر)

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۳۲:

کیا اہلسنت رسول اللہ ﷺ کو بشر نہیں مانتے؟:

سعودی مفسر جھوٹ لکھتا ہے: "جیسا کہ وہ اہل بدعت باور کراتے ہیں، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے بابت "نور من نور اللہ" کا عقیدہ گھڑ لیا ہے، اور آپکی بشریت کا انکار کرتے ہیں"۔ (ص: ۴۹۳، مزید: ۳۳۳، ۶۰۶، ۹۳۶، ۱۰۲۹، ۱۵۸۵) لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

نجدیوں کا اہلسنت پر یہ کھلا بہتان ہے۔اہلسنت کے کسی ذمہ دار عالمِ دین کی تحریر یا تقریر سے یہ نہیں دکھا سکتے۔

اور یہ الزام تراشی اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ اِن لوگوں کے پاس اہلسنت کے عقائد کا رد کرنے کے لیے کوئی ٹھوس دلائل نہیں ہیں۔نظریات اہلسنت کی تقویت و پختگی سے گھبراہٹ اور جواب سے عاجز آجانے کی وجہ سے انہیں جھوٹ گھڑنے اور بہتان بازی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

عام طور پر نجدی مولوی عوام کو وھابی بنانے کے لیے مغالطہ آفرینی ودھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں:ایک بشر۔۔۔"نور" کیسے ہوسکتا ہے؟

حالانکہ بشر کی ضد، نور نہیں، بلکہ "جن" ہے۔اور نور کی ضد، "ظلمت" ہے۔اسی لیے باوجود جبرائیل علیہ السلام کے نور ہونے کے قرآنِ کریم نے بشر کہا:فتمثل لها بشرا سویا۔(مریم:۱۷)

اگر قرآن حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بشر کہے پھر بھی اُنکی نورانیت میں کچھ فرق نہیں آتا،تو رسول اللہ ﷺ کی بشریت کا ذکر کرنے سے آپ کے نور ہونے کی نفی کیسے ہوسکتی ہے؟

محض لوازماتِ بشریت پر نظر کر کے رسول اللہ ﷺ کو اپنی مثل یا محض بشر کہہ کر کمالاتِ نبوت کا انکار کرنا، یہ کفار اور شیطانِ مردود کا طریقہ ہے۔اور اہلسنت بھی اسی بدعقیدگی کا رد کرتے ہیں، نہ کہ آپکی بشریت کا انکار۔

کفار کہتے: قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔(یسین:۱۵)

اور شیطان نے کہا:قال لم اکن لا سجد لبشر۔(الحجر:۳۳)

کسی صحابیِ رسول ﷺ نے کبھی بھی، انا بشر مثلکم، کو دلیل بنا کر، آپ ﷺ کے کمالات کو نظر انداز کر کے، محض آپ ﷺ کے کھانے پینے، نکاح، غزوہ اُحد میں دندانِ مبارک شہید ہونے وغیرہ کو دلیل بنا کر، آپ ﷺ کی مثلیت کا دعویٰ نہیں کیا، اور نہ ہی اِس عنوان پر کبھی تقریر کی۔ گویا وھابی مولویوں کا آپ کی بے مثلیت کا انکار کرنا، اور اِس موضوع پر تقریر کرنا بھی اِنکی بدعت و گمراہی ہے۔

اِس آیت، انا بشر مثلکم، میں مومنوں سے نہیں، بلکہ کافروں سے خطاب ہے۔ جیسا کہ کافر انکارِ نبوت کے لیے، انبیاء کرام کی بشریت کو دلیل اور بہانا بناتے تھے۔

تو رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ آپ کفار کو بطورِ جواب کہیں: کہ ہاں! (الــہ، نہ ہونے میں) تمہاری مثل بشر ہوں "یوحیٰ الی" مگر ہوں اللہ کا رسول، کہ مجھ پر وحی آتی ہے"۔

اور بے مثل بشریت کے لیے یہ فرق کیا کم ہے؟۔۔۔ کہ یہ وہی وحی ہے، لــو انزلنا ھذا لقرآن علیٰ جبل الخ۔(حشر:۲۱)

جیسے کفار اور شیطان کی نظر کمالاتِ و خصوصیاتِ انبیاء سے ہٹ کر صرف اُنکی بشریت پر ٹھہر جاتی، اور وہ اسی چیز کو بنیاد بنا کر اُنکی برابری کا دعویٰ کرتے، آج یہی وتیرہ ان منکرین نورانیت و عظمت محبوب خدا ﷺ کا ہے۔

عقیدہ اہلسنّت:

شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری، رسول اللہ ﷺ کی بے مثل بشریت

کے متعلق اہلسنت کے عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سیدِ عالم ﷺ حقیقت کے اعتبار سے (بے مثل) نور اور صورت کے اعتبار سے بے مثل بشر ہیں۔

علامہ سید محمود الوسی حنفی بغدادی فرماتے ہیں: کہ بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ کی دو (۲) حیثیتیں ہیں۔۔۔ ایک جہت ملکیت جس کی بناء پر آپ فیض حاصل کرتے ہیں۔

اور دوسری جہت بشریت جس کی بناء پر فیض دیتے ہیں، اسی لیے قرآن کریم آپ کی روح مبارک پر نازل کیا گیا، کیوں کہ آپ ﷺ کی روح ملکی صفات کیساتھ متصف ہے، جس کی بناء پر آپ روح الامین سے استفادہ کرتے ہیں۔

(روح المعانی، طبع بیروت: ۱۹/۱۲۱)

غزنوی خاندان کے مشہور غیر مقلد پروفیسر ابوبکر غزنوی نے بڑی فیصلہ کن بات کی ہے۔ مولانا محمد انوار جیلانی کے رسالہ "بشریت و رسالت" پر تقریظ میں لکھتے ہیں: بعض لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ بشر تھے اور نور نہ تھے، اور بعض نے کہا وہ نور تھے بشر نہ تھے، یہ دونوں باتیں افراط اور تفریط کی ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے: کہ وہ بشر بھی تھے اور وہ نور بھی تھے، (اسکے بعد نورانیت اور بشریت سے متعلق دونوں آیتیں نقل کیں، اور کہا) صحیح مسلک یہی ہے، کہ وہ بشر ہوتے ہوئے، از فرق تا بقدم نور کا سراپا تھے۔ (ابوبکر غزنوی، تقریظ رسالہ بشریت و رسالت، ۱۹۸۷ء: ۱۷، تحریر ۱۲ ادسمبر ۱۹۷۱ء)

لیجئے جناب! اب تو اختلاف ختم ہو جانا چاہیے، اہلسنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بے مثل بشر بھی ہیں اور نور بھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً

انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ، فرماتے ہیں: جو مطلقاً حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے، قال اللہ تعالیٰ: قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ (فتاوی رضویہ، مبارک پور انڈیا، ج ٦، ص ٦٧)

فرماتے ہیں:

وہ نور ایسے، کہ نوریوں میں مثال انکی محال دیکھی
بشر بھی ایسے کہ بزم امکاں میں کوئی ان سا بشر نہیں ہے

ہمارا عقیدہ ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشر ضرور ہیں، لیکن افضل البشر اور سید الخلق ہیں، امام الانبیاء اور مقتدائے رُسل ہیں، اور مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نور ہیں۔

کافروں کا قول ہے: ان انتم الا بشر مثلنا، (١٠،١٤)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے رسولانِ گرامی کی رسالت کا انکار صرف اس بناء پر نہیں کیا تھا کہ وہ بشر ہیں۔ جیسے کہ ظہیر صاحب (غیر مقلد وہابی، البریلویۃ، عربی، ص ١٠٢،١٠١ ا پر) ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

بلکہ اس لیے انکار کیا کرتے تھے" کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں"، کفار اگر سمجھ لیتے کہ ظاہری طور پر ہم جیسے بشر دکھائی دینے والے حضرات، درحقیقت ہم سے کہیں بلند و بالا ہیں، تو وہ راہِ کفر اختیار نہ کرتے، بلکہ ایمان لے آتے۔

یہی وجہ اور نقطہ ہے۔۔۔۔ جسے اہلسنت کے مخالفین نہیں سمجھ پاتے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: جیسے کہ کفار

نے انبیائے کرام علیہم السلام کو دوسرے انسانوں کے رنگ میں جان کر نبوت کے کمالات کا انکار کیا۔ (مکتوبات شریف، فارسی، دفتر اول، حصہ دوم: ۱۱۴)

اسماعیل دہلوی کی دریدہ دہنی: (بشری بھی تعریف نہ کرو)

لکھتا ہے: کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو! اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، اس میں بھی اختصار کرو۔ (تقویۃ الایمان: ۶۳)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نجدیوں کے اس امام کو اتنا بھی گوارہ نہیں اللہ تعالیٰ کی کسی محبوب کی اتنی بھی تعریف کی جائے، جو بشر ہی کی شایان شان ہو، بلکہ میں اس میں بھی اختصار کا مشورہ دیتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کے بارے میں اسی خطرناک ذہنیت کے مسموم اثرات زائل کرنے کے لیے علمائے اہلسنت نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر مقربانِ بارگاہ کی شان میں وہ گلہائے عقیدت پیش کیے کہ ایمان والوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔

(مصنف عبد الرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب، ملخصا: ۱۳۳ تا ۱۳۶)

صحابہ کرام، رسول اللہ کو بے مثل بشر جانتے: (تعظیم رسول)

اسی لیے تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے لعاب دہن، وضو مبارک کے پانی کا بھی ادب کرتے، اُسکو زمین پر نہ گرنے دیتے، اُس سے برکت حاصل کرتے۔

(بخاری، باب الشروط فی الجہاد)

آپ ﷺ جب حجامت کرواتے تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے بال مبارک حاصل کرنے کے لیے ارد گرد بیٹھ جاتے اور آپ ﷺ کا کوئی ایک بال مبارک بھی زمین پر نہ

کرنے دیتے۔ (شفاء شریف: ۵۹۳/۲)

صحابہ کرام رسول ﷺ کے بول اور خون مبارک کو بھی پاکیزہ اور مطہر سمجھتے تھے۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا بول شریف نوشِ جاں کر لیا، حضور ﷺ نے فرمایا: آج سے تجھے پیٹ کی تکلیف نہیں ہوگی۔ (مستدرک للحاکم: ۶۳/۴)

علامہ زرقانی نے فرمایا: کہ حدیث "شرب بول" صحیح ہے۔ (زرقانی علی المواہب: ۲۲۹/۴)

ایک قریشی غلام نے حضور ﷺ کا خونِ اقدس نوشِ جاں کر لیا، حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو دوزخ سے رہا کر لیا ہے۔ (ایضاً)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کا خون مبارک پی لیا، آپ نے اُنکو بھی یہی بشارت سنائی۔ (خصائصِ کبریٰ: ۶۸/۱)

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کا خونِ اقدس شہد کی طرح میٹھا اور کستوری کی طرح خشبودار تھا۔ (شرح الشفاء)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل قائم ہیں، اسی وجہ سے آئمہ دین نے اِسکو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ (فتح الباری: ۲۷۲/۱، تلخیص الحبیر: ۳۲/۱)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: کہ اِس حدیث کے راوی ثقہ اور صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد: ۲۷۱/۸، ۲۷۰)

شارحِ بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ نبی اکرم ﷺ کے پیشاب اور آپ ﷺ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے تھے۔ (عمدۃ القاری، جز ۳، ص ۷۹)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں: کہ بعض آئمہ شافعیہ نے نبی ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے، جیسا کہ المواہب الدنیہ میں علامہ عینی کی شرح بخاری سے منقول ہے اور علامہ بیری نے شرح الاشباہ میں اسکی تصریح کی ہے۔

(رد المختار: ۱/ ۳۵۳)۔ ("تبیان القرآن" ۱: ۱/ ۵۳۷، مزید دلائل کے لیے "شرب بول نبوی" علامہ شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد اشرف القادری دوام ظلہ، ملاحظہ فرمائیں)

اگر صحابہ کرام آپ ﷺ کو محض اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوتے، تو کبھی بھی ان انداز سے آپ ﷺ کا ادب تعظیم تو قیر نہ کرتے۔

اور پھر لطف یہ کہ ادب کے یہ انداز نہ قرآن میں بیان ہوئے اور نہ حدیث میں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ان منع فرمایا، بلکہ سنت تقریری بنادی۔

یہی مسلک آج (ما انا علیہ واصحابی، کی روشنی میں) اہلسنّت وجماعت کا ہے کہ جن خاص افعال (مثلاً سجدہ کرنا) سے شرح شریف نے منع فرمایا ہو، اُن کے علاوہ ہر صورت اور ہیئت سے اللہ والوں کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

مگر اہل اللہ کے مقام سے بے خبر لوگ، امورِ ادب کو "بدعت و شرک" سے تعبیر کرتے ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۴۰)۔۔۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق ادب مانگتے ہیں!

باب:۴۳

جشن میلاد کو بدعت واسراف کہنا، بے ادبی ہے:

سعودی مفسر نے جشن میلاد رسول ﷺ کو بدعت اور فضول خرچی لکھا گیا۔

(معاذ اللہ!)(ص:۵۸۰،۳۳۷،۸۳۵)(۱۶۲۷،۱۱۹۲،۷۷۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "ابولہب پر عذاب کا کم ہونا، اس ذات مبارک کی تعظیم کی وجہ سے ہے"۔(فتح الباری،۱۱۹/۹)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ومن تعظیمہ عملُ المَولد"۔ "اہتمام میلاد شریف بھی آپ ﷺ کی تعظیم ہی سے ہے"۔(روح البیان،۲۶۱/۵)

ملا علی قاری، امام ابن جزری کا قول نقل کرتے ہیں: "عیسائیوں سے زیادہ مسلمانوں کو اپنے نبی کی تعظیم کا زیادہ حق ہے، اور بہت درست ہے"۔(المورد الروی،۳۱/۱)

امام نووی کے استاذ امام ابوشامہ، امام جلال الدین سیوطی، مفتی مکہ مکرمہ احمد زینی دحلان مکی، محمد کامل ابن مصطفیٰ، علامہ حسن برزنجی مدنی، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہم نے بھی یہی فرمایا ہے۔(سبل الھدی،۳۶۵/۱، الحاوی للفتاوی،۱۸۹/۱، سیرت نبویہ، ۱۵۱/۱،۱۵۹، فتاوی کاملیہ، مولد برزنجی،۲۵/۱، اقامۃ القیامۃ،۱۷/۸)

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے امام ابن تیمیہ نے بھی لکھا: "اگر میلاد مقدس کا انعقاد عیسائیوں کی نقل نہ ہو، بلکہ محبت وتعظیم رسول ﷺ کے لیے ہو تو، اللہ کی قسم! اس کا ضرور اجر ملے گا"۔(اقتضاء الصراط المستقیم،۶۱۹/۲،۶۲۰، حوال الاحتفال،۲۱/۱)

اسماعیل دہلوی کو بھی جشن میلاد کو تعظیم نبی ﷺ قرار دینا پڑا۔

(انوار ساطعہ،۱۳۴/۱، الدر المنظم،۱۰۵/۱)

اگر جشن ولادت تعظیم ہے، تو کیا اس کو بدعت و گمراہی کہنا گستاخی نہیں؟

مسلمان جشن میلاد سے خوش ہوتے ہیں:

ملا علی قاری، امام ابن جزری کا قول نقل کرتے ہیں: محفل میلاد کا مقصد شیطان کو ذلیل اور مسلمانوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ (المورد الروی، ص۱۴)

امام محدث ابو القاسم سہیلی فرماتے ہیں: کہ ولادت مصطفیٰ ﷺ ہوئی، تو اس وقت بھی شیطان نے نوحہ و ماتم کیا۔ (الروض الانف، خصائص کبریٰ ۱/۸۰، ۸۶، مقامات نعمت: ۳۹)

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: "اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہو (سرکار دو عالم کی جلوہ گری نہ) ہوتی تو تم میں سے اکثر شیطان کی پیروی کرتے"۔

(النساء: ۸۳)

اور اسی لیے ہی تو آج بھی جشن میلاد سے شیطان کو تکلیف ہوتی ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو بہت خوبصورت انداز میں لکھا:

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

غیر مقلد عالم نواب صدیق کا یہ جملہ مشہور ہے: جس کو میلاد کا حال سن کر فرحت نہ ہو، اور اس نعمت پر شکر نہ کرے، وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ (الشمامۃ العنبریہ: ۱۲)

جشن میلاد پر، بدعت کے فتوے لگانا، فرحت یا غضب، شکر ہے یا کفر؟۔

فضول خرچی کیا ہے؟:

ابولہب جیسے سخت کافر نے نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر صرف بھتیجا سمجھتے ہوئے، فرط خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد (صدقہ) کردیا، تو مرنے بعد اس کو ہر سوموار کے دن تخفیف عذاب کی صورت میں اس کا اجر دیا گیا۔

(بخاری، ۲/۷۶۴، کتاب النکاح۔ فتح الباری، ۹/۱۴۵)

امام ابن جزری، (''عرف التعریف بالمولد الشریف'') اسی واقعہ کی شرح میں فرماتے ہیں؛۔۔۔ اگر اس کافر کو لونڈی آزاد (خرچ) کرنے کی یہ جزا ملی، تو اس مسلمان کے متعلق کیا کہیے، جو میلاد کی خوشی کرے، اور آپ کی محبت میں اپنی طاقت کے مطابق ''مال خرچ'' کرے۔

اللہ کی قسم! ایسے مسلمان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جزا ہے، کہ وہ اپنے فضل سے اسے ''جنت نعیم'' میں داخل فرمادے۔

امام ابن جزری کی یہ عبارت تائید کے ساتھ ان کتب ائمہ میں موجود ہے۔

(الحاوی للفتاوی، ۱/۱۹۶، زرقانی علی المواہب، ۱/۱۳۹، حجۃ اللہ علی العالمین، ۲۳۸، انسان العیون (سیرت حلبیہ)، ۱/۱۲۷۔ تاریخ الخمیس، ۱/۲۲۲، سبل الھدیٰ والرشاد، ۱/۳۵۵، شرح المولد لابن حجر، جواہر البحار، ۳/۳۳۸، مختصر سیرۃ الرسول، ۱۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس روایت کی شرح میں، میلاد شریف پر مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ (مدارج النبوۃ، ۲/۱۹)

یہی بات عبدالحی لکھنوی نے بھی کی۔ (مجموعہ الفتاویٰ، ۲/۲۸۲)

شارح بخاری علامہ قسطلانی، علامہ ابن جوزی، سید احمد دحلان مکی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجلّہ علماء اسلام نے بطور اظہار مسرت اور حجت اس بات کو بیان کیا ہے، کہ پورے

عالم اسلام (حرمین شریفین، مصر، یمن، شام) میں لوگ ربیع الاوّل شریف میں خوب صدقہ وخیرات اور مال خرچ کرتے ہیں۔ (مواہب:۱/۱۴۸، بیان المیلاد النبوی:۵۷۔ سیرت نبویہ:۱/۴۶)

امام ابن کثیر نے شہنشاہ اربل ابو مظفر کے متعلق لکھا: اس نے علامہ ابو الخطاب ابن دحیہ کو میلاد شریف کے موضوع پر کتاب "التنویر" تصنیف کرنے پر ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار بطور انعام دیے۔ وہ ہر سال میلاد شریف پر تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) دینار خرچ کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ،۱۳/۱۳۶)

کیا یہ ائمہ دین بدعت، اسراف اور فضول خرچی کے معنی نہیں سمجھتے تھے۔ اور کیا منکرین کو صرف اللہ والوں کی عظمت و تعظیم کے لیے کیا گیا خرچ ہی فضول نظر آتا ہے۔ اپنی شان و شوکت کے لیے چاہے کروڑوں خرچ کرلیں۔ اس دوغلے پن کا سبب صرف عداوت صالحینؒ ہے اور بس۔

ابن عباس، سفیان ثوری اور حسن بن سہل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: "لیس فی الخیر اسراف"، کہ نیکی کے کاموں خرچ، فضول نہیں ہے۔

(مغنی المحتاج:۱/۳۹۳، حلیۃ الاولیاء:۲/۳۸۲، المعلم:۱۱/۲۲۰)

امام مجاہد فرماتے ہیں: اگر پہاڑ برابر سونا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو اسراف نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر،۶/۳۵۶۔ مزید نجدیوں کی فضول خرچیوں کے متعلق "مزار پر گنبد" عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

لطیفہ: ثویبہ کو ابولہب کے آزاد کرنے کی روایت کی وجہ سے وہابی مولوی یہاں تک بھی بک دیتے ہیں، کہ میلاد رسول کی خوشی کرنا، سنت بولہبی ہے۔

جس کا مناظر اہل سنت علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی مدظلہ نے بڑا خوبصورت

جواب ارشاد فرمایا: کہ ابولہب نے تو آپ ﷺ کو نبی نہیں بلکہ بھتیجا جان کر خوشی کی، اور ہم اہل سنت سرکار دو عالم ﷺ کو اپنا نبی ورسول سمجھ کر خوشی کرتے ہیں، نہ کہ بھتیجا جان کر۔۔۔۔ ایک تم بھی ہو کہ اپنے بھتیجے کی پیدائش پر تو خوب خوشیاں کرتے ہو، مگر میلاد رسول ﷺ کی نہیں۔

اب بتاؤ! فی الحقیقت ابولہب کی سنت پر کس کا عمل ہے، ہمارا یا تمہارا؟

اب منکرین کی چاہت ہے، کہ وہ جشن ولادت کو بدعت اور فضول خرچی کہیں، یا ان سلف کرام اور ائمہ حضرات کی طرح تعظیم نبوی ﷺ کہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۴۴

علم غیب اور عالم الغیب (تضاد وہابیہ)

مسئلہ علم غیب میں ہم بات کو طویل نہیں کرنا چاہتے۔ فقط اس مسئلہ میں نجدیوں کی بے اصولی، تضاد، دورنگی کا تھوڑا سا نمونہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ کبھی تو یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرنے کے جوش میں بے ہوش ہو کر، آپ ﷺ کے لیے علم غیب کی مطلق نفی کردیتے ہیں۔

اور کبھی خود ہی تسلیم بھی کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس اتنا علم غیب ضرور تھا، جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔ اور یہ واضح تضاد ہے۔

ان کے پیشوا اسماعیل دہلوی کا بھی یہی حال ہے، لکھا: ''غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے، جتنا، جسکو چاہے بخش دے، اُس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ

سکتا"۔ (تقویۃ الایمان: ۲۴)

دوسری جگہ لکھ مارا: "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول ﷺ کو کیا خبر"۔ (ایضاً: ۲۶)
یعنی دہلوی کے نزدیک اللہ نے آپ ﷺ کو علم غیب عطاء کرنا نہیں چاہا۔ العیاذ باللہ۔ جب کہ اللہ تعالیٰ رسولوں میں سے جس کو چن لے، اور پسند کرلے، اس کو اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے۔ (آل عمران: ۱۷۹، الجن: ۲۷، ۲۶)

گویا یہ دہلوی کی، اللہ تعالیٰ سے جنگ ہے۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی نے تو حد ہی کردی۔ آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرنے کی شدت میں، آپ ﷺ کے اس علم مقدس، جس کو اللہ تعالیٰ نے فضل عظیم کہا ہے۔ (النساء: ۱۱۳) کے متعلق لکھا: ایسا علم غیب تو (جیسا رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے) زید وعمرو، بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے، تو چاہیے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ (حفظ الایمان: ۸)

تھانوی کا امام، دہلوی کہتا ہے: "رسول کو غیب کی کیا خبر"۔۔۔ اور دہلوی کا مقتدی، تھانوی کہتا ہے: "جانوروں کو بھی علم غیب ہے"۔

یہ جھوٹ اور بہتان ہے کہ اہلسنت، رسول اللہ ﷺ کو "عالم الغیب" مانتے ہیں۔ یعنی خود بخود جان لینے والا۔ (ص: ۱۴۳، ۳۳۳، ۲۵۵، ۹۱۳، ۱۶۴۳)

جبکہ الحمد للہ! ہم خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے "عالم الغیب" کا لفظ بولنا جائز نہیں سمجھتے، اور نہ ہی ذاتی طور پر اور خود بخود جان لینے والا کہتے ہیں۔

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ قطعاً بے شمار غیوب، وما کان وما یکون کے عالم ہیں، مگر عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کو کہا

جائے گا۔ جیسے آپ ﷺ عزت وجلالت والے ہیں، مگر محمد عز وجل کہنا جائز نہیں۔ اور یوں کہنا بھی مناسب نہیں، کہ فلاں کے پاس علم غیب ہے۔ بلکہ مقید کر کے یوں کہا جائے، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے غیب کا علم دیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:۹/۸۱ مطبوعہ کراچی، بحوالہ تبیان القرآن:۴/۴۸۶)

دوسری جگہ فرمایا: اور یہ حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرے کا بھی علم ذاتی مانے بلاشبہ یقیناً کافر ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت،۳/۳۳)

ملک التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہم بھی اس لفظ (عالم الغیب) کے اطلاق کو شریعت کی اصطلاح کے مطابق خدا تعالیٰ کی ذات کیساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ (زیروزبر:۶۷، زلزلہ:۳۵)

ان مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہوا، کہ اگر دنیا میں کوئی جھوٹ بول لینے کی ماسٹر قوم ہے، تو وہ وھابی ہے۔ اور اگر یہ جملہ طبع نازک پر گراں ہو، تو پھر اپنے دعوے کے مطابق کوئی ایک حوالہ ہی دکھادو؟ جس میں اہل سنت کے کسی بھی ذمہ دار عالم دین نے نبی ﷺ کو "عالم الغیب" لکھا ہو، یا بولنا جائز قرار دیا ہو، یا آپ ﷺ کے علم پاک کو ذاتی کہا ہو۔ ولن تفعلوا۔۔۔ فاتقوا النار!

اور جن آیات قرآنیہ میں آپ سے علم غیب کی نفی کی گئی، وہاں ذاتی اور استمراری طور پر جاننے کی ہی نفی ہے۔ (تفسیر خازن:۲/۱۶۷، روح المعانی:۹/۱۳۷، نسیم الریاض:۳/۱۵۰، خزائن العرفان، وغیرھم)

ان مقامات پر انبیاء کرام کے لیے مطلق علم غیب کا انکار کیا ہے۔

(ص:۳۳۹، ۳۵۷، ۴۷۴، ۵۴۲، ۶۱۳، ۷۱۹، ۱۰۴۹، ۱۳۵۷)

اوران مقامات پر انبیاء کرام کے لیے علم غیب تسلیم کیا گیا ہے۔(ص ۱۹۲، ۲۵۴، ۲۶۱، ۱۰۶۱، ۱۶۴۳)

ے ذرا دیکھو عقل، بے عقلاں دی
اقرار وی اے، انکار وی اے

کیا آپ کو غیب کا علم نہیں، اطلاع دی گئی؟:

نجدی مولوی لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھاتے ہیں، کہ آپ کو علم غیب نہیں، بلکہ اطلاع علی الغیب دی گئی۔ جبکہ ان کے اکابرین نے آپ کے علم مقدس کے لیے "علم غیب" کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔

عبداللہ روپڑی نے لکھا: آسمان وزمین میں، موجود اشیاء کا علم کلی (آپ ﷺ کے لیے) معلوم ہوتا ہے۔(فتاوی اہل حدیث: ۲۲۷/۱)

نواب صدیق: اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم (غیب) عطا کیا ہے، جو اوروں کو نہیں دیا گیا۔(الطہ: ۹۶)

داؤد غزنوی نے لکھا: کہ اس نے بعض غیب کی باتوں کا علم اپنے رسول پاک کو عطا فرمایا ہے۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کا علم اولین وآخرین سے بڑھ کر ہے۔(داؤد غزنوی: ۳۳۲)

صادق سیالکوٹی: ہاں اللہ جتنا چاہے علم غیب اپنے پیغمبر کو بتا دیتا ہے۔

(شان رب العالمین: ۵۷)

اب براہ کرم! اپنے ان مولویوں پر بھی فتوی صادر فرما دیں، تا کہ آپ کا خلوص دینیہ واضح ہو جائے!

باب:۴۵

حرمین پر نجدیوں کا قبضہ، صداقت کی دلیل اور انعامِ الٰہی ہے؟:

جب یہ قطعی طور پر ثابت ہے، کہ یہ نجدی لوگ رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کی شان اقدس میں بے ادبی کرنے والے، امت کے اجماعی اور مسلمہ مسائل کی وجہ سے عامۃ المسلمین کو مشرکینِ مکہ سے بڑا مشرک کہتے ہیں۔

۞......اسی طرح امام کعبہ عبدالرحمان السدیس نجدی نے بھی حج کے موقع پر اپنی تقریر میں، عالمِ اسلام کی اکثریت کو مشرک کہا"۔ (المدینہ اخبار: ۲۰۰۷-۱-۱۳ء)

ان لوگوں نے ۱۹۲۵ء میں حرمین شریفین کے مسلمانوں کو انہیں عقائد متواترہ کی وجہ سے مشرک جانتے ہوئے، اُن کا قتل عام کر کے قبضہ جمایا۔ اس روشن حقیقت پر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی شخص محض اپنی جہالت یا تعصب کی بناء پر انکے حرمین پر ظالمانہ قبضے کو انعامِ الٰہی قرار دے، اور کہے: "کہ اگر یہ لوگ اتنے ہی خبیث اور بے دین ہوتے تو اُنکو اللہ تعالیٰ حرمین کا قبضہ کیوں دیتا،۔۔۔اس کا انتظام کیوں سونپتا ؟۔۔۔اور ان پر اب تک عذاب الٰہی کیوں نازل نہ ہوا"۔

ایسی فکر کو ما سوائے دماغی خرابی، ہٹ دھرمی اور جہالت کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے کہ ظلم وجبر کو انعام اور خوشنودیٔ خدا کہنے والے پر خود کفر کا خطرہ ہے۔

یزیدی لشکر کا حرمین پر حملہ، مگر فوراً عذاب نہ آنا:

اگر حرمین پر نجدیوں کا محض قبضہ اور ان پر عذابِ الٰہی نازل نہ ہونا، ان کے مذہب کے صداقت کی دلیل ہے۔ تو پھر شہزادۂ رسول امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

کے بعد، یزیدی لشکر کا مکہ معظمہ، مدینہ منورہ پر حملہ کرنا، مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھنا، تین دن تک اذان و جماعت نہ ہونا، کنواری عورتوں سے بدکاری کرنا، صحابہ وتابعین کو تہ تیغ کرنا، اور کعبہ شریف پر پتھراؤ کرنا، جس سے غلاف کعبہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح ہونیوالے مینڈھے کے سینگ جل گئے وغیرہم۔

باوجود اِسکے اُن پر فوری طور پر عذاب نہ آیا، تو کیا یہ اُنکی صداقت کی دلیل ہے؟

قرامطہ کا حاجیوں کا قتل، کعبہ کی بے حرمتی، حجرِ اسود اکھاڑ لے جانا:

......امام ابن کثیر لکھتے ہیں: ۳۱۷ھ میں قاہر محمد بن المعتضد باللہ کے دورِ خلافت میں (دینی گمراہوں کے ٹولے) قرامطہ نے حرمِ مکہ پر (۸ ذی الحجہ) کو حملہ کیا، اُنکا امیر ابو طاہر کعبہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، اور کہہ رہا تھا: ”میں اللہ ہوں، خالق ہوں“۔ اور کعبہ شریف کی شدید بے حرمتی کی گئی، غلاف پھاڑ دیا گیا، دروازہ اکھاڑ دیا گیا، حجرِ اسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گئے، جو بائیس (۲۲) سال کے بعد واپس ہوا۔ زمزم کا گنبد گرادیا، بیشمار حجاج کو تہ تیغ کریکے، بغیر نماز جنازہ کے اُنکی لاشوں کو زمزم کے کنوئیں میں گرادیا گیا۔ اُنکا امیر چلا کر کہہ رہا تھا: ”وہ ابابیل نامی پرندے کہاں ہیں؟۔۔۔وہ نشان زدہ کنکریاں کہاں ہیں؟۔ (ملخص، البدایہ، ۱۱/۱۶۰)

......(شیخ نجدی نے ابتدا اِسی قرامطہ کی باقی ماندہ نسل کا سہارا لیا، مگر جب اُس نے وہابی مشن کا اظہار کیا، تو وہ اِسکو چھوڑ گئے۔ (نواب صدیق غیر مقلد، کتاب التاج المکلل: ۳۰۰)

اتنے عظیم ظلم اور بے ادبی کے باوجود قرامطہ پر فوراً عذابِ الٰہی نازل نہ ہونا، کیا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُنکی صداقت کی دلیل ہے؟۔

......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اُس سیاہ آدمی کیساتھ ہوں (یعنی دیکھ رہا ہوں) جو

ٹانگیں پھیلائے ہوئے ہے، اور کعبے کا ایک ایک پتھر اُکھاڑ دے گا۔ (بخاری، کتاب الحج)

اب اگر کوئی اسلام دشمن یہ کہے کہ اگر تم مسلمان سچے ہو، اور کعبے کا کوئی مالک اور محافظ ہے تو پھر ایسا کیوں ہوگا؟۔۔۔تو جواباً کیا کہیں گے؟۔۔۔یہی نہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں، آزمائشیں اور نظام ہے، "تلك الايام نداولها بين الناس"، "یہ دن ہیں، جنہیں ہم انسانوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں"۔ (القرآن)

بعض احادیث مبارکہ میں یہ وضاحت ہے کہ یہ ممکن ہے کہ مدینہ طیبہ میں بھی بدعتی اور گمراہ لوگ اپنی گمراہیاں پھیلا سکتے ہیں۔ جیسے فرمایا؛ مدینہ منورہ عیر سے یہاں تک حرم ہے، جس نے اس میں خلاف دین کام کیا، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے فرض اور نفل قبول نہیں کرے گا۔ (بخاری: ۱۰۸۴/۲، مسلم: ۴۴۲/۱)

ہم بھی ان نجدی سعودیوں کے ظالمانہ قبضے کے متعلق یہی کہیں گے، کہ اِنکے بے دین اور ظالم ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، مگر ان پر اب تک عذاب نازل نہ ہونا یہ اللہ کی حکمت اور آزمائش ہے۔

حرمین شریفین میں قریباً ۱۳۵۰ھ سال تک اہلسنت کا انتظام اور عقائد رہے۔ ان نجدیوں کو تو قبضہ جمائے ابھی بمشکل (۸۵) سال ہوئے ہیں۔ کیا خبر کب کوئی مردِ مجاہد اُٹھے اور اِن خارجیوں اور نجدیوں سے حرمین کی مطہر زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کردے۔ فانتظروا وانا معكم من المنتظرين!

خدا تعالیٰ کبھی کافر و فاسق سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان الله يؤيد هذا الدين بالرجل

الفاجر"، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو فاسق اور فاجر سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان)

……ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان مردود نے آیۃ الکرسی کی فضیلت اور وظیفہ بتایا۔

(بخاری، کتاب الولایہ) اس کے علاوہ متعدد دلائل ہیں، اختصار مانع ہے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت اِن نجدیوں کو اہلسنت اور حرمین کے کام میں لگا دیا، کہ یہ میرے محبوب کے غلاموں کے لیے انتظامات کیا کریں اور بس!۔

کیا حج امام کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؟:

اکثر نجدیت زدہ لوگ جہالت سے یا فریب دینے کے لیے نجدیوں کی حمایت میں کہتے ہیں: "کہ اگر نجدی تمہارے نزدیک اتنے ہی بدعقیدہ اور پلید ہیں، تو پھر تمہارا حج نجدی سعودی امام کے پیچھے کیسے ہو جاتا ہے؟"۔

عوام کے لیے یہ وسوسہ کافی سخت اور کارگر ثابت ہوتا ہے، اور وہ بیچارے خاموش اور حیران ہو جاتے ہیں، سوچتے ہیں کہ بات تو کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ ہم یہاں پر خود سعودیہ سے چھپنے والے ایک رسالے سے حج کے ارکان نقل کر دیتے ہیں، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حج کا کوئی ایک رکن بھی، امام کی اقتداء میں ادا نہیں ہوتا۔ نجدی مؤلف لکھتا ہے: "حج کے لیے درج ذیل کام کرنا مطلوب ہیں۔

۱: احرام باندھنا۔ ۲: منیٰ میں راتیں گزارنا۔ ۳: عرفات میں ٹھہرنا۔ ۴: مزدلفہ میں رات گزارنا۔ ۵: کنکریاں مارنا۔ ۶: قربانی کرنا۔ ۷: بال منڈھانا۔ ۸: طواف کرنا۔

۹: سعی کرنا۔ (ارکان الاسلام والایمان: ۱۲۲، محمد بن جمیل زینو، مکتبۃ دعوت والارشاد الریاض)

اب کہیے ان میں سے وہ کونسا رکن ہے، جو امام کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؟ دورانِ حج تمام حاجیوں کے لیے نمازوں کا کسی ایک امام کی اقتدا میں ادا کرنا، حج کے ارکان میں سے نہیں ہے۔ اگر صحیح العقیدہ امام نہ ملے تو اپنی الگ نمازیں پڑھ لینے سے بھی حج کی عبادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسے ہمارے اکابرین اہل سنت کا طریقہ ہے۔

......شارح بخاری، مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھا: کہ ہم نے مسجد نبوی شریف میں فجر کی نماز بھی اپنی الگ جماعت سے پڑھی، اور میدان عرفات میں بھی خیمہ ہی میں عصر کی الگ جماعت کروائی۔ (مقالات)

......علامہ فیض احمد اویسی لکھتے ہیں: اس کو بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نانا ﷺ کا علم غیب کہیے، کیونکہ فتنہ نجد آپ کی نگاہوں کے سامنے تھا، حالات بدلتے رہیں گے، حرمین شریفین میں بدمذہب امام بھی مقرر کیے جائینگے۔ اگر دوران حج ایک ہی امام کی اقتداء میں نمازوں کی ادائیگی رکن ٹھہر جاتی، تو خوش عقیدہ مسلمانوں کے لیے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ (امام حرم اور ہم: ۳۳)

لہٰذا تمام علماء و مشائخ و اہلسنت کا قطعی فیصلہ ہے کہ نجدی سعودی امام کے پیچھے ہماری نماز درست نہیں ۔۔۔۔ خود (راقم) جب عمرہ شریف کی سعادت سے (۱۰-۴-۴ء) مشرف ہوا، تو اپنے بزرگوں کے فتویٰ کی پیروی کرتے ہوئے، (الحمد اللہ) کوئی ایک نماز بھی نجدی امام کے پیچھے ادا کر کے ضائع نہیں کی۔

اس بات پر بھی غور کریں کہ جب بغیر روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیے، سلام عرض کیے، ان نجدیوں کا حج ہو جاتا ہے، تو نجدی امام کی اقتداء میں نماز پڑھے بغیر،

ہم اہلسنت کا حج وعمرہ کیوں نہیں ہو سکتا؟۔

بعض منہ زور قسم کے نجدی تو اس بات کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں: "کہ میں جب حج پہ گیا تو روضہ رسول ﷺ پر حاضری نہیں دی، کیا حج کی تکمیل کے لیے روضہ رسول ﷺ کی حاضری ضروری ہے؟"۔

ہم بھی بانگ دہل کہتے ہیں، کہ کیا حج وعمرہ کی تکمیل کے لیے، بےادب نجدی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا ضروری ہے؟۔

امامِ عاشقاں فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ اپنی عقیدت کا اظہار فرماتے ہیں:

اس کی طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصلِ مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، اب کعبے کا کعبہ دیکھو

امام لائق امامت ہو، تو کہیں بھی امامت درست ہے۔ ورنہ گستاخ رسول ﷺ اگرچہ کعبے کا امام ہو، اس کی امامت صحیح نہیں۔

......فتح مکہ کے دن، آپ ﷺ کے حکم سے صحابہ نے، کعبہ شریف کے غلاف میں چھپے ہوئے، رسول ﷺ کے ایک گستاخ کو قتل کر دیا۔ (بخاری: کتاب الحج)

نجدی امام (حرم) کے پیچھے نماز کا حکم:

......حضرت سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک شخص ایک قوم کا امام تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے قبلہ کی سمت تھوکتے دیکھ لیا۔ آپ ﷺ نے فارغ ہونے کے بعد اس کے مقتدیوں سے فرمایا: کہ یہ شخص (آئندہ) تمہیں نماز نہ

پڑھائے۔ جب اِسکے بعد دوبارہ اس نے اپنی قوم کو نماز پڑھانا چاہی، تو انہوں نے اسے امامت سے روک دیا، اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان پاک کی خبر دی۔ تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سبب معلوم کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! (میں نے روکا ہے)۔

راوی بیان کرتے ہیں، میرا خیال ہے، کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: انك اذيت الله و رسوله، "یعنی تو نے (قبلہ سمت تھوک کر) اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، موارد الظمآن، ص ۲۰۳، طبرانی کبیر بحوالہ مرقاۃ، ج ۲، ص ۲۲۵)

غور فرمایئے! اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے امت کو امامت کی ایک اہم شرط کی تعلیم دی ہے۔ اور یہ صحابیِ رسول ﷺ تھے، اُنہوں نے قبلہ طرف قصداً نہیں تھوکا تھا، یقیناً توبہ بھی کر لی تھی، اس کے باوجود بھی رسولِ کائنات ﷺ نے ان کو دوبارہ امامت کرنے کی رخصت نہیں دی، ہمیشہ کے لیے منع فرما دیا۔۔۔ اور فرمایا؛ تو نے اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے!۔

اے خواہش کے بندے! ذرا آنکھیں کھول، ہوش میں آ، مفتی اور محقق مت بن! بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی تعلیم میں غور کر! اور یہ بھی دیکھ کہ یہ لوگ صحابی نہیں، بلکہ وہابی ہیں، جو بھولے سے یا لاعلمی سے نہیں، بلکہ قصداً اور ہٹ دھرمی سے رسول اللہ ﷺ کو مردہ، آپکی ﷺ کی قبرِ انور کو بت، گنبد خضراء کو معبودِ باطل، آپکے ﷺ وسیلے اور طلب شفاعت کو شرک، آپ ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام، آپکے ﷺ والدین کریمین کو کافر، مشرک اور جہنمی (معاذ اللہ!) اور پورے عالمِ اسلام کو ان عقائد کی وجہ سے مشرکین مکہ سے بدتر مشرک کہتے ہیں۔۔۔ کیا یہ ساری باتیں محبوب خدا ﷺ کی اذیت کا باعث نہیں بنتی ہونگی؟۔

اب تم ہی کہو!۔۔۔کیا ایسی خبیث ذہنیت کے حامل لوگوں کی امامت جائز ہو سکتی ہے؟

علمائے اہلسنّت کا اتفاق، اور یہ پہلا دور نہیں:

اس نجدی دور سے پہلے بھی ایسے گزرے ہیں، جن میں حرمین شریفین میں ایسے امام مقرر ہوئے، جن کی امامت کے درست ہونے میں علما اسلام میں اختلاف پیدا ہوا۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، اور حجاج بن یوسف کے دور میں۔

مفتی وقار الدین قادری فرماتے ہیں: حرمین طیبین کے امام اور حجاز کی حکومت سب نجدی وہابی ہیں، اہلسنّت وجماعت کی نماز نجدیوں کے پیچھے نہیں ہوتی۔

مزید لکھتے ہیں: توہینِ نبوت کا یہ سارا فتنہ نجد سے شروع ہوا، اور اُن کی اولاد حرمین طیبین پر حملہ کر کے ترکی کے (اہل سنت) مسلمانوں کی حکومت (کو مشرک سمجھ کر ان) سے جنگ کر کے غاصبانہ طور پر حرمین پر قابض ہو گئی، اور اُسکی اولاد حرمین میں اب بھی امام ہے، اُنکے پیچھے نماز کو کوئی بھی سُنی عالم جائز نہیں کہتا۔ (وقار الفتاوی، ۲/۱۹۷، ۱۹۹)

ہم یہاں پر اختصار کے پیشِ نظر صرف ان مشائخ وعلمائے کرام کے نام درج کر رہے ہیں، جنہوں نے دورانِ حاضری حرمین شریفین کے، نجدی سعودی امام کے پیچھے کبھی نماز ادا نہیں کی، بلکہ نجدی امام کے پیچھے نماز کے نا جائز ہونے کے متعلق فتوے صادر فرمائے اور اپنے عقیدت مندوں اور مقتدیوں کو اس سے منع فرماتے رہے۔

"پیر سید مہر علی شاہ، امیرِ ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، سید جلال الدین شاہ بھکی شریف، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری، علامہ سید احمد سعید کاظمی، شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی، محمد عمر اچھروی، علامہ فیض احمد اویسی، ابوالبیان علامہ سعید احمد مجددی، مفتی سید شجاع علی قادری، مفتی مختار احمد نعیمی گجراتی، مفتی گل احمد عتیقی، مفتی احمد میاں برکاتی، مفتی غلام سرور قادری، مفتی ابونصر علامہ منظور احمد فریدی، مفتی عبدالعلیم مدرسہ نعیمیہ، مفتی غلام رسول رضوی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مفتی آف ادارہ منہاج القرآن وغیرھم۔ (تفصیل: "بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم" علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی حفظہ اللہ (اویسی بک) میں ملاحظہ فرمائیں)

کیا کوئی تھوڑی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی یہ کہہ سکتا ہے!۔۔۔کہ یہ کثیر تعداد علماء ومشائخ عظام بے علم، کم فہم، یا۔۔۔متعصب تھے؟۔

عوام کا حال تو یہ ہے کہ کسی عملی فاسق یعنی جھوٹے، دھوکہ باز، ان کے باپ کی توہین کرنے والے کی امامت تو کجا، اس کی اذان بھی گوارہ نہیں کرتے۔

ہم کہتے ہیں کہ جو کسی کی ایک بالشت زمین پر ناحق قبضہ جمالے، وہ قابلِ امامت نہیں رہتا، تو جن نجدیوں نے پورے حجاز پر اور بالخصوص حرمین طیبین پر ناحق اور ظلماً قبضہ جمایا، انکی امامت کیسے جائز ہوسکتی ہے؟۔

بندۂ مومن کے دین وایمان کی اصل، تعظیم وادب مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کیا یہ دینی بے غیرتی، اور ایمان کی ہلاکت نہیں کہ محبوب خدا ﷺ کی شان میں جن لوگوں کی بے ادبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ پھر بھی ہم بلا دلیل محض اپنی جہالت، تعصب۔۔۔یا اس شیطانی وسوسے کی بناء پر، کہ "وہ حرمین شریفین کے متولی ومنتظم ہیں"، ان کے پیچھے نماز کو جائز سمجھیں۔۔۔اور کیا امام کعبہ کے بارے میں کوئی خاص نص وارد ہوئی ہے، کہ وہاں

جیسا بھی امام ہو، اس کی ضرور اقتدا کرو؟۔

جن شخصیات کے ابھی نام گزرے یہ علم اور تقویٰ کے مینار تھے، ان کے مقابل ہماری رائے کی کیا حیثیت ہے؟۔۔۔اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے طریقے کی پیروی کا حکم ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"واتبع سبیل من اناب الی۔۔۔"

مولانا حسن رضا خان رضی اللہ عنہ بھی احساس دلاتے رہے ہیں:

گر تیرے باپ کو گالی دے کوئی بے تہذیب، غصہ آئے ابھی، کچھ اور ہو حالت تیری
گالیاں دیں انہیں شیطان لعیں کے پیرو، جن کے صدقے میں ہے ہر دولت و نعمت تیری
تو نے کیا باپ کو سمجھا ہے زیادہ ان سے، جوش میں آئی جو اس وجہ حرارت تیری
انکے دشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے، شرم اللہ سے کر کیا ہوئی غیرت تیری

صرف سنی امام کے پیچھے نماز پڑھو:

پہلی بات یہ ذہن نشین کرلیں کہ حق پر صرف ایک گروہ ہے نہ کہ کئی، جیسے بعض جاہل کہہ دیتے ہیں: کہ کسی کو گمراہ نہ کہو، اپنی جگہ سب صحیح ہیں، دین کا کام کر رہے ہیں۔

جب کہ یہ فلسفہ غلط ہے، کیونکہ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا: اس امت میں ایک جماعت نکلے گی، تم ان کے سامنے اپنی نمازوں کو معمولی سمجھو گے، قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے ایسے خارج ہونگے جیسے تیر شکار سے۔(بخاری:۱۰۲۴)۔(مزید حوالہ جات "گمراہ ٹولے کی علامات" عنوان ملاحظہ فرمائیں)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ (سارے نہیں بلکہ صرف) ایک جماعت جنتی ہوگی ، باقی بہتر (۷۲) فرقے دوزخی ہونگے۔(ترمذی:۱۹۳/۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جنتی اور دوزخی ہرگز برابر نہیں ہو سکتے"۔(حشر:۲۰)

اہل سنت جنتی ہیں۔۔۔۔ باقی فرقے فرقیاں جہنمی ہیں، لہذا اہلسنت کی نماز باقی فرقوں کے پیچھے نہیں ہوسکتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدمذہب کا نہ روزہ قبول ہے، نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ نفل، نہ فرض، وہ اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔ (ابن ماجہ:٦)

تو جب گمراہ امام کی اپنی نماز ہی قبول نہیں، تو مقتدیوں کی کیسے قبول ہوگی؟

بعض روایات میں صراحۃ فرمایا: "ولا تصلوا معهم ولا تصلوا عليهم" کہ نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھنا، اور نہ ہی ان پر نماز پڑھنا۔ (شفاء:٢٦٦/٢، ابن حبان، مستدرک، مجمع الزوائد، حلیۃ الاولیاء، تاریخ بغداد، جمع الجوامع، کنز العمال، معجم کبیر، تفسیر قرطبی، السنۃ لابی ابن عاصم، لسان المیزان)

ایک مقام پر فرمایا: کہ خود بھی ان (گمراہوں) سے دور رہنا اور ان کو بھی اپنے سے دور رکھنا، کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ مسلم)

امام ذہبی غفرہ اللہ، امام اجل سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت نقل کرتے ہیں: کہ تم نماز صرف اس (امام) کے پیچھے پڑھو، جس پر تمہیں یقین اور اعتماد ہو، کہ وہ، "من اهل سنة"؛ "کہ وہ اہل سنت ہے"۔ (تذکرۃ الحفاظ:٢٠٧/١)

امام کمال بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کیا ہے: کہ بدعقیدہ لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ (فتح القدیر علی الھدایہ:٣٠٤/١)

لہذا یہ فکر کسی صورت بھی درست نہیں کہ نماز ہی پڑھنی ہے، جس کے پیچھے بھی پڑھ لو۔

باب:۴٦

اسماعیل دہلوی کی ''صراط مستقیم''

ہندوستان میں بانی وہابیت اسماعیل دہلوی کی کتاب ''صراط مستقیم''، کو وہابی مولوی اس کتاب کی مشہور گستاخانہ اور کفریہ عبارت کی وجہ سے اس کتاب کے صرف پہلے باب کو اسماعیل کی تحریر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کفریہ اور گستاخانہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔ ''کہ نماز میں آپ ﷺ کی طرف اپنا دھیان لگا دینا، بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ کیونکہ اس سے شرک ہو جاتا ہے''۔ (معاذ اللہ)

غلام رسول مہر نے لکھا: صرف پہلا باب اسماعیل کا ہے۔ (''مقدمہ [illegible]'' ص ۱۱، نعمانی کتب خانہ (اہلحدیث) ۱۹۹۲ء)

مناظرہ راولپنڈی، مابین مناظر اہل سنت: علامہ محمد حنیف قریشی حفظہ اللہ تعالی، اور وہابی مناظرین طالب الرحمان، اور عمر صدیق۔ ان دو چوٹی کے ذمہ دار وہابی مناظرین نے بھی، ''صراط مستقیم'' کی مشہور گستاخانہ عبارت سے دہلوی کو بچانے کے لیے، دوغلا پالیسی اور مکر سے کام لیتے ہوئے، سارا زور اسی بات پر لگا دیا، کہ صرف پہلا باب شاہ اسماعیل کا ہے۔ اور یہ عبارت عبدالحی دیوبندی کی ہے، اور کفریہ ہے۔ اگر یہ عبارت پہلے باب میں ہو، جو کہ شاہ اسماعیل کا ہے، تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ وہابیوں کے نزدیک اس کتاب ''صراط مستقیم'' کا پہلا باب مسلمہ ہے، اور آج بھی حجت ہے۔

"صراط مستقیم" کے متعلق، دہلوی کا اپنا بیان:

"اما بعد! عاجز و ذلیل، خداوند جلیل کی رحمت کا امیدوار بندہ ضعیف محمد اسماعیل عرض کرتا ہے۔۔۔ اس کتاب کے اثنائے تحریر میں چند اوراق جناب افادت مآب، قدوۂ فضلائے زمان، زبدۂ علماء دوران مولانا عبدالحیٔ دام اللہ برکاتہ، جو حضرت سید صاحب کی بارگاہ عالی کے ملازموں کے سلک میں منسلک ہیں" کے لکھے ہوئے، جن میں چند مضامین ہدایت آگین حضرت سید صاحب کی زبان سے سن کر مولانا نے تحریر کیے تھے، ملے پس ان اوراق کو طوالت سے بے رو داور غنیمت بے مشقت سمجھ کر اس کتاب کے دوسرے نادر و تیسرے باب میں درج کر دیا۔" (صراط مستقیم، ص ۱۴،۱۵، اسلامی اکیڈمی)

اس بیان سے پتہ چلا کہ سید احمد کی اس گستاخانہ عبارت سمیت، جس کا راوی عبدالحیٔ یا خود دہلوی ہے، کتاب کے سارے مضامین کو بذات خود اسماعیل دہلوی نے ہی درج کیا ہے۔ اور یہ ساری کتاب اسماعیل دہلوی، اور غیر مقلد و دیوبندی حضرات پر حجت ہے۔ (مزید تفصیل اور حوالہ جات کے لیے کتاب "تروید او مناظرہ راولپنڈی" "گستاخ کون؟" (اسلامک بک راولپنڈی) کا ضرور ملاحظہ کریں)

اسماعیل دہلوی اور حدیث قدسی کا مفہوم: (تائید نظریات صوفیاء)

صراط مستقیم کا پہلا باب، جس کو چار و ناچار مولوی اسماعیل ہی کا مانا جاتا ہے۔ اسی باب اول (چوتھی ہدایت، دوسرا افادہ، فنا و بقا کے مقام کا بیان) سے ایک اقتباس بصورت خلاصہ آپ کی نظر کرتا ہوں، جس میں صوفیائے کرام کے نظریات کو حق سمجھ کر بیان کیا گیا ہے۔

لکھا: "جیسے لوہا آگ میں جا کر، آگ کی سی صورت و خاصیت تو اختیار کر جاتا

ہے، مگر ہوتا پھر بھی لوہا ہی ہے۔ اور وہ سارے احکام اور آثار اب بھی آگ پر ہی مرتب ہوتے ہیں، جس نے لوہے پر غلبہ اور اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ آگ نے اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی سواری بنا کر اپنی سلطنت کا تخت قرار دے رکھا ہے، اس لیے وہ آثار و احکام لوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کیے جا سکتے ہیں۔

چنانچہ آیۃ "وما فعلته عن امری"، اس کیفیت کا بیان ہے، اور آیۃ "فاراد ربك "اسی کی طرف اشارہ ہے۔۔۔ الغرض اگر اس آگ میں، اس آہن پارہ کو بولنے کی طاقت ہوتی، تو سوزبان کے ساتھ آگ اور اپنی عینیت اور یک جان ہونے کا شور اور غل مچاتا، اور خواہ مخواہ ضرور ایک ساعت کے لیے اپنی حقیقت سے غافل ہو کر یہ بول اٹھتا: کہ میں جلانے والی آگ کا انگارہ ہوں، اور میں ہر وہ چیز ہوں کہ باورچیوں، لوہاروں اور سناروں بلکہ تمام پیشہ وروں کاریگروں کے کاروبار میرے ساتھ وابستہ ہیں

اسی طرح جب اس طالب (ولی) کے نفس کامل کو رحمانی کشش اور جذب کی موجیں دریائے احدیت کی گہری تہ میں کھینچ لے جاتی ہیں، تو (۱)"انا الحق "اور (۲) "لیس فی جنبی سوی الله " کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے۔

اور یہ (۳) حدیث قدسی: "کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها"، ایک اور روایت کی رو سے: "السانه الذی یتکلم به "، اسی حال کی حکایت ہے۔۔۔ اور حدیث: "اذقال الله علی لسان نبیه سمع الله لمن حمده۔۔۔"۔

اور حدیث (۴): یقضی الله علی لسان نبیه ماشاء "اسی سے کنایہ ہے۔ (۵)

اور یہ نہایت باریک بات اور نہایت نازک مسئلہ ہے۔ چاہیے کہ تو اس میں تامل و غور کرے، اور اس کی تفصیل کو دوسرے مقام پر چھوڑ دیجئے۔

ترجمہ شعر: اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا کیوں کہ وہ ایسا بھید ہے، جس سے بولنے والی زبان گونگی ہے۔(۶) اور زنہار خبردار اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا! کیوں کہ جب وادیٔ مقدس کی آگ سے ندائے: "انی انا اللہ رب العالمین "، صادر ہوئی، تو پھر اشرف الموجودات سے جو حضرت ذات سبحانہ وتعالیٰ کا نمونہ ہے، اگر (۷) "انا الحق " کی آواز صادر ہو تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔

اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے، (۸) عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا، اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا، اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا، (۹) اور آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا۔ اور اس معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں موجود ہے: "لئن سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه"۔ اور منجملہ لوازم اس مقام کے ایک یہ ہے کہ اس (۱۰) " صاحب حال" کے دشمن و بداندیش پر ہر وبال اور مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی: "من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب"۔ اسی مضمون کا فائدہ دیتی ہے"۔

تیسرے افادہ، کا یہ جملہ بھی بڑا اہم ہے۔

لکھا: "اس مقام کے لوازم میں سے ہے، (۱۱) "وحدت الوجود " سے دم مارنا، (۱۲) اور معارف الٰہیہ کے ساتھ لب کھولنا"۔ "اور جو موجودات کے ذرّات میں سے کسی ذرے میں چمکتا ہے، "سب کو اس کے جمال لایزال کا عکس سمجھتا ہے"، اور جو نقصان ممکنات میں سے کسی ممکن کے اندر ہوتا ہے، سب کو اس کے بارگاہ جلال سے دور اعتقاد کرتا ہے، پس ساعۃً فساعۃً اس کی قدرت کے عجائبات کے دریا میں غوطے لگاتا ہے"۔

(پہلا افادہ، سعید وہ ہے جو ازل سے سعید لکھا جا چکا ہے)

یہ سارا وحدت الوجود کی کیفیت کا بیان ہے، اور دہلوی کی زبان ہے۔

مسلک صوفیاء کرام (وحدت الوجود وغیرہ) اور اسماعیل دہلوی:

بارھویں شریف کی نسبت سے یہ بارہ جملوں کی نشاندہی ہے۔ جو کہ وہابیت کش اور اہل سنت کے مؤید (تائید کرنے والے) ہیں۔ اور چھٹا پوائنٹ قابل غور ہے۔

(۶) "زنہار خبردار! اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا"۔

یہ وہی باتیں ہیں، جن کا اسی دہلوی نے "تقویۃ الایمان" میں خود ہی انکار کیا، اور شرک و بدعت قرار دیا۔۔ لہذا یہ اپنے ہی فتوے سے، مشرک اور بدعتی ٹھہرا۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے بھی "وحدت الوجود"، کے معنی "وحدت الموجد" لیے ہیں، کہ یہ معنی اس آیت کے مطابق ہیں، "اللہ نور السموات والارض"، یعنی کائنات کو وجود بخشنے والا، بنانے والا "واحد" ہے۔ اصل میں اسی کا وجود ہے، باقی سب حادث وفانی ہیں"۔ (جیسے، کل من علیہا فان)

وحدت الوجود کا معنی "وحدت الموجودات"، "کہ یہ سب اللہ تعالی ہی ہے"۔۔۔ کوئی اہل شرع نہیں لیتا، بدقسمتی سے یہی مشہور ہو گیا۔ (فتاوی ثنائیہ: ۱/۱۴۹)

کاش کہ غیر مقلد حضرات، اپنے شیخ الاسلام کی اس ہدایت اور تحقیق کو اپنے پیش نظر رکھتے۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا: "بزرگان دین کی خدمت اسلام سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔۔۔ یہ حضرات اپنے اپنے مسلک کے مطابق متبع سنت تھے"۔ (ایضا ص ۱۵۱)

پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے امرتسری نے کہا: آپ صوفی منش بزرگ، اور وحدت الوجود کے معتقد تھے۔

(اخبار امرتسر ص ۱۴، ۲۱ مئی ۱۹۳۷ء)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "انفاس العارفین" میں صوفیا کرام کے اس نظریے کی توضیح وتائید کی ہے۔

صوفیا کرام کے یہی وہ اقوال واحوال (انا الحق، وحدت الوجود وغیرہ) ہیں، جن کی وجہ سے، سعودی پالتو وہابی مولوی تمام صوفیاء کرام، بالخصوص بایزید بسطامی، جنید بغدادی، معین الدین چشتی، داتا علی ہجویری، شیخ اکبر ابن عربی وغیرہم رضی اللہ عنہم کی شان میں کھل کر زبان درازی کرتے ہیں، انہیں بے ایمان، زندیق اور گستاخ رسول تک کہتے ہیں۔

اور کہتے ہیں: کہ قبر پرستی والا سارا دین انہیں (اولیاء اللہ) نے ہی پھیلایا ہے، یہ سارا گند انہیں نے ہی مارا ہے۔ (استغفر اللہ!)

اب اگر ایسے نجدی مولویوں میں کچھ بھی غیرت وحیا کا مادہ ہے، تو وہ شاہ ولی اللہ، اسماعیل دہلوی، اور ثناء امرتسری کو بھی زندیق وبے ایمان کہیں، اور علی الاعلان ان سے برأت کا اظہار کریں۔

پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی کچھ شر پسند اور غیر مقلدین نے صوفیا کے بارے "وحدت الوجود" کی وجہ سے طوفان بدتمیزی برپا کیا تھا۔ جس کا آپ نے مکمل محاسبہ فرمایا۔ وہ پھر بھی کچھ حیا والے تھے، ان کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

(ملاحظہ کریں: "شیخ اکبر کی تائید میں انعامی دعوت مناظرہ اور علمائے اہل حدیث کا سکوت"۔ (مہر منیر، ۲۶۵)

مگر آج کے یہ ایسے بے حیا، اور ہٹ دھرم ہیں، بکتے ہی جاتے ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: توحید ایمان ہے، "وحدت الوجود" حق۔ زعم اتحاد، الحاد (کہ سب کچھ اللہ ہی ہے، یہ بے دینی) ہے۔ صوفیا اہل تحقیق ہیں، ان کے ایسے مقلدین ملحد وزندیق ہیں۔ (فتاوی رضویہ ۱۵/۲۸۰)

یہ بے لحاظ لوگ مجذوب اولیاء کا انکار اور بے ادبی کرتے ہیں، لیکن دہلوی کے لڑکے کو بجائے پاگل لکھنے کے، لکھا: ''صرف ایک بچہ ہوا، جس کا نام شاہ محمد عمر تھا، اس کی پوری زندگی نیم مجذوبیت کی حالت میں گزری''۔ (مقدمہ تقویۃ الایمان: ۱۰، نعمانی کتب خانہ)

مسئلہ وحدت الوجود، بزرگوں کے شطحیات وغیرہ پر تحقیق، اور منکرین کا محاسبہ ملاحظہ کرنے کے لیے۔ (روئیداد مناظرہ راولپنڈی؛ کتاب ''گستاخ کون؟'' (اسلامک بک راولپنڈی) کا ضرور ملاحظہ کریں)

حضرت داتا علی ہجویری کی گستاخی:

وہابی مولوی ''کشف المحجوب'' کی ایک عبارت: ''رسول اللہ ﷺ کی نظر زید کی بیوی پر پڑی تو وہ زید پر حرام ہو گئیں''۔ (سکر و صحو کا بیان)

پیش کر کے سرعام داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو گستاخ رسول ثابت کرنے کی خبیث کوشش کرتے ہیں۔

حالانکہ ''وتخفی فی نفسک۔۔۔۔۔۔ الخ''۔ (احزاب: ۳۷) جہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دینے اور آپ ﷺ سے نکاح کر دینے کا ذکر ہے۔ اس کے تحت امام ابن کثیر نے لکھا ہے: اس مقام پر ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے بہت سی غیر صحیح روایات ذکر کی ہیں، جن سے ہم عدم صحت کی بنا پر صرف نظر کرتے ہوئے درج نہیں کرتے۔ مسند احمد میں بھی ایک غریب روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اسے بیان کرنا بھی ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سعودی مفسر نے لکھا: ''اسی طرح ہاروت و ماروت کے بارے میں بھی تفاسیر میں اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے۔ لیکن کوئی صحیح مرفوع روایت اس بارے میں ثابت

نہیں"۔(ص:۴۳۲)

مزید لکھا: اسی لیے بعض مفسرین نے تو اسرائیلی روایات کو بنیاد بنا کر ایسی باتیں لکھ دیں ہیں، جو ایک نبی کی شان سے فروتر ہیں۔(ص:۱۲۷۷)

ہم کہتے ہیں کہ جب بقول ابن کثیر اور سعودی مفسر کے ابن ابی حاتم اور ابن جریر وغیرہ قدیم وسلف مفسرین نے بھی ایسی کئی اسرائیلی روایتیں نقل کیں ہیں، جو انبیاء کرام کی عصمت کی مطابق نہیں، اور یقیناً "کشف المحجوب" کی یہ روایت بھی انہیں تفسیروں سے نقل کی گئی ہے۔

تو پھر نجدی بے ادب، قرن الشیطان صرف حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ہی کیوں پڑے ہیں، اور صرف ان کو ہی تنقید وطعن کا نشانہ کیوں بناتے ہیں، اور صرف آپ کے متعلق ہی گندی زبان کیوں استعمال کرتے ہیں۔

اور اگر ان گستاخ لوگوں کو (جن کی بنیاد ہی "تقویۃ الایمان" ہے، جس میں جی بھر کر انبیاء واولیاء کی بے ادبیاں کی گئیں) تقدیس رسالت کا اتنا ہی پاس ہے، تو پھر ایسے تمام قدیم مفسرین اور اپنے دہلوی وغیرہ کو بھی گستاخ رسول کہیں۔ تاکہ ان کے خلوص محبت رسول کا پتہ چلے۔ لیکن مقصد کوئی اور ہے۔۔۔ اور وہ ہے کہ ان لوگوں نے شیطان کی اتباع میں صالحین دشمنی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اسی لیے رسول کائنات ﷺ نے اس فرقے کو "قرن الشیطان" کا لقب دیا۔

ان لوگوں کو اولیاء کرام سے اصل میں یہ عداوت کیوں ہے؟ اس کا اظہار ایک وہابی مولوی نے کیا، کہنے لگا: "عوام کہتے ہیں کہ برصغیر میں اسلام انہیں بزرگان دین نے ہی پھیلایا ہے۔ ہاں یہ قبر پرستی کا سارا دین انہیں نے ہی پھیلایا ہے۔ یہ سارا گند

انہوں نے ہی مارا ہے"۔

چونکہ قرآن پاک صراط مستقیم بزرگان دین کے رستے کو قرار دیا ہے۔لہذا صالحین اور عام مسلمانوں کی راہ سے جدا چلنا، خود ان کی گمراہی اور ضلالت کا ثبوت تھا۔اس لیے ان لوگوں کی مجبوری تھی کہ وہ جیسے تیسے بھی ہو، مشہور معروف صالحین اور قدیم مسلمانوں کو مشرک اور گمراہ ثابت کریں، تا کہ خود کو سچا باور کرا سکیں، تو اس کے لیے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا، اور اب بکتے ہی رہتے ہیں۔

اور یہ بھول گئے کہ:"من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب"

صراط مستقیم، پہلے باب کے مفید حوالہ جات (تائید اہلسنت)

ہم صراط مستقیم کے پہلے باب، جو کہ وہابیوں کی نزدیک مسلمہ طور پر اسماعیل دہلوی کا ہی ہے، سے ایسی عبارات پیش کر رہے ہیں جو عقائد اہل سنت کی تائید کرتی ہیں، اور نجدیت سوز ہیں۔

❁......اور (ولائیت کے) اس مقام کے لوازم میں سے ہے، عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا، اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا، اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا، آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا۔اور اس معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں موجود ہے:"لئن سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لا عیذنه"۔(ص:۳۴)

❁......سید احمد سب سے بڑی نعمت، ہادیٔ زمانہ، مرشد یگانہ ہے۔لوگوں کو ان سے دیر تک فائدہ اور نفع پہنچے۔(ص:۱۴)

❁......سید احمد کی ذات ابتداء فطرت سے آپ ﷺ سے کمال کی مشابہت پر پیدا کی گئی۔(ص:۱۵)

❁ ...... عبدالحیٰ کے برکات اللہ تعالیٰ ہمیشہ رکھے۔ (ص:۱۵)

❁ ...... سید احمد کی زبان برکت نشان ہے۔ (ص:۱۵)

❁ ...... سلف کی اصطلاحات سے تطبیق دینے کی ضرورت پڑی۔ طریق ثلاثہ، قادریہ، چشتیہ ،نقشبندیہ جو زیادہ مشہور ہیں، کے اشغال کی تجدید کرنی ہے۔ (ص:۲۳)

❁ ...... اور کمالات حق کا عکس اپنے اندر دیکھا، حدیث: "وان الله خلق آدم على صورته" ،اسی طرف اشارہ ہے۔ (ص:۲۶)

❁ ...... کسی بزرگ کا مقولہ ہے: کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرمائے تو میں اس کی طرف التفات نہ کروں۔ (ص:۳۰)

❁ ...... محض خشک زاہد ہو جاتا ہے۔ (ص:۳۱)

❁ ...... اسی عبادت میں لذت اور طاعت میں شرینی پانے کی سبب سے خشک ملائی سے دور اور الحاد و بےدینی سے پاک ہوتا ہے، اسی وجہ سے امر تقویٰ وعبادت میں افراط وتفریط سے محفوظ رہتا ہے۔ (شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی والد گرامی نے وصیت کی تھی، کہ خشک مولوی نہ بننا، بلکہ عاشق بننا۔ (مقدمہ "مدارج النبوت")۔ (ص:۶۱)

❁ ...... شعائر اللہ کی تعظیم ،یعنی منعم کے نام ،کلام، لباس ،ہتھیار، سواری اور مکان کا ادب کرنا۔ (ص:۳۷)

❁ ...... کسی بزرگ کو حقیقۃً غنی اور جواد نہیں کہا جاسکتا۔ (ص:۳۹)

❁ ...... صمدیت اور تعظیم ،ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ عبادت تب کسی کی جائز ہوگی، جب اس کی صمدیت ثابت ہوگی۔۔۔ ہر مذہب کا آدمی اپنے معبود کے مستحق ہونے پر اسی صمدیت کی وجہ سے استدلال کرتا ہے۔۔۔ شارع علیہ السلام نے بھی، معبودان باطلہ کی معبودیت کو اسی صمدیت کے نہ ہونے سے باطل کیا، جابجا ان کی محتاجی کو ثابت کیا۔۔۔ علم تفسیر میں مہارت رکھنے والے اس اصول

کو خوب جانتے ہیں۔ (دوسری فصل پہلی ہدایت، پہلی تمہید، ص ۴۰، ۴۱)

❁ .... تفرد بالالوہیت کو جو کہ صمدیت کی اصل ہے۔ (دوسری تمہید: ۴۳)

❁ .... یہ ایک وجدانی امر ہے، کہ تقریر و تحریر کا دائرہ اس کے بیان و تصویر سے تنگی کرتا ہے، بجز وجدان صحیح اور قلب سلیم کے کسی کو اس کارخانہ میں دخل نہیں۔ (ص: ۵۱)

❁ .... اور اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے کہ ---- اور ہر فقیر جو کسی خانقاہ میں ڈیرہ لگائے ہوئے ہوتا ہے ---- اپنی حیثیت کے مطابق بجالاتا ہے۔ (ص: ۵۳)

❁ .... یہ بزرگ زیادہ تر سعادت مشاہدہ و مکالمہ سے کامیاب ہونے والے ہیں۔ (ص: ۵۵)

❁ .... اسی استغراق ہمت اور فنائے عزیمت کے نتائج سے ہے، کل ماسوی اللہ سے تمام علائق حُبیہ اور بغضیہ کا ---- منقطع ہو جانا، اور خوف خدا و محبت الٰہی کی وجہ سے طلب مشکل کشائی اور دفع بلیات و استدعا منافع وغیرہ کا اسی میں منحصر ہو جانا۔ (ص: ۵۶)

❁ .... خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ، یا ---- پیغمبروں یا ولیوں کی طرف کسی کام کے سر انجام دینے کا حکم ہوتا ہے، یا رغبت دلائی جاتی ہے، یا اس واقعہ کا تمام حال اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے۔ (ص: ۷۹، ۶۶)

❁ .... امور کے طلب کرنے میں صرف دعا کرنا اور غیب کی طرف متوجہ ہونا محدثین اور حواریین کی عادت ہے ---- ان کی دعا بھی تقدیر کے ظاہر ہونے کے لباسوں اور فیض غیبی کی صورتوں میں سے ایک ہے۔ اس مقام کی تحقیق اور اس مقصود کی تفصیل صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہم بزرگوں کے حالات سے طلب کرنی چاہیے، حاصل کلام اس راستے کے امام اور گروہ کے بزرگ ان فرشتوں کے زمرے میں شمار کیے جاتے ہیں، جن کو ملاء اعلیٰ کی طرف سے تدابیر امور کے بارے میں الہام ہوتا ہے ---- پس ان بزرگوں کے احوال کو بزرگ فرشتوں کے احوال پر قیاس کرنا چاہیے۔ (ص: ۶۹، ۶۸)

❁ .... بعض مردان حق اسی کمال پر پیدا ہوتے ہیں۔ (ص: ۶۹)

❁ ـــــ اگر چہ ظاہری تسلط ان کو نصیب نہ ہوگا، اگر چہ جہلا ان کی ریاست کو نہ مانیں۔ (ص:۷۴)

❁ ـــــ یہ مت سمجھنا کہ اس کمال والے لوگ اس جہاں سے منقطع ہو چکے ہیں، اور قرب الوجود روئے زمین سے محو ہو گیا ہے۔ (ص:۷۷)

❁ ـــــ ان کے کمال پر مطلع ہونے والا، ان کو تہہ دل سے دوست رکھتا ہے اور اس کے علموں اور خبروں کو تہہ دل سے مانتا ہے، اور ایسے لوگوں کی محبت دلی تقویٰ کی علامت ہے۔

(حج:۳۲)۔(ص:۷۹)

❁ ـــــ نیابت عن اللہ کے مقام سے ظلی طور پر انبیاء کی وسیلے سے بعض بزرگوں کو بھی کچھ حصہ ملتا ہے۔ (قصص،ص:۸۰)

❁ ـــــ ہر دور کی ہدایت کو کمال تک پہنچانا، یہ مقام مستقل طور پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔

(ص:۸۲)

❁ ـــــ کتاب فتوح الغیب کو جو ولیوں کے پیشوا اور صاحبان فنا و بقاء کے امام، فضیلتوں اور بزرگیوں والے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ (ص:۸۴)

❁ ـــــ قرآن و حدیث کی تحصیل کے بعد یہ نازک اور باریک علم، بعض لوگوں کے واسطے اکسیر اعظم کا حکم رکھتے ہیں ـــــ فنون عربی کے استادوں اور اجتہاد کے اماموں، اور علم کلام کے داناؤں اور تہذیب اخلاق اور حکمت ایمانیہ والوں کی کوشش سے، وہ باریک علم ظاہر ہوئے، اور ان بزرگوں کی کوششوں سے۔ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" ۔(ص:۸۸)

یوں تو ساری کتاب عبدالحئ دہلوی کی مرتب کردہ ہے، بعض اوراق چاہے عبدالحئ کے ہیں جیسے دہلوی کا اپنا بیان ابھی گزرا ہے۔ لیکن یہ ساری عبارات پہلے باب کی ہیں، جو کہ وہابیوں کے تمام مکاتب فکر پر حجت ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۴۷

وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مختصر تعارف

وحید الزماں غیر مقلد نے "علامہ قسطلانی" کے حوالے سے بعد از وصال آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنے پر سلف کا اجماع نقل کیا ہے، اور یہ بھی لکھا کہ اس اجماع کو توڑنے والا پہلا شخص وہابیوں کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہے۔ (ہدیۃ المہدی: ۴۷ تا ۴۹)

ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) وہ شخص ہے، جس نے متعدد مسائل میں اجماع امت سے انحراف کیا اور کئی بدعتیں نکالیں، اور نجدیوں کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے، اسی کی مخصوص تعلیمات کو اساس بنا کر شیخ نجدی نے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی، اس کی چند بدعتیں یہ ہیں۔

۱: مثلاً رسول اللہ ﷺ کے روضے پاک کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام قرار دیا۔ (مجموع الفتوی: ۲۷/۲۷، از ابن تیمیہ، فتاوی حدیثیہ: ۱۱۶، از علامہ ابن حجر ہیتمی مکی)

سعودی مفتی ابن باز نے بھی ابن تیمیہ کی مذموم تقلید میں اس سفر طیبہ کو ناجائز کہا، اور وجہ یہ بتائی کہ اس سے آپ ﷺ کی قبر پر میلہ لازم آتا ہے۔

(زیارت مدینہ منورہ: ۴۷، ۴۴)

بعض نجدی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کو معاذ اللہ "زنا" کے گناہ تک پہنچاتے ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۲۲۵، از حسین احمد دیوبندی)

جبکہ علامہ نووی نے اس مقدس سفر کے مستحب ہونے پر شروع سے لیکر اپنے زمانے (۶۷۶ھ) تک اجماع نقل کیا ہے، کہ مسلمان آج تک قبر النبی ﷺ کی زیارت

اور صحابہ کرام کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے یہ مبارک سفر اختیار کرتے رہے ہیں، قربتوں میں سے اہم قربت ہے۔ (نووی بر مسلم:۱/۸۴، مجموع:۸/۲۰۲)

امام قسطلانی فرماتے ہیں: جان لو زیارت قبر رسول ﷺ سب سے بڑا ذریعہ تقرب ہے، ایسی اطاعت ہے، جس کی قبولیت کی امید زیادہ کی جا سکتی ہے، یہ بلند درجات کی طرف ایک راستہ ہے، جس (ابن تیمیہ اور اس کے متبعین نجدی حضرات) نے اس کے علاوہ عقیدہ اختیار کیا، اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا، اللہ اس کے رسول اور علماء کبار کے جماعت کی مخالفت کی۔۔۔۔۔ قاضی عیاض نے فرمایا: یہ مسلمانوں کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے، ایسی فضیلت ہے جو مسلمانوں میں بہت مرغوب ہے۔ (مواہب الدنیہ:۳/۴۰۳)

سفر معراج میں جبریل علیہ السلام نے بڑے اہتمام کے ساتھ وہ راستہ اختیار کیا جہاں موسی علیہ السلام کی قبر اور دیگر مقدس مقامات تھے، آپ ﷺ نے قبر موسی علیہ السلام کے پاس نماز بھی ادا کی۔ (مسلم:۴/۲۳۷۴، روح البیان:۳/۳۹۵، سنن نسائی:۱/۷۸، طبرانی کبیر: ۷/۲۸۳، ابن کثیر:۳/۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن تیمیہ کی اس بدعت کو نفرت کے ساتھ نقل کر کے رد کیا ہے۔ (فتح الباری:۳/۶۵)

ملا علی قاری نے اسی بنا پر ابن تیمیہ کی تکفیر کی تصویب کی، کہ اس نے ایک اجماعی مستحب کو ناجائز کہا۔ (شرح شفاء:۳/۵۱۴)

۲: قبر النبی ﷺ کی طرف منہ کر کے سلام عرض کرنے اور دعا مانگنے کو ناجائز کہا، اور امام اعظم رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا، کہ آپ کا بھی یہی قول ہے۔ (مجموع الفتوی:۲۷/۱۱۷)

سعودی مفتی ابن باز نے سلف امت پر جھوٹ باندھا: کہ کسی نے بھی یہ نہیں کیا، اور یہ نئی بدعات میں سے ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ:۲۷)

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ صحابہ وتابعین کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نبی ﷺ کی قبر پر آؤ تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو، اور منہ قبر انور کی طرف کرو، پھر کہو، "السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته"۔ (مسند امام اعظم مع شرح القاری: ص ۱۰۳، فتح القدیر: ۹۵/۳، علامہ ابن ہمام، المسلک المتقسط: ص ۳۳۷، علامہ علی قاری، شفاء: ۷۰/۲، المدخل: ۲۱/۱، علامہ ابن الحاج مالکی، المغنی: ۲۹۸/۳، علامہ ابن قدامہ حنبلی، شرح المہذب: ۲۷۳/۸، علامہ نووی، المواہب اللدنیہ: ۳۹۲/۲)

اس کے علاوہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے جب عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے فتویٰ پوچھا: "کہ جب میں دربار رسالت ﷺ میں حاضری دوں، تو اپنا منہ کس طرف کروں؟۔ آپ نے جواب دیا: امیر المؤمنین! آپ اس ذات کی طرف سے اپنا منہ کیسے پھیر سکتے ہیں، جو قیامت کے دن آپ کی، اور حضرت آدم علیہ السلام کی شفیع ہوگی۔ آپ قبر النبی ﷺ کی طرف منہ کریں، اور آپ سے شفاعت طلب کریں، اللہ تعالیٰ شفاعت قبول فرمائے گا۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے: "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك الخ"۔ (النساء:۶۴) (عیاض مالکی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے، الشفاء: ۴۱/۲، شرح شفاء خفاجی: ۳۹۸/۳۔ المواہب، علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، اس واقعے کے منکر بیہودہ ہیں۔ اتحاف الزائر: ۱۵۳۔ ہدایۃ السالک: ۱۳۸۱/۳، میں امام ابن جماعہ فرماتے ہیں، اس کے منکرین کو خواہش نفس نے ہلاک کر دیا ہے۔ شفاء السقام: علامہ سبکی۔ خلاصۃ الوفاء، علامہ سمہودی۔ تحفۃ الزوار اور الجوہر المنظم، از ابن حجر مکی۔ علی التجمل، سید محمد مہدی الرواس الرفاعی)

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کو مکروہ کہا کہ کوئی کہے کہ میں نے قبر انور کی زیارت کی ہے، کہ یہ عامیانہ الفاظ ہیں، مستحب یہ

ہے کہ یوں کہا جائے کہ میں نے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا ہے۔ (شفاء:۵۸۴)

۳: قبر النبی ﷺ کی جگہ کی ساری روئے زمین پر افضلیت کا انکار کیا، اور مزید یہ کہ افضلیت دینے کو بدعت اور اصول اسلام کے خلاف کہا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷، ص ۳۷)

جبکہ قاضی عیاض مالکی نے افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (شفاء ۷۵/۲۔ مزید حوالہ جات، علامہ خفاجی، نسیم الریاض: ۵۳۶/۳۔ علامہ قسطلانی، المواہب اللدنیہ ۳۹۵/۲۔ ملا علی قاری، مرقات: ۱۹۰/۲۔ علامہ علائی، درمختار علی ہامش الرد ۳۵۲/۲۔ علامہ شامی، ردالمحتار: ۳۵۲/۲۔ علامہ محمد بن یوسف، سبل الہدی والرشاد: ۴۵۴/۳، ۴۵۱)

معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ نے تعصب میں آ کر اجماع امت کو بدعت اور مخالف اسلام کہدیا۔ (معاذ اللہ!)

۴: سرور عالم ﷺ سے مدد مانگنے (وسیلہ) کا منکر تھا، جس وجہ سے علماء نے زندیق کہا۔ (الدرر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۴، از حافظ ابن حجر عسقلانی، ہدیۃ المہدی، ص ۴۷ تا ۴۹)

۵: کہا کہ خواب میں یا جاگتی آنکھوں جس کسی کو بھی کسی نبی یا ولی، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہو، تو حقیقت میں وہ ہستی نہیں ہوتی جس کو وہ گمان کرتا ہے، بلکہ وہ شیاطین ہوتے ہیں۔ (استغفر اللہ!) (خلاصہ عبارات، التوسل والوسیلہ ص ۱۷، ۲۵، از ابن تیمیہ)

۶: ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا۔ (مجموع الفتاوی: ۳۳، ص ۱۱۔ شرفیہ بر فتاوی ثنائیہ: ۲۱۶/۱، ۲۲۰۔ المحلی بالآثار ج ۹، ص ۳۹۶۔ فتاوی اہلحدیث ج ۱، ص ۷۔ تحفہ وہابیہ ص ۷۳)

۷: خلفائے راشدین پر طعن کیا، انہیں بدعتی باور کرایا۔

(الدرر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۵، از حافظ ابن حجر عسقلانی۔ فتاوی حدیثیہ، ص ۱۱۴)

اسی کی تقلید میں ذاکر نائیک بھی یہی کہتا ہے۔ (سی ڈی)

۸: اللہ تعالیٰ کے لیے جسم و جسمانیت کا قائل تھا۔

(الدرر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۴۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۱۶)

ابن تیمیہ کے انہیں مکروہ عقائد اور بدعات کی وجہ سے علماء امت نے اسے بدعتی، گمراہ، غالی، زندیق و منافق قرار دیا۔۔۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے باوجود علم کے گمراہ کر دیا، اور نصیحت کی کہ ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم کی کتابوں سے بچ کر رہنا!۔

(الدرر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۴، از حافظ ابن حجر عسقلانی۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۹۹، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۷۳، از علامہ ابن حجر ہیتمی مکی۔ شرح شفاء، ج ۳، ص ۵۱۴، از ملا علی قاری)

شیخ نجدی کی گمراہی کا سبب بھی انہیں دو حضرات کی تصنیفات بنیں۔ ملاحظہ کریں: (از علامہ علی طنطاوی جوہری مصری، بحوالہ تاریخ نجد و حجاز۔ مختصر زاد المعاد: ۱۳، تالیف "محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمی"، دعوۃ وارشاد سعودیہ، ۱۴۲۹ھ۔ "امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی"، ص ۴۵، ۵۹، دارالکتاب والسنۃ سعودیہ، ۱۴۲۰ھ۔ "شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ"، مولانا منظور نعمانی دیوبندی۔ "محمد بن عبدالوہاب": ۱۵، ۱۶)

جو تیری پیروی کرے اس کے لیے بربادی ہے:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ابن تیمیہ کے شاگردوں اور عقیدت مندوں میں سے تھے، جب اس کی گمراہی پر مطلع ہو گئے، تو ابن تیمیہ کو ایک خط میں کہا تھا: کہ اس (وہابیوں) کے لیے بربادی ہے جو تیری پیروی کرے۔۔۔ تو کب تک خود کو سچا سمجھ کر سلف کی تحقیر کرتا رہے گا۔ (النصیحۃ الذہبیہ)

علامہ علاؤالدین بخاری نے فتویٰ دیا: کہ جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ کافر ہے۔ (الدرر الکامنہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن تیمیہ کے نظریات کو باطل قرار دیا ہے، کہ اس نے اہل بیت اور صوفیا کی توہین و تحقیر کی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی اردو: ۳۱۵)

(ابن تیمیہ کے متعلق علماء اسلام کے نظریات کی تفصیل جاننے کے لیے، کتاب: "گستاخ کون؟" اسلامک بک سنٹر راولپنڈی، ملاحظہ کریں)

کہ علماء اہل سنت کے نزدیک اس کی یہ حیثیت ہونے کے باوجود بھی یہ نام نہاد اہلِ حدیث، اجماع سلف کو چھوڑ کر متعدد مسائل میں اس آدمی کی اندھی تقلید کرتے ہیں، پھر بھی سلفی کہلاتے شرم محسوس نہیں کرتے۔

حالانکہ سعودی مفسر نے اجماع امت کی مخالفت کفر لکھا ہے۔ (ص:۲۵۶)

مزید: مسلک ومنہج سلف کی پیروی کی دعویٰ کیا گیا۔ (ص:۱۴،۱۱۴)

اِس سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (بنام "تفسیر احسن البیان"، مکتبہ دارالسلام) کے مقدمے میں اِس تفسیر کو سلفی تفاسیر کا خلاصہ کہا، جو کہ سلف کرام پر بہتانِ عظیم اور سفید جھوٹ ہے۔

صالحین نے رسول اللہ کو دیکھا یا شیطان کو؟:

ابن تیمیہ نے لکھا: کہ جب کوئی خواب میں یا بیداری میں، قبر کے پاس یا کہیں اور دیکھتا ہے یا سنتا ہے کہ اسے فلاں نبی یا ولی کی زیارت ہوئی، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بھی، تو وہ حقیقت میں شیطان ہوتا ہے (معاذ اللہ!)۔ (ملخص، التوسل والوسیلۃ ص ۱۷، ۲۵، از ابن تیمیہ)

حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری کتاب التعبیر)

آپ ﷺ اپنے صحابی، حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کے خواب میں تشریف لائے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمیت کئی اور صحابہ کرام نے تصدیق وتوثیق کی۔

اتوکھی: شان والے عاشق رسول، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ وصال محبوب ﷺ کے بعد شام چلے گئے، آپ ﷺ خواب میں ملے اور فرمایا: بلال! یہ کیسی جفا ہے،

کہ تم ہماری زیارت کو نہیں آتے ؟۔ (شفاء السقام: ۴۴، بحوالہ ابن عساکر وقال باسناد جید)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ متعدد اسناد کے ساتھ اس واقعے کو بیان کر کے لکھتے ہیں:۔۔۔ حضرت بلال کا خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھنا، (حق ہے) شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا۔ (شفاء السقام ص ۴۶)

سعید بن مسیب (تابعی) رضی اللہ عنہ، یزیدیوں کے مدینہ شریف پر حملے کے دنوں میں سرور عالم ﷺ کی قبر شریف سے اذان و اقامت کی آواز سن کر نماز ادا کرتے تھے۔ (مشکوۃ شریف، دارمی ۴۳/۱، دلائل النبوۃ لابن قیم ۵۶۷/۲، سبل الھدیٰ والرشاد ۳۵۷/۱۲، طبقات لابن سعد ۱۳۲/۵)

سرور عالم ﷺ نے امام محمد بن عبداللہ عتبی کے خواب میں آکر فرمایا: کہ ابھی ابھی میری قبر پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے والے اعرابی کو خوشخبری دے دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۳۰۶/۲، تحت النساء ۶۴، تفسیر قرطبی، تفسیر نسفی، شعب الایمان ۴۹۵/۳، وغیرہم)

امام طبرانی نے اپنے دو ساتھیوں سمیت روضہ نبوی پر بھوک کی شکایت کی، تو یا خبر نبی ﷺ نے ایک علوی صاحب کے خواب میں آکر حکم دیا کہ میرے مہمانوں کی تواضع کرو۔ (سیر اعلام النبلاء: ۴۰۰/۱۶، از امام ذہبی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۵۱/۲، امام تاج الدین سبکی، مصباح الظلام، از امام محمد بن موسیٰ المراکشی)

مزید اس طرح کے واقعات ملاحظہ کرنے کے لیے، "پکارو یا رسول اللہ" عبدالحکیم شرف قادری، کا مطالعہ فرمائیں۔

اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ جب عیسائیوں نے (۵۵۷ھ) میں

سازش کے تحت دو آدمیوں کو مدینہ پاک بھیجا کہ نبی آخرالزماں ﷺ کا جسد پاک یہاں سے نکال لیا جائے۔ سرنگ لگا کر جب وہ آپ ﷺ کے جسم پاک کے بالکل قریب پہنچے، تو آپ ﷺ نے مصر کے عادل حکمران سلطان نورالدین زنگی کو خواب میں آکر اس واردات کی اطلاع دی۔ (وفاء الوفاج ۲ ص ۶۴۸۔ بحوالہ "مسجد نبوی شریف" ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی ص ۱۳۵، مدینہ منورہ، مکتبہ ملک فہد سعودیہ)

کیا ان تمام صالحین امت نے بقول "امام الوہابیہ ابن تیمیہ" کے (معاذاللہ!) شیطان کو دیکھا؟ لعنة الله على الضالين!

ہم بھی بارگاہ مصطفوی ﷺ میں غلامانہ التجاء کرتے ہیں:

نگاہ لطف کے امید وار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں!

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ ﷺ!

❁❁❁❁❁❁❁❁

باب: ۴۸

سعودی تفسیر کے حوالہ جات: (فوائد و مسائل)

❁ زاد المعاد: ۱۴۳۲،۸۰ پ۔ ❁ تحفۃ المودود: ۱۳۱ پ۔ ❁ عون المعبود: ۱۰۱ پ۔ ❁ نیل الاوطار: ۸۴، ۱۰۰، ۲۵۰، ۳۰۵، ۳۲۹، ۱۵۹۰ پ۔ ❁ ارواء الغلیل: ۲۲۵، ۲۶۲، ۸۶۳ پ۔

❁ انور شاہ کشمیری دیوبندی: ۹۷ پ۔

واجب، سنت، مستحب اور مباح:

لکھا: "مستحبات پر کی بھی پابندی کرتے ہیں"۔ (ص:۱۱۴۳، مزید: ۱۸۳، ۱۸۴، ۳۳۱، ۳۴۵، ۵۵۰، ۸۶۴، ۹۲۱، ۹۲۳، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۸۶، ۱۱۳۳، ۱۱۴۳، ۱۱۹۰، ۱۲۲۷، ۱۲۵۵، ۱۳۹۱، ۱۵۱۹، ۱۵۴۹، ۱۶۰۶، ۱۶۳۳، ۱۶۴۳، ۱۶۴۷، ۱۶۶۶)

متفرق حوالہ جات (مسائل):

❁: "دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء اور علماء بھی (مہاجرین صحابہ کے ساتھ) اس (آیت) کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ (ص:۱۲۰) ❁: "کہ مسجد، مدرسے یا اور کسی کارِ خیر کے لیے کوئی چندہ لینے پہنچ جائے"۔ (ص:۱۱۸) ❁: "غائبانہ نماز جنازہ کا ذکر"۔ (ص:۳۴۴)

❁: "اس قول کے مطابق حلال ہے"۔ (ص:۲۸۳) ❁: "اہل کتاب کا وہ ذبیحہ حلال ہوگا جس سے خون بہہ جائے (مگر بزرگوں کے ایصال ثواب کا جانور ان نجدیوں کے نزدیک حرام ہے ۔ص:۶۹)۔ (ص:۲۸۵) ❁: "اندرونِ صلوٰۃ جواب پڑھنا مشروع نہیں"۔ (ص:۱۵۴۰)

قواعد:

❁ عرف کا اعتبار۔ (ص:۳۲۵، ۱۲۵۰) ❁ حدیث کا صحیح مرفوع اور متصل ہونا ضروری ہے۔ (ص:۳۱۱) ❁: حالات وظروف کی تبدیلی سے بعض مسائل کا بدل جانا۔ (ص، ۲۱۸، ۲۲۸، ۴۹۸، ۵۲۹، ۹۴۰، ۱۱۹۴، ۱۶۰۱، ۱۶۲۹) ❁: کسی طریقہ کی ظاہری صورت اگر حیلہ ہو جو نص کے خلاف نہ ہو تو جائز ہے۔ (ص:۶۶۳) ❁: مجتہد کو غلطی پر بھی اجر ملتا ہے۔ (ص:۹۰۱) ❁: ضعیف حدیث سے تائید ہوتی ہے۔ (ص:۹۱۱) ❁: لغوی سے ہٹا کر اصطلاحی معنیٰ خاص کر لیا ہے۔ (ص:۱۵۵۴، ۱۵۹۰) ❁: عبادت کے معروف معنی۔ (ص:۱۷۲۸) ❁: جزو بول کر کل مراد لیا۔ (ص:۱۷۵۴) ❁: مومن ومسلم میں فرق؟ لغت، اور حقیقتِ شریعہ۔ (ص:۱۷۷۴) ❁: عرب میں استعمال اسود کے معنی میں ہے۔ (ص:۱۷۷۰) ❁: قصداً ثقہ راویوں کو ضعیف وتاویل کرنا۔ (ص:۳۳۴) ❁: قرآن کا سیاق اس کی تائید نہیں کرتا۔ (ص:۳۲) ❁: قرآن محاورہ عرب:

کے مطابق نازل ہوا۔(ص:۲۳۳) ❁:عربی اسلوب کا لحاظ۔(ص:۸۸۶،۱۷۵۰) ❁:محاورۃ بولا گیا۔(ص:۱۵۱۴) ❁:آپ کے تمام افعال احوال،اقوال میں اقتدا ضروری ہے۔(ص:۱۱۷۲)

حقیقی ومجازی کی تقسیم:

(ص:۳۶،۱۳۹،۲۷۸،۳۶۳،۵۳۶،۸۳۶،۸۷۶،۷۷۸،۱۳۳۳،۱۳۱۳،۱۶۷۹،۱۷۳۲)

آیات میں عموم ذکر کیا:

(ص:۸۳،۱۱۹،۱۱۱،۱۲۰،۱۵۳، ۳۱۶،۲۸۱،۲۲۸،،۲۳۰، ۳۶۷،۳۷۶،۳۹۵،۵۰۶،۷۰۳،۷۳۷، ۷۵۹،۷۹۰،۸۰۸،۸۳۰،۹۲۹،۹۷۱،۱۰۷۹،۱۱۰۰،۱۱۷۲،۱۱۷۷،۱۱۸۷،۱۱۹۸،۱۲۲۰،۱۳۰۱،۱۳۰۲،۱۳۲۱،۱۳۵۶،۵ ۱۵۰۸،۱۵۳۸،۱۵۸۹،۱۶۱۲،۱۶۲۸،۱۷۱۹،۱۷۲۶)

عمر صدیق وہابی مناظر نے کہا:"یہ حضرت عمر کے زمانے کی بات ہے،حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے،نہ سنت ہے،نہ اجماع ہے،نہ قیاس ہے"۔(استغفر اللہ!)(مناظرہ:رکعاتِ تراویح) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی دلائل شرع چار(۴) ہیں۔

سعودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے:علمائے متقدمین اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت کرنے اور حلال وحرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔اولاً:کتاب اللہ۔ثانیاً:سنت رسول اللہ ﷺ۔ثالثاً:اجماع علمائے امت۔رابعاً:قیاس۔("وجوب العمل بالسنة النبوية و كفر من انكارها":رئاستہ ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء الریاض)

سعودی مفتی ابن باز کے فتوے:

❁ "آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی،آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے،اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے"۔("زیارت مدینہ منورہ":۳۶،پریذیڈنسی جنرل(وکالۃ رسالۃ عامہ)برائے امور مسجد نبوی شریف)

❁ "ضعیف حدیث شواہد سے حسن بن جاتی ہے"۔(فتاویٰ ابن باز :۴۹،اردو،دارالسلام الریاض) ❁ "مماتت میں کوئی صحیح،صریح نص نہیں آئی"۔(ایضا،ص:۵۰،۵۳) ❁: "تحیۃ المسجد سنتِ مؤکدہ ہیں"۔(ایضا،ص:۶۰) ❁: کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور انکا (عثمان بن ابی العاص) اپنا اجتہاد تھا، جس پر کوئی دلیل نہیں۔(ایضا،ص:۵۴) ❁: "ذاکوان تراویح میں دیکھ کر قرآن پڑھتے تھے، بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا مگر سند مذکور نہیں"۔(ایضا،ص:۷۹) ❁: "غالباً امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی"۔ (ایضا،ص:۶۱) ❁: "مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنے کے وجوب میں اختلاف ہے"۔(ایضا،ص:۶۹) ❁: "اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔(ایضا،ص:۷۳)

❁❁❁❁❁❁❁❁

میں اس کتاب کا خاتمہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی نقشبندی علیہ الرحمۃ کی دعا کے ساتھ کرتا ہوں: "اللهم ثبتنا على معتقدات اهل السنة والجماعة وامتنا فی زمرتهم واحشرنا معهم"۔(دفتر دوم،مکتوب:۶۷)

اللهم ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم، بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه وآله واصحابه اجمعين۔

(رمضان المبارک: ۱۴۳۲ھ، اگست: ۲۰۱۱ء)

خلاصة الکتاب

سعودی تفسیر اصل میں قرآن مجید کے نام پر نجدی دھرم پھیلانے کی خطرناک سازش ہے جس میں عامۃ المسلمین کو مشرکین مکہ کی طرح کا مشرک، بدعتی، قبر پرست، مردہ پرست صالحین کی عبادت کرنے والا مشرک مسلمان، اور کئی جگہ مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک لکھا۔

انبیاء واولیاء کرام کی گستاخیاں کی گئیں، ان کو ظالم، باطل، مردہ، بے نفع، بہرہ، اندھا، شفاعت کے مفہوم سے بھی بے خبر، خدا تعالیٰ کا مقابل وشریک ثابت کرنے کی خبیث کوشش کی گئی۔

جو عقائد ونظریات صحابہ کرام، سلف عظام رضی اللہ عنہم سے آج تک امت میں مسلسل جاری ہیں، ان کو محض ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب اور اسمٰعیل دہلوی کی پیروی اور تقلید میں شرکیہ اور کفریہ لکھا، جس سے صحابہ اور دیگر سلف بھی مشرک ٹھہرے۔

الحاصل اس کتاب میں قرآن، حدیث، سلف صالحین اور خود مخالفین کی کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا کہ وہابی نیا اور گمراہ فرقہ ہے جن کی توحید وشرک کے تمام اصول، دین اسلام سے متعارض ومتضاد ہیں درحقیقت یہ لوگ خود ہی مشرک وبدعتی ہیں، ان کے مخصوص نظریات کا قرآن وسنت اور صحابہ وسلف سے کچھ تعلق نہیں۔

افکار ہی بدلیں تو بدلیں ، ایمان بدلنا مشکل ہے
تفسیر بدلنا آسان سہی قرآن بدلنا مشکل ہے

مکتبہ قادریہ عالمیہ

نیک آباد مرازیاں شریف گجرات 0300-6272130